THE
MASIHI
AMRI
جلد ۴ نمبر ۱
مسیحی
امرتسر
۱۵ - جنوری ۱۸۹۹ء
ہر مہینے کی پندرھویں تاریخ
امرتسر سے شائع ہوتا ہے
قیمت سالانہ معہ محصولڈاک ڈیڑھ روپیہ
مطبوعہ مشن پریس
امرتسر (پنجاب)
C.M.

رسـیدزر

نام	مقام	خاتمہ میعاد چندہ	تعداد رقم	نام	مقام	خاتمہ میعاد چندہ	تعداد
...الی کرم بخش صاحب	گکھڑ	دسمبر ۱۸۹۹ء تک	ڈیڑھ روپیہ	پادری صاحب دیال صاحب	جنڈیالہ	دسمبر ۱۸۹۹ء تک	ڈیڑھ روپیہ
...بو لوچند صاحب	ڈھوڈو	〃	〃	ملک روشن خانصاحب	جہلم	〃	〃
...ڈت پریم مسیح صاحب	اجمیر	〃	〃	مسٹر ڈروحی الدین صاحب	گوڑگانوں	〃	〃
...ری تاراچند صاحب -	〃	〃	〃	پادری کے سی چٹرجی صاحب	ہوشیارپور	〃	〃
...ری وڈ صاحب -	امرتسر	〃	〃	پادری حاکم سنگہ صاحب	ڈسکہ	〃	〃
...ے بہادر مسٹر میاداس صاحب	فیروزپور	〃	〃	چودہری نظام الدین صاحب	لاہور	〃	〃
...ا برخوردار خانصاحب	ترنتارن	〃	〃	مسٹر سلطان احمد صاحب	ڈیرہ دوات	〃	〃
...ری ایف کوب صاحب	ملتان	〃	〃	مسٹر ہائیفس راجہ صاحب	تاجپور	〃	〃
...ری تھانگر صاحب	رہتک	〃	〃	مسٹر ٹیلسن صاحب	کرنال	〃	〃
...سٹر سیوا سنگہ صاحب	بگلوہ	〃	〃	منشی وارث الدین صاحب	جنڈیالہ	〃	〃
...ری جے ٹن برج صاحب	کانگڑہ	〃	〃	منشی نبی بخش صاحب	شکوہ	〃	〃
...ری ایچ ڈی گرسولڈ صاحب	لاہور		〃	پادری نوبن چندرداس صاحب	بٹالہ	〃	〃
...ری لوئس صاحب	سرینگر	〃	〃	مسٹر چارلس صاحب	نارووال	〃	〃
...شی لبھو مل صاحب	بدوملی	〃	〃	مسٹر بیریل صاحب	〃	〃	〃
...ڑای جانسٹن صاحب	شاہ آباد	〃	〃	منشی پربھوداس صاحب	〃	〃	〃
...رجان لے لڈل صاحب	سہارنپور	〃	〃	پادری منورخانصاحب	ٹانڈگرہ	〃	〃
...ی ہرنام سنگہ صاحب	جالندہر	〃	〃	مسٹر جوئیل واعظ لعل صاحب	دہلی	〃	〃
...ڑای غلیب صاحب	ایبٹ آباد	〃	〃	پادری نتھو مل صاحب	وزیرآباد	〃	〃
...ڑ ایچ آیم کلارک صاحب	امرتسر	〃	〃	پادری وڈہ وال صاحب	بہڑوال	دسمبر ۱۸۹۹ء تک	〃
...ٹر جارج لیوس صاحب	انبالہ	〃	〃	مسٹر محمد حسین صاحب	لاہور	〃	〃
...ی عزیز الحق صاحب	دیناگر	〃	〃	مولوی صفدر علی صاحب	بھنڈارہ	〃	〃

(بقیہ سرورق کے تیسرے صفحے پر -)

جنوری ۱۸۹۹ء

نوٹ اور باتیں

مسیحی کے ناظرین کو نیا سال مبارک ہو۔ آج اس پرچے کی زندگی میں ایک نیا قدم ہے
نیا بلحاظ نئے سال اور نئے ارادوں کے۔ سال گذشتہ میں خدا کے فضل نے اسکو قائم رکھا
ورنہ اگر انسانی کوشش پر اسکا دارومدار ہوتا تو اسکے کارندوں کی کوتاہیوں اسکے معاونین
کی سرد مہری اور گہرے دوستوں کی مخالفت نے اسکا خاتمہ کر دیا ہوتا۔ لیکن خدا کا زور ہماری
کمزوری میں ظاہر ہوتا ہے۔ ہم اس آسمانی مدد کے لئے خدا کے بزرگ نام کی تعریف کرتے ہیں۔
وہی ہماری نیتوں سے آگاہ ہے کہ کہانتک اس میں خود غرضی کا جزو ہے اور کہاں تک اسکی خدمت
کا شوق ہے۔ اسی کی توفیق سے یہ پرچہ آئندہ ترقی کے میدان میں آگے بڑھنے کی جرأت
کرتا ہے اور برکتوں کے لئے اس کی آنکھیں آسمان کی طرف لگی ہیں۔ ناظرین اپنی دعاؤں میں
اسکو ضرور یاد رکھیں۔ ایک اور طریق ہے جس سے سب معاونین ہماری مدد کر سکتے ہیں۔
یعنی وہ دوستوں اور مسیحی بھائیوں کے پاس اس پرچہ کا چرچا کریں تاکہ اسکی اشاعت میں ترقی ہو۔
انتظام کے لحاظ سے یہ یاد رکھنا بھی ضرور ہے کہ جو توفیق رکھتے ہیں وہ اپنا زرِ چندہ ارسال کرنے میں
دریغ نہ فرمایا کریں۔ بلکہ اگر ممکن ہو تو پیشگی قیمت ادا کر کے کارپردازوں کو ممنون فرمائیں۔ گذشتہ سالوں
کے تجربہ نے ہم کو آگاہ کر دیا ہے کہ اکثر مسیحی اصحاب سے ایک سال میں ڈیڑھ روپیہ وصول کرنا بہت
آسان معاملہ نہیں شروع سال میں اس قسم کا تقاضا ہم کو پسند نہیں اور یقین ہے کہ اس اشارے

ہمارے ناظرین مسیحی محبت سے عید نہ سمجھینگے۔

ہماری تاثیر کی ابدیت ۔ جب ہم گذشتہ سال میں اپنی زندگی کے حالات پر غور کرتے ہیں تو اپنی غفلتوں اور کوتاہیوں اور تقصیروں کا بوجھ ہم کو دباتا ہے۔ کیا یہہ ہولناک خیال نہیں کہ ہمارے ہر ایک قول و فعل کا اثر ابد تک رہ گیا ہے۔ ہم ایک آسمانی انتظام سے محصور ہیں اور اس وقت معلوم نہیں کر سکتے ہیں کہ ہم اس نظام کے حلقہ میں کس موقعہ پر ہیں۔ یا بنی آدم کے ساتھ باہمی تعلق کا اثر ہم پر کسقدر ہے۔ لیکن وہ دن آتا ہے جب ہم جلال کی ابدی چوٹیوں پر سے اس دائرے کے نشیب و فراز کو دیکھینگے اور اپنی زندگی کے اسرار سے واقف ہو نگے۔ مسیحی ناظر! آؤ اس سال کے شروع میں خدا کے تخت کی روشنی میں اس پر غور کریں۔ اپنی زندگی اور روش کو اسکے ہاتھ میں سپرد کریں۔ اور اسکے سامنے سرنگوں ہو کر نئے طور پر زندگی بسر کرنیکا ارادہ کریں۔

تم کیا دیکھنے گئے ۔ لاہور کی کنونشن جسکی مدت سے تیاریاں ہو رہی تھیں ختم ہو چکی۔ اور سامعین جنہوں نے نزدیک یا دور فاصلہ سے آکر چار روز تک اس کنونشن میں شراکت حاصل کی۔ اپنی اپنی زندگی کے معمولی کاروبار میں مصروف ہو گئے ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں کہ کیا یہہ موقعہ کسی کی زندگی میں یادگار رہیگا۔ یا ماضی کی تواریخ کے ساتھ فراموشی کے عالم میں معدوم ہو جائیگا۔ کیا یہہ معمولی تقریریں تھیں۔ کہ جنکو سننے کے لئے دور دراز سے لوگ جمع رہے۔ اور دل بہلا کر چلے گئے۔ ہاں ضرور ہے کہ ہم سب شرکا سے سوال کریں کہ آپ کیا دیکھنے گئے۔ کیا آپ کوئی نئی انجیل سننے کے مشتاق تھے۔ کیا آپ ایک مشہور مصنف اور واعظ کی تقریربازی کا امتحان لینے گئے تھے اگر آپ کا یہی مدعا تھا تو ہم افسوس کرتے ہیں کہ آپ نے ناحق اپنے قیمتی وقت کو ضائع کیا۔ لیکن اگر آپ ان مجالس میں روحانی زندگی کی ترقی کے لئے گئے تو آپ مبارک ہیں۔ کیونکہ اس سے ثابت ہے کہ آپ راستبازی کے بھوکے اور پیاسے ہیں۔ ہم یہہ نہیں کہتے کہ مسٹر مائر یا اور کوئی شخص آپکی روحانی ضروریات کو پورا کر سکتا ہے۔ اس میں کوئی کلام نہیں کہ روح سے بھرا ہوا مسیحی خدا کی طاقت سے اوروں کی زندگی میں انقلاب پیدا کر سکتا ہے۔ وہ کمزوروں کا ہاتھ پکڑکر

زیادہ صاف ہو جاتا ہے۔ پھر تیسویں آیت میں جو لفظ "جواب میں کہا ہے" اصل میں اُسکا ترجمہ "پیچھے
سے پکڑ لیا" ہے جیسے پہلوان حریف کو پکڑ کر دے پٹکا کرتے ہیں۔ یعنے اس شریف کے سکھلانیوالے
کی ضمیر کو قابو کر کے گرا دیا۔ اس کے ساتھ ۲۰ ویں آیت کا مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ
خیال قرین قیاس ہے۔

جاپان میں سیلف سپورٹ کی تجاویز۔ ٹانٹ جاپان کے تمام شہروں کی متحدہ کونسل میں مندرجہ ذیل تجاویز
بالاتفاق منظور کی گئیں ہیں۔ اول کوئی مشن کسی کلیسیا کی جو نئے سرے سے قائم کیا جائے روپیہ پیسہ سے امداد نہ کرے۔ اور جو قائم
ہو چکی ہیں انکو دو سال کے بعد اپنے پاؤں پر قائم ہو جانا ضروری ہے۔ دوم ہر قسم کی کلیسیاؤں میں کسی مسیحی کو مکان کا کرایہ
یا اتفاقی اخراجات کے لئے کچھ نہ دیا جائے۔ سوم۔ جہاں نیا نیا کام شروع کیا جائے وہاں تھوڑے کارندے مقرر کئے جائیں
اور کسی کو کرایہ مکان یا اتفاقی اخراجات ادا نہ کئے جائیں اور مسیحیوں کے مجمع کو حلقوں کی بندش میں رکھا جائے تاکہ
کام شروع ہی سے سیلف سپورٹ کے اصول پر قائم ہو۔ ہم چین اور افریقہ کی نئی کلیسیاؤں کی مثالیں
بارہا پیش کر چکے ہیں کیا ہمارے ملک کی کلیسیاؤں میں بھی کبھی وہ دن آئیگا کہ ہم غیر ممالک کی امداد
کے محتاج نہ ہونگے۔

گیارھواں حکم۔ آرچ بشپ آشر صاحب کا ذکر ہے کہ ایک مرتبہ انکا جہاز غارت ہو گیا اور
وہ خود آیرلنڈ کے کنارے پر جا لگے۔ مصیبت کے مارے نیم برہنہ اِدھر اُدھر پناہ کی تلاش کرتے کرتے
ایک خادم الدین کے مکان پر جا نکلے اور التجا کی کہ میں بھی دین کا خادم ہوں مہربانی کر کے اس مصیبت کے وقت میں
میری مدد کیجئے۔ صاحب خانہ نے گمان کیا کہ شاید یہہ شخص دھوکا دیتا ہے اس لئے از راہ امتحان
اس سے دریافت کیا کہ بھلا بتاؤ تو کہ خدا کے احکام کتنے ہیں۔ آرچ بشپ نے جواب دیا
کہ آپ مجھے دھوکے باز نہ سمجھیں گیارہ احکام ہیں۔ اس خادم الدین نے بڑے زور سے
کہا کہ ہرگز نہیں میری بائبل میں تو دس احکام مندرج ہیں۔ اگر مجھے گیارھواں حکم سنا سکو تو
میں تمہاری مدد کرنے کو تیار ہوں۔ آرچ بشپ نے کہا کہ "سنئے" میں ایک نیا حکم تم کو
دیتا ہوں کہ تم ایک دوسرے کو پیار کرو۔

لاہور میں کنونشن کا انعقاد

کنونشن ان جلسوں کا نام ہے جو روحانی زندگی کے حاصل کرنے یا ترقی دینے کے لئے منعقد ہوتی ہیں۔ جب تک ہم اس عالم اجسام میں سکونت کرتے ہیں ہم وسائل فضل کے محتاج ہیں اور اس قسم کی کنونشن خدائی برکت دلوں میں جاری کرنیکا بہترین وسیلہ ثابت ہوئی ہیں۔ انگلستان اور امریکہ میں انکے ذریعے سے ہزاروں نام کے مسیحیوں کی زندگی خدا کے فضل سے تازہ ہوئی ہے۔ چند سال سے ہندوستان میں اس طرز کی دعا و کلام کے جلسے جابجا ہونے لگ گئے ہیں۔ اور یہہ ایک امیدافزا اور تسلی بخش نشان ہے کہ ہماری کلیسیا میں روحانی معاملات میں دلچسپی پیدا ہورہی ہے۔ لاہور میں اس سال کے شروع میں چوتھی کنونشن کا اجلاس ہوا جس میں انگلستان کے مشہور روحانی پہلوان مسٹر مائٹ کو مدعو کیا گیا تھا۔ کارروائی ۵ جنوری سے شروع کرکے ۹۔ جنوری تک ہوتی رہی۔ جن جن صاحبوں نے ان مجلسوں میں شرکت حاصل کی وہ ہمارے ساتھ شہادت دے سکتے ہیں کہ چار روز خود خدا کی روح ہمارے درمیان کلام کرتی رہی۔ ہمارا ارادہ تھا کہ مسٹر مائٹ کے وعظوں کے خلاصے ناظرین کے پیش کریں۔ مگر اندیشہ ہے کہ اس سے کلام کا لطف زائل نہ ہو جائے۔ اس لئے فی الحال اس کنونیشن کے متعلق چند مختصر نوٹ پیش کئے جاتے ہیں۔ اور خدا چاہے تو رفتہ رفتہ انکی تقریریں بھی چھاپینگے۔ تاکہ ہمارے ناظرین جو اس موقعہ پر تشریف نہیں لا سکے۔ استے مستفید ہوں۔ رسالہ جوبلی زبور کو پڑھنے والے اس وقت بھی کچھ نہ کچھ سمجھ سکتے ہیں کہ صاحب موصوف کا کلام کس درجے کا شستہ اور موثر ہے۔

مسٹر مائٹ نے اپنی کمزوری کے اقرار سے اس کنونیشن کا آغاز کیا اور جابجا اور بار بار سامعین کی نگاہ اپنی طرف سے ہٹا کر ہمارے خداوند کی طرف قائم کی۔ صاحب موصوف کو

ہم فصیح اور بلیغ نہیں کہہ سکتے مگر انکے کلام میں روح القدس کی طاقت موجود تھی۔ اسٹارز صاحب
موصوف نے خود بتایا کہ جس روز سے میں نے خدا کے اُس وعدے کو کہ جو مجھ پر ایمان لاتا ہے
اُسکے اندر سے جیتے پانی کی ندیاں جاری ہونگی۔ اپنا بنایا ہے۔ خدا نے میرے کلام پر
کثرت سے برکت نازل کی ہے۔

مسٹر سٹارز نے اپنی دوپہر کی تقریروں میں مسیحی زندگی کے مدارج کی نسبت تعلیم کا ایک
سلسلہ قائم کیا جس میں درجہ بدرجہ روح القدس کی معموری تک اندرونی تجربوں کا انکشاف کیا
اور خدا کے کلام میں سے بکثرت حوالجات پیش کئے۔ اوّل روز آپ نے فرمایا کہ اگر تم روح سے
بھرپور ہونا چاہتے ہو تو تین باتیں ضروری ہیں۔ اوّل اپنے آپ کو کلی طور پر خدا کے سپرد کر دینا
دوسرا اپنی کوششوں اور تدابیر پر بھروسہ نہ کرنا اور یسوع مسیح کی خدمت کے لئے ہمہ تن تیار
ہونا۔ دوسرے روز خودی اور خودغرضی کو توڑنے پر زور دیا۔ اور گلتیوں ۲:۲۰
وغیرہ سے دکھایا کہ خودغرضی کی زندگی کی ماہیت کیا ہے۔ اور خودی کیونکر مسیح کے
ساتھ صلیب پر کھینچی گئی ہے۔ اور تیسرے روز روح القدس کی صفات اور اس کی
معموری کے شرائط پر وعظ کی۔ اور خدا کی دو دھاری تلوار سے حاضرین کے اندرونی
خیالات کو چھیدا۔

شام کی تقریریں زیادہ سادہ اور عام فہم تھیں اور مثالوں اور قصوں سے ہر ایک
مطلب کو واضح کیا جاتا تھا۔ یہ تقریریں چھوٹے چھوٹے رسالوں کی صورت
میں چھپ کر مشتہر ہو چکے ہیں۔ آخری تقریر نہایت موثر اور پر زور تھی۔ ہم اسکا
ترجمہ اس پرچہ میں شائع کرتے ہیں۔ ناظرین غور سے اس کو پڑھیں۔ آخری روز یعنی اتوار
کے دن ایک میٹنگ دوپہر کے بعد خاص مردوں اور جوانوں کے لئے کی گئی جس میں
ہندو مسلمان بھی شریک کئے گئے۔ اور اس میں صاحب موصوف نے سماجی ناپاکی
اور جوانی کی بعض عادات کا صاف صاف بیان کیا اور پاکیزگی کی طرف جو نجات مسیح

نئے سال پر چند خیالات

ایک اٹیلین فلاسفر کہا کرتا تھا وقت میری جاگیر میری زمین ہے - اگر میں اس کے ایک ایک ٹکڑے اور قطعے پر جانفشانی کے ساتھ محنت کروں تو اس سے بہت سا غلہ اور پھل پیدا ہو سکتے ہیں - لیکن اگر غافل رہوں اور اسے ہاتھ نہ لگاؤں تو بجز کانٹوں اور اونٹ کٹاروں کے اور کچھ حاصل نہیں ہو سکتا - فلاسفر موصوف کے یہہ الفاظ آب زر سے لکھ رکھنے کے لائق ہیں - پیارے ناظرین ۱۸۹۸ء ختم ہو چکا ہے اور اب ہم ننانوے کے شروع پر کھڑے ہیں - آفتاب کی حرکت ہمیں اس سال کے دور میں آگے آگے لئے جائیگی - کیا ہم اس فلاسفر کے ماٹو (مقولہ) کو اپنے ساتھ نہ لیجائیں ؟ زیبا ہے کہ ہم اپنے وقت کو اپنی جاگیر سمجھکر ایسے طور پر استعمال کریں کہ اس کے کسی حصے میں کانٹے اور اونٹکٹارے نہ لگنے پائیں ۔

سیکڑوں آدمی ایسے دکھائی دیتے ہیں - جو پھولوں اور پھلوں سے لدے ہوتے ہیں - انکے وقت میں کسی جگہہ جنگلی کانٹے نظر نہیں آتے - اُن کے دوست اور رفیق انکے پھلوں سے محفوظ ہوتے اور انکی صحبت اور سنگت سے فائیدہ اٹھاتے ہیں انکی زندگی سے فیض عام جاری ہے - ہاں وہ اس شجر پرثمر کی مانند ہیں جسکی ٹہنیاں سبز پوشاک پہنے - پھولوں کے زیور سے آراستہ اور پھلوں سے لدی ہوئی زمین کیطرف جھکتی ہیں کہ ہر ایک رہرو اُن کے پھلوں سے آسودہ ہو - لیکن ان کے مقابلے میں بہت سے ایسے بھی ہیں - جنکی سطح ہستی پر بجز جنگلی کانٹوں اور گھاس پھوس کے اور کچھ نظر نہیں آتا ہے - ان کے دوستوں اور عزیزوں اور ہموطنوں کو انکی زندگی سے کچھ فائیدہ نہیں پہنچتا - انکی ہستی اور عدم دنیا کے لئے یکساں ہے - اس کا کیا سبب ہے ؟ یہی کہ جو پھلدار نظر آتے ہیں - انہوں نے محنت اور مشقت کے جوئے میں جتکر اپنے وقت کی زمین کو سدھارا اور بویا - اس میں کسی جگہہ باغیچے - کہیں چمن - کہیں خیاباں - کہیں میوہ دار اشجار لگائے - صاف اور ستھری روشیں تراشیں - اور یوں

محنت اور جفاکشی سے اپنی اس زمین کو رشکِ ارم بنایا۔ بیشک جو لوگ دنیا اور دنیا کے لوگوں کے لئے کچھ کر سکتے اور کر جاتے ہیں۔ وہ وہی ہیں جو اپنے وقت کی قدر کرتے ہیں اور اُسے اچھی طرح استعمال میں لاتے ہیں +

نمونے کے لئے ہم خداوند یسوع مسیح کو پیش کرتے ہیں۔ دیکھئے وہ کس طرح اپنے وقت کو کام میں لاتا تھا۔ اُن کے تین سال کی سوانح عمری ہمارے پاس موجود ہے مگر اس تین سال کے عرصے میں جو کچھ اُس نے اس مزرعۂ وقت میں بویا اور جو کچھ اس سے پیدا ہوا ہم اس کی کثرت کو دیکھ کر حیران ہوتے ہیں۔ اِن تین سال کی محنت کے پھلوں سے تمام دنیا آسودہ ہو رہی ہے اور تا قیامت ہوتی رہے گی۔ وہ اپنے وقت کے کسی حصے کو ضائع نہیں کرتا تھا۔ دن کے وقت کہیں بھیڑ کے درمیان کھڑا ہے اور اپنی زبان حقائق ترجمان سے رازِ الٰہی کے دقیق مسائل حل کر رہا ہے۔ کہیں بھوکوں کو روٹی۔ کہیں پیاسوں کو زندگی کا پانی کہیں مریضوں کو شفا دیتا ہے اور اگر اس سے ذرا فرصت ہوتی ہے تو اپنے شاگردوں کو خدمات رسالت کے لئے تیار کرنے لگ جاتا ہے۔ اگر رات ہے تو وہ دعا اور مناجات میں صرف ہوتی ہے۔ وہ اپنے ہر کام کو اس کے موقع اور محل پر انجام دیتا ہے۔ "میری گھڑی" اُس کا تکیہ کلام ہے اگر ایسی بے نظیر محنت اور جانفشانی سے استعمال کئے ہوئے وقت سے تمام دنیا کو آسودہ کرنے والے پھل پیدا ہوں تو کونسی حیرت کی بات ہے +

موسیٰ زبور ۹۰ میں یہ دعا مانگتا ہے۔ "ہمیں ہماری عمر کے دن گننا سکھا" اس سے پہلے وہ انسان کی زندگی کی بے ثباتی کو کئی طرح ظاہر کرتا ہے۔ مثلاً وہ کہتا ہے کہ "ہزار برس تیرے آگے ایسے ہیں جیسے کل کا دن جو گذر گیا اور جیسے ایک پہر رات۔ تو انہیں یوں لیجاتا ہے جیسے سیلاب سے۔ پھر کہتا ہے کہ "وہ گویا نیند ہے"۔ پھر "گھاس کی مانند ہیں جو اُگی ہو وہ صبح کو لہلہاتی ہے اور ترو تازہ ہوتی ہے۔ شام کو کاٹی جاتی ہے اور سوکھ جاتی ہے" اور پھر "ہمارے برس خیال کی طرح بسر ہو گئے" ایک طرف وہ وقت کی ناپائیداری کو دیکھتا ہے کہ جس طرح کوئی زور آور سیلاب تمام چیزوں کو جو اس کے سامنے آتیں اپنی طاقت سے بہائے جاتا اسی طرح کوئی غیر مرئی قدرت ہماری زندگی کے دنوں کو

بہائے لئے جاتی ہے۔ ہاں ایک طرف وہ اپنی زندگی کی ناپائیداری کو دیکھتا ہے اور دوسری طرف اس بات کو محسوس کرتا ہے کہ اسی وقت میں جو یوں گذرتا جاتا ہے اور جسکے پھر لوٹ کر آنے کی اُمید نہیں۔ میں ایسے بیج بو سکتا ہوں جنکی فصل ابدیت کے کھیتوں میں کاٹی جا سکتی ہے۔ اگر یہہ موقع کھو دیا تو ساری ہستی بنجر پڑی رہے گی۔ لہذا وہ یہہ دعا مانگتا ہے۔ تو ہمیں ہماری زندگی کے دن گننا سکھا۔ اس کا یہی مطلب ہے کہ میں اپنی عمر کا ایک ایک دن اس طرح کاٹوں کہ جب یوم دن کے منارے تک پہنچکر اپنے وقت کی طے شدہ منزل کو دیکھوں تو اس کا کوئی ٹکڑا اور کوئی جزو ایسا نظر نہ آئے جو کانٹوں سے پُر مگر پھولوں اور پھلوں سے خالی ہو ٭

اے مسیحی خداوند آپ سے کیا طلب کرتا ہے ؟ "میرے باپ کا جلال اسی میں ہے کہ تم بہت میوہ لاؤ"۔ سب مسیحی اس دنیا کے بھوکوں کی غذا ہیں۔ خدا نے باغ عالم میں انہیں اسی واسطے بھیجا ہے کہ وہ مسیح کی قدرت مسیح کی بھرپوری مسیح کی بارآوری مسیح کی زرخیزی پر اس طرح شہادت دیں کہ انکی زندگی میں یہہ ساری چیزیں نظر آئیں اور بھوکے اور پیاسے ان کے ذریعے اس کی (بیج کی) بھرپوری سے بھرپور ہوں۔ بہت میوہ لانا ہماری ہستی کی علت غائی ہے۔ لیکن جو شخص اپنے وقت کو اچھی طرح استعمال نہیں کرتا وہ کبھی بہت میوہ نہیں لا سکتا ٭

پیارے بھائی اور پیاری بہن آپکا پچھلا سال کیسا گذرا ؟ اُسپر نظر ڈالو اور دریافت کرو کہ تمہاری عزیز اور بیش قیمت وقت کا کتنا حصّہ بنجر اور بے پھل پڑا رہا۔ اگر آپ توجہ سے دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ اس میں کئی ٹکڑے ایسے ہیں جو خالی پڑے ہیں۔ جہاں اگر غفلت اور بے پروائی نہ کی جاتی تو کچھ نہ کچھ بویا جا سکتا تھا۔ اور ناممکن نہیں اگر ہم میں سے بہتوں کا پچھلا سال بالکل بے پھل رہا ہو۔ بلکہ کئی پچھلے سال متواتر بے پھل رہے ہوں۔ عزیز دوست! ہم بڑی عاجزی اور محبت سے یہہ بات یاد دلاتے ہیں کہ درختوں کی جڑوں پر کلہاڑا رکھا ہے جو درخت پھل نہیں لاتا وہ کاٹا اور آگ میں ڈالا جائیگا۔ اور ہم تو ابتک دوزخ میں جھونک دیئے جاتے لیکن ایک دھیمی آواز الٰہی عدالت کے ہاتھ کو تھامے محبت اور رحم سے معمور ہو کر یہہ کہہ رہی ہے۔ ایک سال اور رہنے دے

کاش اگر ہم آج اس آواز کو سنکر موسیٰ کے ساتھ ملیں اور یہہ التجا کریں "مجھے میری زندگی کے دن گننا سکھا" اور پھر اس کے مطابق عمل کرتے ہوئے یوں جئیں کہ ہماری مسیحی خوبیوں کے پھلوں سے چو طرفہ لدجائے اور ہمارے باپ کا جو آسمان پر ہے جلال ظاہر ہو +

چند دن ہوئے ہمنے ایک اخبار میں یہہ ریمارک پڑھا کہ ہندوستانی عیسائیوں کو اپنے لڑکوں کی تعلیم کیطرف زیادہ توجہ کرنی چاہیئے۔ خداوند کا شکر ہو کہ ہمارے سکول اور کالج ظاہر کرتے ہیں کہ مسیحی نوجوان ہندو اور مسلمانوں کی نسبت کچھہ کم نہیں تاہم مذکورہ بالا ریمارک بالکل صحیح ہے وہ ماں باپ کو یہ نصیحت کرتا ہے کہ اپنی لڑکیوں کی اپنے بیٹوں کی تعلیم میں کوشش کریں۔ ہم ان نوجوانوں کو جو تحصیل تعلیم میں مصروف ہیں یہہ نصیحت کرتے ہیں۔ کہ وہ اس سال اپنے وقت کو ایسے طور پر صرف کریں ایسی محنت و مشقت اور جفاکشی سے اپنے کام میں لائیں کہ اس سال کے آخر میں انہیں کامیابی کا تاج نصیب ہو۔ پھر ہم ان سے جو اس منزل کو طے کر چکے اور اپنے اپنے زندگی کے کام پر مامور ہوگئے ہیں یہ منت کرتے ہیں۔ کہ وہ اپنی فرض داری کو پہچانیں۔ سال بھر کا زمانہ انکے ہاتھہ میں ہے اگر وہ چاہیں تو اسمیں ایسی ایسی خدمات ادا کرسکتے ہیں جو انکی قوم کے لیے پشتوں تک مفید ہونگی مناسب ہے کہ وہ کلیسیائی مجموعی ترقی اور مسیحی بھائیوں کی بہبودی کو مد نظر رکھیں اسہر ایک کام میں جو خداوند کی خدمت کے لئے بہتر ہو اپنا ہاتھہ لگائیں ہماری دانست میں اس سے بڑھکر اور کوئی کام زیادہ پھل پیدا نہیں کرسکتا پس ہمارے ہر فعل اور ہر کام کی علت غائی یہ ہو کہ ہمارے خداوند کا جلال ظاہر ہو اور اسکی کلیسیا ترقی پائے اس سال ہم سب کی زندگی روح کے پھلوں کے خوشوں سے بھری ہوئی نظر آئے۔ محبت خوشی سلامتی۔ صبر۔ خیرخواہی۔ نیکی۔ ایمانداری۔ فروتنی اور پرہیزگاری کے گچھے ہماری ہستی کی ہر ایک شاخ میں لٹکتے دکھائی دیں

لیکن اپنی زندگی سے ان پھلوں کو بھرپور کرنیکا ایک ہی طریقہ ہے۔ یعنی شریعت میں مگن رہنا۔ "مبارک وہ آدمی جو خداوند کی شریعت میں مگن رہتا اور دن رات اسکی شریعت میں سوچا کرتا ہے۔ سو وہ اس درخت کی مانند ہوگا۔ جو پانی کی نہروں کے کناروں پر لگایا جائے اور اپنے وقت پر میوہ لادے اور اپنے ہر ایک کام میں پھولتا پھلتا رہیگا" ہم اس سوال کے ساتھہ اس مضمون کو بند کرتے ہیں کیا آپنے کبھی کوئی پھلدار مسیحی دیکھا۔ جو کلام الٰہی کی تلاوت کے بغیر پھولوں اور پھلوں سے لدا ہو؟ پیارے پڑھنے والے مصمم ارادہ محنت و جانفشانی اور کلام الٰہی کی تلاوت نیت کی عظمت دعا کی استعانت ہمارے وقت کو پھلدار بنا سکتے ہیں +

ایک رسول کے ایمان کا قصّہ

"ہم نے اسکا جلال دیکھا" - یُوحنا ۱ - ۱۴

اٹھارہ سو برس کا عرصہ گذرا کہ ایک بڈھا (پہلی صدی عیسوی کے اخیر میں) بیٹھا ہوا ان باتوں پر جو اُس نے سُنی تھیں اور ان کاموں پر جو اُس نے دیکھے تھے غور کر رہا تھا اسکی ضعیفی اور اسکی جوانی کے درمیان چالیس یا پچاس یا ساٹھ برس گذر چکے تھے - اور یہہ برس بڑے ہی عجیب تھے - خُدائی رُوح کے دم کی تاثیر سے سلطنت اور سوسائٹی میں بڑی بڑی تبدیلیاں ہو چکی تھیں اور پُرانی دُنیا مغلوب ہو کر نئی دُنیا کو جگہ دے چکی تھی - وُہ بڈھا اپنے مشاہدہ کو ڈراما کے پیرائے میں کتاب مکاشفہ میں قلمبند کر چکا تھا - لیکن اب وُہ آیندہ زمانوں کی طرف نہیں دیکھتا - بلکہ گذشتہ واقعات پر سوچ رہا ہے - اسکے خیال چالیس پچاس یا ساٹھ برس کی تباہیوں ابتریوں اور خونریزیوں پر سے عبُور کر کے ان دنوں کی طرف پھرتے ہیں جبکہ وُہ یسوع ناصری کے ساتھ پھرا کرتا تھا - اور وُہ ان چیزوں پر فکر کر رہا ہے جنکو اس نے دیکھا سُنا اور اپنے ہاتھوں سے چھوا تھا - اسکی ساری زندگی اور ہستی کا انحصار انہیں پُرانی یادداشتوں پر ہے - وہ انکو یاد کرتا - انکا وزن کرتا انپر تعجب کرتا اور تصور میں بیٹھا ہوا ہے یُوحنا کی انجیل کے ابتدائی الفاظ ایک بڑے پیر دیرینہ سال کے الفاظ ہیں - انکی آواز میں عجیب سنجیدگی ایک عجیب تقدس اور دزن ہے - جس طرح کہ جاڑے کی راتوں کی خاموشی میں آسمان پہ ستارے بڑی آہستگی کے ساتھ یکے بعد دیگرے اپنی اپنی روش پر سفر کرتے ہیں - اِسی طرح یُوحنا کے الفاظ اس پیر کہن سال کے دل میں سے بتدریج نکلتے ہیں - ان میں مطلق شور اور جلد بازی نہیں - وُہ سنجیدگی اور خاموشی سے بولتا ہے -

جس قصّہ کو وُہ بیان کرتا ہے اسکے ہر لفظ اور ہر وقوعے پر اس نے برسوں تک غور کیا تھا - یہاں تک

کہ اسکا ہر ایک لفظ ایک موتی کی طرح ہے جو کاریگر نے ہار میں پرویا ہو۔ اسکے الفاظ اور اس کے جملے موزون اور مناسب ہیں۔ یسوع مسیح کے مکاشفہ کو وہ بیان کرنے بیٹھا ہے۔ اور اس عظیم الشان کام کے لئے اس نے تیاری بھی مناسب کی ہے۔

[illegible] بیٹھا ہوا ہے۔ اور ہر لفظ کو سوچ اور فکر کے ساتھ نکالتا ہے۔ اسکے شاگرد بہت غور اور عذر کے ساتھ اسکے گرد جمع ہیں۔ اور اسکے ہر لفظ کو گویا پی جاتے ہیں۔

اور یہ شاگرد انکا مجمع کیسا عجیب مجمع ہے۔ کس کو امید ہو سکتی تھی کہ بیت صیدا کے مچھوئے کے پاس ایسے مختلف اقسام کے لوگ جمع ہونگے۔ چالاک اور تیز یونانی۔ جوشیلی طبیعت کے شامی۔ مہذب افریقی۔ بہادر اور فاتح رومی۔ اور فرانسیسی غلام۔ یہ سب اس بڈھے کے چیلے ہیں۔ لیکن اس کے اپنے ہمقوم یعنے بنی ابراہیم وہاں نہیں دکھائی دیتے۔ اور اگر ہیں تو ایک یا دو۔ وہ کلیسیا جسکا یہ بڈھا سردار ہے۔ مزاج مذاق اور عادات میں محض یونانی ہے۔ یہ بڈھا اپنے وطن اور اپنے آبائی گھر کو بالکل بھول گیا ہے۔ کیونکہ وہ وطن اور وہ گھر بالکل ٹوٹ پھوٹ کر مسمار ہو گیا ہے۔ انہیں تاریکی اور بربادی حکمراں ہیں۔ وہ اپنے دل سے کہہ چکا ہے کہ وہ جگہیں جہاں میں اپنے اُستاد کے ساتھ پھرا کرتا تھا۔ جہاں کہ مچھلی پکڑتے وقت میں نے آنکھیں اٹھا کر اپنے منجی کو دیکھا اور اُسکی آواز کو سُنا تھا پھر کبھی مجھے نصیب نہ ہونگی۔ ان باتوں کو کتنے برس ہو گئے لیکن وہ ایسی معلوم ہوتی ہیں گویا کہ کل ہی ہوئی تھیں۔

اپنے عزیز اُستاد کے شاگردوں میں سے غالباً اب وہی تنہا زندہ ہے۔ وہ اکیلا اور از حد عمر رسیدہ ہے۔ اور دل میں سوچتا ہے کہ میرے سامنے بھی موت کھڑی ہے۔ پچاس برس سے زیادہ ہوئے کہ یعقوب مر گیا۔ پطرس کو رحلت کئے تیس برس گذرے۔ اندریاس اور فیلبوس بھی کوچ کر گئے۔ ہم نے خداوند کو جاتے دیکھا۔ اور ہمیں یقین ہے کہ وہ دوبارہ آئیگا۔ کیا اسکا استقبال کرنے کے لئے کوئی بھی نہ ہوگا۔

ان خیالوں کے درمیان اسکو اُستاد کے وہ لفظ یاد آتے تھے جو اُس نے جھیل پر پطرس سے

کہے تھے ۔کیا اُس نے نہ کہا تھا کہ جس روز میں دوبارہ آؤنگا اور تمہاری خوشی پُوری ہوگی اس روز یُوحنا زندہ پایا جائیگا ۔

یُوحنا کے اپنے دل میں بھی اُمید تھی۔ اور اُسکے دوستوں میں سے اکثر یہی کہتے تھے۔ لیکن پھر اُسے خیال آتا تھا کہ خداوند نے یُوں نہیں کہا۔ بلکہ یہہ کہا تھا کہ اگر میں چاہوں کہ یُوحنا میرے واپس آنے تک یہیں ٹھہرے ۔

پھر یوحنا اپنے دِل میں پُوچھتا تھا کہ کیا خداوند کی یہہ مرضی ہے۔ اُس نے اکثر اپنے دلمیں دُعا مانگی تھی کہ اے خُداوند یسُوع آ۔ لیکن اب موت سامنے کھڑی تھی اور ایسا ہونا ناممکن معلوم ہوتا تھا۔ اور یُوحنا اپنے دوستوں سے کہتا تھا کہ خداوند نے یہہ نہیں کہا کہ تو کبھی نہ مریگا بلکہ صرف یہہ کہ اگر میری مرضی ہو کہ وُہ ٹھہرے ۔

جب ہم یوحنا کی انجیل کے آخری الفاظ کو پڑھتے ہیں تو یوحنا کے شاگردوں کے دلی اور اندرونی گہرے خیال ہم پر ظاہر ہوجاتے ہیں ۔ وُہ بیٹھے سوچا کرتے تھے کہ یُوحنا مریگا یا نہیں اسی کی فکر ہر وقت انکو لگی رہتی تھی ۔ وُہ چاہتے تھے وُہ نہ مرے ۔ کیونکہ ابتدائی مسیحی ہر گھڑی مسیح کی دُوسری آمد کے منتظر رہتے تھے۔ اور اس انتظار کی تیزی کو نہ پولوس کم کرسکا اور نہ پطرس لیکن جسقدر یُوحنا کی موت نزدیک آتی جاتی تھی اُسی قدر انکی امید اور انکے انتظار کی تقویت ٹوٹتی جاتی تھی۔ وُہ اپنے دل میں کہا کرتے تھے کہ بالیقین یوحنا اسکی دُوسری آمد کو اپنی آنکھوں سے دیکھیگا ۔ کیا ممکن ہے کہ خداوند اپنے وعدے کو بھُول جائے ۔ وُہ وعدہ جو اس نے اپنے نہایت پیارے شاگرد سے کیا ۔ ایسے موقعے پر وہ بڈھا انکی غلطی کو صحیح کرتا ۔ اور کہتا تھا کہ خداوند نے وُہ بات کبھی نہیں کہی جسکا تم خیال کئے بیٹھے ہو۔ اس نے تو صرف اتنا کہا تھا کہ اگر میں چاہوں کہ وہ میرے آنے تک ٹھہرے یہہ اس نے کبھی نہیں کہا کہ وہ نہ مریگا ۔

وُہ یُوں بیٹھے اُسکے پاس سمٹے آتے ہیں۔ اسکے بچے نہ از روئے جسم بلکہ از روئے رُوح انکے دل کی فکر روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔ روز روز نئے سوال اور مسئلے پیدا ہوتے ہیں۔

یروشلم میں چند روز تک تو امن رہا تھا لیکن بعد ازاں سوالات اور اعتراضات بادلوں کی طرح گھرنے لگے۔ اب پہلی صدی تمام ہونے پر ہے اور سوال بجائے ختم ہونے کے بڑھتے جاتے ہیں۔ وہ زمانہ بعض امور میں موجودہ زمانہ کی مانند تھا۔ بے آرامی۔ عجلت۔ بے چینی۔ بے تکے خیالات اور تبدلات کی کچھ انتہا نہ تھی۔ لوگوں کے دماغ جاگتے جاتے تھے۔ دلوں کی امنگیں بے تکی دوڑتی جاتی تھیں۔ خاندانوں۔ سوسائٹیوں۔ ملکوں اور قوموں میں ایک عجیب ولولہ موج مار رہا تھا۔ اور اس طغیان اور طوفان میں مسیح کے شاگردوں کا حقیر جھنڈ غلطاں اور پیچاں تھا۔ بارشیں اور آندھیاں ایمان کے گھر پر زور مار رہی تھیں۔ اسکی نیو تو ضرور چٹان پر تھی۔ اور اس لئے گھر کی مضبوطی میں کچھ شک نہ تھا۔ لیکن پھر بھی زمانہ خطرے کا تھا۔ کیونکہ پانی کے لہرانے اور جھاگ کی آواز باہر سے اندر آتی تھی۔ چٹان انکے نیچے تھا۔ لیکن کیا وہ اسکو چھو سکتے تھے۔ ایمان کو وہ ضرور تھامے بیٹھے تھے۔ اس میں انکی خوشی تھی۔ وہ انکے قبضہ و تصرف میں تھا۔ لیکن پھر بھی انکا دل اندر سے جوش مارتا تھا اور وہ اسکو پوری طرح سمجھنے اور اسکے معنے دریافت کرنیکی بڑی آرزو رکھتے تھے۔

ایسے خطرے اور مشکل کی حالت میں وہ دیکھتے تھے کہ ہمارا استاد ہمارے ہاتھوں سے نکلا جاتا ہے۔ وہ شخص جو یقین کے ساتھ کہہ سکتا تھا کہ میں نے مسیح کو دیکھا میں نے اس کی آواز سنی۔ میں نے اس کو ہاتھوں سے چھوا۔ ان کی نظروں سے غائب ہونے پر تھا۔ وہ حسرت سے اسکو تاکتے۔ اور اسکے گرد سمٹے آتے ہیں اور وہ انہیں پرانے ہزاروں دفعہ کہے ہوئے لفظوں کو پھر کہتا ہے۔ مگر انکو پھر سننا چاہتے ہیں۔ آخر کار وہ تھک کر اکتا جاتا اور کہتا ہے کہ نہیں میرے بچو اگر میں یسوع کے سب کاموں اور اسکی سب باتوں کو تم سے کہوں تو اتنی کتابیں ہو جائنگی کہ دنیا میں سما نہ سکینگی۔

لیکن وہ ٹلتے نہیں۔ وہ اس سے پھر پوچھتے ہیں کہ اچھا اگر اور نہیں تو اتنا تو بتلا دو کہ تم نے خود کس طرح یقین کا درجہ پایا۔ کس چیز نے تم کو یقین دلایا۔ تم کیا دیکھکر کامل

یقین تک پہنچے - ایمان لانا کوئی آسان کام نہیں - ہم میں ایمان تو ہے لیکن شکوک سے ہم تنگ آگئے ہیں - ایمان کے راستے میں بڑی بڑی مشکلات ہیں - اس میں تو کچھ شک نہیں کہ ہم ایمان لا چکے ہیں لیکن یہہ کہنا نہایت ہی مشکل ہے کہ وہ ٹھیک ٹھیک کیا شے ہے جسپر ہمارا ایمان ہے - مخالف ہم سے طرح طرح کے سوال پوچھتے اور ہم کو حیران کرتے ہیں - اور ہم میں سے کئی مشکلات اور تحیر سے گبھرا چلے ہیں - ہم ایمان کو کس پہلو سے پکڑیں کہ وہ پھر کبھی ہمارے ہاتھ سے نہ جائے ہم اسکو ایسا پکڑیں جیسا کہ ہمارا خداوند چاہتا تھا کہ ہم اسے پکڑیں -

اس طبیعت اور مزاج کے لوگوں سے یوحنا اپنی انجیل میں مخاطب ہوتا ہے - یہہ انجیل مخالفوں سے بحث نہیں کرتی - دلیل اور استدلال سے یہاں کام نہیں لیا گیا - یہہ صرف ایمانداروں کے ایمان کو مضبوط کرتی ہے - صرف اتنا کہنا ضرور ہے کہ ایمان داروں کا ایمان متزلزل ہو رہا ہے - انکو اپنے گھر کی فکر لگ رہی ہے - شروع میں مسیحی بھولے بھالے اور بچوں کی سی طبیعت رکھتے تھے - لیکن اب وہ زمانہ گذر گیا ہے - اور ضرورت ہے کہ ایمانکی جڑھیں دیکھی جائیں - وہ زمانہ آگیا ہے کہ جس میں رسول کو یہہ کہنے کی ضرورت ہے کہ پیارو ہر ایک روح کا اعتبار نہ کرو - بلکہ روحوں کو آزماؤ کہ وہ خدا کی طرف سے ہیں یا نہیں - کیونکہ کئی جھوٹے نبی دنیا میں نکل کھڑے ہوئے ہیں - وہ کہتا ہے کہ یہہ باتیں میں تم کو جو خدا کے بیٹے کے نام پر ایمان لائے ہو لکھتا ہوں - کیوں - تاکہ تم کو معلوم ہو کہ تم نے ہمیشہ کی زندگی پائی ہے - اور تاکہ زیادہ علم اور یقینی تعلیم سے تم خدا کے بیٹے کے نام پر ایمان لاؤ -

پس وہ بیٹھ گئے اور اُسکے مُنہہ کیطرف تاکنے لگے - ایماندار لیکن ستائے اور تھکے ہوئے شاگرد اپنے بڑھے پیر کے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں - وہ اس سے کہتے ہیں کہ پھر وہی قصہ فرمائیے - اپنے کوچ سے پہلے ایک دفعہ اور سُنا دیجئے - تاکہ آپکے الفاظ ہماری روحوں میں کھُب جائیں - کیونکہ تھوڑے ہی دنوں میں آپ چلے جائیں گے - اور پھر کون بیت صیدا اور کفرناحوم کے قصے ہم کو سنائیگا - کون خداوند کے غم کی تصویر ہمارے لئے کھینچیگا -

کون کلوری کے دکھ کا بیان کریگا۔ ہاں کون خداوند کی جلیل قیامت کا نقشہ کھینچیگا۔

پس وہ اسکی طرف کو سمٹے۔ وہ اس سے بڑی محبت میں لپٹے۔ اور ہم جانتے ہیں کہ انکے دلوں میں کیسی ہی کیسی فکریں تھیں۔ وہ جانتے تھے کہ چند روز میں ہم یتیم رہجائینگے۔ اگر ہم وہاں ہوتے تو انکے ساتھ ملکر ضرور اس بڈھے کی منت کرتے۔ کہ اے پیارے استاد۔ اے اچھے باپ۔۔ اے مبارک یوحنا۔ ہم بڑی دقت میں ہیں۔ ہمارے دل کی فکریں ہمیں ستاتی ہیں۔ تو نے خداوند کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ تو اسکی چھاتی پر سہارا کرچکا ہے۔ ہم سے کلام کر۔ ہم کو ان دنوں کا حال سنا ہمیں دوبارہ یقین دلا۔ وہ کیا شئے تھی جسکو تو اپنے ہاتھوں سے چھوا کرتا تھا۔ جس سے تو ایسی محبت رکھتا تھا۔ ہمیں سب کچھ کہہ دے۔ ہم سے صاف صاف کلام کر۔ ہم تیرا تجربہ سننا چاہتے ہیں۔ ہم تیری کامل شہادت پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔

اور وہ بڈھا جواب دیتا ہے "ہم نے اسکا جلال دیکھا" اس نے اس بڈھے کو یقین دلایا تھا اسی پر اسکا ایمان مبنی تھا۔

"ہم نے دیکھا" آنکھوں سے اور دل سے۔ ایک یا دو دن نہیں۔ بلکہ برسوں تک ہم اسے ٹکٹکی باندھ کے دیکھتے رہے۔ ہمارے دل ہماری آنکھوں کے ساتھ تھے۔ چلتے پھرتے بولتے سفر کرتے ہم نے اسے دیکھا۔ مختلف طبیعتوں اور مختلف جگہوں میں ہم نے اسے دیکھا۔ امیدوں۔ خوفوں میں۔ بلندی میں پستی میں۔ دن میں۔ رات میں۔ اکیلے اور ہجوم میں۔ علانیہ نبوت کرتے اور تنہائی میں دوستی اور محبت کرتے۔ ان تمام مختلف حالات اور درجوں میں ہم نے دیکھا ہے۔ ہماری نظریں اس سے لپٹی رہیں۔ ہم اسکے بہت ہی نزدیک ہوگئے۔ اور رفتہ رفتہ ہم نے اسکی نسبت اپنی رائے قائم کیں۔

اور ہماری رائے میں وہ ایک عجوبہ تھا۔ اسکے گوشت کے پیچھے۔ اسکے دل کی گہرائی اور تھاہ میں ایک بھید تھا جسکو وہی لوگ ٹٹول سکتے تھے جو اسکے نزدیک جاتے تھے۔ جو صبر اور ایمان سے اسکی سنتے اور اس سے محبت کرتے تھے یہہ بھید اسکے اندر ایسا تھا

جیسا کہ خدا کا حضور ہیکل کے اندر۔ خدا کی رویت قدس الاقداس کے بیچ - اسکا جلال پردے
کے پیچھے۔ جس طرح کہ خدا کی حضوری ہیکل کی اندر کی کوٹھری میں تھی اور وقتاً فوقتاً مقدس
کاہن اسکو دیکھتے تھے ویسا ہی ہم بھی اس بھید کو اپنے استاد کے دل اور روح کی گہرائی میں
دیکھا کرتے تھے۔ وہ بھید وہ نور بجلی کی طرح کبھی کبھی چمکتا تھا۔ اور اسکا چمکارا انسانیت کے
چمکارے سے بہت ہی مختلف تھا۔ آدمی میں ایسا نور کبھی دیکھا نہیں گیا۔ انسان اپنی فطرت
میں یہہ بھید نہیں رکھتا۔ البتہ بڑی اعلیٰ انسانیت اس میں تھی۔ کیونکہ انسانیت کی بلندی کو
پہچاننا ہم نے یوحنا بپتسمہ دینے والے کے شاگرد ہو کر سیکھا۔ وہ نہ فقط نبی تھا بلکہ نبی سے
بہت بڑا۔ کیونکہ خداوند نے خود اسکا درجہ بہت بڑا بتلایا تھا۔ یوحنا انجیلی اور اُسکے بعض دوست
بنی آدم میں اس ممتاز کے جادو تلے رہ چکے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ اس نے کس طرح
یروشلیم اور یہودیہ کو ہلا دیا تھا۔ یہانتک کہ لوگ سوچنے لگے کہ کہیں یہی تو مسیح موعود نہیں
تاہم مسیح کا بھید یوحنا یا کسی اور عظیم الشان بشر سے بدرجہا اعلیٰ اور عمیق تھا۔

ایک بات کا انکو کامل یقین تھا۔ وہ شئے جو انکو اس میں ہاتھ آئی۔ کبھی پیشتر کسی
انسان میں نہ تھی۔ یوحنا بپتسمہ دینے والا اور موسیٰ اپنے زمانہ اور درجہ میں بہت بڑے تھے
بپتسمہ دینے والے اور موسیٰ کی تاثیر میں وہ رہ چکے تھے۔ موسیٰ انکے لئے ایک خدائی شریعت
لایا تھا۔ لیکن وہ فضل اور نئی جان جو مسیح یسوع میں ظاہر ہوئی پیشتر کبھی نمودار نہ ہوئی تھی۔
وہ عجیب تھی۔ وہ نئی تھی۔ وہ حیرت خیز تھی۔ اسکا اور کسی شئے سے مقابلہ ہی نہیں ہو سکتا۔
اور اُس کو ہم برسوں تک دیکھا کئے۔

لیکن یہہ بھید یہہ گہرائی کیا شئے تھی۔ اس کو میں کیونکر بیان کروں۔ "خیر"
رسول کہتا ہے "وہ خدا کا دیدار تھا"۔ اس سے بڑھکر اور میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔ وہ خوابوں کا
خواب تھا۔ وہ رویوں کی رویا تھا۔ وہ انکشاف کا انکشاف تھا۔ ہاں وہ خدا کا
دیدار تھا۔ مسیح میں خدا کے چہرے پر سے نقاب اُتر گیا اور ہم نے خدا کا اصل جلوہ دیکھا

گہری سے خدا کو پایا ہے۔ اگر ہمارے باپ دادے خدا کو ٹٹولتے اور کچھ محسوس کرتے تھے۔ وُہ جلال جو بذریعہ بادل کے مُوسوی خیمہ پر چمکتا تھا۔ یہہ سب کچھ یسُوع کے چہرے میں جمع اور منجمد تھا۔ ہم نے اسکو خوب دیکھا ہم نے اسکے چہرے کو پڑھا۔ اور ہمیں یقین ہُوا کہ ہم خدا کو دیکھ رہے ہیں۔ ہم نے اُسے دیکھا۔ دیر تک دیکھا۔ نزدیک سے دیکھا۔ ٹکٹکی باندھ کے دیکھا۔ اور وہ ہم کو خدا کا جلال معلوم ہوا۔ جلال قادرِ مطلق کے اکلوتے بیٹے کا جلال۔

اب یُوحنّا کے شاگرد پوچھ بیٹھے ہیں۔ لیکن تم کو کس طرح یقین ہوا کہ وُہ درحقیقت خُداہی کا جلال تھا۔ تمہارے پاس کیا ثبوت ہے۔ سچائی کا تم نے کیا تجربہ حاصل کیا۔ شاید تم نے دھوکا کھایا ہو۔

بڈھا رسُول جواب دیتا ہے ہمارے پاس بیرونی ثبوت اور اندرونی تجربے موجود ہیں بیرونی ثبوت یہہ ہے کہ بپتسمہ دینے والا بھی یہی کہتا تھا جو ہم کہتے ہیں۔ بلکہ وُہ اپنی نسبت کہتا تھا کہ میں اسی لئے پیدا ہوا کہ اس پر اسکی ذات کے بھید پر شہادت دوں۔ اور وُہ بڑی دلیری اور زور سے یہہ کہتا رہا۔ اور ہمکو اسکا یقین ہے۔ وُہ کھڑا ہو کر پکارا۔ دیکھو تمہارے درمیان ایک کھڑا ہے جسکو تم نہیں پہچانتے۔ میں اس کی جوتی کا تسمہ کھولنے کے لائق نہیں ہوں۔ نبیوں میں سب سے بڑے نبی نے مسیح کی نسبت یہہ گواہی دی۔ وہ شخص جو بنی آدم میں خُدا کو سب سے زیادہ جانتا تھا اس کی یہہ گواہی سب سے پہلے اس نے ہمکو یقین کا راستہ بتلایا۔

بعد ازاں ہم نے خود تجربہ حاصل کیا۔ اس میں تو کچھ شک ہی نہیں۔ کیونکہ یسُوع کا وُہ بھید خود بخود بڑے زور سے ہمارے دلوں میں کھُب گیا۔ خدا نے وہ یقین ہم کو عنایت کیا۔ ہم کو اُس کی زندگی سے حصّہ ملا۔ ہم اس کی جان میں گھُس گئے۔ جو قوت اسمیں تھی وُہ ہم کو بھی عنایت ہوئی۔ ہم ایمان لائے اور اس نے ہم کو اپنی قوت سے ملبّس کیا

ہم نے اُسکی بھرپُوری سے پایا"۔ اُسکی بھرپُوری ہم میں داخل ہوگئی۔ اس نے ہمارے اندر کام کیا۔ وہ ہمارے اندر جنبش کرنے لگی۔ کیونکہ ممکن ہے کہ ایسی صریح بات کی نسبت ہم دھوکے میں ہوں۔ یہہ نئی زندگی دو صورتوں میں ہم میں نمودار ہوئی۔ اوّل ہم کو فضل عنایت ہوا۔ اور پھر ہم کو سچائی بخشی گئی۔ اور ہم ایسے ہو گئے جیسے پیدائش سے نہ تھے۔ ہم کو خدا کی ابنیت حاصل ہوئی اور اس سے نئی جان اور نیا جوش ہم میں پیدا ہوا۔ ہم کو اقتدار بخشا گیا کہ نئے ہو جائیں۔ ہم نے اپنی پرانی حالت پر نظر کی۔ اور اس میں کوئی ایسی شئے نظر نہ آئی جس میں سے از خود یہہ نئی حالت برآمد ہو سکتی۔ نہیں نہیں۔ ہرگز نہیں۔ خون، جسم کی مرضی یا آدمی کی مرضی سے ایسی حالت پیدا نہیں ہو سکتی۔ کمزوری میں سے زور کس طرح نکل سکتا ہے۔ وُہ قوت جو ہمارے اندر موجزن ہوئی خدا کے نام کی قوت تھی۔ وُہ روشنی جو ہمارے اندر سے چمکنے لگی خُدا کی روشنی تھی۔ ہم نے اُسکو دیکھا۔ اسے اپنے اندر معلوم کیا۔ اُس نے ہم کو زندہ کیا۔ اُس نے ہم کو نیا کر دیا۔ ہمیں اس کی نسبت ذرا بھی شک نہیں۔ کیا شک ممکن ہے۔ جتنوں نے اسے قبول کیا اس نے انہیں اقتدار بخشا کہ خدا کے بیٹے بن جائیں"۔

(باقی آیندہ)

آنریبل مسٹر کالی چرن بنرجی کی ایک تقریر کا خلاصہ

مدراس نیٹو کرسچن اسوسی ایشن کے سالانہ جلسہ میں آنریبل مسٹر کالی چرن بنرجی نے ایک نہایت پر فصاحت تقریر کی جسکا خلاصہ کرسچن پیٹریٹ میں سے اقتباس کرتے ہیں۔

آپنے فرمایا کہ اِسوقت جو موقعہ آپ صاحبان کے مجمع میں کلام کرنیکا مجھے دیا گیا ہے۔ میں اسکو موجب فخر و عزت سمجھتا ہوں۔ جو منظر اسوقت میرے سامنے ہے اسکو دیکھکر میرا دل خدا کا شکرگذار ہے۔ خُدا نے اس ملک میں ایک گھرانے کو کھڑا کیا ہے۔ اس اسوسی ایشن کے شرکا اور تمام دیسی مسیحی اس گھرانے کے ممبر ہونے کا حق اور

اقتدار رکھتے ہیں۔ ہندوستانی مسیحیوں کی ترقی کے حالات پر نظر دوڑانے سے خداوند مسیح کا وہ قول یاد آتا ہے
"تم سب سے پہلے خدا کی سلطنت اور اس کی راستبازی کو ڈھونڈو اور وہ ہر ایک ایسے متلاشی کے ساتھ وعدہ
کرتا ہے کہ جو چیزیں دنیا کے لوگ سب سے پہلے ڈھونڈتے ہیں تمہیں دی جائیں گی" اس ملک کے مسیحیوں نے اس وعدے
کی صداقت کو ثابت کر دکھایا ہے۔ خدا کے فضل اور اس کی روح کی مدد سے ہم نے اول خدا کی سلطنت کو ڈھونڈا
اور زمانہ نے ظاہر کر دیا ہے کہ خدا نے کیونکر اپنے وعدے کو پورا کیا ہے۔ ہاں بلکہ ہندوستانی کلیسیا کی تاریخ
سے اگر ہم دوسرے زمرہ کی نسبت بھی ثابت ہوتی ہے کہ "اس امر پر غور کرنے سے میرا دل شکرگزاری سے بھر جاتا ہے"
لیکن مسیحی جماعت کی حالت پر غور کرنے سے میرے دل میں اس حالت کے متعلق ذمہ داری کا خیال
پیدا ہوتا ہے۔ ضرور ہے کہ ہم سب اپنی ذمہ واری کو محسوس کریں۔ اکثر اوقات ہم اس سے غافل رہتے ہیں لیکن
ہمارا فرض ہے کہ اسکو معلوم کریں اور اسکو پورے طور پر ادا کرنے کی کوشش کریں۔ میں اکثر اپنے دل میں کہا کرتا ہوں
کہ کچھ شک نہیں کہ دیسی مسیحی اپنی دنیاوی ترقی کی نسبت ایک دوسرے کو بڑھا لا کریں۔ ہم حد سے زیادہ اپنی چیزوں
کی فکر کرتے ہیں اور خداوند کی چیزوں کی چنداں پرواہ نہیں کرتے۔ ہم خود غرض ہو کر اپنی اور اپنی جماعت کی ضروریات
پر غور کرتے ہیں۔ یہ بذات خود برا نہیں۔ لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اگر ہم اپنی ساری توجہ اور طاقت اپنے
لئے خرچ کریں تو ہم اپنے مالک کا جلال ظاہر نہیں کرتے۔ ضرور ہے کہ ہم اپنے مالک کی نسبت اپنی ذمہ واری کو محسوس
کریں۔ ہمارا یہ مناسب ہے کہ ہم پیشتر اس کے کہ اوروں کے حال پر غور کریں اپنی حالت کی فکر کریں لیکن
اس خیال میں کیسی تسلی ہے کہ خداوند ہماری طرف ہے وہ جو ہمارے ساتھ ہے سب مخالفوں سے زیادہ زبردست
ہے۔ خدا ہمارا باپ ہے اور وہ ہمیں اپنے فرائض ادا کرنے کے سامان بھی عطا کریگا +

ہمارے خداوند کی سب سے پہلی نصیحت "آؤ اور دیکھو" اگر سب ہندوستانی مسیحی جو اس کے نام سے محبت رکھتے
ہیں خداوند کے ان الفاظ کو لیکر دنیا پر ظاہر کریں کہ خدا نے ہمارے لئے کیا کیا ہے تو خدا کی سلطنت کی ترقی اس
ملک میں اس درجہ کی ہوگی جو ان کے اپنے الفاظ سے ہرگز نہیں ہو سکتی۔ اگر ہم اپنے گھروں کی زندگی کی نسبت اپنے
ملک کے لوگوں کو کہہ سکیں کہ آؤ اور دیکھو، تو پھر اور کیا چاہئے۔ ہمارے خداوند نے اپنے شاگردوں کو یاد دلایا
کہ تمہاری راستبازی فقیہوں اور فریسیوں کی راستبازی سے زیادہ ہونی چاہئے۔ ہمارے ملک کے لوگ

مسیحیوں سے مسیحی مذہب کی صداقت کے دلائل طلب کیا کرتے ہیں۔ چاہیئے کہ مسیحیوں کی اعلیٰ زندگی اور تجربہ اسکا
جواب ہو۔ میری اپنی توجہ مسیحی مذہب کی طرف سب سے اول ڈاکٹر ڈف صاحب کی طاقتور زندگی سے کھینچی گئی تھی۔
میں ان ایام میں سوچا کرتا تھا کہ ڈاکٹر صاحب موصوف کی دعاؤں کا طرز اور لہجہ کہاں سے آتا ہے۔ میرے خیال
میں ڈاکٹر ڈف صاحب کافی طور پر خدا کی عزت نہیں کرتے تھے کیونکہ وہ بڑے دعوے کے ساتھ خدا سے درخواست
کیا کرتے تھے۔ میں اس دعوے کے راز کو نہ سمجھ سکتا تھا جب خدا نے مجھے اپنی طرف کھینچا تو پھر اس راز کا انکشاف
مجھ پر ہوا۔ پھر میں اُن الفاظ کا مطلب سمجھا جو میں کالج میں سنا کرتا تھا کہ ”جتنوں نے اُسے قبول کیا اُس نے
اُنہیں اقتدار بخشا کہ وہ اُس کے فرزند کہلائیں“۔ اگر ہندوستان کے مسیحی اس عجیب رشتہ کو محسوس کریں تو وہ
طاقت سے معمور ہونگے اور وہ فتح کرتے ہوئے اور فتحمند ہوتے ہوئے بڑھتے جائیں گے۔ وہ اول اس تجربہ کو
حاصل کرنے کی کوشش کریں تب اپنی زندگی کے مدعا کو سمجھ سکیں گے ہم اپنی کلیسیا کی بے زری پر افسوس
کیا کرتے ہیں۔ لیکن جو روپیہ پیسہ سے زیادہ درکار اور ضرور ہے سو ایسے آدمی اور عورتیں ہیں جو اپنے تئیں خدا کے
فرزند کہنے کا حق رکھتے ہیں۔ اگر ایسے آدمی مل سکیں تو سب مسئلے حل ہو جائینگے۔ اور سب چیزیں بھی ملیں گی۔ اسلئے ضرور ہے
کہ ہم ہندوستانی مسیحی خدا کی طرف نظر رکھیں اپنے تئیں خدا کی خدمت کیلئے مقدس کریں اور اُس کی روح سے
بھر جائیں۔ خدا ہمکو ہمارے فرائض کا احساس عطا کرے +

غیر ممالک کے مسیحی مشنریوں اور ہندوستان کی طرف انکی سرگرم محبت کو دیکھکر میں شرمندہ ہوتا ہوں۔ مشنری صاحبان
روز بروز دعا مانگتے ہیں کہ ہم اپنی سخت محنت سے سبکدوش ہوں۔ کیا ہم مسیحیوں پر لازم نہیں کہ اس بھاری خدمت کے
لئے اپنے آپکو تیار کریں۔ میں جوں جوں مسیحی مذہب کی تواریخ کو پڑھتا ہوں میں اس امر کا قائل ہوتا جاتا ہوں کہ پیشتر اسکے کہ
ہم کسی اور بات میں خوشوقتی حاصل کریں ضرور ہے کہ ہم سب مشنری بنیں۔ اول ہم کلیسیائیں قائم کریں پھر کسی اور بات میں
کامیابی حاصل کر سکینگے۔ میں خدا کا واسطہ دیکر عرض کرتا ہوں کہ اس معاملہ میں اپنی ذمہ داری کو معلوم کرو اور اپنے فرض کو پورا کرو +
میرے دل پر اس بات کا بوجھ ہے کہ ہم ہندوستانی مسیحی اپنے غیر مسیحی بھائیوں کیلئے جیسا چاہئے دل و جان سے دعا نہیں
کرتے۔ میں نے خصوصاً اس معاملہ میں اپنی کوتاہی کو محسوس کیا ہے۔ بھلا کتنی دفعہ کسی ہندوستانی مسیحی نے اپنے ملک کے
لوگوں کی حالت پر آنسو بہائے ہیں کتنی مرتبہ اُسنے آنسو بہا بہا کر انکے لئے دعا کی ہے۔ اگر نہیں تو اسکا کیا حق ہے کہ اپنے ہموطنوں
کے ساتھ محبت رکھنے کا دعویٰ کرے۔ کوئی شخص محب الوطن نہیں ہو سکتا جبتک کہ وہ مسیحی نہو۔ میری دعا ہے کہ خدا ہندوستانی
مسیحیوں کو اپنے ملک کی سچی محبت بخشے۔ اسوقت انکو ایسی برکتیں حاصل ہونگی جنکے سامنے سب مشکلات حل ہو جائیں گی +

ندیاں نہ کہ مٹکے

پھر عید کے پچھلے دن جو بڑا دن ہے یسوع کھڑا ہوا اور پکار کے کہا کہ اگر کوئی پیاسا ہو تو مجھ پاس آئے اور پئے جو مجھ پر ایمان لاتا ہے اُس کے بدن سے جیسا کتاب کہتی ہے جیسے پانی کی ندیاں جاری ہونگی اُس نے یہہ رُوح کی بابت کہا جسے وہ جو ایمان لاتے پانے پر تھے کیونکہ رُوح القدس اب تک نہ اتری تھی اس لئے کہ یسوع ہنوز اپنے جلال کو نہ پہنچا تھا - یوحنا ۷: ۳۷-۳۹

عید خیام کا موقع تھا - اور جسدن مسیح نے یہہ الفاظ اپنی زبان سے نکالے وُہ اس عید کا پچھلا اور بڑا دن تھا - کاہن لوگوں کی گروہ کے ساتھ ملکر اُس دن بڑی خوشی کے ساتھ سلوام کے حوض سے پانی کا ایک گھڑا بھر کر لاتے تھے اور اُسے ہیکل کے صحن میں لیکر پانی کو فرش پر چھڑک رہے تھے - یہہ مٹکا جو پانی سے بھرا ہوا تھا اور اسمیں کا پانی جو اسوقت انڈیلا جارہا تھا اس نالے کی علامت تھے جو بنی اسرائیل کے جبکہ وہ بیابان میں سفر کرتے تھے پیچھے پیچھے جاتا تھا - ہمارے خداوند نے جب اس پانی کو جو سلوام کے حوض سے مٹکے میں بھر آگیا تھا گرتے ہوئے دیکھا تو اسکے دل میں یہہ خیال پیدا ہوا کہ اس مٹکے کا پانی دم بھر میں خالی ہو جائیگا لیکن میں خدا کا وُہ دریا ہوں جسمیں ہمیشہ پانی بھرا رہتا ہے جسمیں ذات الٰہی کے ابدی سوتوں سے پانی آتا رہتا ہے تاکہ وُہ خدا کے شہر کو شاداں کرے -

اور اُس نے "پکار کے کہا" ان کلمات سے بڑی تاکید ظاہر ہوتی ہے اور جس طرح اسوقت اُس نے پکار کر کہا اُسی طرح اب بھی ہر مجمع اور ہر مجلس کے بعد کھڑا ہو کر وُہ یہی الفاظ پکار کر کہتا ہے - اُس کے کلام میں کسی طرح کی گڑبڑ نہیں - اور نہ یہہ الفاظ ایسے ہیں جو آدمی کو کسی طرح کے شک و شبہ میں ڈالیں دیکھ ناظر یسوع تیرے سامنے کھڑا ہے اور پکار رہا ہے -

سوچنے کا مقام ہے کہ یہہ حلیم اور فروتن آدمی نہ صرف یہہ کہتا ہے کہ میری چھاتی ایسی وسیع ہے کہ اسپر ہر ایک تھکاماندہ سر رکھکر آرام پا سکتا ہے (میرے پاس آؤ اور میں تمہیں آرام دونگا)

بلکہ وہ یہہ بھی کہتا ہے کہ میں اپنی ذات بابرکات سے اسکی پیاس کو بھی بجھا سکتا ہوں۔ شائد
میں اسوقت بعض پیاسوں سے ہمکلام ہو رہا ہوں میں انکو یہہ یقین دلانا چاہتا ہوں کہ اگر وہ محبت یا سوسائٹی
یا رفاقت یا ان چیزوں کے پیاسے ہیں جو زندگی اور دینداری کے لیے ضروری ہیں تو وہ مسیح کے پاس
آئیں۔ وہ انکی پیاس کو اسی دم بجھا دیگا۔

پانی پیکر تم اسبات کے جاننے کی کوشش نہیں کرتے کہ آیا پیاس جاتی رہی یا نہیں۔ تم پیکر اپنی راہ
لیتے ہو اور تمہاری پیاس آپ ہی آپ بجھ جاتی ہے۔ اسی طرح جب مسیح کے پاس آؤ تو اپنے
دلوں کو اسکے سامنے کھولو اور کہو۔ میں تجھے قبول کرنے کو تیار ہوں۔ تاکہ تو اس خالی جگہ کو بھرے۔
میری اس پیاس کو رفع۔ اور میری اس خواہش کو پورا کرے۔ اسکے سامنے گرو اور پھر اٹھکر اپنی
راہ لو۔ اور اسبات پر یقین لاؤ کہ تو تمہاری اس ضرورت کو پورا کر رہا ہے۔ پیاس بجھا رہا ہے۔
جسقدر تم اسبات پر ایمان لاؤ گے اسیقدر تمہارے ایمان کے مطابق تمہارے لیے ہوگا۔ وہ کھڑا ہوا اور پکار کے کہا۔
جو کچھ اس نے پکار کے کہا اسکا یہی مطلب ہے کہ میں ایک دریا ہوں۔ لیکن آپ جانتے ہیں کہ دریا سے پانی
پینے کے لیے جھکنا پڑتا ہے۔ جب میں نے مذہبی تعلیم دینے کا کام شروع کیا اسوقت میں یہہ سمجھتا تھا کہ خدا کی برکتیں
الماریوں کے سب سے اونچے خانوں میں پڑی ہیں۔ اور جو مضبوط اور لمبے اور دراز قد اشخاص ہیں وہی انکو حاصل
کر سکتے ہیں لیکن اب میرا یہہ اعتقاد ہے کہ وہ سب سے نچلے خانوں میں رکھی ہیں تاکہ بچوں کا ہاتھ بھی آسانی سے ان کو
تک پہنچ جائے۔ ندی ہمیشہ نشیب کیطرف بہتی ہے۔ دریا فروتنی کا ایک عمدہ نمونہ ہے۔ وہ ان جگہوں کو جو بمقابلہ
دوسرے مقاموں کے نشیب میں واقع ہوتی ہیں ڈھونڈ لیتا ہے اور انکو پانی سے بھر دیتا ہے۔ وہاں کمزور آدمی
اور عمر رسیدہ لوگ اور بچے اور مویشی جاتے اور سیر ہو کر پیتے ہیں۔ اسی طرح یسوع مسیح نیچے اتر کر تمہاری زندگی
کی سطح تک پہنچتا۔ خواہ تم گہرے سے گہرے گڑھے میں پڑے ہوئے کیوں نہ ہو وہ وہاں بھی تمہارے نزدیک ہے
جھکو اور اس سے پیو اور اپنی راہ لو۔ یسوع تمہارے بہت ہی نزدیک ہے۔

یسوع کھڑا ہوا اور پکار کے کہا کہ اگر کوئی پیاسا ہو تو مجھ پاس آئے اور پیئے۔ مجھے اجازت ہو تو میں
بتاؤں کہ جب مسیح نے یہہ الفاظ کہے اسوقت انسے اسکا کیا مطلب تھا۔ اگر میرا قیاس صحیح ہے تو اسکے مطلب یہ

غور کرنا بہت اچھا ہوگا۔ اُسنے گویا آنیوالے زمانوں کے بیچ میں سے اپنے بچوں کی طرف یعنی میری طرف اور آپکی طرف دیکھا اور کہا کہ لوگوں کی ضرورتوں کے رفع کرنے میں جو کام میری قدرت کر سکتی ہے وہی کام اُنکو دیا جائیگا جو میرے ہیں۔ وہ نہ صرف اپنی پیاس بُجھائینگے۔ بلکہ اُن میں سے ایسی ندیاں جاری ہونگی جو دُنیا کی پیاس کو بُجھائینگی پیارے مسیح اپنی طرف دیکھتا ہوا اپنے کو ایک دریا قرار دیتا جس میں سے ہم پیتے اور پھر وہ ہماری زندگی کو ندیوں میں تبدیل کر دیتا جن میں سے اور لوگ پیتے ہیں۔ لہذا جو کچھ ہم اُس سے پاتے ہیں۔ ہم اُسے اوروں تک پہنچاتے جس طرح اُس نے وہ جو باپ سے پایا ہم تک پہنچایا۔ ایک مرتبہ میں نے ایک دریا کو جو برفانی منبع سے پیدا ہوتا ہے دیکھا یہہ دریا ایک بڑی جھیل میں جا گرتا ہے۔ جسکے شفاف پانی کی سطح پر دن کے وقت نیلگوں آسمان کا اور رات کے وقت ستاروں کا عکس پڑتا ہے دوسری طرف اس جھیل میں سے ایسے دریا نکلتے جو اُن وادیوں کو جو نشیب میں واقع ہیں اپنے پانی سے سیراب کرتے ہیں۔ یسوع مسیح وہ بڑی جھیل ہے۔ جسے ایک طرف خُدا کی ذات کی بھرپوری بھرتی رہتی۔ اور دُوسری طرف جسکے ساتھ زندہ میل پاکر ہم ندیوں کی طرح اُسکے خزانوں کی دولت کو اوروں تک بہائے لئے جاتے ہیں۔ ہمارے وسیلے خُداتعالیٰ اوروں کے لئے وہی کر سکتا ہے جو یسوع مسیح نے ہمارے لئے کیا یعنی ہم میں سے بھی ندیاں جاری ہوجائینگی تم دریا میں سے پیو اور تم میں سے دریا بہہ نکلینگے۔

اب تک تم ایک ایسا مٹکا بنے رہے ہو جسے دریا سے بھر لیتے ہیں مگر پانی اُسکا انڈیلنے سے جلد خالی ہوجاتا ہے۔ سالانہ کنونشن میں حاضر ہونا شائد تمہارے لئے ایسا ہوا ہے جیسے دریا میں سے مٹکا بھر لیتے ہیں۔ آپ کنونشن کی جگہ سے ٹپکتے ہوئے مٹکے کی طرح جسمیں سے ایک بوند یہاں اور ایک قطرہ وہاں گرتا ہے۔ ہند اور چین اور افریقہ اور انگلستان میں جاتے ہو۔ مگر وہاں جاکر خالی ہوجاتے ہو اور یہہ خیال کرنے لگتے ہو۔ مجھے اُسی پُرانی جگہ جانا چاہئے۔ تاکہ میں پھر جاؤں۔ آپ سارے وقت ایک مٹکے کی مانند بنے رہتے اسکے لئے بھی خداوند کا مشکور ہونا چاہئے۔ مگر میں یہہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ آج ہی سے ایک ایسی گذرگاہ بن سکتے ہیں جس میں سے نہ صرف ایک دریا بلکہ بہت سے دریا بہت سی ندیاں جاری ہوسکتی ہیں۔ اگر تم ایسے بن جاؤ تو تم کو تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد

پڑے گے جانکی حاجت نہ رہیگی کیونکہ تم مسیح کی بھرپُوری کے مالک ہو جاؤ گے۔

اب میں چند باتیں ندیوں اور دریاؤں کی بابت کہنا چاہتا ہوں۔ میں انکا یہاں تھوڑا تھوڑا سا ذکر کرسکتا ہوں۔ پہلے آپ یہہ دیکھئے کہ دریاؤں کو اپنی روانی میں کسی طرح محنت اور کوشش نہیں کرنی پڑتی انمیں کسی طرح کی جدوجہد نہیں پائی جاتی۔ آپ دریا کے کنارے بیٹھ جاتے ہیں اور دریا آپ کے سامنے بہتا جاتا ہے۔ وہ اپنی بھرپوری کے ساتھ جسمیں کوئی کمی نہیں آتی بہتا چلا جاتا ہے اُسے کچھ زور نہیں لگانا پڑتا۔ کوئی انمیں کل نہیں لگی ہوتی۔ نہ آگ کا دھواں اسمیں سے اُٹھتا کہ اپنے بہاؤ میں اُسے کسی طرح کا زور اور طاقت خرچ نہیں کرنی پڑتی۔ آہ! ہم میں سے کتنے لوگوں کی زندگی محنت اور مشقت سے بھری ہوئی ہے۔ ہم محنت کے ساتھ پمپ کی مانند اُوپر کی طرف پانی چڑھاتے۔ نامعلوم گڑھوں میں سے پانی نکالنے کی کوشش کرتے دوسروں سے علم کا پانی اخذ کرنیکی سعی کرتے۔ تفسیروں میں پمپ لگا کر پانی نکالتے۔ اور ان باتوں کے سبب ہمیں سخت محنت اُٹھانی پڑتی ہے۔ لوگ کہا کرتے ہیں۔ مجھے تین سرمن لکھنے ہیں۔ سنڈے سکول کے سبق پڑھے ہیں انہیں تیار کرنا ہے۔ متلاشیوں کو چٹھیاں لکھنا ہے۔ اور میں ایسا تھکا ہوا ہوں۔ سر میں درد ہے اور دل برجا نہیں۔ میں اس سارے کام کو کس طرح طے کروں۔ مگر مسیح کہتا ہے کہ میری زندگی محنت اور تشویش سے آزاد ہے۔ اگر تم چاہو تو تمہاری زندگی بھی ویسی ہی ہوسکتی ہے۔ ہاں تم میں سے بندہ خدا کی قدرت گذر سکتی ہے اور ایک ایسی صورت میں کہ نہ تم کو کچھ جدوجہد کرنی پڑے اور نہ اور لوگوں کو اس سے تکان معلوم ہو۔ میری دانست میں ہماری جماعتیں اتنا ہمارے سرمنوں سے نہیں تھکتیں جتنا ہمیں تھکا ہوا دیکھکر تھک جاتی ہیں۔

دُوسری بات دریا کی فراوانی ہے۔ جو لفظ لاطینی زبان میں کثرت اور فراوانی کے لئے آیا ہے۔ اُسکے لغوی معنے موج بر موج ہیں۔ میں نے سُنا ہے کہ دریائے کانگو کے دہانے سے دو کروڑ تیس لاکھ من پانی ایک منٹ کے عرصہ میں نکلتا ہے نیز بیان کرتے ہیں کہ اسکے دہانے سے دو سو میل تک سمندر کے پانی کا رنگ اُسکے اثر سے بدل جاتا ہے۔ کانگو کی بھرپوری اور کثرت کا یہہ حال ہے۔ اسے

میرے دوست تم جو کسی چھوٹے گاؤں میں کام کرتے ہو۔ اے بہن تم جو لنڈن کی کسی پوشیدہ پارش میں کام کرتی ہو۔ کیا تم نے اس بات کو معلوم کر لیا ہے کہ اگر تم مسیح کے ساتھ مربوط ہو جاؤ تو تم میں سے ایک ایسی تاثیر پیدا ہوگی جو کانگو کی مانند ہوگی جسمیں سے ایک منٹ کے عرصہ میں ۲۸۰۰۰۰۰ من پانی نکلتا ہے اور یہہ تاثیر ہر روز تمہاری کلیسیا اور آس پاس کی جگہوں پر پڑیگی۔ اب جبکہ خدا ایک دریا کو یہہ فراوانی عطا کر سکتا ہے تو کہئے کہ وہ آپ میں کیا کچھ نہیں کر سکتا۔ "ندیاں" میں اسی لفظ کو بہت پسند کرتا ہوں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسکی خوشی اسبات میں نہیں کہ ایماندار میں صرف ایک دریا جاری ہو بلکہ اسکی خوشی اس میں ہے کہ اُسکے پیاروں میں سے ہر ایک میں کانگو اور مسیسپی ایمیزن اور گنگا اور کئی اور دریا یکبارگی جاری ہو جائیں۔

شاید تم کہو کہ یہہ تو مبالغہ کی باتیں ہیں۔ جو شخص اسوقت آپ سے مخاطب ہو رہا ہے۔ اسکا یہی تجربہ ہے۔ دس برس کا عرصہ ہوا کہ اُس نے اپنے گھٹنے ٹیک کر اس آیت پر اپنی اُنگلی رکھی اور کہا کہ اے خداوند یہہ برکت میری ہے۔ اُس دن سے لیکر آجتک یہہ دریائی تاثیر اُسمیں روز بروز زیادہ بڑھتی گئی ہے۔ اگر کوئی شخص کسی تنہا جگہ میں جا کر اور اپنے خدا کے ساتھ اکیلا ہو کر اور اپنی انگلی اس آیت پر رکھکر کہے کہ اے میرے خدا میں تیری بات کو مانتا ہوں تو اپنی بھرپوری کو مجھ میں جاری کر میں اُس آدمی کو یہہ کہنے کو تیار ہوں کہ تیرے ایمان کے مطابق تیرے ساتھ ہوگا۔

پھر دریا کی مداومت کی طرف بھی توجہ کرنی چاہئے اگر رات کو آدمی کی آنکھ کھلتی ہے تو اُسوقت بھی اسکی آواز ہمکو سنائی دیتی ہے۔ کیونکہ دریا اُس کے گھر کے پاس ہر وقت بہتا رہتا ہے ہاں رات دن وہ اپنی جگہ پر موجود ہے۔ گرما کی خشکی ہو یا سرما کی خشکی وہ برابر بے رُکے بے اٹکے بہتا رہتا ہے۔

ایک اور بات توجہ طلب ہے اور وہ یہہ کہ دریا بہتے بہتے زیادہ گہرا ہوتا جاتا ہے۔ "جیسا کتاب کہتی ہے" جب خداوند نے یہہ کلمات اپنی زبان سے نکالے اُسوقت غالباً اسکا اشارہ حزقیل کی کتاب کے ۴۷ باب

کیطرف تھا جہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ہزار ہاتھ کی پیمائش کے بعد پانی پیشتر کی نسبت زیادہ
گہرا ہوجاتا تھا۔ ممکن ہے کہ میں اسوقت ایسے لوگوں سے ہمکلام ہورہا ہوں جنکے بال سفید ہوتے
جاتے ہیں کلیسیا میں یہہ رواج عام ہوتا جاتا ہے کہ لوگ بڈھوں کو کام سے ہٹا کر جوانوں کو انکی جگہ
بھرتی کرتے ہیں۔ آجکل ہر کہیں یہہ مشکل سن رسیدہ آدمیوں پر پڑ رہی ہے۔ لوگ انکو ہر جگہ سے
دھکیل کر نکالتے جاتے ہیں اور وُہ خود بھی یہہ خیال کرتے ہیں کہ اب ہم اسی لائق ہیں۔ چنانچہ وُہ
بیدل ہوکر یہہ کہنا شروع کر دیتے ہیں "اب تو میں پچاس سے گذر گیا۔ ساٹھ سے بڑھ گیا بلکہ اس سے
بھی زیادہ ہوگیا ہوں۔ سو اب مجھے دُوسروں کو موثر کرنیکا کام اور لوگوں کے سپُرد کرنا چاہئے"۔
جیسے وہ کم اعتقاد ہوتے ویسا ہی اجُر انکو ملتا ہے۔ چنانچہ وُہ دریا کو چھوڑ کر کیچڑ میں جا گھستے ہیں
مناسب ہے کہ ایسے لوگ خُدا کا کلام لیکر حزقیل کے ۴۷ باب کو پڑھیں کیونکہ وہاں سے معلوم ہوتا ہے
کہ دریا اپنی زندگی بخش طاقت میں بہتے بہتے زیادہ عمیق اور وسیع اور بھرپُور ہوتا جاتا ہے۔ پس یہہ
کوئی معقول وجہ نہیں کہ جسم کے کمزور ہونے پر اَدروں کو فائدہ پہنچانے کی طاقت بھی کم ہوجائے۔
بلکہ برعکس اِسکے یہہ وقوع میں آنا چاہئے کہ جسقدر عمر کا پردہ گھسکر مہین ہوتا جائے اسیقدر
ابدی نُور کی شعاعیں زیادہ کثرت کے ساتھ ہماری زندگی میں سے چمکیں۔

ایک اور بات غورطلب ہے اور وہ یہہ کہ دریا زندگی بخش ہوتا ہے جہاں کہیں پانی ہوتا ہے وہاں
زندگی ہوتی ہے۔ کیا آپکی زندگی بھی ایسی ہے؟ میں اس دریا کی لہروں کا سر دُوسرن رہا ہوں وُہ
اُس دیوار کے پرے جو ہم نے اپنی بے ایمانی کے ہاتھوں سے کھڑی کی ہے شور کرتا ہوا بہہ رہا ہے
میری منت خُدا سے آج یہہ ہے کہ یہہ دریا ایسے سیلاب کی صُورت اختیار کرے جو بے ایمانی کی دیوار
کو بہا لیجائے۔ اے کاشکہ ہر شخص جو ان الفاظ کو پڑھتا ہے وہ اس ابدی زندگی میں ڈوب جائے۔ یہہ
آیت کیسی خوبصُورت ہے "یردن دریا کی باڑھ فصل ربیع میں ہر طرف سے اپنے سب کناروں پر ہوتی
ہے"۔ اے کاشکہ یہہ وقت فصل ربیع کا وقت ہو کہ وہ کنارے جو اب تک ننگے رہے اس زور آور دریا
کے پانیوں تلے چھپ جائیں۔ اور ہم میں سے ہر ایک جانے کہ خُدا کی محبت کے نیچے پناہ پانا کیا شے

ہے جب پانی تھوڑا ہوتا ہے کنارے زیادہ نظر آتے ہیں۔ لیکن جب پانی بہتایت سے
ہوتا ہے تب کنارے ذرا بھی دکھائی نہیں دیتے۔ اسی طرح جب خدا کی زندگی ہمارے
اندر نہیں ہوتی تب ہماری ہستی کی حدود اور انتہائیں زیادہ نظر آتی ہیں۔ اس میں جا بجا
خشک زمین دکھائی دیتی ہے۔ لیکن جب خدا کے ساتھ وصل ہو جاتا ہے تب
خدا کی زندگی آدمی میں جاری ہوتی ہے۔ پھر لوگ آدمی کی طرف نہیں دیکھتے۔
بلکہ اُس دریا کی طرف دیکھتے ہیں جو اسکے اندر بہتا ہے۔

ممکن ہے کہ آپ کو میری اس بات میں مبالغہ معلوم ہو۔ یا شائد آپ یہہ کہیں
کہ صاحب یہہ باتیں یا تو مصنف کے حق میں یا اُسی قسم کے اور لوگوں کے متعلق
صحیح ہوں تو ہوں کیونکہ وُہ خاص طور پر خدا کے کام کے لئے بلائے گئے ہیں۔
لیکن ہم سے تو ایسا ہو نہیں سکتا۔" اچھا آپ عنوان کی آیات کیطرف پھر توجہ کریں۔
وہاں لکھا ہے "جو مجھ پر ایمان لاتا ہے" اور اس سے تھوڑی دُور آگے یہہ الفاظ مرقوم
ہیں "۔ اُس نے یہہ رُوح کی بابت کہا جسے وہ جو ایمان لاتے پانے پر تھے" اس
خیال سے کہ کہیں اسم ضمیر "وہ" لوگوں کو مغالطہ میں نہ ڈالے خداوند مسیح اس کی
تشریح کر دیتا ہے چنانچہ وہ فرماتا ہے "جو مجھ پر ایمان لاتا ہے اُسکے بدن سے وغیرہ"
جہاں صیغہ واحد کا استعمال ہوا ہے۔ جس سے بخوبی اور بصفائی ظاہر ہوتا ہے
کہ جس کے بدن سے جیتے پانی کی ندیاں نکل سکتی ہیں وہ کون ہے۔ جو ایمان لاتا ہے
یونانی میں یہہ خیال بڑی خوبصورتی سے ظاہر کیا گیا ہے۔ یونانی کا لفظی ترجمہ یہہ ہے "جو مجھ میں
کو ایمان لاتا ہے" قواعد یونانی کے مطابق حروف مغیرہ میں اور کو باہم ملکر اس حرکت پر دلالت کیا
کرتے ہیں جو ایک شئے دُوسری شئے کی طرف کرتی ہے۔ گویا مسیح کا یہہ مطلب تھا کہ جس شخص کا
مزاج میرے مزاج کیطرف حرکت کرتا ہے جسکی طبیعت روزمرہ رفاقت اور قربت کے سبب
میری طبیعت کے نزدیک ہوتی جاتی ہے اس میں سے زندہ پانی کی ندیاں جاری ہونگی۔

ایمان کیا شے ہے؟ ایمان اسقدر عقلی شے نہیں جسقدر رُوحانی ہے۔ ایمان کا دوسرا نام لینا ہے۔ پس جو ایمان لاتا ہے وُہی ہے جو لیتا ہے "جو مجھ پر ایمان لاتا ہے" کی بجائے ہم کہہ سکتے ہیں "جو مجھ سے لیتا ہے اس میں سے ندیاں جاری ہونگی" مگر بیچ میں کوئی پردہ حائل نہ ہو۔ مسیح کے اور تمہارے درمیان رستہ صاف ہو۔ اسکے سامنے گرکر اور دُعا مانگتے ہوئے پڑے رہو۔ جب تک کہ وُہ اپنی زندگی تمہارے اندر نہ انڈیلے ہاں تمہاری غلطی اس بات میں ہے کہ تم اب تک مسیح کے لئے کام کرتے رہے ہو۔ اب تم مسیح کو اجازت دو کہ وہ خود تم میں سے اپنا کام کرے۔

میں اُس میٹنگ کو جو ایک مرتبہ شہر شکاگو کے نزدیک فراہم ہوئی کبھی نہیں بھولونگا۔ کوئی ڈیڑھ سو خادمانِ خدا پُرانے درختوں کے نیچے اور اُس اُونچی جگہ کے اوپر جہاں قدیم زمانہ میں لوگ اپنے مُردے گاڑا کرتے تھے مجھے اور ڈاکٹر ولبر چیپمین کو آکر ملے۔ جمعہ کا روز اور تیسرے پہر کا وقت تھا جب ان خادمان دین نے درختوں کے نیچے بیٹھکر ہم سے طرح طرح کے سوال پُوچھنے شروع کئے تاکہ انکو معلوم ہوجائے کہ ہم کن خیالات اور کونسی تعلیمات کے ماننے والے ہیں جب وُہ اپنے تمام سوالات پُوچھ چکے میں نے اپنے ساتھی کیطرف مخاطب ہوکر کہا کہ آپ اپنا تجربہ بیان کیجئے۔ وہ کہنے لگے کہ میں ایک دن نہایت پژمردہ خاطر سا ہو رہا تھا۔ کیونکہ مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا میرا تمام کام ضائع اور میری ساری محنت بے پھل اور رائگاں گئی ہے میں اسی حالت میں تھا کہ اتفاق سے ایک نیویارک اخبار میرے ہاتھ لگ گیا۔ جب میں اُسے پڑھنے لگا میری نظر اسی فقرہ پر پڑی۔ "ہر آدمی کی کامیابی کا انحصار اس بات پر ہے کہ وہ دریافت کرے کہ آیا وُہ خدا کے لئے آپ کام کرتا ہے یا خدا کو اپنے میں سے کام کرنے دیتا ہے"۔ اس جملہ کو پڑھتے ہی میں نے جان لیا کہ میں تو اب تک خدا کے لئے کام کرتا رہا ہوں۔ اسیوقت میں اپنے گھٹنوں پر گرا اور میں نے کہا اے میرے خدا آگے کو میں تیرے لئے کام نہیں کرونگا۔ دیکھ میں تیرے سامنے حاضر ہوں اب تو اپنے آپ کو مجھ میں انڈیل اور خود اپنے تئیں اوروں تک پہنچا۔ اس بات نے میری زندگی کو بالکل بدل دیا" یہ سنکر ہم سب

[illegible] سجدے میں جھکے اور ہم میں سے ہر ایک نے باآواز یہہ کہا اے خدا آگے کو ہم تیرے نئے نہیں بلکہ پہلے میں سے روشن ہو -

میرے بھائیو اور بہنو کیا تم آج اپنے دلوں کو اُسکے لئے کھولتے ہو؟ ان سطور کو اسطرح نہ پڑھو اور نہ اُنکی نسبت یہہ خیال کرو کہ گویا میں ایسے بھیدکی باتیں کرتا ہوں جو محض خیالی اور ہماری طاقت سے بعید ہیں - بلکہ یہہ خیال کرو کہ مسیح خود تمہارے ساتھ یوں بول رہا ہے کہ گویا تم ہی اکیلے اُسکی بات کو سُنتے اور اسے قبول کرتے ہو اور اگر تم اُسکے ساتھ ایسے ایمان کے رشتہ سے مربوط ہو جاؤ جو صرف مانگتا ہی نہیں بلکہ لیتا بھی ہے ایسے ایمان کے رشتے سے جو خدا کو قائم کرنیکا موقعہ دے - ایسے ایمان سے جو اُسکے سامنے انکساری کے ساتھ خاموش پڑا رہے تاوقتیکہ وہ اپنا ابدی نور ہم میں پورا نہ کرے ہاں اگر تم اُسوقت جبکہ اپنے پلپٹ پر کھڑے ہو یا کھلے میدان میں منادی کر رہے ہو یا اپنی کلاس میں پڑھا رہے ہو یہہ ایمان لاؤ کہ خدا تمہارے خیال - تمہارے کلام اور تمہارے فعل میں ت اپنی بھرپوری بہا رہا ہے تو تمہاری تمام زندگی جو اب محنت اور مشقت اور مشکلات سے پُر ہے بالکل تبدیل ہو جائیگی +

لیکن شاید آپ یہہ کہیں کہ میرا ایمان تو بہت تھوڑا ہے مگر میں یہہ کہتا ہوں کہ خواہ تمہارا ایمان تھوڑا ہو یا بہت اس کا کچھہ مضایقہ نہیں کیونکہ تمہارے ایمان کی مقدار سے تمہیں کچھہ فائدہ نہیں پہنچتا بلکہ تمہاری مدد اُس شخص سے آتی ہے جسپر تمہارا ایمان ہے اب شاید کوئی آدمی یہہ کہتا ہو آہ میرا ایمان کیسا کمزور ہے - میرے دوست اگر تم دریا کو ذرا مہلت دو تو وہ تنگ سے تنگ چھیدوں میں سے بھی اپنے لئے رستہ نکال لیگا - اسیطرح تمہارے ایمان کا ظرف خواہ کیسا ہی تنگ کیوں نہ ہو اگر تم خدا کو کافی مہلت دیدو تو وہ اپنی ساری ہستی کو تمہارے اندر جاری کر دیگا - ایمان نہیں بلکہ ایمان کا مرکز ایمان کا مورد یہہ کام کر سکتا ہے شاید کوئی یہہ کہے میں کیا کروں میں تو بنجر زمین ہوں - اور اُس کا ایسا کہنا کچھہ تعجب کی بات نہیں پر سنو "میں ٹیلوں پر نہریں اور وادیوں میں چشمے کھولونگا میں صحرا کو تالاب اور سوکھی زمین کو" (اور تم خلاصہ سوکھے ہو) "پانی کی نہریں کرونگا" -

"لیکن اُس نے یہہ روح کی بابت کہا" - ہمیں اُس کی نسبت زیادہ تر سننا چاہیے - روح القدس ابتک نہ اتری تھی اسلئے کہ یسوع ہنوز اپنے جلال کو نہ پہنچا تھا" آپ اس کا مطلب بہت جلد سمجھ سکتے ہیں - یعنے آسمان پر جا کر یسوع کی ماہیت وسیع ہو گئی تاکہ پینتیکوست کے انعام کی بھرپوری کو لینے میں بھرے بریں غرض کہ اُسے لوگوں پر انڈیل سکے

مرنے سے پہلے وہ روح پاک کو صرف اپنے لیئے رکھ سکتا تھا اور جب تک اُس نے اُس جلال کو جو وہ دنیا کے
پیشتر باپ کے ساتھ رکھتا تھا نہ پایا۔ اور اسکی انسانی ذات تبدیل اور وسیع نہ ہوئی تب تک اُسے
ٹھہرنا پڑا لیکن جب اُس نے عروج پایا تب باپ کو پسند آیا کہ روح پاک کا کمال اسمیں بسا کرے۔
اب جن شرائط سے کوئی بات دنیا میں واقع ہوتی ہے اُسی طرح وہ ہر متنفس میں بھی واقع
ہو سکتی ہے۔ جو باتیں خدا گروہوں کے لیئے اپنے انتظام میں کرتا ہے وہی ہر ایک آدمی کے
لیئے بھی ہوتی ہیں پس شرط یہہ ہے کہ ہر ایک آدمی کے دلمیں پنتیکوست سے پہلے مسیح کا عروج آسمانی
واقع ہو سوا اُسے اپنے دل کے آسمان پر جگہہ دینی چاہیئے۔ کیا تم نے اُس کو یہہ جلال دیا ہے؟
کیا تم نے اُسے اپنے دل کا اپنی زندگی کا بادشاہ بنایا ہے؟ کیا تم نے اُسے تخت پر بٹھایا ہے؟ کیا
تم نے اُسے وہی رتبہ دیا ہے جو خدا باپ نے دیا ہے۔ یعنے اُسے اپنا حاکم اور بادشاہ مانا؟ اگر نہیں
تو آج ہی اُسے اپنے دل کے آسمان پر عروج فرما ہونے دو قید کو قید کرنے دو اپنے باطن کے عالم
بالا پر سرفراز ہونے دو اپنے دل کا تخت اُس کے سپرد کرو اور اُسے اپنی روح کے ہر ایک خیال اور
جذبہ اور ارادے اور خواہش پر پورا پورا اختیار دو۔ ہاں جب تم اُسے جلال دوگے اور جب تم اپنی
ہستی کا دروازہ اُس کے لئے کھولوگے تاکہ تم اُسے ایسا قبول کرو کہ وہ تمہارا ہی بن جائے۔ تب وہ
روح پاک کو تم میں جاری کرے گا اور پانی کی ندیاں تمہاری زندگی سے بہہ نکلیں گی۔
"اس لئے کہ یہہ وعدہ تم سے اور تمہارے لڑکوں سے ہے اور اُن سب سے جو دور ہیں۔
جتنوں کو ہمارا خداوند خدا بلائے" "تاکہ ابراہیم کی برکت غیر قوموں تک یسوع مسیح سے پہنچے کہ ہم ایمان
سے اُس روح کو جسکا وعدہ ہے پاویں"۔

پادری ایف۔ بی۔ مائر صاحب کے آخری درس کا ترجمہ جو صاحب
موصوف نے لاہور کی کنونشن کے موقع پر پروز ۱۰ تاریخ جنوری ۱۸۹۹ء
کو ٹاؤن ہال میں دیا۔

THE
MASIHI
AMRITS
جلد۲ مسیحی نمبر۳
امرتسر
۱۵-مارچ ۱۸۹۹ء
فہرست مضامین
نوٹ اور رائیں ۶۵
مشابہات اشیاء ۶۹
طریق نجات ۷۳
چرچ مشنری سوسائٹی کا صد سالہ جلسہ ۷۴
کھوئی ہوئی بھیڑ ۸۵
قاضیوں کی کتاب کا مطالعہ ۹۰
پولوس ۹۱
روحانی مقیاس الحرارت ۹۶
مشنوں اور کلیساؤں کی خبریں ٹائیٹل کی پشت پر
مطبوعہ مشن پریس
امرتسر (پنجاب)
C.M.

مشنوں اور کلیسیاؤں کی خبریں

مرحوم بشپ فرنچ کی امید آخر کار بر آئیں۔ اور ان کی دعاؤں کا جواب ملا آئندہ ماہ مئی سے لاہور سینٹ جانس ڈونٹی سکول میں بزبان انگریزی تعلیم دینے کا انتظام کیا جائیگا۔ داخلہ کے لئے امتحان ایف۔ اے کی شرط ہے۔ خط وکتابت بنام پرنسپل مدرسہ مذکور۔

جنگ عمدزمان کے ختم ہوتے ہی سردار کیچنر نے جنرل گارڈن کی یادگار میں کالج قائم کرنیکے لئے ساڑھے سات لاکھ روپیہ کی درخواست کی۔ یہ رقم چند ہفتوں میں جمع ہوگئی کالج کی بنیاد رکھی گئی ہے معلوم ہوتا ہے کہ کالج میں مذہبی تعلیم کو دخل نہ ہوگا اس پر جنرل گارڈن کی بہن لنڈن کے اخبار ٹائمز میں لکھتی ہیں۔ گارڈن صاحب کی ساری زندگی اس بات کا ثبوت تھی کہ بیبل نے ان پر کیا تاثیر کی۔ اور وہ کلام اللہ سے کیسی محبت رکھتے تھے۔ ان کی کوئی ایسی یادگار قائم کرنا جس میں بیبل کو دخل نہ ہو ان کے اصول زندگی کے برخلاف معلوم ہوتا ہے۔

ہندوستان کی کلیسیا کو اپنے نئے اسقف ولڈن صاحب جیسے شخص کے لئے خدا کا شکر کرنا چاہیئے۔ آپ بڑے وسیع خیال اور کشادہ دل معلوم ہوتے ہیں آپنے کلکتہ ینگ منس کرسچن ایسوسی ایشن کے سالانہ جلسہ کی تقریب پر دوران تقریر میں فرمایا لفظ چرچ مین کی نسبت لفظ مسیحی زیادہ وسیع اور بہتر ہے!

ہمارے پنجاب کے ڈاکٹر دتا صاحب نے جو ان دنوں انگلستان میں ہیں اڈنبرگ کی مشنری کانفرنس کے روبرو چوہڑوں کی حالت پر ایک مضمون پڑھا اس کا

نوٹ اور رائیں

لاہور ڈایوسیس کا تیسرا بشپ۔ ہمارے بھائیوں نے سُنا ہوگا کہ پنجاب کے اسقفی عہدہ کے لیے کیمبرج مشن دہلی کے پادری جی۔ اے لیفرائے صاحب منتخب کئے گئے ہیں آپ ٹرنیٹی کالج کیمبرج کے تعلیم یافتہ ہیں اور علم الٰہیات میں اول درجہ کی سند رکھتے ہیں ۱۸۷۹ء میں آپ نے ڈیکن کا تقرر پایا اور ہندوستان میں تشریف لائے ۱۸۸۱ء میں آپ پریسبٹ بنے۔ نو یا دس سال کا عرصہ گزرا کہ صاحب موصوف کو چھوٹا ناگپور کا اسقفی عہدہ پیش کیا گیا۔ چونکہ آپ کو پنجاب سے خاص اُنس تھا۔ اِس عزت کو قبول نہ کیا۔ اپنے دورانِ خدمت میں آپ نے ثابت کر دکھایا ہے کہ آپ حقیقت میں خُدا کی رُوح سے بھرپور ہیں ہم انسانی طور پر کہہ سکتے ہیں کہ جو صفات اسقفی عہدہ کے لئے درکار اور ضرور ہیں وہ صاحب موصوف میں موجود ہیں اور اعلےٰ درجہ میں موجود ہیں۔ انیس سال تک دہلی کے بازاروں میں مسلمان لڑکوں سے گالیاں کھانا اور منادی سے واپس ہو کر گھٹنے ٹیک کر دعا مانگنا کسی ہلکی طبیعت کے آدمی کا کام نہیں۔ ہم اس لائق شخص کیلئے خدا کا شکر کرتے ہیں لیکن ہماری اِس خوشی اور شکرگزاری کے ساتھ ایک رنج کا کانٹا بھی خدا نے باقی رہنے دیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ گو صاحب موصوف بڑے قوی ہیکل جوان ہیں تاہم اُنکی صحت تین یا چار سال سے بگڑی ہوئی ہے اور ڈاکٹروں نے آج تک اِس بگاڑ کا سراغ نہیں لگایا پہلی سی محنت اب ان سے نہیں ہوسکتی اور زیادہ کام سے دماغ ہلکا پڑ جاتا ہے صاحب موصوف چمکتے اور جلتے چراغ ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ نا ممکن ہے کہ شمع روشنی دے اور پھر خود جلنے سے بھی بچے۔ خدا سے ہماری دعا ہے کہ وہ اِس پوشیدہ جسمانی مرض کے کانٹے کو دور کرے اور اگر دور نہ کرے تو اپنے فضل کو جیسا کہ اُس نے پولس کے حق میں کیا تھا صاحب موصوف کے لئے کافی بلکہ زیادہ کرے ہمیں کامل

اُمید ہے کہ مختلف قسم کی طرز معاشرت ۔تبدیل مکان۔ پہاڑ کی یادہ رہائش اور کام کی تبدیلی سے صاحب موصوف کی صحت درست ہوجائیگی ہم اپنے تمام ناظرین سے التماس کرتے ہیں کہ اس امر میں خدا سے دعا کریں ۔آپ کی تقدیس بتاریخ ۱۸ اکتوبر سن ۱۹ء بروز عید مقدس لوکا لاہور کیتھیڈرل میں ہوگی +

ہندوستان کے لئے مسیحی علم ادب (لٹریچر) مدراس کی کرسچن لٹریچر سوسائٹی کے نہایت تجربہ کار مصنف اور مؤلف جان مرڈک صاحب نے بڑے زور سے یہ تجویز پیش کی ہے کہ چونکہ ہندوستان میں تعلیم کا رواج نہایت زور وشور سے ترقی کر رہا ہے اسلئے ضرور ہے کہ مشنری سوسائٹیوں کی خاص توجہ مسیحی علم ادب کی طرف مبذول ہو اور ہندوستان کے مختلف علاقوں کے لئے کم از کم چار اشخاص کو تحریر و تصنیف کے کام پر مامور کیا جائے مرڈک صاحب نے اپنی زندگی کا بہت سا حصہ اس سوسائٹی کی خدمت میں صرف کیا ہے اور جو کامیابی اس سوسائٹی کو نصیب ہوئی ہے وہ بہت کچھ صاحب موصوف کی کوششوں کی طفیل ہے آپ کی عمر قریب اسی سال کی ہوئی ہے اور آپ گویا بزرگانہ صلاح دیتے ہیں کہ آیندہ صدی میں سب مشنری سوسائٹیاں علم ادب کے ذریعہ مسیحی مذہب کی اشاعت کو اپنا فرض عظیم سمجھیں۔ آپ دو مرتبہ پیشتر بھی اس امر کی تحریک کر چکے ہیں لیکن اب تک اس پر توجہ نہیں ہوئی لیکن بجائے نا امیدی کے آپ تجربہ کار ناخدا کی طرح اس کشتی کی پتوار ہاتھ میں لیکر اس کو منزل مقصود کی طرف چلا رہے ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ وہ ضرور ساحل مراد پر پہنچینگے ۔اسی ضمن میں انگریزی ہمعصر انڈین کرسچن گارڈین کی رائے بھی قابل لحاظ ہے کہ ہندوستان کے ہر ایک صوبہ کی دو زبانوں میں ہفتہ وار مسیحی اخبارات جاری کئے جائیں جو اول اول مفت تقسیم ہوں ۔اور ان اخبارات میں دینی اخلاقی تعلیمی تمدنی غرض ہر قسم کے مضامین پر بحث ہو۔ صلاح تو ہے نیک لیکن ہنوز دلی دور ہے +

ایک فقرہ کی تاثیر مسٹر مایر تحریر فرماتے ہیں کہ میں ہندوستان میں جہاں کہیں جاتا ہوں ہڈسن ٹیلر صاحب کا ایک فقرہ میرے سامنے رہتا ہے جو چند سال گذرے آپنے اثنائے گفتگو میں استعمال کیا تھا کہ جب میں جوان تھا تو گویا خدا کی آواز میرے کان میں آئی کہ میں ملک چین کے اندرونی حصہ میں انجیل کی بشارت دینے لگا ہوں ۔ اگر تم میرے ساتھ چلنا چاہتے ہو تو میں یہ کام

تمہارے ذریعہ انجام دونگا۔ اِسی طرح مجھے معلوم ہوتا ہے کہ گویا خدا نے مجھے بھی کہا کہ میں ہندوستان میں بہت سے مشنری خادموں کو ملنے جاتا ہوں اگر تم اپنے آپ کو پاک کرو اور میرے لائق ہو تو میں تمہارے ذریعہ کلام کرونگا" میرے موجودہ دورے کے نتائج یقیناً کسی اسی قسم کی دلیل پر مبنی ہیں"۔ مشنریوں کی اندرونی زندگی میں یہ خیال ایسا جاگزیں ہے کہ آپ بار بار اس کا ذکر کیا کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی یہی سکھاتے ہیں کہ اپنی کوششوں کو چھوڑ دو اور یہ مت کہو کہ میں خدا کے لئے کام کرتا ہوں بلکہ یہ کہ خدا میرے ذریعہ اپنا کام کرتا ہے۔ حقیقت میں یہ خیال نہایت عجیب و مہیب ہے +

مسیحی فروتنی کیا ہے؟ بعض سمجھتے ہیں کہ یہ محض طبیعت کی نرمی کا دوسرا نام ہے دنیا کی تواریخ سے ظاہر ہے کہ اس صفت کو عوام عدم مردی پر محمول کرنے لگے ہیں بعض باتوں یا اس کا ترجمہ نرمی یا آسانی سے جھک جانے والا کیا گیا ہے۔ دنیا میں بعض لوگ طبعاً بردبار ہیں اور بھیڑ کی طرح ہمیشہ سر تسلیم خم رکھتے ہیں۔ وہ ہمیشہ متابعت کرتا ہے اور بہت آسانی سے فریب کھا جاتے ہیں۔ خواہ تم اُن کا نقصان کرو وہ مقابلہ یا اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے اپنی انگلی کا سرا بھی نہیں اُٹھائینگے لیکن یہ مسیحی فروتنی نہیں ہے۔ یہ تو فقط ایک بھلے مانس اور نرم طبع آدمی کی صفت ہے۔ فروتن شخص وہ ہے جو ظلم اور طعن کی تیزی کو معلوم کرتا ہے اور مقابلہ کی تاب بھی رکھتا ہے لیکن اپنے جذبات کو تابع رکھتا ہے۔ اور مسیحی ہونے کے باعث اپنے تئیں روکتا ہے اور بدسلوکی کے عوض لطف کو کام میں لا کر محبت کے تقاضا کو پورا کرتا ہے یا جیسا ایک انگریزی شاعر کا قول ہے کہ وہ دیکھتا ہے کہ میرا ابھی مرتکا ہے لیکن ہاتھوں کو بغل میں دبا کر متحمل بننے کا ارادہ کرلیتا ہے +

کلکتہ میں چرچ مشنری سوسائٹی کا صدسالہ جلسہ۔ ماہ گذشتہ کی ۲۸ تاریخ کو کلکتہ میں بصدارت لشپ ویلڈن صاحب ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں چرچ مشنری سوسائٹی کے کام کے چند پہلوؤں کی نسبت دلچسپ تقریریں کی گئیں بشپ صاحب موصوف نے اِس ملک میں مشن کی تواریخ کو چار حصوں میں تقسیم کیا۔ اول زمانہ سنہ ۱۸۰۰ء سے شروع کر کے ۱۸۱۲ء تک تھا جس میں تو

ہندوستان میں کسی مشنری کو آنے کی اجازت نہ تھی اور نہ کوئی آنیوالا موجود تھا۔ بعض امریکن مشنریوں نے
اِس ملک میں انجیل کی خدمت کا ارادہ کیا لیکن ان کو کلکتہ میں اترنے سے روکدیا گیا۔ مشنریوں
میں سب سے اول ولیم کیری صاحب کو پیش قدمی کا اعزاز حاصل ہے۔ اُس دور خدا نے ہر قسم کی مشکلات
اور رکاوٹوں کے درمیان اپنا کام جاری رکھا۔ مشنوں کا دوسرا زمانہ ۱۸۱۳ء سے شروع ہوتا ہے۔ اسوقت
ایسٹ انڈیا کمپنی نے اپنا دستور العمل ترمیم کرتے ہوئے ایک لفظ بڑھا دیا کہ جو اشخاص دینی یا اخلاقی تعلیم
کی خاطر ہندوستان میں آنا چاہیں وہ بیشک آسکتے ہیں۔ اور سب سے پہلے بشپ مڈلٹن صاحب
چرچ آف انگلینڈ کی طرف سے مقرر ہوکر آئے۔ تیسرا زمانہ غدر کے ایام سے شروع ہوتا ہے۔ اُس
سختی کے موقع پر بعض مدبران کی رائے تھی کہ انجیل کے خدمتگزاروں کا رستہ قطعی مسدود ہونا چاہئے لیکن
ہندوستان کی خوش قسمتی سے جب ملکہ معظمہ نے عنان سلطنت ہاتھ میں لی سب مذاہب کو آزادی
کا اعلان دیا گیا۔ اور پھر ہر قسم کی مخالفت کا خاتمہ ہوا۔ اب چوتھا زمانہ شروع ہوتا ہے۔ جو ترقی مسیحی
مذہب کی چرچ مشنری سوسائٹی کے ذریعہ دنیا میں ہوئی ہے اُس کا بیان نہایت دلچسپ اور عجیب ہے۔
اِس عزیز سوسائٹی کا پھریرا دنیا کے چاروں اطراف میں لہرا رہا ہے اِس سوسائٹی کی تواریخ دنیا کے
مختلف ممالک میں اشاعت انجیل اور علم کی تواریخ ہے۔ اِس وقت تمام دنیا میں اِس سوسائٹی کے کارندوں کی
تعداد گیارہ سو (۱۱۰۰) ہے دیسی کارندے ساڑھے تین سو (۳۵۰) (پادری) ہیں۔ اور دیگر دیسی مددگاروں کی تعداد
ساڑھے پانچ ہزار سے بھی زیادہ ہے۔ خاص ہندوستان میں اِس سوسائٹی سے متعلق کلیساؤں میں
ایک لاکھ انتیس ہزار مسیحی ہیں۔ یورپین مشنریوں کی تعداد ایک سو ستر ڈاکٹروں کی چودہ اور دیگر ولایتی
کارندوں کی ساٹھ سے اوپر ہے۔ ان کے علاوہ ڈیڑھ سو سے زیادہ دیسی خادمان دین اور تین ہزار دیگر دیسی
مددگار ہیں سال گذشتہ میں اِس سوسائٹی کے تین سو کالجوں اور سکولوں میں سینتالیس ہزار طلبا تعلیم
پا رہے تھے۔ اور اسی عرصہ میں خاص ہندوستان سے اکانوے ہزار روپیہ چندہ بمقابلہ ایک لاکھ نوے ہزار روپیہ
باقی تمام بیرونجات سے وصول ہؤا۔ میڈیکل مشن کے اندرونی اور بیرونی مریضوں کی تعداد بھی لاکھوں کا
حساب ہے۔ سوسائٹی مذکور کے متعلق چند ضروری واقعات صفحہ ۱۵ پر دئے گئے ہیں +

میرے مشاہدات ایشیا میں

(از ڈاکٹر سپروز پریذیڈنٹ اوبرلن کالج امریکہ)

میں ان چند سطور میں مختصر طور پر ایشیا کے بعض ممالک کے مسیحی ترقی مشاہدات کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو میں نے دوران سفر میں حاصل کئے۔ مجھے حیرت ہے کہ کوئی سیاح ایشیا میں مسیحی مشنوں کے نتائج کو دیکھ کر انکار کر سکتا ہے۔ یقینی قاعدہ ہے کہ انسان وہی چیز دیکھ سکتا ہے جس کی طرف اس کی خاص توجہ ہوتی ہے۔ بعض تیرتھوں بعض مندروں اور بعض مسجدوں کو دیکھنے میں میرا مدعا تھا کہ میں مسیحی مشنوں کو [illegible] بیوں اور [illegible] مصر۔ سوریا۔ ترکی۔ ہندوستان۔ لنکا۔ سنگاپور۔ جاپان اور [illegible] کے مسیحی مشنوں اور مشنریوں کا مشاہدہ کیا ہے ✣

میرے دل پر مسیحی مذہب کی اشاعت کی شدت اور مختلف طریقوں کی پختگی اور پائیداری نے سب سے زیادہ زبردست تاثیر کی۔ مسیحی مذہب کا قیام ایشیا میں مستقل طور پر ہے۔ وہ جھونپڑیاں نہیں بلکہ قلعے معلوم ہوتا ہے اس کی عمارت کپڑے کی نہیں بلکہ پتھروں سے بنی ہے۔ پھر مسیحی خدمت کی مختلف صورتیں بھی قابل لحاظ اور تسلی بخش ہیں۔ جو شخص محض گرجوں اور گرجے کی عبادتوں کو دیکھتا ہے وہ اس وسیع خدمت کا ایک ناکامل تصور حاصل کرتا ہے۔ چاہئے کہ وہ مدارس اور کالجوں اور چھوٹے بڑے شفاخانوں کا بھی مشاہدہ کرے ضرور ہے کہ وہ مشنری کے ہمراہ دیہات کی سیر کرے۔ ہاں اسکو یہ سمجھنا بھی ضرور ہے کہ مسیحی مذہب کو مشرقی لوگوں تک پہنچانے میں بہت سے دنیوی اور عقلی طریقے استعمال کرنے پڑتے ہیں۔ بشارت کے کام کا ایک نہایت ضروری جزو وہ خدمت ہے جو ایشیا کے بڑے بڑے شہروں میں ینگ مینز کرسچن ایسوسی ایشن کے ذریعہ کی جاتی ہے۔ ہندوستان چین اور جاپان میں کرسچن انڈیور کی جدوجہد کے لئے نہایت وسیع میدان ہے۔ میری رائے میں ایشیائی زندگی کے سب پہلوؤں میں یہ مشنوں کا سلسلہ نہایت حیرت انگیز اور قابل تعریف اور غور سے مطالعہ کرنیکے لائق ہے ✣

ایشیا کے حالات دیکھ کر میرے دل پر ایک اور بات نقش ہوگئی ہے اور وہ یہ ہے کہ مختلف مسیحی خدمات

کے لئے مشنریوں کو حد درجہ کی قابلیت درکار ہے۔ ہر ایک شخص ولیم کیری یا سائبرس ہملن نہیں ہو سکتا لیکن غیر مسیحی دنیا کیلئے ہمارے سب سے لائق اور تعلیم یافتہ اشخاص کی ضرورت ہے تعلیمی خدمت کا بہت سا کام شہروں میں کیا جاتا ہے۔ جہاں مشنریوں کو گورنمنٹ کالجوں کے تعلیم یافتہ جوانوں کے ساتھ رابطہ پڑتا ہے۔ مشاہدہ میں آیا ہے کہ جہاں کہیں لائق مشنریوں نے ہندوؤں کے ساتھ برداشت اور ہمدردی اور علمی اور عقلی لیاقت کے ساتھ برتاؤ کیا ہے غیر مسیحیوں کے درمیان مسیحی نے اعلےٰ درجہ کی عزت حاصل کی ہے۔ بلا ریب کوئی چیز خدا کی روح کی تاثیر سے زیادہ کارگر نہیں ہو سکتی۔ اور ہندوستان میں بہترین خدمت کا بڑا حصہ ادنےٰ درجہ کے مشنریوں کے ذریعہ گاؤں اور دیہاتیوں کے درمیان کیا جاتا ہے لیکن یہ امر دن بدن روشن ہوتا جاتا ہے کہ اگر انجیل کی وہی تاثیر ہندوستان کے لئے مطلوب ہے جو پولوس اور اس کے جانشینوں کے وسیلہ رومی سلطنت کے بڑے شہروں میں ہوئی تو ضرور ہے کہ مسیح کی خاطر شہروں پر قبضہ کیا جائے ایشیا ہمارے کالجوں کے روشن ضمیر اور طباع جوانوں کیلئے عمدہ میدان ہے اور ضرور ہے کہ مشن کے مختلف علاقوں میں جانے سے پیشتر وہ اپنی ضروری خدمت کے لئے حتے المقدر ہر ایک قابلیت سے مزین ہوں۔ بائبل سے پوری واقفیت حاصل کرنا لازمی ہے اور یہ بھی ضرور ہے کہ جن لوگوں کے درمیان وہ بود و باش کرنے کو جاتے ہیں اُن کے علمی تمدنی اور دینی حالات سے کم و بیش واقف ہوں +

ایک اور بات بھی ہے جو ایشیائی مشنوں کے مطالعہ کرنیوالے مسیحی سیاح پر واضح ہو جاتی ہے اور وہ ہے: عجیب کامیابی جو مشنوں کو نصیب ہو چکی ہے کیسی کیسی سنگین مشکلات کے مقابل اِس درجہ کو حاصل کیا ہوگا رستہ صاف کرنے کیلئے زبانوں کو سیکھنا پڑا ہوگا علم ادب کی کتب کا ترجمہ قدیم تعصبات کا ذخیرہ اور مشکلات کے پہاڑ کا سامنا کرنا ضرور ہوا ہوگا۔ آغاز آہستگی کے ساتھ ہوا ہے لیکن ڈھیلے ہاتھوں سے نہیں کیا گیا۔ آج کے دن کا اُس انڈیا کے ساتھ مقابلہ کرو جو نوے سال پیشتر تھا تو معلوم ہوگا کہ مسیحی شائستگی نے کیسی بھاری ترقی کی ہے۔ ابتدا میں مسیحی مذہب ایک آفت سمجھا جاتا تھا۔ وہ ہندوؤں کے درمیان ایک فاتح سخت طبع اور ترشرو اجنبی قوم کا مذہب ظاہر ہوا۔ لیکن اس وقت یہی مذہب ایک نعمت متصور ہوتا ہے اور اپنی اعلےٰ صورتوں میں ہندو دھرم سے بھی افضل قرار دیا جاتا ہے۔ ہندوستان

سنہ عیسوی میں اخبارات معترف ہیں کہ اگر تم رفاہ خلائق کے اعلیٰ ترین نمونے دیکھنا چاہو تو ہندو مذہب میں نہیں دیکھ سکتے بلکہ مسیحی مذہب میں دیکھ سکتے ہو۔ بعض غیر مسیحی مصلح سمجھتے ہیں کہ ہندو قوم کو اخلاقی خندق میں سے نکالنے کیلئے یسوع مسیح کے مذہب کی عجیب طاقت درکار ہے اور یہی مذہب ہے جسکے حق میں وہ برا بھلا کہا کرتے تھے جب کوئی ریل کے سفر کرنے والے سیاح کہتے ہیں کہ ہم نے مسیحی مشنوں میں کوئی بات قابل تعریف نہیں دیکھی اور مشنریوں میں بہت سی باتیں حرف گیری کے لائق ہیں جان لو کہ وہ اپنی جہالت کا اظہار کرتے ہیں۔ بہتر ہے کہ ایسے نکتہ چینوں پر ذیل میں مندرجہ سوالات کئے جائیں۔ کیا آپ نے کبھی مشنریوں سے تعارف حاصل کیا۔ کیا آپ نے اُن سے ایسی واقفیت پیدا کی کہ جس سے آپ اُنکے اور اُنکے کام کی نسبت صحیح فیصلہ کر سکیں پھر یہ کہ چونکہ مشنریوں کے کام کی بہت سی مختلف صورتیں ہیں جن سے وہ خلقت کے روح اور جسم کو فائدہ پہنچا رہے ہیں کیا آپ نے ان میں سے کسی خاص کام کو تحقیق و تفصیل سے دیکھا۔ کیا آپ کو ملکی زبانوں میں بائبل کا ترجمہ ناپسند ہے یا عوام میں مسیحی تعلیم کا تقسیم کرنا یا شفاخانوں کا کام یا بازاری منادی یا دیہاتی وعظ یا مستورات کے تاریک گوشوں میں انجیل کی تعلیم آپ کو گراں خاطر گزرتی ہے۔ اگر آپ نے کسی مشنری کے ساتھ ذاتی تعارف پیدا نہیں کیا اور نہ کبھی بچشم خود مشنریوں کی جد و جہد کا معائنہ کیا تو پھر آپ نے یہ حقارت آمیز رائیں جن کو آپ اپنے منہ سے نکال رہے ہیں کہاں سے حاصل کیں۔ کیا اُن رسالوں یا یورپین اخبارات سے جو ہندوستان اور چین اور جاپان کے ساحل کے بڑے شہروں میں شائع ہوتے ہیں۔ کیا آپ ایسے اشخاص کی رائے کا اظہار کر رہے ہیں کہ جن کی زندگی مسیحی مذہب کی نظر میں مورد طعن ہے۔ کیا آپ کو مناسب ہے کہ ایسے مسیحی مرد اور عورتوں کی خدمت کو برباد کریں جنہوں نے اپنے ہم جنس بنی آدم کو متور اور مسرور کرنے میں سخت مشقت اُٹھائی ہے۔ ایشیا میں سب سے فرحت بخش مقامات جو میں نے دیکھے مشن کے اسٹیشن تھے جنکو یورپ و امریکہ کے مسیحیوں کی خیرات دعاؤں اور محنتوں نے آسمانی نور سے روشن کیا ہے ۔

لیکن ایشیا میں سب سے گہرا اثر جو مجھ پر ہوا سو یہ تھا کہ ایشیا کو خالص مسیحی مذہب کی زندگی بخش صداقتوں اور طاقتوں کی ضرورت ہے۔ اُسکا ما یحتاج یسوع مسیح ہے۔ غیر مسیحی مذاہب میں بھی صداقت کے

لمعات کہیں کہیں نظر آتے ہیں لیکن دنیا کو نہ فقط صداقت کی بلکہ زندگی ہاں الٰہی حیات کی ضرورت ہے
اور میں نے مشرقی مذاہب میں ہر چند تلاش کی کہ کوئی ایسی خوبی بیان نکالوں جس سے میرے دل پر حسن ظن قائم ہو
لیکن افسوس کہ روحانی زندگی اُن میں عنقا تھی۔ وہ سب غلطی کی دھند میں خدا کو ٹٹول رہے
ہیں۔ مسیحی مذہب ہی پُر محبت خدا انسان کی تلاش میں ہے کہ اُسکو حیات بخشے۔ مسیح سب قوموں کی
آرزو ہے۔ وہی غیر مسیحی دنیا کی اعلےٰ ترین صداقتوں اور دلی تمناؤں کی تکمیل اور ظہور ہے۔
محمدی مذہب اگر مُردہ نہیں تو غیر متحرک ضرور ہے۔ وہی پرانی رام کہانی رٹی جاتی ہے وہ عقلی
اور رُوحانی ترقی کا سدِ راہ ہے۔ مگر ہاں بظاہر ترقی کر رہا ہے۔ انسانیت اخوت اور تہذیب کے
ساتھ اُسے کچھ واسطہ نہیں۔ گزشتہ چند صدیوں سے جن ممالک پر اُس کا تسلط رہا ان پر
وحشت برس رہی ہے۔ ہندو مذہب بحر مردار کی مثل ہے۔ ذات پات کو بمنزلہ الٰہی قانون
کے ٹھیرانا اس ملک میں لعنت کا باعث ہے اور نہایت مکروہ تعصبات کی زنجیروں میں عوام
کو جکڑ کر ذلیل و خوار کر رہا ہے۔ بودھ مذہب بھی غنودگی کی حالت میں ہے۔ اُس کے دینی ہادیوں
میں جوشِ دینی شوق اور پاکیزگی مفقود ہیں۔ جاپان میں یہ لوگ ایک خاص حد تک مسیحی طریق اور
خیالات کو اختیار کر رہے ہیں۔ لیکن چونکہ بودھ مذہب میں نہ کوئی شخصی خدا ہے نہ خدا کی
محبت کا کچھ ذکر ہے اور نہ مبارک حیات ابدی کا کوئی وعدہ ہے اِس لئے وہ انسان کے
دل کے مستقل اور اندرونی تقاضا کو پورا نہیں کر سکتا۔ چین میں اعتقادوں کا ایک
مجموعہ مروج ہے جو ترقی کے لئے سب سے بھاری رکاوٹ ہے اور جس نے چینیوں کے دل کو قابو
کر رکھا ہے۔ یسوع مسیح ہی ایشیا کو عقلی اخلاقی اور روحانی قید سے رہائی دینے والا ہے۔
بیسویں صدی کا سب سے عظیم واقع یہی ہوگا کہ ایشیا کو اُٹھا کر کھڑا کیا جائیگا اور روئے زمین پر
یگانگت اور اتحاد قائم ہوگا +

(ڈاکٹر کولیجین)

طریقِ نجات

خدا ہے

ایک حاکم عادل	ایک خدا ہے قدوس
جو مجرم کو یونہی رہا نہیں کر سکتا	جو ناپاک کے ساتھ نہیں رہ سکتا

لیکن ہم ہو ہیں سو

مجرم	ناپاک

پس اس لئے کہ ہم کھڑے ہو سکیں

اس کی عدالت گاہ میں	اس کی حضوری کے مکان میں

ہمارے لئے ضرور ہے کہ ہم

راستباز ٹھہرائے جائیں	پاک کئے جائیں

یہ فقط اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ

مسیح کی راستبازی ہماری طرف منسوب کیجائے	مسیح کی پاکیزگی ہم کو مل جائے

اور وہ یہ ہے

مسیح کا کام ہماری بجائے	مسیح کا کام ہمارے اندر
کفارہ اور خادمانہ	بذریعہ روح القدس کی سکونت کے
فرمانبرداری اور خدمت	

(۱) اس کی علتِ ابتدائی ہے محبت خدا باپ کی
(۲) علت حصولی ہے ثواب خدا بیٹے کا
(۳) علت فاعلی ہے عمل روح القدس کا
(۴) علت معاونی ہے کلام خدا کا
(۵) علت قبولی ہے ایمان انسان کا

نتیجہ

یہ ہے کہ ہم

بری ہو جاتے ہیں	پاک بنائے جاتے ہیں
(۱) تمام خطا سے	(۱) سارے وجود کے اندر
(۲) یہ ہے ایک ہی دفعہ کا کام	(۲) یہ ہے بتدریج ترقی پذیر
(۳) اور ہوتا ہے ایمان لاتے ہی کامل	(۳) اور ہوتا ہے کامل فقط عالم بالا پر

آمین

چرچ مشنری سوسائٹی

کا

صدسالہ جلسہ اپریل ۱۸۹۹ء

چرچ مشنری سوسائٹی کا صدسالہ جلسہ دنیا کے ہر حصہ میں اپریل ۱۸۹۹ء کو منایا جائیگا۔ مفصلہ ذیل واقعات اور بیانات سے سوسائٹی مذکور کے کام کا کچھ اندازہ لگ سکتا ہے

واقعات اور بیانات

۱۔ دنیا کی آبادی ایک ارب پچاس کروڑ ہے جس میں سے ایک ارب بُت پرست محمدیؐ وغیرہ ہیں اور پچاس کروڑ مسیحی کہلاتے ہیں +

۲۔ چرچ مشنری سوسائٹی ۱۲۔اپریل ۱۷۹۹ء کو قائم ہوئی پہلے جلسہ میں جو کیسل اور فالکن ہوٹل الڈرسگیٹ سٹریٹ واقعہ لندن میں منعقد ہوا ۱۶ پادری صاحبان اور ۹ لےمین موجود تھے۔ہنری تھورنٹن خزانچی مقرر ہوا اور ٹامس سکاٹ سکرٹری +

۳۔ ۱۲۔اپریل ۱۷۹۹ء کو چرچ آف انگلینڈ کے متعلق صرف ایک ہی مشن غیر اقوام کے واسطے ایشیا اور افریقہ میں تھا جس میں چند جرمن مشنری جنوبی ہند میں شاہ ڈنمارک کی طرف سے بھیجے گئے تھے۔ان کے اخراجات کی متحمل ایس۔پی۔سی۔کے تھی +

۴۔اس وقت تک کوئی انگریز پادری غیر اقوام کے واسطے مشنری ہوکر ایشیا یا افریقہ کو نہ گیا تھا۔امریکہ میں ایس پی جی کے پادری صاحبان سرخ انڈین لوگوں کے درمیان کام کرتے تھے

۵۔ ہندوستان میں جہاں کہیں انگریزی راج تھا وہاں مشنریوں کو کام کرنے کی

اجازت نہ تھی۔ چین اور جاپان میں اہل یورپ داخل نہیں ہو سکتے تھے۔ افریقہ کی نسبت تو کسی کو پروا نہ تھی +

۶۔ اسقف بٹلر صاحب نے ۱۷۴۷ء میں چرچ آف انگلینڈ کے اسقف اعلیٰ ہونے سے انکار کیا۔ کیونکہ ان کے خیال میں اس گرد کلیسیا کے اٹھانے کا وقت گزر چکا تھا۔ آپ اپنی انالوجی ملت تشبیہی کے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ یہ بات تسلیم کی گئی ہے کہ مسیحی دین کی تحقیقات اب ضروری نہیں کیونکہ آخرکار لوگ سمجھ بیٹھے ہیں کہ یہ محض ایک افسانہ ہے +

۷۔ ہندوستان میں پہلا انگریز مشنری بپٹسٹ مشن کا کیری صاحب تھا وہ چرچ آف انگلینڈ کے ٹامس سکاٹ کے ذریعہ ایمان لایا۔ یہ وہی سکاٹ صاحب ہیں جنہوں نے مشہور تفسیریں لکھی ہیں +

۸۔ مارچ ۱۷۹۹ء میں جان وین صاحب نے مشنری کے کام کے لئے مفصلہ ذیل پانچ اصول مقرر کئے +

(۱) خدا کی ہدایت کے پیرو ہو (۲) چھوٹے کام سے شروع کرو (۳) روپے پیسے کو مقدم نہ سمجھو (۴) خدا کی خدمت کی کامیابی ان لوگوں پر منحصر ہے جو اس خدمت پر مامور کئے جاتے ہیں (۵) ہم صرف خدا کی روح سے کامیابی کی امید رکھتے ہیں۔ ہمارا اعتقاد روح القدس پر ہے +

۹۔ مشنری کام کے لئے جس انگریز نے پہلے پہل اپنی خدمات سی ایم ایس کے پیش کیں وہ ہنری مارٹن تھا۔ یہ جوان اپنے دارالعلوم کا ایک رکن تھا اور سینیر رینگلر تھا یعنی علم ریاضی کے امتحان اعلیٰ میں درجہ اول پر رہا تھا۔ دس سال کے عرصہ میں پانچ مشنری بھیجے گئے جن میں سے صرف تین انگلستان سے باہر رہے +

۱۰۔ سوسائٹی کی آمدنی ۱۸۰۹ء میں دو ہزار تین سو پونڈ تھی یعنی قریب چونتیس ہزار پانچ سو روپیہ۔ ۱۸۱۹ء میں پچیس ہزار پونڈ یعنی قریب تین لاکھ پچھتر ہزار روپیہ ہو گئی۔

اس کا پہلا صدر مجلس ایڈمرل لارڈ گیمبیر تھا۔ ایڈمرل (امیر البحر) مذکور نے دشمنوں کے دو جہاز گرفتار کرنے سے بڑی ناموری پیدا کی۔ سنہ ۱۸۱۲ء میں ان کی زیر صدارت ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں ولیم ولبرفورس۔ ہنری تھورنٹن۔ جیمس سٹیفن۔ لارڈ کالتھراپ اور سر ٹامس بیرنگ صاحبان نے تقریریں کیں +

۱۱۔ پانچ مشہور چپلین (سرکاری پادری) جنہوں نے ہندوستان میں مسیح کی خوشخبری سنائی جبکہ مشنریوں کو آنے کی اجازت نہ تھی وہ کیمبرج کے چارلس سیمین کی طرف سے بھیجے گئے تھے اُن کے نام یہ ہیں۔ ڈیوڈ برون۔ کلاڈیس بوکینن۔ ہنری مارٹین (ہندوستان سنہ ۱۸۰۵ء میں آئے اور ۱۲ اکتوبر سنہ ۱۸۱۲ء میں تیس برس کی عمر میں انتقال کیا) ٹامس تھامسن (ممالک مغربی وشمالی کے پہلے لفٹننٹ گورنر کا باپ) اور ڈانیل کوری (پیچھے مدراس کے اسقف ہوئے) ان کے ذریعہ سے سینکڑوں انگریز سول و ملٹری افسر خدا کی طرف رجوع لائے +

۱۲۔ پہلے تین اعلےٰ تعلیم یافتہ اشخاص جن کو سی ایم ایس نے مقرر کیا وہ سنہ ۱۸۱۹ء میں مشرق کو بھیجے گئے۔ ان میں ولیم جویٹ کیمبرج کے سنٹ جانز کالج کا فیلو اور بارھواں رینگلر تھا۔ پیرڈوف (ویسٹمنسٹر کے موجودہ اسقف کا باپ) اور رغیرڈ (کنٹربری کے موجودہ ڈین کا باپ) سنہ ۱۸۱۹ء و سنہ ۱۸۲۹ء کے درمیان سی۔ ایم۔ ایس مشنری تھے +

۱۳۔ ہندوستان میں پہلے اسقف مڈلٹن صاحب تھے جن کی تقدیس مئی سنہ ۱۸۱۴ء کو ہوئی۔ اسقف ہیبر سنہ ۱۸۲۳ء میں آئے اور سنہ ۱۸۲۶ء میں فوت ہوئے۔ سنہ ۱۸۱۴ء میں ہندوستان کے لئے چار مشنری مقرر ہوئے۔ جوسیا پریٹ کے بعد ایڈورڈ بکرسٹتھ سنہ ۱۸۲۴ء میں سی ایم ایس کے سکرٹری مقرر ہوئے۔ پادری ہنری ون سنہ ۱۸۴۱ء میں آنریری سکرٹری مقرر ہوئے۔ سنہ ۱۸۷۳ء میں ان کا انتقال ہوا۔ پادری ہنری رائٹ سنہ ۱۸۷۲ء میں آنریری سکرٹری مقرر ہوئے اور سنہ ۱۸۸۰ء میں کونسٹن جھیل میں ڈوب کر جان بحق ہوئے۔ پادری آئی ایف آئی وگرم (ہمارے لاہور کے پادری وگرم صاحب کے والد) سنہ ۱۸۸۰ء میں مقرر ہوئے اور سنہ ۱۸۹۷ء میں وفات

بانی پادری ایچ ای نوکس ۱۸۹۵ء میں سکرٹری مقرر ہوئے۔ ہنری وان صاحب نے نیٹو چرچ کونسل
کے کام کی بنیاد ڈالی +

۴۔ ۱۸۴۹ء تک سوسائٹی نے پہلے پچاس سالہ جلسہ تک ۶۵۰ مشنری ممالک غیر کو بھیجے جن میں سے
۱۱۰ مر گئے ۱۴۰ باعث ضعیف العمری خدمت سے سبکدوش ہوئے اور ۱۲۷ اپنے کام پر لگے تھے اس وقت
۳۰۰ دیسی اشخاص تھے جن میں سے ۱۲ پادری تھے ایک لاکھ آدمی زیر تعلیم تھے جن میں سے ۱۳ ہزار عشاء ربانی میں شامل تھے

۵۔ اب ۱۸۹۹ء میں سی ایم ایس کے متعلق ۴۹۶ مشن ہیں جن میں سے ۱۳۶ مشنری افریقہ میں ۸ یونان
فلسطین اور مصر میں ۳۴۴ ہندوستان میں اور ۱۹۲ چین اور جاپان میں کل ۸۰۰ مشنری
سوسائٹی سے متعلق ہیں۔ اس تعداد میں وہ مشنری شامل نہیں جو فوت ہو چکے یا
جو باعث ضعیف العمری کام سے سبکدوش ہو بیٹھے ہیں۔ ان میں ۲۱۰
تو آکسفورڈ کیمبرج اور ڈبلن سے ڈگری یافتہ ہیں اور پچاس میڈیکل مشنری ہیں۔ اس شمار میں
مشنریوں کی بیویاں داخل نہیں۔ سوسائٹی کے متعلق ۳۴۰ دیسی پادری ہیں اور ۵۴۹۷ اُستاد۔
۲۰۰۰۰۰ دیسی مسیحی ہیں جن میں سے ۶۴ ہزار عشاء ربانی میں شریک ہیں۔ سات ہزار نوجوان (بحساب اوسط)
ہر سال بپتسمہ پاتے ہیں یعنی ہر روز قریباً بیس کے۔ غیر مسیحی ہر روز تقریباً ایک لاکھ مرتے ہیں۔ دو ہزار
دو سو استادان سکول اور کالج ہیں جن میں ۵۶۱۹۵ لڑکے اور ۲۶۸۲۹ لڑکیاں تعلیم پاتی ہیں +
سی ایم ایس مشنریوں میں سے ۳۰ اسقف بن گئے ہیں +

۶۔ ۱۸۴۴ء میں ڈاکٹر کراپ نے مشرقی افریقہ کے اندرونی علاقہ میں مشن قائم کرنے کا انتظام
کیا۔ اسی سال جیوگرافیکل سوسائٹی کے پریذیڈنٹ نے اُس ملک کے بارے میں یہ کہا
کہ ساحل سے پرے کل وسطی افریقہ نقشوں میں بالکل خالی پڑا ہے۔ ریبیک صاحب نے
پہلے پہل اگست ۱۸۵۲ء میں وکٹوریا نیانزا جھیل کو دیکھا۔ ڈاکٹر کراپ اُس وقت
کتاب پولی گلوٹا افریقنا تالیف کر رہے تھے جس میں اُنہوں نے افریقہ کی ۱۵۰ زبانوں
اور بولیوں کا ایک دوسرے سے مقابلہ کیا ہے۔ اب ۳۱ یورپین مشنری اور ۴۴۹۷ دیسی مسیحی

صرف پراگندہ ایس ہیں ۔

۱۷ ـ سی۔ ایم۔ ایس کا ایک اصول یہ ہے کہ جو کوئی سچے دل سے اپنے آپ کو مشنری
کام کے لئے پیش کرے۔ اسکو قبول کرے اور کمیٹی کے مالک پر بھروسہ رکھے کہ بینگے گذارہ کے لئے
اسباب بہم پہنچائیگا۔ یہ اصول سنہ ۱۸۵۰ء میں قائم کیا گیا +

۱۸ ـ ستمبر ۱۸۵۸ء میں فارن سکرٹری لارڈ کلیرنڈن نے اُن بڑی بڑی کوششوں
اور جانفشانیوں کے بارے میں جو انگلستان نے ترکی کے واسطے کی ہیں یہ تحریر کیا۔ کہ مسیحی
سلطنتوں کا یہ تقاضا کرنا حق ہے اور سرکار انگریزی یہ تقاضا کرتی ہے کہ جو کوئی محمدی مسیحی ہو جائے
اُسکو کوئی سزا نہ ملے جیسے کہ ان کو کوئی سزا نہیں ملتی جو مسیحی دین کو چھوڑ کر محمدی ہو جاتے ہیں
ایسی صورتوں میں انسانی تمیز کو آزادی دینی چاہئے اور ایسے روحانی فیصلہ کے لئے جسمانی
آوزاروں کو دخل دینا مناسب نہیں +

۱۹ ـ ۱۸۵۸ء میں ملکہ معظمہ نے یہ اشتہار اہل ہند کیلئے دیا کہ اگرچہ ہم مسیحی دین کی تعلیم پر پختہ اعتماد
تکیہ کرتے ہیں اور خوشی اس مذہب سے ملتی ہے اُسے نہایت شکر گزاری سے تسلیم کرتے ہیں ۔
تاہم ہماری ہرگز آرزو نہیں کہ ہم اپنے خیالات کو رعایا پر مجبوراً نقش کریں ہماری یہ شاہی مرضی
اور خوشی ہے کہ کسی مذہبی معاملہ میں نہ کسی کی طرفداری کی جائے نہ کسی کو اذیت پہنچائی جائے
بلکہ سب یکساں بے رو رعایت قانونی حفاظت سے فائدہ اُٹھائیں +

۲۰ ـ مسٹر ٹامسن ممالک مغربی و شمالی کے لفٹنٹ گورنر نے لارڈ ڈلہوزی کے زمانہ میں
پنجاب گورنمنٹ کیلئے بڑے بڑے لائق افسران بہم پہنچائے ۔ دونو برادر لارنس اور منٹگمری
ڈونلڈ میکلوڈ ۔ رچرڈ ٹمپل ۔ رابرٹ کسٹ ۔ رابرٹ نیپیر۔ ہربرٹ ایڈورڈس
ایڈورڈ لیک اور رینل ٹیلر الحاق پنجاب کے بعد اس صوبہ میں مقرر ہوے۔ چھ سال کے
عرصہ میں باوجود جنگجو سکھوں اور مسلمانوں کے پنجاب میں بالکل امن و امان ہو گیا اور سب برابر ترقی ہو رہی ہے
۲۱ ـ دسمبر ۱۸۵۳ء میں ایک تقریر میں ہربرٹ ایڈورڈس نے پشاور میں بیان کیا کہ سرکار کا

رحلت کر گئے۔ ۱۸۵۸ء میں اسقف کاٹن مقرر ہوئے اور ۱۸۶۶ء میں گنگا میں ڈوب کر جان بحق ہوئے۔ ۱۸۶۷ء میں اسقف ملمن مقرر ہوا اور ۱۸۷۶ء میں بمقام راولپنڈی انتقال کیا۔ اسقف جانسن ۱۸۷۶ء میں مقرر ہوئے اور ۱۸۹۸ء میں بوجہ بدصحتی مستعفی ہوئے اسقف ویلڈن ۱۸۹۸ء میں مقرر ہوئے +

۲۶۔ مدراس کے اسقف گل صاحب ۱۸۶۱ء میں مقرر ہوئے اور ۱۸۹۹ء میں مستعفی۔ ایک قابل یادگار موقعہ پر ۱۸۶۹ء میں آپ نے بائیس تامل شخصوں کو ڈیکن کے عہدہ پر مقرر کیا (۵ اشخاص سی ایم ایس کے متعلق، ۱۷ ایس پی جی کے) اور دس کو پریسٹ کے عہدہ پر (۳ سی ایم ایس ۷ ایس پی جی) امتحان لینے والے چیپلین اور واعظ تمام ہندوستانی تھے۔ ایسے ایسے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے فضل سے مشن کیا کام کر رہے ہیں +

۲۷۔ لاہور کے اسقف فرنچ صاحب ۱۸۷۷ء میں مقرر ہوئے ۱۸۸۷ء میں انہوں نے استعفے دیا اور ۱۸۹۱ء میں بمقام مسقط انتقال کیا۔ اسقف میتھیو صاحب ۱۸۸۸ء میں مقرر ہوئے ۲ دسمبر ۱۸۹۸ء بمقام لاہور وفات پائی۔ ۱۸۹۹ء پادری جی اے لیفرائے صاحب لاہور کے بشپ مقرر ہوئے

پادری عمادالدین صاحب ڈی ڈی نے اپریل ۱۸۶۶ء امرتسر میں بپتسمہ پایا۔ اسقف ملمن صاحب نے ۱۸۶۸ء میں انہیں ڈیکن مقرر کیا اور ۱۸۷۲ء میں بمقام امرتسر پریسٹ ہوئے انہوں نے ۱۸۸۴ء میں اسقف فرنچ صاحب کے ذریعے کنٹربری کے صدر اسقف سے ڈی ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ آپ ۲۴ کتابوں کے مصنف ہیں۔ جن میں سے ہر ایک قریباً ۱۴۱ صفحے کی ہے۔ آپ کی ایک تفسیر کی بابت پادری ایچ ای پرکنس صاحب نے جب وہ راولپنڈی کے کمشنر تھے یوں لکھا۔ یہ ایک عجیب کتاب ہے۔ روح کی تعلیم سے معمور۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مصنف مقدس نوشتوں سے کیسا واقف ہے۔ کلیسیا کی تواریخ میں روحانی زندگی کی ترقی کا یہ ایک پختہ نشان ہے ہر روز جب میں اس کے مطالعہ سے اٹھتا ہوں تو خدا کا شکر کرتا ہوں کہ اس نے ہندوستانی کلیسیا کو ایسی کتاب بخشی +

۲۸۔ دہلی کے کیمبرج مشن کی بنیاد ۱۸۷۷ء میں پادری ای بکرسٹتھ نے ڈالی بعد ۱۸۸۶ء میں جاپان کے اسقف مقرر ہوئے اور ۱۸۹۷ء میں اس جہان فانی سے رحلت کی +

۲۹۔ سی ای زیڈ ایم ایس یا انگلش زنانہ سوسائٹی جو اب بائبل زنانہ سوسائٹی کہلاتی ہے اور جس کی طرف سے انگریز عورتیں اپنی ہندوستانی بہنوں کے درمیان کام کرنے کو آتی ہیں ۱۸۶۱ء میں قائم ہوئی۔ اس کے بعد ۱۸۸۰ء میں چرچ آف انگلینڈ کی زنانہ مشنری سوسائٹی قائم ہوئی۔ اب لاہور کے اسقفی علاقہ میں سی ای زیڈ ایم ایس اور سی ایم ایس کے متعلق ۱۰۹ مسیحی انگریز عورتیں کام کر رہی ہیں جن میں سے ۲۶ آنریری (بلا تنخواہ) ہیں اور ۱۴ ڈاکٹر۔ ان میں سے ۲۳ ایسے شہروں یا گاؤں میں رہتی ہیں جہاں سوائے مشنریوں کے کوئی اور انگریز نہیں رہتا۔ ہندوستان میں ۵ سے ۹ برس کی عمر تک کی ایک لاکھ چھہتر ہزار بیوائیں ہیں اور ہندوستان میں کل بیواؤں کا شمار دو کروڑ دس لاکھ ہے +

۳۰۔ لاہور کے علاقہ اسقفی میں اس وقت ۸۳ سی ایم ایس مشنری ہیں جن میں سے ۲ دارالعلوم کے سند یافتہ ہیں۔ پادریوں کا شمار ۵۴ ہے جن میں سے ۱۶ دیسی ہیں۔ دیسی مشنریوں کا شمار ۲۹ ہے جن میں سے ۱۴ ڈاکٹر اور ۹ لیڈیاں ہیں اس سوسائٹی سے متعلق قریباً پچھتر ہزار دیسی مسیحی پنجاب میں ہیں ۱۹۰۸ء میں ۲۴۴۴ شخصوں نے بپتسمہ پایا +

۳۱۔ مسٹر ڈبلیو سی جونز نے پہلے ۳۲ ہزار پونڈ سوسائٹی کو دیا تھا یعنی قریب چار لاکھ اسی ہزار روپیہ پھر ۱۸۷۹ء میں سی ایم ایس کو پھر بہتر ہزار پونڈ یعنی قریب دس لاکھ اسی ہزار روپیہ دیا +

۳۲۔ کنٹربری کے موجودہ صدر اسقف صاحب نے لندن کے اسقف ہونے کی حالت میں شہر لندن کے ایک مجمع قسیسان میں فرمایا۔ ہم اپنے لوگوں پر اس بات کو واضح کریں کہ مسیحیوں کیلئے اوروں سے علیحدگی رکھنا ناممکن ہے ہم ان پر واضح کریں کہ جس شخص نے خدا تعالیٰ کو جان لیا ہے اور صلیب کی قوت کو اپنے دل میں محسوس کیا ہے اس پر

اُس عجیب برکت کے ذریعہ سے جو خداوند نے اُس کو دی ہے یہ لازمی فرض ہے کہ جب تک کہ ایک
بھی ایسا شخص باقی رہے جو مسیح کی صلیب تلے نہیں آیا تو وہ چین نہ لے +

۴۳۔ ڈرھم کے اسقف ڈاکٹر وسکٹ صاحب نے سی ایم ایس کے ایک جلسہ میں کہا۔ جو
نتیجے اب پیدا ہوتے ہیں جب ان پر نظر کرتا ہوں تو میں حیران ہوتا تعجب کرتا اور فروتنی کا
سبق سیکھتا ہوں کہ نتیجے کام کی مقدار سے کہیں بڑھ کر ہیں جو وسیلے استعمال کئے گئے تھے
وہ کیسے کمزور رہتے ہیں اپنے آپ کو ایسی قوت کے حضور حاضر پاتا ہوں جو کہیں اعلےٰ ہے
اور انسانی کارندوں سے مغائر ہے۔ اس کے طریقِ کام کا ہمیں پتہ نہیں ملتا۔ کارندوں
کی کمی و کمزوری۔ انکی غلطیوں اور نقصوں سے میں خوب واقف ہوں لیکن پھر کیا؟ صرف
یہی نظر نہیں آتا۔ میں ایک شخص کو ایسی پست افتادہ حالت میں دیکھتا ہوں کہ انسانی
خیال میں اس کی بحالی کی امید نہیں لیکن دیکھو وہ صلیب کے سادہ بیان سے کیسا اچھا
مسیحی بن جاتا ہے۔ ایک اور قوم کو جو تن پروری اور خرابی میں پڑ کر تحت الثریٰ تک پہنچ گئی
تھی میں انجیل کی تعلیم و تربیت سے پاک اور شریف زندگی حاصل کرتے دیکھتا ہوں
وہ زبردست اور قدیم شائستگی بھی جو ایک بڑی قوم کی زندگی کے ہر رگ و ریشہ میں پائی
جاتی ہے۔ اب اس امر کے اظہار میں ساعی و کوشاں ہے کہ میرے اصول مسیحی عقیدے سے
مطابقت رکھتے ہیں۔ کیونکہ روح مسیحی عقیدہ کی ضرورت محسوس کر رہی ہے میں یہ سب کچھ
دیکھتا اور دیکھ کر یقین کرتا ہوں کہ ضرور ایسی ایک قوت ہے جسے خدا کے فضل کی انجیل
کہتے ہیں" +

۴۴۔ نیوکیسل کے اسقف نے ایک جلسے میں یوں کہا آخری فرض جس کا میں ذکر کرونگا وہ
مشنری کام کی ترغیب دہی ہے اس کے مفصل بیان کے لئے وقت نہیں لیکن میں پوچھتا
ہوں کیا وجہ ہے کہ ماں باپ ایک بیٹے کو تو ہمت دلاتے ہیں کہ جنگ سوڈان میں جاکر
اپنی جان کو خطرے میں ڈالے۔ لیکن دوسرا بیٹا جو سوڈان میں جاکر انجیل کی بشارت نے

لوگوں کی جانیں بچانا چاہتا ہے اُس کا حوصلہ توڑا جاتا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ ایک بیٹے کو تو ترغیب دیجاتی ہے کہ انگریزی سول سروس میں داخل ہو لیکن دوسرے کو بادشاہوں کے بادشاہ کی علےٰ خدمت کے لئے ہندوستان جانے سے روکا جاتا ہے۔ مسیحی شخص اِس معمے کو حل نہیں کرسکتا۔ خوشی کی بات ہے کہ ایک بڑی بیداری کے نشان نظر آتے ہیں۔ مسیح کی محبت اُس کی قوت متحرکہ ہوگی اور جب اِس دینی بیداری کا وقت آئے تو ایک ہی پشت میں ساری دنیا مسیح کے قاصدوں کی آواز سُنیگی +

۳۴ مجلس لیمبتھ (منعقدہ ۱۸۹۷ء) کے ۱۹۴ صدر سقف اور اسقفوں کا مجمع یوں تحریر کرتا ہے آخر میں ہم غیر ممالک کی مشنوں کا ذکر کرتے ہیں یہ کام فی الحال سب فرائض سے اول درجہ رکھتا ہے ہم خدا کے نہایت شکرگزار ہیں کہ لوگوں میں کلیسیا کے اِس ابتدائی کام کے لئے جوش اور سرگرمی بڑھتی جاتی ہے یہ وہ کام ہے جو ہمارے خداوند نے کلیسیا کے سپرد کیا۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ کئی صدیوں تک ہم خواب غفلت میں پڑے رہے۔ یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ یہ کام بالکل بھولا رہا ہے۔ پر صرف چند اشخاص یا سوسائٹیاں اِسے سرانجام دیتی رہیں لیکن کل قوم کا اس میں کچھ دخل نہ تھا اب ہم صرف یہ دیکھنے لگے ہیں کہ خدا کی مرضی ہماری نسبت کیا ہے اور وہ ہم سے کیا کام کروانا چاہتا ہے۔ وہ ہمارے لئے ساری دُنیا کے دروازے کھول رہا ہے اور جہاں جہاں وہ راہ کھولتا ہے وہ ہماری آنکھوں کو بھی کھولتا جاتا ہے کہ دیکھیں وہ ہمیں کدھر کا اشارہ کر رہا ہے +

۳۵۔ اسقف کرسٹوفر ورڈس ورتھ اپنی تواریخ کلیسیا میں یوں لکھتا ہے کلیسیا کی تواریخ دُنیا کی سب سے بڑی سلطنت کی تواریخ ہے یہ اُس سلطنت کی تواریخ ہے جو زمین کی ساری سلطنتوں کے نیست ہوجانے کے بعد بھی ہمیشہ تک قائم رہیگی یہاں دو مخالف قوتوں یعنے مسیح اور شیطان کے کام کا اظہار ہے۔ دشمن ہمیشہ اِس پیارے شہر کو برباد کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن شیطان کے قلعے سے جو حملے ہوتے ہیں وہ مسیح کی کلیسیا پر کارگر نہ ہونگے بلکہ اِن سے بھی کلیسیا کا فائدہ نکلیگا اور آخرکار دشمن سراسر

مغلوب ہوگا۔ مسیح فتحیاب ہوگا اور کلیسیا ذوالجلال ہوگی۔ ۳۲۵ء سے پہلے کی تواریخ کلیسیا ظاہر کرتی ہے کہ دنیا مسیح کی کلیسا کے مقابلے میں کچھ زور نہیں رکھتی بلکہ کلیسیا نے اُس پر بڑی بڑی فتوحات حاصل کی ہیں۔ جب اُسنے مدد اور ہدایت کیلئے اوپر کو اپنے سردار کی طرف نگاہ کی اور اُس پر بھروسہ رکھا۔ گو دنیا کا کلیسیا کے بیچ میں ہوکر کام کرنا (بعد از ۳۲۵ء) اُس کے باہر سے حملہ کرنے کی نسبت زیادہ خطرناک ہے۔ تو بھی اُسے کامیابی نہ ہوگی اور اگر مسیح کی مدد سے اُس کا مقابلہ کیا جائے تو کلیسیا بڑی نمایاں فتح پائیگی +

واقعات مندرجہ بالا سی ایم ایس کی صد سالہ تواریخ سے اخذ کئے گئے ہیں +

گناہ کی چار تعریفیں۔

(۱) گناہ خلاف شرع ہے۔ ۱ یوحنا ۳۔ باب ۴۔ آیت

(۲) ہر ایک ناراستی گناہ ہے۔ ۱ یوحنا ۵ باب ۱۷۔ آیت

(۳) جو کوئی بھلا کرنا جانتا ہے اور نہیں کرتا۔ اُس کو گناہ ہوتا ہے۔ یعقوب ۴ باب ۱۷ آیت

(۴) جو کچھ اعتقاد سے نہیں سو گناہ ہے۔ رومیوں ۱۴ باب ۲۳۔ آیت

تئیسویں زبور کا خلاصہ۔

میرے نیچے ۔ ہریالی چراگاہیں
میرے پاس ۔ راحت کے چشمے
میرے ساتھ ۔ میرا چوپان
میرے آگے ۔ دسترخوان
میرے گرد ۔ میرے دشمن
میرے پیچھے (حاشیہ)۔ مہربانی اور رحمت
میرے اوپر ۔ خداوند کا گھر

کھوئی ہوئی بھیڑ

لوقا ۱۵ باب ۴ : ۷ آیات

([illegible])

خداوند یسوع کی عظیم محبت جیسی اس کھوئی ہوئی بھیڑ کی تمثیل میں مندرج ہے اس سے بڑھ کر شیریں الفاظ میں اور کہیں بھی بیان نہیں ہوئی [illegible] ان کی تلاش میں ہے قرمزی بیان تھا [illegible] کھوئے ہوؤں کو ڈھونڈنے کے لئے [illegible] محبت کا ایسا خوبصورت نقشہ کھینچا گیا ہے۔ ان سب کا بیان متواتر ایک تمثیل میں کافی طور پر نہیں ہو سکتا تھا اس لئے اس کو کئی ایک تمثیلوں کے سلسلہ میں ذکر کیا گیا۔

اول: تمثیل کے موقع پر غور کرو۔ سب محصول لینے والے اور گنہگار اس کے گرد جمع ہیں۔ ہر قسم کے آدمی یہاں موجود ہیں۔ جاہل۔ رانده۔ مرد اور عورت سب کے سب کنگال و ناپاک سمجھے [illegible] طرح ہجوم لگتے ہیں کیسا عجیب منظر ہے وہ سب جن کو دیندار لوگ حقارت اور نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے آتے ہیں [illegible] کلمات ہمہ تن گوش ہو کر سننا پسند کرتے تھے۔ کوئی تعجب نہیں کہ فقیہ اور فریسی مسیح کو ایسے لوگوں کی صحبت میں دیکھ کر ناراض ہوتے تھے۔ ان کا ہمیشہ یہی خیال تھا اور [illegible] کہ مسیح نہ فقط ان کو خوشی سے قبول کرتا ہے بلکہ بقول ان مخالفوں کے وہ ان کے ساتھ کھاتا پیتا تھا۔ وہ کیوں [illegible] اگر اس شخص میں کچھ بھی فضیلت یا اپنی عزت کا کچھ پاس ہے تو ہر ایک عام آدمی اور آوارہ گرد کے ساتھ بے تکلف دوستی کیوں پیدا کرتا ہے۔ اس صورت میں فرقہ بندی کا لحاظ کہاں رہا۔ اور اگر یہ اڑ گیا تو زندگی کا لطف بھی جاتا رہے گا۔ پس ان کے منہ سے یہ حقارت آمیز الفاظ نکلے کہ وہ گنہگاروں کو قبول کرتا اور ان کے ساتھ کھاتا ہے۔

خداوند مسیح اس تمثیل میں ان کو جواب دیتا ہے۔ یہ اپنی بریت کے لئے جواب دینا نہیں ہے۔ وہ کبھی اس طور پر اپنی حمایت نہیں کیا کرتا تھا۔ وہ اس الزام کو صحیح تسلیم کر کے نہایت خوشی مناتا ہے جس بات کو وہ لوگ شرمناک خیال کرتے وہی اس کا فخر ہے۔ "تم کڑکڑاتے ہو کہ میں ان گنہگاروں اور ملک کی

خس و خاشاک کو خوشی سے قبول کرتا ہوں۔ یہ سراسر غلطی ہے تم ناراض ہو کہ میں اُن کو اپنی صحبت میں رکھتا ہوں۔ یہ تو کوئی بات ہی نہیں وہ لوگ میرے اپنے ہیں جیسا بھیڑ چوپان کی ملکیت ہے اور جیسا بیٹا اپنے باپ سے نسبت رکھتا ہے ویسے ہی وہ میرے ہیں تم کڑکڑاتے ہو کہ اتنا انبوہ میرا کلام سننے کیلئے جمع ہوتا ہے۔ اگر اُن میں سے ایک بھی ایسا ہے کہ اُس رستے سے بھٹک جائے یا اپنا سب کچھ بدچلنی میں اُڑائے یا سخت ترین تاریکی میں گم ہو جائے تو میں ہر طرح کے مصائب اور خطرے اُٹھا کر اُسکو ڈھونڈ نکالونگا۔ تم شاکی ہو کہ میں اُن کو خوشی سے قبول کرتا ہوں۔ یاد رکھئے میں انہیں کو تلاش کرنے آیا ہوں۔ بیابانوں میں تند ندیوں کے پار پہاڑوں کی چوٹیوں پر میں اُن کو ڈھونڈ کر خوشی کے ساتھ باپ کے گھر میں لاؤنگا۔ ہاں ایسی خوشی جس میں خدا کے حضور فرشتے بھی شریک ہوتے ہیں'' ۔ یہ ایک تمثیل کا دیباچہ ہے اور اس میں وہ تینوں یکساں ہیں +

اب ذرا اس قصہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں شام کی تاریکی چھا رہی ہے، اور ایک گڈریا اپنے بھیڑوں کے جھنڈ کو گھر کی طرف لا رہا ہے بھیڑ خانے کے دروازہ پر کھڑا ہو کر وہ ان کو ایک ایک کر کے گنتا ہے۔ وہ فوراً معلوم کرتا ہے کہ ایک کم ہے میری سو بھیڑیں تھیں لیکن یہ تو ننانوے ہیں۔ ریوڑ میں جا کر وہ اُس گم شدہ بھیڑ کا پتہ لگاتا ہے جیسا کہ خداوند نے فرمایا کہ میں اپنیوں کو پہچانتا ہوں اچھا گڈریا اپنی ہر ایک بھیڑ کو جانتا ہے۔ اب اُس کھوئی ہوئی بھیڑ کے خیال میں وہ سب کچھ بھول جاتا ہے۔ اُس کو اور کسی بات کی فکر نہیں اُسی ایک بھیڑ کے پیچھے وہ پریشان خاطر ہے جبتک وہ اسکو تلاش کر کے نہ لائے اُسکو کچھ نہیں سوجھتا کچھ اچھا نہیں لگتا۔ رات ہوئی تو کیا ہے بھیڑ کی آواز سننے کیلئے کان کو متوجہ کر کے وہ نکل جاتا ہے۔ رستہ میں ایک ہمسایہ اُس کو مل کر بات چیت کرنا چاہتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں بھی اُسی طرف جا رہا ہوں کہو تم نے یروشلم کی کوئی تازہ خبر سنی ہے لیکن چوپان اور ہی دھن میں ہے، وہ دل میں سوچ رہا ہے کہ نہ معلوم وہ بھیڑ کیونکر نکل گئی ہوگی پھر ہمسایہ ذکر کرتا ہے کہ کہتے ہیں کہ رومی شہنشاہ ــــ'' چوپان قطع کلام کر کے کہتا ہے ''بس رہنے دیجئے شاید میں نے سنا ہوگا'' اتنے میں ایک گیدڑ کی آواز پہاڑیوں پر سے اس کے کان میں پڑتی ہے اور وہ اپنی بھیڑ کی فکر میں مستغرق ہو کر کہتا ہے کہ ضرور ہے کہ میں اُس کو تلاش کر کے پاؤں یروشلم اور شہنشاہ اور نظام شمسی اسوقت بھیڑ کے

مقام پر پہنچ گئی ہیں۔ اِس وقت اِن کی کچھ پرواہ نہیں۔ چاروں طرف پہاڑیوں پر تاریکی کا عالم ہے اور وہ اِس سوچ میں ہے کہ کہیں کرارے پر سے گر کر اُس بیچاری کی ہڈی پسلی نہ ٹوٹ جائے یا کسی درندے کا لقمہ نہ بنے اور اِسی خیال میں وہ قدم تیزی سے آگے بڑھاتا ہے۔ اور اپنے ہمسایہ کو الوداعی الفاظ کہنا بھی بھول جاتا ہے +

رستہ میں ایک اور شخص اس کو ملتا ہے اور کہتا ہے کہ ہو دوست! ایسی اندھیری رات میں کدھر جا رہے ہو۔ چوپان جواب دیتا ہے کہ میں ایک کھوئی ہوئی بھیڑ کی تلاش میں ہوں۔ وہ شخص ہنس کر کہتا ہے کہ ایک بھیڑ کا اس قدر کیا فکر۔ تمہارے پاس تو ننانوے اور ہیں۔ تمہیں ایک کی کیا پرواہ ہے۔ چوپان خفا ہو کر جواب دیتا ہے کہ کیا میں اُس کھوئی ہوئی بھیڑ کو بیابان میں ہلاک ہونے دوں؟ ہرگز نہیں۔ کہ میں ایسا سنگدل آدمی ہوں تو میں کس کام کا چوپان ہوں۔ میں تو ضرور اُسکو ڈھونڈ کر نکالونگا۔ وہ شخص کہتا ہے کہ اگر میں تمہاری جگہ ہوتا تو کبھی نہ جاتا۔ علاوہ اِسکے آج آندھی کے آثار ہیں اور رات کے وقت اِدھر اُدھر جانا خطرے سے خالی نہیں۔ چوپان جواب دیتا ہے کہ یہی خاص وجہ ہے کہ مجھے اُس بھیڑ کو تلاش کرکے جلد تر خانے میں لانا چاہئے +

غور کرو کہ خداوند لفظ 'اپنے' پر کیسا زور دیتا ہے۔ اپنی بھیڑ اپنا درہم اپنا بیٹا۔ کون اِس مسئلہ کی تہ تک پہنچ سکتا ہے۔ جب خداوند اس لفظ کو استعمال کرتا ہے تو کوئی دنیوی قبضہ یا تعلق اس خیال کو ادا نہیں کر سکتا۔ ہم اُسکے اپنے ہیں۔ اُسکے بلحاظ آفرینش کے ممکن نہیں کہ خالق ہم کو اپنا مخلوق بنائے اور جب ہم اپنی خود مختاری کے باعث بھٹک جائیں تو وہ ہماری فکر کرے +

اتنے میں آندھی کا زور شروع ہو گیا ہے اور پہاڑوں میں مد کا شور ہے۔ چوپان کو اپنی فکر نہیں۔ وہ سوچتا ہے کہ ہائے وہ کمزور بھیڑ کیسی ہراساں ہو گی۔ ندی کی دھار تیزی پر ہے لیکن وہ اُس کو عبور کرتا ہے۔ چڑھائی سخت ہے لیکن وہ آگے بڑھتا ہے۔ اور یہ سب کس کی خاطر؟ اُس نادان بھیڑ کی خاطر جو گلے کو چھوڑ کر گمراہ ہو گئی ہے۔ اِس سے یہ کوئی نہ سمجھے کہ خدا ننانوے راستبازوں کی نسبت ایک گنہگار کی زیادہ پرواہ کرتا ہے۔ نہیں نہیں گمراہ ہونے کی نسبت

بھیڑ خانے میں رہنا بہتر ہے لیکن کھوئی ہوئی کے لئے فکر اور توجہ اور محنت درکار ہے۔ جب گھر میں کوئی بچہ بیمار ہو تو سب اُسی کی فکر میں رہتے ہیں۔ باقیوں کو کوئی نہیں پوچھتا۔ وہ کسی نہ کسی طرح اپنا گزارہ کرتے ہیں۔ کون اُن کی ضروریات کی فکر کرے۔ اِس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ تندرستی کی نسبت بیماری بہتر ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ جو توجہ بیمار کا حق ہے وہ اوروں کا ہو نہیں سکتا۔ اس جلیل صداقت کو مان کر خدا کا شکر کرو۔ اے گمگشتہ آدمی ایک طور سے نجات دہندہ کی نظر میں تمہاری وہ قدر ہے جو خدا کے فرشتگان اور بھیڑ خانے کے اندر والوں کی نہیں ہو سکتی۔ اُسکی رحم کی نگاہ تم پر ہے وہ ہماری مدد کی خاطر آتا اور فرماتا ہے اے میرے کھوئے ہوئے فرزند جب تک میں تجھے ڈھونڈ کر گھر میں نہ لے آؤں آرام مجھ پر حرام ہے +

ایک اور لفظ غور طلب ہے۔ وہ کھوئی ہوئی کی تلاش میں جاتا ہے جبتک کہ وہ اُسے نہ پائے جبتک۔ ماندگی اُس کے قدموں کو روک نہیں سکتی خطرے اُسکو راہ سے منحرف نہیں کر سکتے ذرا سوچو کہ اگر ہم دوسرے روز علے الصباح چرواہے کو بھیڑ کی تلاش میں اِدھر اُدھر پھرتے دیکھیں تو ہمارا کیا خیال ہوگا۔ اگر وہ تین دن رات پہاڑوں پر اور ندیوں میں پھرتا رہا ہے تو ہم اُسکی محنت اور ایمانداری کی داد دینگے لیکن وہ ہماری خاطر نہ دنوں نہ ہفتوں بلکہ مہینوں تک تلاش میں رہا ہے۔ نہیں نہیں شاید دس یا بیس یا تیس یا چالیس یا پچاس سال تک وہ ہمیں ڈھونڈتا پھرا ہے اور اب تک ماندہ نہیں ہوا۔ افسوس ہم اُس کو ملنے سے انکار کرتے ہیں ہم اُسکے پھیلائے ہوئے ہاتھوں کو حقیر سمجھتے ہیں اور وہ کھڑا ہو کر کھٹکھٹاتا ہے کہ میرے لئے کھول۔ کیونکہ میرا سر اوس سے تر ہے اور میری زلفیں رات کی بوندوں سے بھری ہیں۔ جب تک کہ وہ اُسے نہ پائے۔ اگر ہم مسیح کے ہیں تو اُس کی بڑی محبت کو کیونکر قرار ہو سکتا ہے جب تک کہ وہ اپنی جان ہی کا دُکھ اُٹھا کر اُسے نہ دیکھے۔ کیا تمہارے خیال میں سالوں کی تعداد باپ کے دل سے بچہ کی محبت کو زائل کر سکتی ہے۔ نہیں بلکہ دور کے ملک میں باپ کا دل اُس بچہ کے پیچھے ہر روز اور ہر گھڑی یہی پکارتا رہا کہ اے میرے فرزند اے میرے فرزند۔ اگر اِس تھکانے والی تلاش کا خاتمہ ہمارے ہاتھ میں ہے تو کیا ہم کو دیر کرنی چاہئے۔ اگر ہاں

کی دل جمعیت کو سپرد کرنا ہم پر ہیچ حسرت تو کیا ہم کو نہیں کہنا چاہئے کہ میں اُٹھونگا اور اپنے
باپ پاس جاؤنگا ۔

ادھر اُس پہاڑ کے تاریک پہلو میں وہ کھوئی ہوئی بھیڑ تنہا پڑی ہے۔ ناہموار چٹانوں
سے گر کر وہ زخمی اور ناتوان ہے۔ اور اس پریشان حالی پر بھوک کا غلبہ ہے "ہم بھی بھیڑوں کی
مانند بھٹک گئے ہیں" ہم گلے میں سے گمراہ ہو جاتے ہیں اور تنہا بھٹک جاتے ہیں۔ شاید کسی
تیندوے یا شیر نے پھندا ڈالا اور ہم پر شتہ ہو گئے۔ پل بھر کی غفلت نے ہم کو بے راہ کر دیا۔ بھیڑ ایسا
نادان حیوان ہے کہ اس کا بھٹک جانا تعجب کی بات نہیں۔ اور جب بھٹک جائے تو اُس کا سا
کھو جاتا بھی کوئی حیوان نہیں۔ نہ اس کے پاس کوئی حفاظت کا سامان ہے نہ راستہ
ڈھونڈنے کی عقل ہے۔ پرندے سمندروں پر سے پرواز کر کے اپنا آشیانہ ڈھونڈ لیتے ہیں۔
کتے عجیب طور پر اپنے مالک کے مکان کا پتہ نکال سکتے ہیں لیکن اگر بھیڑ کو دیہات سے بھٹک
جانا آتا ہے۔ اونٹ اور بیل بھی فاصلہ پر سے پانی کا سراغ لگا لیتے ہیں اور گدھ دور دور سے
اپنی خوراک کو دیکھتی ہیں لیکن کھوئی ہوئی بھیڑ درندوں کا طعمہ ہوتی ہے +

ڈھونڈتے جاتے چوپان کے کان میں بھیڑ کی نرم آواز پڑتی ہے۔ وہ بڑے شوق سے قدم بڑھاتا
ہے اور کیا دیکھتا ہے کہ وہ بھیڑ زخمی اور خستہ حال پڑی ہے۔ بڑی شفقت سے اُس کو اپنے
گلے سے لگا لیتا ہے۔ وہ اُس کو جھڑکتا نہیں اور نہ خفگی سے تنبیہ دیتا ہے کہ تو نے
مجھے بڑی تکلیف دی۔ وہ اُسکو ہانکتا بھی نہیں بلکہ اپنے کاندھے پر اُٹھا کر بڑی خوشی سے
گھر لاتا ہے۔ اور گھر میں جا کے دوستوں اور پڑوسیوں کو بلا کے کہتا ہے کہ میرے ساتھ
خوشی کرو کیونکہ میں نے اپنی کھوئی ہوئی بھیڑ پائی +

پولوس

گذشتہ اشاعت سے آگے

پولوس نے یوروپ کے براعظم کی زمین پر اپنا قدم رکھا۔ اور یوروپ کے باشندوں میں سب سے پہلے مسیح پر ایمان لانے کا شرف ایک عورت کو نصیب ہوا۔ یہی مسیحی عبادت میں جو یورپ میں ہوئی ایک عورت کے دل نے نئی روشنی کے لئے اپنے دروازے کھولے اور اس وقت ظاہر ہو گیا کہ مسیحی مذہب کے اثر سے عورت کو سوسائٹی میں کیا درجہ دیا جائیگا۔ اس فلپی کے شہر میں یہ بھی ظاہر ہوا کہ اس وقت یعنے مسیح کے اثر کے پھیلنے سے پہلے یوروپ میں عورت کیا درجہ رکھتی تھی۔۔۔ وہاں ایک غریب لڑکی تھی جس میں پیشینگوئی کی روح تھی اور اس کے کفیل اس کے مرض یا اس کی بدقسمتی کو اپنے نفع کا ذریعہ بنائے بیٹھے تھے۔ پولوس نے اس کو شفا دی۔ اس لڑکی کی مصیبت اور اس کا اپنے فطرتی درجے سے گرجانا اس زمانہ میں عورت کی حالت کا نمونہ تھے۔ برعکس اسکے لدیا کی شیریں طبیعت اور مسیحی فیاضی اس اثر کو ظاہر کرتی تھی جو مسیح کی روح میں نوع نسوان کے لئے پوشیدہ تھا +

مقدونیہ کی کلیسیاؤں نے بڑی فیاضی ظاہر کی۔ انہوں نے متحد ہو کر پولوس اور اس کے ساتھیوں کی جسمانی حاجات کو رفع کیا۔ اور جبکہ مشنری ان کے شہر سے چلے گئے تب بھی ان کی امداد کے لئے روپیہ بھیجتے رہے۔ مدتوں بعد جبکہ ان کا بڈھا استاد روم میں قید تھا انہوں نے اپافرودتس کو وہاں بھیجا۔ اور اس وقت بھی روپیہ سے اس کی مدد کی۔ پولوس نے ان کی مدد کو منظور کیا گو اور جگہوں میں وہ ایسی مدد لینے سے قطعی انکار کرتا تھا +

غور کا موقع ہے کہ یہ لوگ ہرگز دولتمند نہ تھے بلکہ پرلے درجہ کے کنگال تھے شروع

ہی میں وہ غریب لوگوں میں سے تھے اور یہ جو تکالیف اور تصدیعے بت پرست ہمسایوں نے ان کو پہنچائے ان کے باعث ان کی حالت زیادہ خراب ہو گئی۔ یہ تصدیعے پولوس کے سامنے شروع ہو گیا تھا۔ گو وہ شروع میں فلپی میں بہت کامیاب ہوا تاہم کچھ عرصہ بعد اس سے ایسا برتاؤ کیا گیا گویا وہ دنیا کی کیچ اور نجاست سے بھی بدتر تھا۔ اکثر یہودی ایسے برتاؤ میں پیش قدمی کرتے تھے۔ یا تو وہ عوام کو بھڑکاتے تھے یا رومی مجسٹریٹوں کے سامنے اس پر نالش کرتے تھے کہ یہ شخص نیا مذہب پھیلاتا یا امن میں خلل ڈالتا یا بخلاف قیصر کے کسی اور بادشاہ کا نام لیتا ہے۔ نہ تو وہ خود آسمان کی بادشاہت میں داخل ہوتے تھے اور نہ دوسرے داخل ہونے والوں کو اس کے اندر جانے دیتے تھے +

لیکن خدا نے اپنے بندوں کی حفاظت کی۔ فلپی میں اس نے شہدلوں کو اعجازی طور پر قید خانہ سے رہا کیا۔ اور اس سے بڑے معجزے سے قید خانہ کے داروغہ کو مسیح کا خادم بنایا لیکن باوجود ہر قسم کی مخالفت کے کئی شہروں میں کلیسیائیں قائم ہو گئیں۔ اور پھر اُن سے انجیل نور دور دور تک پھیلا +

جب تھسلونیکے کو چھوڑ کر پولوس جنوب کی طرف اخائیا میں گیا تو وہ اصلی یونان میں داخل ہوا۔ وہ علم اور ہر قسم کی شہرت کے گھر میں گھسا۔ ہر طرف اسکی عجیب عقل حکمت اور بہادری کے آثار پر اس کی نظر پڑتی تھی۔ بیریا سے اس کی آنکھیں کوہ اولمپس پر پڑیں جہاں یونانیوں کے زعم میں دیوتاؤں کا مسکن تھا۔ پھر وہ تھرماپلی کے درے کے پاس سے گذرا جہاں قدیم زمانہ میں تین سو یونانیوں نے ہزاروں لاکھوں فارسیوں کا مقابلہ کیا تھا +

یونان کے دارالسلطنت اتھنز کی طرف اس کا رخ تھا۔ اس میں داخل ہوتے وقت اُس کے باشندوں کے علم شجاعت اور صنعت کا خیال اس حقیر یہودی کے دل میں آتا ہو گا۔ اس شہر میں انسانی عقل اپنے سب سے بڑے جلوے دکھا چکی تھی۔ کوئی شہر ایسا نہیں ہوا جس میں اتنے بڑے آدمی پیدا ہوئے ہوں۔ آج تک ان کے

تاہم وہ فوت ہو چکے ہیں اور ان کے ناموں سے اتھنز کا نام روشن ہے ۔

لیکن پولوس کے زمانہ میں اس شہر کی ساری شوکت گذر چکی تھی ۔ اور اس کے گوندرے پژمردہ ہو رہے تھے ۔ فلسفے کی جگہ تجارت اور کسی چیز پھیلا رہ سلطنت بن رہی تھی ۔ صنعت و صنعت و علم کا بھی یہی حال تھا ۔ تاہم اتھنز کا نام بڑا تھا ۔ اور اس کے بڑے بڑے نامی گرامی دانشمند اپنی زندگی بسر کرتے تھے ۔ یونان کے فیلسوف اور حکیم یہاں علم کے موتی بکھیرتے ہوئے رہتے تھے ۔ اور ہزارہا دولتمند دنیا کے مختلف حصوں سے آکر یہاں رہتے اور تحصیل علم میں اپنی زندگی گزار دیتے تھے ۔ گو اتھنز کی اصلی رونق جاتی رہی تھی تاہم اس زمانہ کی تہذیب میں اس شہر کا درجہ بڑا مانا جاتا تھا ۔

پولوس کی لیاقت کا تجربہ اس قدر تھا کہ وہ ہر شخص کے ساتھ اس کی طبیعت اور لیاقت کے موافق برتاؤ کر سکتا تھا ۔ اتھنز میں پہنچتا ہی پولوس فیلسوف بن گیا چونکہ بازار میں جہاں فیلسوف یا بکواسی بیٹھے باتیں کیا کرتے تھے جا کر طالب علموں اور حاضرین کے سامنے وہ تقریریں کرنے لگا ۔ پانچ سو برس پیشتر سقراط اسی شہر اور اسی بازار میں اسی طرح اپنے خیالات کی اشاعت کیا کرتا تھا ۔ لیکن جیسا کہ سقراط کا تجربہ تھا بلکہ سقراط سے زیادہ پولوس نے معلوم کیا کہ آدمی بکواس اور بحث کو زیادہ پسند کرتے ہیں لیکن ان میں سے بہت کم ہوتے ہیں جن کو سچائی کی بھوک اور پیاس ہو ہوتی ہے حق کی بھوک رکھنے کے ۔ پولوس نے دیکھا کہ اتھنز کے فیلسوفوں کے دماغ میں ایک قسم کی عقلی کھجلی لگی ہوئی ہے جس کے باعث وہ ہر شے کو کریدتے اور کھجاتے ہیں لیکن ان کی مطلق غرض نہیں ہے کہ سچائی کو پا کر کھا لیں اور ہضم کریں ۔ البتہ اس عجیب چھیڑ کی عادت سے کچھ تو فائدہ برآمد ہوا ۔ کیونکہ جب انہوں نے دیکھا کہ پولوس نئی قسم کی باتیں کہتا ہے تو فوراً سننے کے لئے اس کے گرد سمٹ آئے ۔ اور جب تک پولوس عقلی معاملات کی نسبت تقریر کرتا رہا تو صبر سے سنتے رہے ۔ یہاں تک کہ اس کو

مارس کی پہاڑی پر عین اپنے شہر کے بیچوں بیچ لیگئے اور اُس سے درخواست کی کہ مسلسل اور مستقل تقریر کرے۔ اُس نے ان کی درخواست قبول کی اور عجیب فصاحت کے ساتھ توحید اور نوع انسان کی یگانگت کو ثابت کیا۔ کیونکہ یہی دو اصول ہر مذہب کی جڑ ہیں۔ لیکن جب وہ ان عقلی باتوں سے تجاوز کر کے اپنے سامعین کی روحانی تمیز یعنے کانشنس کو ٹٹولنے لگا۔ اور ان سے گناہوں کی معافی اور نجات کا تذکرہ کرنے لگا تو وہ سب کے سب چلدئے اور اس کو تقریر کرتا چھوڑ گئے +

پولوس اتھنز سے روانہ ہؤا اور پھر وہاں کبھی نہ آیا۔ کسی اور جگہ اس نے ایسی شکست نہ کھائی تھی۔ اُس نے بڑی بڑی جسمانی اور روحانی تکلیفیں سہی تھیں لیکن اُس کا دل کبھی نہ ٹوٹا تھا۔ جلتے اور چمکتے ایمان کو مخالفت سے ایسا ضرر نہیں پہنچتا جیسا کہ بے پروائی اور حقارت سے۔ اتھنز کے لوگوں نے اُس کو جسمانی ضرر پہنچانے کا کبھی خیال بھی نہیں کیا۔ بلکہ ان کے نزدیک وہ بھی ان کی مانند ایک بکواسی تھا۔ اور اس سردی اِس بے پروائی نے اس کو ایسا زخم لگایا کہ یہودیوں کے پتھر اور رومیوں کے کوڑے نہ لگا سکے تھے۔ وہ کبھی ایسی ناامیدی میں پیشتر نہ پھنسا تھا۔ اتھنز سے روانہ ہوکر وہ اخایا کے دوسرے بڑے شہر یعنی کارنتھ میں پہنچا اور وہ خود کہتا ہے کہ میں بڑی کمزوری خوف اور کپکپی میں مبتلا تھا +

کارنتھ میں بھی اتھنز والوں کی روح کسی قدر موجود تھی۔ اور جلد دلجمعی نہ ہو سکتی تھی۔ گو اتھنز علم کے لحاظ سے یونان کا بڑا شہر تھا۔ اور کارنتھ میں تجارت کی سب سے بڑی منڈی تھی۔ تاہم کارنتھ میں بھی بحث اور علمی فخر بہت موجود تھا۔ اور پولوس کو خوف تھا کہ کہیں یہاں بھی اتھنز کا سا معاملہ پیش آئے اور وہ اپنے دل سے پوچھتا تھا کہ کیا فی الحقیقت انجیل کا پیغام ان لوگوں کے لئے نہیں۔ یہ سوال اس کو دق کرتا تھا اور اِس کے باعث اس کا دل اندر ہی اندر کانپتا تھا۔ یہ لوگ

اس کو ایسے معلوم ہوتے تھے کہ انجیل اُن کو مطلق چھو بھی نہ سکتی تھی۔ وہ گویا اپنی ذہنی تیزی اور چالاکی سے اپنی روحوں کا پیٹ بھرے بیٹھے تھے اور کسی شے کی ان کو حاجت نہ تھی (محمدی فریسیوں اور ہندو ویدانتوں کا آج کل بالکل یہی حال ہے) +

علاوہ اس کے کارنتھ میں اور وجوہات بھی تھیں جن سے پولوس کا دل ٹوٹتا تھا وہ شہر دولت اور عیش سے بھرا ہوا تھا۔ اور بدفعلی او عیاشی اس میں حکمران تھیں۔ پولوس نے اس شہر میں ایسی بےحیائی اور علانیہ مہلک بدکاری دیکھی کہ اس کا دل تھرتھرا گیا کیا ممکن تھا کہ ایسے آدمی ایسے جال اور پھندے سے چھوٹ سکیں۔ یہاں کے یہودی بھی بڑے چلتے ہوئے تھے اور بت پرستوں کی نسبت شرارت میں ہرگز کم نہ تھے انہوں نے اس کو اپنے عبادت خانے سے بالکل ہانک دیا اور بہت دھمکایا +

لیکن کیا مسیح کا سپاہی شکست کھا سکتا ہے۔ کیا وہ مان سکتا ہے کہ میں میدان سے بھاگنا چاہتا ہوں۔ کیا پولوس اقراری تھا کہ عالم اور مہذب یونان میں انجیل کا گذارہ نہیں۔ بظاہر تو ایسا ہی معلوم ہوتا تھا۔ لیکن جلد تبدیلی نظر آئی عین ناامیدی کے وقت پولوس نے ایک رویا دیکھی۔ خداوند اس کو دکھائی دیا اور کہا "مت ڈر۔ بلکہ بول اور خاموش مت رہ۔ کیونکہ میں تیرے ساتھ ہوں اور کوئی تجھ کو ضرر نہ پہنچاویگا۔ اس شہر میں میرے بہت لوگ ہیں" +

اس رویا سے رسول نے دلیری پائی۔ اور ناامیدی کے اسباب زائل ہونے لگے۔ یہودیوں نے تو کامل شکست کھائی کیونکہ جب وہ پولوس کو بڑی سختی اور تشدد کے ساتھ رومی حاکم گالیو کے پاس کھینچ لے گئے تو حاکم نے اُن کی بات سننے سے قطعی انکار کیا اور اس مفسد گروہ کو بڑی حقارت اور شرم کے ساتھ عدالت میں سے ہانک دیا۔ بلکہ خود انکے عبادت گاہ کا مجاور یا ربی مسیح پر ایمان لایا اور خاص کارنتھ کے لوگ ایمان لانے لگے۔ اقولا اور پرسکلا جو اس کے ہم پیشہ تھے اس کے ساتھ رہتے تھے۔ وہ کارنتھ میں

ڈیڑھ برس رہا اور اس عرصہ میں ایک نہایت دلچسپ کلیسیا کی بنیاد ڈالی۔ اور ثابت کر دکھایا کہ انجیل انسانی عقل کو بھی مطیع کر سکتی ہے۔

روحانی مقیاس الحرارت

درجہ	کیفیت
۸	فنا فی اللہ۔ کلسیوں ۳:۳ کیونکہ تم مر گئے ہو اور تمہاری زندگی مسیح کے ساتھ خدا میں چھپی ہوئی ہے
۷	محبت کرنا۔ ۱ یوحنا ۴:۱۱ اے پیارو جبکہ خدا نے ہم سے ایسی محبت رکھی تو لازم ہے کہ ہم بھی ایک دوسرے [illegible]
۶	تعلیم پانا۔ افسیوں ۳:۱۷ و ۱۸ و ۱۹ مسیح تمہارے دلوں میں بسے وغیرہ
۵	تکیہ کرنا۔ زبور ۱۲۱:۱ و ۲ میں اپنی آنکھیں پہاڑوں کی طرف اٹھاتا وغیرہ
۴	تعلیم دینا۔ کلسیوں ۳:۱۶ مسیح کا کلام تم میں بہتات سے رہے۔ وغیرہ
۳	تعلیم یافتہ۔ زبور ۱۱۹:۱۰۲-۱۰۳-۱۰۴ میں نے تیری عدالتوں سے کنارہ نہ کیا۔ وغیرہ
۲	تعلیم پذیر۔ زبور ۱۱۹:۳۳ اے خداوند مجھے اپنے حقوق کی راہ بتا
۲	کمزور۔ متی ۲۶:۴۱ جاگو اور دعا مانگو تاکہ امتحان میں نہ پڑو۔ وغیرہ
۰	شیر گرم۔ مکاشفات ۳:۱۵ و ۱۶ میں تیرے کام جانتا ہوں کہ تو نہ ٹھنڈا نہ گرم وغیرہ
۱	نافرمانبردار۔ اعمال ۲۴:۲۵ اس وقت جا وغیرہ
۲	خشکی۔ لوقا ۲۴:۱۱ اور ان کی باتیں انہیں کہانی سی سمجھ پڑیں وغیرہ
۳	اخلاق حسنہ۔ متی ۱۹:۲۰ اس جوان نے کہا۔ یہ سب میں لڑکپن ہی سے مانتا آیا وغیرہ
۴	بے پروا۔ زبور ۱۰:۴ شریر اپنی رعونت کے گھمنڈ سے تحقیقات نہیں کرتا وغیرہ
۵	خود غرض۔ یسعیاہ ۵۶:۱۱ و ۱۲ وے بھوکے کتے وغیرہ
۶	دنیوی مزاج۔ لوقا ۲۱:۳۴ خبردار ایسا نہ ہو وغیرہ
۷	گناہ آلود۔ ۱ یوحنا ۳:۸ جو کوئی گناہ کرتا ہے شیطان کا ہے
۸	فنا فی الدنیا۔ ۱ یوحنا ۵:۱۶ ایسا گناہ ہے جو موت تک پہنچاتا ہے

بھسم
سوزاں
تپش
شعلہ زن
زیادہ گرم
گرم
شیر گرم
تغیر پذیر
مقیم
تغیر پذیر
خنک
خنک تر
سرد
سرد تر
برف
انجماد
منجمد

مفصل ذکر ہم پھر کسی وقت کرینگے۔

ڈاکٹر وائٹ ہریٹ صاحب کی قلم سے لکھا ہوا ایک پر زور مضمون سی۔ ایم۔ ایس۔ کے اخبار انٹیلیجنسر میں شائع ہوا ہے۔ آپ نے پینتالیس لاکھ لڑکے لڑکیوں کیلئے جو ہندوستان میں تعلیم پاتے ہیں عمدہ علم ادب بہم پہنچانے پر زور دیا ہے

نارووال کے پادری احسان اللہ معہ خاندان ۴۔ مارچ کو روانہ انگلستان ہوئے۔ پہلے تین مہینے انگلستان رہینگے۔ پھر ایک سال کیلئے امریکہ میں جنداکا کلام سنائینگے

جاپان میں مسیحی مشنوں کی تاریخ قریب چالیس سال گذرے کہ اول مشنری جاپان اس ملک میں بھیجے گئے۔ یہ سب امریکن تھے اول پانچ سال تک کوئی آدمی مسیحی نہ ہوا اور دس سال کے عرصہ میں صرف چھ اشخاص نے مسیحی مذہب قبول کیا۔ جب خود دیسی کارندوں نے کام شروع کیا تو ترقی کی رفتار نہایت تیز ہو گئی۔ اور وہاں اس وقت ایک لاکھ سے زیادہ مسیحی مختلف مشنوں سے متعلق ہیں۔

مدراس کے نئے بشپ پادری وائٹ ہیڈ صاحب کی تقدیس بتاریخ ۲۵ - جولائی بمقام کلکتہ ہوگی۔

پادری ہٹین صاحب سے خبر آئی کہ ہندوستان آتے ہوئے انہیں انفلوئنزا لاحق ہوا۔ اور ڈاکٹران نے ہندوستان آنے سے منع کیا۔ آپ جہاز کا ٹکٹ لے چکے تھے۔ اب اکتوبر میں آنیکا ارادہ ہے۔

لاہور کے مرحوم بشپ میتھو صاحب کی جائیداد قریب اڑھائی لاکھ روپیہ کے نکلی اپنی تمام کتابیں جو ہندوستان میں ہیں لاہور کیتھڈرل کے کتب خانہ کو وقف کر گئے۔

بشپ میتھو صاحب کی یادگار قایم کرنے کے لئے لاہور میں ایک جلسہ بصدارت نواب لفٹنٹ گورنر ۱۵۔ مارچ کو ہوگا امید دیسی مسیحی بھی شامل کئے جائیں گے۔

امتحان مڈل میں امریکن الگزنڈر سکول کی ۴ میں سے ۳ لڑکیاں کامیاب ہوئیں چوتھی کے کاغذات بھی برائے نظرثانی ممتحن کے پاس بھیجے گئے ہیں۔ سو اس کی بھی کامیابی

THE MASIHI,

AMRITSAR.

CONTENTS.

Vol. IV. *March 1899.* *No. 3.*

English and American Papers, Missionary Magazines and Reports will be thankfully received by the Editor.

PUBLISHED ON THE 15TH OF EVERY MONTH FROM AMRITSAR.

ORDERS AND REMITTANCES MADE PAYABLE TO THE MANAGER. MASIHI—AMRITSAR.

ANNUAL SUBSCRIPTION:

India and Ceylon Re. 1-8-0 } Post **free.**

THE
MASIHI.
AMRITS
C.M.

مسیحی

مئی ۔ ۱۸۹۹ء

نوٹ اور رائیں

دیسی کلیسیا اور یورپین مشنوں کی گورنمنٹ ۔ ایک صاحب [illegible] مضمون [illegible]
[illegible] فرماتے ہیں کہ ہندوستانی کلیسیاؤں میں انتظام کا مادہ نہیں ہے کیونکہ [illegible]
[illegible] گورنمنٹ کے اصولوں کو نہیں سمجھتے اور کہ وہ پرہیز کرتے ہیں لہذا ضرور ہے کہ [illegible] جائے
[illegible] لئے کئی قسم کے نقص ظاہر کر کے آپ نے چند علاج تجویز کئے ہیں
[illegible] فرماتے ہیں کہ [illegible] کاروبار سے زیادہ تعلیم یافتہ ہوتے جاتے ہیں ۔ وہ خصوصاً
[illegible] کی تعلیم کی طرف توجہ دلاتے ہیں ۔ چاہئے کہ ان میں لایق
[illegible] کئے جائیں یہہ بھی ضرور ہے کہ معلموں و منادوں ۔ انجیل کی خدمتگذار
[illegible] اور پاسٹروں کی تعلیم کے لئے خاص مدارس قایم کئے جائیں تعلیم ایسی پختہ ہو کہ نالایق اشخاص
[illegible] پڑھنے کا موقعہ ہی نہ دیا جائے ۔ دوسری تجویز یہہ ہے کہ مشن کے باہر لایق مسیحیوں
کو دینی خدمات پر لگایا جائے ۔ موجودہ صورت میں فقط مشن کے ملازم ہی دینی خدمت کرنا
اپنا فرض سمجھتے ہیں ۔ یہہ ضرور اصلاح طلب ہے ۔ سویم ضرور ہے کہ کسی نہ کسی قسم کی چرچ مٹنگ مقرر
ہو [illegible] کلیسیا کی حالت پر غور کرنے اور انتظام قایم رکھنے کا موقعہ ہو ۔ اور آخری تجویز یہہ ہے کہ
مختلف لوکل کلیسیاؤں میں کوئی ایسا بندش کا رشتہ ہو جس سے کمزور کلیسیا کی مدد ہو اور
ہر ایک کلیسیا دوسری کے حالات پر غور کرے ۔

مدراس نیٹو کرسچن ایسوسی ایشن ۔ اس ایسوسی ایشن کی گیارھویں سالانہ رپورٹ
سے معلوم ہوتا ہے کہ سال گذشتہ میں اس جماعت نے مفید خدمات میں اپنی معمولی مستعدی اور

کوشش ظاہر کی ہے ۔ شرکا کی تعداد میں کسی قدر کمی واقع ہوئی ہے لیکن اسکی وجہ یہہ تھی
کہ ایسوسی ایشن نے نادہندہ ممبران کو خارج کرنا مناسب سمجھا ۔ سال کے ۲۵۰ اندر چندہ خاطر خواہ
جمع ہوا ۔ اور بعد مختلف اور ضروری اخراجات کے سال کے آخر میں اڑھائی سو سے زیادہ
روپیہ کیش میں موجود تھا ۔ اس سے ظاہر ہے کہ ایسوسی ایشن کی مالی حالت نہایت عمدہ ہے ۔ علاوہ
ورزانہ جلسوں کے دو عام جلسے بھی سال میں منعقد ہوئے جن میں دلچسپ و مفید
مضامین پڑھے گئے اور باہمی ملاقات اور تفریح کا موقعہ ممبران کو ملا ۔ ہم نے تو سمجھا تھا کہ اس
ایسوسی ایشن کی دیکھا دیکھی ہماری پنجاب کی ایسوسی ایشن بھی ہوش میں آئیگی ۔ مگر یہاں کچھ اور ہی معاملہ ہے
۔ گفتہ گفتہ من شدم بسیار گو ۔ ہمارے گلا پھاڑنے کا کچھ اثر نہ ہوا ۔ مدراس کی جماعت نے
اپنی شاخیں مختلف مقامات میں پھیلا دی ہیں جو شاداب حالت میں ہیں ۔ اضلاع شمالی اور مغرب
کی جماعت نے [illegible] ہاتھ پاؤں مارنے شروع کر دئے ہیں ۔ لیکن اگر ہم نے ترقی کی ہے ۔ تو
معلوم ہونا چاہئے کہ جناب [illegible] سوسائیٹی کے ممبر مدراس والوں کی اس سالانہ رپورٹ کو
بغور مطالعہ کریں ۔

پنجاب مشن میں ایک نئی قسم کا انتظام ۔ لاہور اور امرتسر کے درمیان نہر باری
دوآب کے کنارے پر ایک چھوٹا سا گاؤں بہڑوال نامی واقع ہے جسکی حدود میں پادری کیپس صاحب
کی ہمت سے ایک نئی بستی قائم کی گئی ہے ۔ یہہ مقام سانپوں کا مسکن تھا اور مشہور تھا کہ وہاں رات
کو بھوت ناچا کرتے ہیں ۔ اب [illegible] جنگل کا سماں نظر آرہا ہے مشن ہوس ۔ پاسٹر کا گھر ۔ ڈسپنسری
سکول و دیگر ضروری مکانات بنائے گئے ہیں ۔ گذشتہ دس گیارہ سال کے عرصہ میں خدا کے فضل
سے روحانی شادابی کے آثار بھی نمودار ہونے لگے ہیں ۔ [illegible] علاقہ میں ایک سو بیس گاؤں [illegible]
ہر سال منادی کیجاتی ہے بیس گاؤں ایسے ہیں جہاں [illegible] خاندان یا افراد [illegible] رہتے ہیں ۔
ابتک قریب چار سو اشخاص بپتسمہ پا چکے ہیں جن میں سے چند ایک مناد بھی مقرر ہو گئے ہیں ۔
دو سو ساٹھ کے قریب اسوقت موجود ہیں ۔ امید ہے بعض [illegible] بڑے نیک آدمی بن گئے ہیں

سے دلچسپ بات اس مشن کے متعلق یہ ہے کہ سال رواں کے شروع سے یہ اسٹیشن بمعہ تمام علاقہ کے ایک دیسی یا پنجابی اسٹیشن ہوگیا ہے کوئی پردیسی پادری یا مس صاحبہ وہاں متعین نہیں ہے۔ سب کارکن دیسی ہیں۔ البتہ ان کی تنخواہیں ولایت سے آتی ہیں۔ وہاں کے دیسی پادری صاحب کی یہ استدعا ہے کہ سب بھائی اس علاقہ کے دینی کارندوں کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں کہ خداوند انکو خاص فضل اور آسمانی حکمت اور قدرت اور مسیح کی محبت اور قدوسیت سے معمور کرے۔ وہ یہ بھی درخواست کرتے ہیں کہ سب دعا گو اپنے روپیہ سے جہاں تک ممکن ہو انکی مدد فرمائیں۔ مثلاً ہسپتال میں کسی مریض یا مریضوں کے واسطے کچھ خرچ دے سکتے ہیں یا ہم چند لوگ مل کے ایک دیسی مبلغ کی تنخواہ کا ذمہ اٹھا سکتے ہیں۔ اس طور پر رفتہ رفتہ اس اسٹیشن کے کارکن ولایتی روپیہ سے بھی آزاد ہو سکتے ہیں۔ آخری درخواست بھی نہایت معقول ہے کہ دیسی دوست وقتاً فوقتاً آ کر تبلیغی طور پر اس علاقہ میں انجیل سنائیں یا مسیحیوں میں گیان کا چرچا کریں۔ غرض یہ نیا انتظام ہمارے دیسی بھائیوں کی خاص توجہ اور امداد کا مستحق ہے سیلف سپورٹ اور سیلف گورنمنٹ کے مسائل کو عملی طور پر حل کرنے کا اس سے بہتر موقعہ کہاں ملیگا۔

ناکامیاب اشخاص کیلئے غور طلب ۔ انسان ہمیشہ ایک غلطی کرتا ہے کہ موجودہ نتیجہ اور کامیابی کو حد سے زیادہ ضروری اور قابل قدر و منزلت جانتا ہے لیکن کامیابی کا معیار کوئی نمایاں کارنامہ نہیں ہے۔ ہم یہ پوچھیں کہ وہ جو اس چند روزہ زندگی کے بعد ایک ابدی ہستی کے قائل ہیں اس زندگی کے واقعات نفس چند سبق ہیں جو ہم کو آئندہ کیلئے تیار کر رہے ہیں۔ خدا انکو یہاں پر ادنیٰ مضمون میں تعلیم دیتا ہے تاکہ جو کچھ ہم حاصل کریں وہ ابدیت کے زمانوں میں اعلیٰ زندگی میں کام آئے ہو۔ موجودہ کامیابی کوئی بڑی بات نہیں۔ ایک مصور کی صناعی کو دیکھکر تم عش عش کرنے لگتے ہو کہ دیکھو کیسی خوبصورت تصویر اس نے بنائی ہے لیکن تم نے کبھی خیال کیا کہ کتنے رنگ خراب کرکے اور کتنے تختے کاغذ کے ردی کر کے تب ایک تصویر بنی ہے۔ تم ایک تصویر دیکھ کر خوش ہو گئے ہو لیکن وہ ردی کا ڈھیر جو مصور نے پھاڑ کر پھینکوا دیا ہمارے کسی حساب میں نہیں ہے۔ اسیطرح زندگی کے ان ردی ٹکڑوں کی نسبت

جسکا ہونا انجام کے لحاظ سے ضرور ہے وہ آخری اور ابدی انجام بدرجہا ضروری اور برا ہے۔ ڈاکٹر
ڈاڈز صاحب فرماتے ہیں کہ میرے خیال میں بہشت کا صحیح خیال یہہ ہے کہ ہمارا اندرونی انسان ایسے لذت میں ہوگا
کہ ہم کام کو کام کے لطف کیخاطر کرینگے نہ کہ مشاہرہ کے عوض۔ جن لوگوں نے بڑے بڑے نمایاں کام دنیا میں کئے
ہیں انکا صلہ یا انعام یہی تھا کہ وہ کام کی خاطر کام کو کر گئے ہیں انکا ہدف دنیا کی تعریف حاصل کرنا نہ تھا۔
اور نہ کامیابی۔ ہم ناکسکو کہتے ہیں؟ تمام شہید ناکامیاب رہے لیکن انہوں نے خوشی سے جان دی۔ دنیا کی نظر
میں مسیح بھی ناکامیاب رہا لیکن اسکا کھانا اور پینا وہ سخت خدمت اور محنت اور مشقت بلکہ جانفشانی
تھا اور جب موت ہمکو اپنے ارادوں کی تکمیل سے پیشتر کاٹ ڈالتی ہے تو کیا یہہ ناکامیابی نہیں ہے لیکن
یہہ ظاہری قیاس میں ہماری ان سطور کا روئے سخن خصوصًا ان طلبا کی طرف ہے جو اپنے اپنے
امتحانوں میں ناکامیاب رہتے ہیں۔ ان کے متعلقین بھی ان خیالات سے تسلی حاصل کر سکتے ہیں۔

پہاڑ پر مسیح کے ساتھ رہنے سے بہتر کیا ہے؟ مولوی صاحب فرماتے ہیں
کہ روحانی رفاقت میں مسیح کے ساتھ پہاڑ پر تھوڑا اچھا ہے۔ لیکن وہاں رہنا اچھا نہیں ہے۔ ضرور ہے
کہ ہم اتر کر مسیح کیخاطر اپنی روزمرہ زندگی کے کاروبار میں مصروف ہوں۔ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے
خواب میں دیکھا کہ میں آسمان پر جا پہنچا ہوں اور وہ نہایت خوشی منانے لگا۔ اسی دم کسی نے
اسکے پاس آ کر کہا کہ آ میں تجھے کچھ دکھاؤنگا۔ اور وہ اسکا ہاتھ پکڑ کر دیوار کے موریوں کی طرف لیگیا اور پوچھا کہ
نیچے کیطرف نظر دوڑا۔ تو کیا دیکھتا ہے۔ اسنے جواب دیا کہ میں ایک نہایت تاریک دنیا کو دیکھتا ہوں۔ آسمانی
شخص نے کہا کہ کیا تو اس مقام کو پہچانتا ہے اسنے جواب دیا کہ ہاں بیشک یہہ تو وہی دنیا ہے جہاں سے
میں آیا ہوں۔ اس شخص نے پوچھا کہ تو وہاں کیا دیکھتا ہے اسنے کہا کہ آدمیوں کی آنکھوں پر پٹی بندھی
ہوئی معلوم ہوتی ہے اور اکثر ان میں سے کراڑے پر سے گر رہے ہیں۔ رہنما نے دریافت کیا کہ
کیا تم یہاں رہکر آسمان میں خوشیاں مناؤگے یا زمین پر واپس جا کر چند روز وہاں رہوگے اور ان
لوگوں کو اس ملک کی خبر دوگے۔ یہہ خواب دیکھنے والا دینی خادم تھا اور ایلیا کیطرح ناامید رہتا
تھا۔ خواب سے بیدار ہو کر اس نے پھر کبھی مرنے کی آرزو نہیں کی +

کہ نیشنل چرچ کونسل کا انتظام ہی ہندوستانی کلیسیا کو آزادی اور اجنبی ممالک کے دباؤ سے رہائی دے سکتا ہے۔ لیکن یہہ زیادہ تر ایک ظاہری صورت ہے واقعی کچھ اور بات ہے۔ خواہ اس انتظام میں سی۔ ایم۔ ایس۔ کے ساتھ تعلق ایک ہی یورپین کے ذریعہ سے ہو جو نیشنل چرچ کونسل کا چیرمین یا کارسپانڈنگ کمیٹی کا سکرٹری ہو لیکن جب تک کونسل کی رائے کو اُلٹ دینے کا اختیار اُسکو حاصل ہے اور جب تک باہر سے روپیہ پیسہ اُسکے ذریعہ بھیجا جاتا ہے تبتک ایک قسم کا رعب کونسل پر چھایا رہتا ہے۔ اور یوروپین کی حسب منشاء تعمیل کرنا باعثِ سعادت متصوّر ہوتا ہے۔ یہی آزادی میں حقیقی ترقی کا مانع ہے۔ اور یوروپین اس معاملہ کو عموماً بہت تھوڑا سمجھتے ہیں۔

میں مانتا ہوں کہ نیشنل چرچ کونسل کے انتظام کو ایک قسم کی کامیابی حاصل ہوئی ہے اور شاید اور بھی زیادہ ہوگی۔ لیکن میری رائے میں یہہ ایک پیچیدہ طریق ہے۔ جو اکثر فریب دہ اور مسیحی اتحاد کے بڑے اصول کے سراسر خلاف ہے اور شبہات اور جھگڑے رگڑے پیدا کرتا ہے۔

پنجسالہ کانفرنس کے اجلاس کے موقعہ پر ایک غیر معمولی میٹنگ ہوئی جس میں سب لوگ شریک ہوسکتے تھے۔ اسمیں کسی نے بڑی تشفی سے کہا کہ نیشنل چرچ کونسل کے دو رُخے انتظام سے (یعنے وہ انتظام جس میں ہندوستانی کارندوں کو مشنریوں سے جبراً علیحدہ کرکے اُنکے تعلقات کو پیچیدہ بنایا جاتا ہے) اضلاع شمالی و مغربی میں کسی قسم کا جھگڑا یا دقت واقع نہیں ہوئی اس پر جسٹس نوکس صاحب نے خوب فرمایا کہ کوئی ظاہری دقت اس وجہ سے نہیں ہوئی کہ ہندوستانی اپنے دلمیں جانتے ہیں کہ موجودہ انتظام کے مطابق انگریز مشنری اپنی بات کو پورا کرکے ٹلیں گے اسلئے اُن کو اور کوئی چارہ نہیں سوائے اِسکے کہ ہر ایک بات میں سرِ تسلیم خم کریں۔ اوّل تو خفیف معاملات ہی پر آزاد رائے کا اظہار کیا جاتا ہے۔ اور پھر بصد مشکل کبھی ووٹ تک نوبت پہنچتی ہے۔

تناولی کی کلیسیاؤں کے درمیان مشہور واعظ مسٹر واکر کی عمدہ خدمت کی نسبت ذکر کرتے ہوئے میں نے اُس علاقہ کے ایک ہندوستانی پاسٹر سے دریافت کیا کہ کیا جناب موصوف انہیں کلیسیاؤں میں وعظ کرتے ہیں۔ جہاں اُن کو مدعو کیا جاتا ہے۔ یا کیا انتظام ہے۔ اُسنے جواب دیا کہ آپ

جانتے ہیں کہ ہمارے پاسٹر کس قدر دب جانیوالے ہیں۔ اس سے میرا مطلب ہرگز یہہ نہیں کہ مشنری اکثر زبردستی سے ہندوستانی پاسٹر کی مرضی کے خلاف وعظ کرتے ہیں لیکن یہہ ایک نظیر ہے کہ یورپین لوگ کیونکر بلا ارادہ وہ بات کر گذرتے ہیں جو ہمارے ہندوستانی بھائی پسند نہیں کرتے بلکہ قسمت پر شاکر ہو کر نظر انداز کرتے ہیں۔

اس سوال کا تعلق بہت کچھ روپیہ پیسہ کی آمدنی کے ساتھ ہے۔ نیٹو چرچ کونسل کا موجودہ انتظام خواہ اُسکو سی ایم ایس کے ساتھ پیوستہ کرنے کیلئے فقط ایک یوروپین بطور چیرمین یا کارسپانڈنگ کمیٹی کے سکرٹری کے ہو باہر سے زرکی آمد پر زیادہ تر منحصر ہے۔ پنجسالہ کانفرنس پر نیٹو دہلی کی چرچ کونسل کے دو ذمہ دار منسٹری (یعنے چیرمین اور مشن کا واعظ) جلسۂ عام میں افسوس ظاہر کرتے تھے کہ ہماری ہندوستانی کلیسیا میں سیلف سپورٹ کی نسبت ابتک روز اول ہے۔

برعکس اسکے یوروپین اور ہندوستانیوں کے حقوق کی مساوات اور ہم خدمتی کی بندش ہر ایک کا اپنے مقدور کیموافق چندہ دیکر ایک لوکل فنڈ قایم رکھنا۔ (گویا کہ وہ سب ہندوستانی کلیسیا کے شرکا ہیں) سب کا اُس فنڈ کے انتظام میں شریک ہونا حسب موقعہ ولائتی لوگوں کا ہندوستانیوں کی رائے کے مغلوب ہو کر وفاداری سے دب جانا۔ تمام خادمان دین اور مناددں کو اسی لوکل فنڈ سے نہ کہ کسی بیرونی فنڈ سے تنخواہ دینا یہہ ایسے امور ہیں کہ جنکی نسبت ہم میں سے اکثر یعنے کم از کم پنجاب کے بہت سے ہندوستانی اور یوروپین قایل ہیں کہ حقیقی آزادی اور سیلف سپورٹ پھیلانے میں بہت زیادہ کارگر ہونگے۔

اس چھٹی میں اسقدر گنجایش نہوگی کہ یوروپین لوگونکی ہندوستانیوں سے جبرًا علیحدگی کی خرابیوں اور نیٹو چرچ کونسل کے دو رُخے انتظام پر کماحقہ بحث کیجائے۔ اس انتظام سے ایک طرف تو غلط فہمی شک جھگڑا رگڑا اور غلامانہ متابعت پیدا ہوتے ہیں اور دوسری جانب بلا ارادہ حاکمانہ اور جابرانہ اعمال سرزد ہوتے ہیں۔ شاید اس امر کو واضح کرنے کی کچھ گنجایش نہوگی کہ اکثر اشخاص جنہوں نے پنجسالہ کانفرنس میں ہندوستانیوں اور یوروپین لوگوں کے مساوی ہم خدمتی کے خلاف رائے دی اُنہوں نے ہماری بات

سمجھی ہی نہیں میں اصلی خیال کو پیش کرنے پر اکتفا کرونگا۔ یعنے یہہ کہ جو اشخاص یورپین لوگوں کو ہندوستانیوں سے جدا کرنا چاہتے ہیں بار ثبوت انکے ذمہ ہے۔ مسیحی مذہب کا ابتدائی اصول یہہ ہے کہ "نہ یہودی نہ یونانی نہ بربری نہ سکوتی نہ غلام نہ آزاد پر مسیح یسوع میں سب ایک ہیں"۔ بشپ فرنچ صاحب نے مشنری روح کی کسوٹی یہہ آیت ٹھہرائی تھی کہ "**اپنے لوگوں اور اپنے باپ کے گھر کو بھول جا**"۔ اگر ہم مشنریوں میں اس روح کا کچھ حصہ ہو تو جہاں ہم بود و باش کرتے ہیں ہم ویسے ہی لوگ بنکر رہنا پسند کرینگے۔ کسی صوبہ میں ہم میں سے اکثروں کو کیوں کہا جائے کہ ہندوستان کی ترقی کرنیوالی کلیسیا میں تمہارا نہ حصہ ہے نہ بخرہ۔ سچ تو یہ ہے کہ ہمیں ہمیشہ اپنے آپکو مٹانے پر تیار رہنا چاہئے ہمیں خبردار رہنا چاہیے کہ کہیں محض مغربی خیالات کلیسیا کے ذہن نشین نہ کریں۔ لیکن ہمارا حق ہے کہ ہم بھی اپنی جگہ پر دعویٰ رکھیں۔ اور مسیح کے بدن میں کسی قومی رکاوٹ کے سد راہ ہونے پر اپنی آواز بلند کریں۔ کیونکہ اس طرح نہیں بچا سکتا کہ دو کلیسیائیں قائم ہو جائینگی۔ ضرور ہے کہ یورپین ہندوستانیوں سے اور ہندوستانی یورپین لوگوں سے سیکھیں .... قریب ہر ایک راستی میں افراط تفریط کا اندیشہ ہے۔ یہہ جو کہا جاتا ہے کہ فقط دیسی دیسیونکو انجیل سنانے میں کامیاب ہو سکتے ہیں اس قاعدہ سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ اسمیں بہت مبالغہ کیا جاتا ہے اور نئے عہدنامہ میں ہمیں اس اصول کی بنیاد معلوم نہیں ہوتی۔

لیکن کامیابی یا مناسبت کے خیال کو بالائے طاق رکھکر کنس صاحب کا پیش کردہ اصول بالکل درست اور کسی محض انتظام کی نسبت اعلیٰ تر ہے کہ جسد از تفرقات (مثلاً لوکل یا ہوم کے ساتھ تعلقات وغیرہ) قومی رکاوٹوں اور غیرمساوی اختیارات کو دور دفع کرنا چاہیئے۔ نیٹو چرچ کونسل کا انتظام خواہ کامیاب ہو یا ناکامیاب اسکی اصلی غلطی یہی ہے کہ وہ ان خرابیوں کو پیدا کرتا اور قایم رکھتا ہے ۔

موجودہ چرچ کونسل اور کانفرنس کے لحاظ اور انگریزوں اور دیسیوں کے ملکر انتظام کرنیکے خلاف عموماً یہہ اعتراض پیش کیا جاتا ہے کہ کیا انگریز دیسیونکے سامنے اپنے معاملات پیش کرینگے اور کیا دیسی لوگ انگریزوں کے خلاف رائے دینے کی جرأت کرینگے۔ لیکن میتھوڈسٹ ایپسکوپل کلیسیا اور کیمبرج مشن دہلی میں جہاں دیسی اور انگریز ہم پلہ انتظام کرتے ہیں یہہ طریق نہایت کامیاب ثابت ہوا ہے۔ فی الحال ہمارے یہاں اس کی مخالفت کیجاتی ہے مگر شاید آخر ہماری چرچ کونسل کو کوئی اسی قسم کا طریق اختیار کرنا پڑے گا ۔

عیسو

عیسو نے یعقوب سے کہا لال لال میں سے کچھ مجھے کھانے کو دے۔۔ یعقوب نے کہا کہ آج ہی پہلوٹھا ہونے کا حق میرے ہاتھ بیچ۔ عیسو نے کہا دیکھ میں تو مرنے جاتا ہوں پلوٹھا ہونے سے میرے کس کام آئیگا۔۔۔ جس نے اپنے پلوٹھے ہونیکا حق ناچیز جانا۔ پیدائش ۲۵: ۳۰-۳۴۔ عیسو اپنے باپ کی باتیں سنتے ہوئے بہت زور سے چلا چلا اور پھوٹ پھوٹ کر رویا۔ اور اپنے باپ سے کہا اے میرے باپ مجھے۔ مجھے بھی برکت دیجئے۔ پیدائش ۲۷: ۳۴۔ نہ ہو کہ کوئی زانی یا عیسو کی مانند بیدین ہو۔ جس نے ایک خوراک کیواسطے اپنے پلوٹھے ہونیکا حق بیچ۔ کیونکہ تم جانتے ہو کہ اسکے بعد جب اس نے چاہا کہ برکت کا وارث ہو رد کیا گیا۔ اور اس نے پچھتاوے کی جگہ نہ پائی اگرچہ آنسو بہا بہا کے ڈھونڈی۔ عبرانی ۱۲: ۱۶-۱۷۔

کیا آج ہم کو عیسو کے آنسو اپنے پلوٹھے ہونیکے حق کی قدر و منزلت کرنا نہیں سکھائینگے؟ دیکھو وہ کسطرح زار زار روتا ہے لیکن کچھ تسلی نہیں پاتا۔ وہ اپنا موقعہ کھو بیٹھا۔ قبولیت کا وقت اسکے ہاتھ سے جاتا رہا اب بجز ہاتھ ملنے کے اور کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ آؤ ہم اسکی سوانح عمری پر غور کرکے دریافت کریں کہ اس نے کیونکر اپنا حق وراثت کھویا۔ اور اسکی عبرت انگیز حالت سے عبرت پکڑیں اور اپنے حقوق کی نگرانی کریں۔

اسکی آہ و زاری کیطرف دیکھکر دل میں خیال پیدا ہوتا کہ عیسو کے ساتھ ایسی سختی کیوں کیگئی۔ کیا عیسو میں کوئی بات بھی اچھی نہیں پائی جاتی تھی؟ جب ہم اسکا اور اسکے بھائی کا حال پڑھتے ہیں تو بادی النظر میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ کئی باتوں میں وہ اپنے بھائی سے شریف تر آدمی تھا۔ وہ کشادہ دل۔ فیاض طبع آدمی معلوم ہوتا ہے۔ اپنے باپ کو پیار کرتا۔ اس کو عزت دیتا اور اسکی خوشی اور مرضی کو پورا کرنے میں چابکدست نظر آتا ہے۔ لوگوں کے قصوروں کو معاف کرنے میں چالاک ہے۔ اور اپنا سینہ دھوکا بازی کے گرد و غبار سے صاف رکھتا ہے۔ اور یعقوب برعکس اسکے دھوکے باز اور دون ہمت۔ منطقی اور چالاک آدمی معلوم ہوتا ہے۔ جو بھائی کی بھوک میں اپنے ارادے پورے کرنے کا داؤں۔ اور باپ کے بڑھاپے اور کمزوری میں اپنی مطلب براری کا عمدہ موقعہ دیکھتا ہے۔ سچ تو یہہ ہے کہ جب ہم عیسو کی کمزوریوں اور یعقوب کی خوبیوں کو نظرانداز کرکے عیسو

کی اُبھری ہوئی خوبیوں اور یعقوب کی بُرائیوں کا مقابلہ اور موازنہ کرتے ہیں۔ تو یعقوب ہمارے پیمانہ کے مطابق بہ نسبت عیسو کے بہت پست قد نکلتا ہے۔ اور ہمارے دل میں یہہ حیرت افزا خیال پیدا ہوتا ہے کہ خدا نے یعقوب میں کونسی خوبی دیکھی جو اُسے عیسو پر ترجیح دی لیکن خدا نے یعقوب کو چنا اور عیسو کو رد کیا؟

اسمیں شک نہیں کہ اس انتخاب میں یہہ بات بڑی صفائی اور وضاحت سے ظاہر ہوتی ہے۔ کہ خدا اپنے شاہانہ اختیار اور مرضی کے مطابق جس پر چاہتا ہے فضل کرتا ہے۔ اور کسی کو یہہ مقدور نہیں کہ اُس کی راہوں کی حرف گیری کرے۔ وہ ناقص مٹی سے عزت کے برتن تیار کر سکتا اور کرتا ہے۔ اُسکی قدرت اور فضل کے ویسے معجزے برابر وجود میں آتے رہتے ہیں۔ تاہم اُس حکیم حاکم کی کوئی بات اٹکل سے سرانجام نہیں پاتی۔ وہ جب مٹی کو ہاتھ لگاتا ہے اُسے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ اِس مٹی سے وہ برتن تیار ہو سکتا ہے۔ جس سے فلاں فلاں اغراض پوری ہونگی۔ اور اگر ہم ان دونوں شخصوں کی کیریکٹر کے اجزا کو جُدا جُدا کریں اور گہری نظر سے دیکھیں تو ہم پر روشن ہو جائیگا کہ باوجودیکہ یعقوب مردمی اور مروت کے پایہ سے اسقدر گرا ہوا ہے تاہم اُسکی سرشت میں وہ بیج چھپا ہوا ہے۔ جو فضل کے پانی سے سینچا جاکر اپنے وقت پر نئی انسانیت کے پھل لائیگا۔ اس میں وہ مادہ موجود ہے جو نشو و نما پاکر بعد میں **اسرائیل** کی صورت اختیار کریگا۔ چنانچہ ایک عرصہ کے بعد اور طرح طرح کے تجربوں سے گذرنے کے بعد جیسا اُسکی سوانح عمری سے معلوم ہوتا ہے دریائے یبوق کے کنارے جبکہ وہ اور اُسکا خدا دونوں اکیلے تھے۔ اُسکی یعقوبیت کمزور بلکہ کشتہ کی گئی اور اسرائیلیت میں جب گوٹ کوٹ کر بھری گئی۔ عیسو میں شاید اور سب کچھ تھا۔ مگر اسرائیل بننے کا مادہ نہ تھا۔ اور نہ اس مادہ کو پیدا کرنیکی پرواہ کرتا تھا۔

کتنے پیارے پیارے نوجوان ہمارے آس پاس رہتے ہیں جو مزاج شریفانہ اور دست کریمانہ رکھتے ہیں۔ جن کی صحبت میں کچھ ایسا لطف اور خندہ پیشانی میں کچھ ایسی کشش پائی جاتی ہے جس کے سبب سے اُن سے جُدا ہونا بھاری قلق کا باعث ہوتا ہے۔ جو اپنی شمیم خلق سے اُن مجالس کو جہاں وہ بیٹھتے معطر کرتے۔ اور اپنی جادو بیانی کی حلاوت سے سامعین کو شیریں کام بناتے ہیں۔

ہاں عیسو کی طرح ساری صفتیں اُس میں موجود ہیں۔ مگر ایک ہی بات کی کسر ہے۔ اور وہ ایسی جسکو ساری خوبیاں ملکر بھی پورا نہیں کرسکتیں۔ وہ اپنے پلوٹھا ہونیکے حق کی قدر نہیں کرتے۔ عیسو میں یہی روگ تھا مگر یعقوب کی طبیعت اور قسم کی تھی۔ کمینہ پن اس میں تھا۔ فریب دیکر اپنا کام نکالنے کی عادت اسکی بان تھی۔ لیکن ایک خوبی بھی تھی وہ خدا کی برکتوں کو حقیقت دستیابی سمجھکر اُن کے حاصل کرنے کا انتہا درجہ تک مشتاق تھا۔ خدا نے جو اپنی قدرت کی کیمیا سے پیتل کو سونے سے جدا کرتا ہے اُسکی ایسی عارفانہ خواہش کو کمینگی کی پیتل سے جدا کیا۔ عیسو میں اس قسم کی کوئی خواہش نہ تھی۔ بلکہ بہت سی باتیں اسکے برخلاف اس میں پائی جاتی تھیں +

(۱) وہ کوتہ اندیش آدمی تھا۔ وہ موجودہ حالات کا غلام تھا۔ آئندہ کی نسبت بہت کم سوچتا تھا شاید اُس کا مقولہ کوئی اس قسم کی کہاوت ہوگی جیسی پنجابی زبان میں مروج ہے۔ "اج جگ میٹھا دوسرا کنے ڈٹھا" اس کے نزدیک اَن دیکھی چیزیں نہ کچھ ماہیت رکھتی تھیں اور نہ کچھ ثبوت۔ جسقدر یعقوب کو آئندہ کا فکر تھا اُسیقدر عیسو کو حال کا فکر تھا۔ فیلو ایک یہودی مشہور فلاسفر اسکو "لمحہ کا پتلا" بتاتا ہے۔ گویا وہ سوچنے اور فکر کرنیکی طاقت اور لیاقت سے بالکل بے بہرہ اور محروم تھا۔ وہ اپنی زندگی کے اُس پہلو پر جو خدا سے وابستہ۔ یسوع مسیح سے ملحق اور ابدیت سے مربوط تھا۔ نہیں سوچتا تھا۔ یہہ مسیحی فرض ہے کہ ہم اپنے وقت کا کچھ حصہ (اور ہر روز) تنہائی میں خدا کے ساتھ صرف کریں۔ اور وہاں سوچنے اور دھیان لگانے کے فن میں مشق کریں۔ کیونکہ اکثر اوقات ہمارے سوچنے کی کمی دوسرے لفظوں میں ہماری کوتہ اندیشی ہمارے نقصان کا باعث ہوتی۔ "دیکھ میں تو مرنے جاتا ہوں پلوٹھا ہونا میرے کس کام آئیگا" موجودہ حاجت محض جسمانی حاجت کو پورا کرنے کیلئے وہ اپنے حقوق کو بیچ دیتا ہے۔ کیا عجب اگر فرشتے اُسکی اس نالایق حرکت کو دیکھکر افسوس کرتے اور چلاتے ہوں۔ عیسو! کوتہ اندیش عیسو! کیا غلطی کرنے لگا ہے۔ تو تو اپنی ماں کے گھر میں ہے۔ کب سے تونے روٹی کھانا سیکھا تجھے وقت پر کھانا نہیں ملتا رہا؟ اور کیا آج نہیں ملیگا؟ پھر ایسی عجلت کیوں کرتا ہے۔ کیا تو ایسا کم سمجھ اور بے صبر ہوگیا ہے کہ ذرا دیر تک

[illegible] جو تو اسوقت کرنے پر ہے تیرے نقصان کا باعث ہے۔ کیوں ایک
[illegible] ی خواہش کو پورا کرنے کیلئے ابراہیم کے خزانوں کو کھوئے دیتا ہے!۔
[illegible] آواز اب بھی آرہی۔ کیونکہ اب بھی کئی عیسو موجود ہیں۔ جو لال لال مور کی بیسی
[illegible] پا رہے ہیں۔ اور بلوٹھا ہونیکے حقوق کو بیچنے کے لئے تیار کھڑے ہیں۔ وہ عیسائی خاندانوں
[illegible] ہوئے۔ مسیحی ماباپ کی گود میں پرورش پائی۔ مسیحی تعلیم سے بہرہ ور ہوئے۔ الٰہی وعدوں
[illegible] سمانی برکتوں اور دوزخ کی لعنتوں کا حال سنا۔ اوروں کو خدا کی برکت پہنچانیکا
[illegible] غرضیکہ خدا کے فرزند ہونے کے تمام حقوق اُنکے ہاتھ میں تھے۔ مگر افسوس صد افسوس
[illegible] کے عوض میں اپنے سارے حقوق بیچ دینے کو تیار ہیں۔ نفس پروری فرصت نہیں
[illegible] اور وہ اندیشہ کریں اونچان اور نیچان چوڑان اور لمبان کی نسبت سوچیں۔ اے نوجوانو
[illegible] ہمیں کیا کہتا ہے۔ "اے لڑکو تم سب جنہوں نے ابھی اپنے بلوٹھا ہونیکا سارا
[illegible] ہیں بیچا میرے پاس آؤ اور میری سنو۔ ہرگز ہرگز اپنے اس حق کو نہ بیچنا۔ اس سے یہہ بہتر ہے
[illegible] تم مر جاؤ۔ اور ہم تمہیں عزت اور اعتقاد کے ساتھ دفن کریں۔ پھر ہرگز ہرگز میرے بیٹے
میرے بھائی۔ مرنے کے دن تک اپنے بلوٹھا ہونے کے حق کو نہ کسی آدمی کے ہاتھ اور نہ
کسی عورت کے ہاتھ اور نہ شیطان کے ہاتھ بیچنا +

(۲) عیسو نہ صرف کوتہ اندیش تھا۔ بلکہ دنیاوی مزاج آدمی تھا۔ وہ
"بے دین" تھا۔ عبرانیوں کے خط کا مصنف اسکو اس لقب سے ملقب کرتا ہے۔ وہ روحانی
آدمی نہ تھا۔ بلکہ دنیاوی آدمی تھا۔ اور اُس نے اس بات کو اچھی طرح ثابت کر دیا۔ جو کچھ آدمی
کے اندر ہوتا ہے وہ اُسکی رغبت اور میلان سے ظاہر ہو جاتا ہے۔ چالیس برس کی عمر میں۔
اور ایک سال کے اندر اندر اُس نے دو حتی عورتوں کے ساتھ شادی کی۔ اور اس رشتہ کے
وسیلہ خدا کے خاندان کے دائرہ سے نکلکر دنیا کے ساتھ رشتہ پیدا کیا۔ اپنے بچوں کیلئے
ایسی مائیں تلاش کیں جو اُنہیں سوائے بت پرستی کے دوسرا سبق نہیں دے سکتی تھیں

اس لئے کہ اُس نے اُن قوموں کے ساتھ رابطہ پیدا کیا جو خدا کی مخالف تھیں اور دی گئی تھیں
اُس نے اپنے بچپنے میں اپنے نوکروں سے اپنے ماباپ کی شادی کی دلکش کہانی سُنی ہوگی۔
کہ ابراہیم نے کیسی احتیاط اور تاکید کے ساتھ ۔کیسی منت اور زاری کے ساتھ الیعزر کو اپنے وطن
کی طرف بھیجا تھا۔ تاکہ وہاں جاکر اُسکے خاندان میں سے اُسکے بیٹے اضحاق کے لئے جورو لائے
اور کہ الیعزر نے کیسی دعاؤں کے ساتھ اور کیسے کیسے عجیب نشانات خدا سے طلب کرکے
بہت اطمینان اور تسلّی پائی کہ ربقہ ہی اضحاق کیلئے خدا کی مقرّر کی ہوئی جورو ہے ۔ لیکن
اُن ماباپ کا بیٹا جنکی شادی کی ایسی عجیب تواریخ ہے جو دتّی اپنی شادی میں بہت عجلہ کرتا
اور اپنی جگہ۔ اور ایک چھوڑ دو دو کے ساتھ شادی کرتا۔ اور جورویاں بھی ایسی جو جزبیل کیطرح
بُت پرستی کی طرف مائل اور خداپرستی سے سخت متنفر تھیں۔ اُن کی اولاد ہمیشہ خدا کے بندوں
کی مخالف رہی۔ ادومی ہمیشہ بنی اسرائیل سے مخالفت کرتے رہے۔ پیارو" دیکھ بھال
کر دوست چُنو۔ دیکھ بھال کر بیوی اور شوہر چُنو۔ زندگی کو چُنو۔ موت کو نہ چُنو۔ برکت کو چُنو
لعنت کو نہ چُنو۔ ہاں آسمان کو چُنو۔ دوزخ کو نہ چُنو۔ اب ہم چند مثلوں کے ذریعے اس بات
پر غور کرینگے کہ عیسو نے اپنی اس نادانی سے کیا کچھ کھو دیا۔

(۱) اُس نے اپنی دنیاوی اور جسمانی برکتیں کھو دیں۔ پلوٹھا ہونے کے سبب سے
وہ اپنے باپ کی جگہ سارے گھرانے کا سرپرست اور پیشوا بنتا۔ باپ دادا کی جائداد کا
دوہرا حصہ پاتا۔ کنعان کی بادشاہت کا وارث ہوتا ✦

(۲) اُس نے روحانی برکتیں کھو دیں۔ پلوٹھا ہونیکے سبب سے کہانت کے عہدہ پر باپ کی
جگہ مامور کیا جاتا۔ الٰہی قربت اور رحمت سے سرفراز کیا جاتا۔ ابراہیم کے وعدوں کو ورثہ میں
پاتا۔ چُنی ہوئی قوم کا سردار بنتا۔ مسیح کا دادا کہلانے کا افتخار حاصل کرتا اور تمام
دُنیا کو نجات اور برکت پہنچانے کا وسیلہ ٹھیرتا مگر ایک لیسی کے لقمہ نے اُسے ایسا بھایا
ایسا فریفتہ کیا کہ اُس نے ساری برکتیں اور سارے حقوق ایک دم میں کھو دیئے۔

اے تم جو عیسو نے اپنا پلوٹھا ہونے کا حق کھو دیا پیچھے لوٹ کر دیکھو اور تم کو معلوم ہو گا کہ تمہارے پلوٹھا ہونے کا حق ۔ تمہاری جسمانی اور روحانی دولت بھی لپسی کے ایک لقمہ نے کھوئی اے تم جو اب اپنا حق بیچنے کو تیار ہو غور کرو کہ جس چیز کے لئے اپنی جیب کا ایک ایک پیسہ اور ایک ایک کوڑی دینے کو تیار ہو ۔ وہ ابدی برکتوں اور حقیقتوں کے مقابل لپسی کے ایک نوالہ سے بڑھکر نہیں ۔ عیسو کے آنسوؤں سے عبرت پکڑو ۔ کیونکہ وقت آئیگا جب گریہ وزاری کا بازار گرم ہو گا ۔ جب آہ و نالہ کا دھواں اٹھیگا ۔ مگر بیفائدہ عیسو شاید یہہ بھی خیال کرتا ہو گا ۔ کہ یعقوب کے ہاتھہ میں نے اگر اپنا حق بیچدیا تو کیا مضائقہ میرا باپ مجھہ کو پیار کرتا ہے ۔ برکت دینا اُس کے ہاتھہ میں ہے ۔ لپسی کی لپسی اڑائیں گے اور پھر باپ سے برکت بھی پائیں گے ۔ اُسے خوب معلوم تھا کہ اضحاق مجھہ ہی کو چاہتا ہے ۔ سو برکت بھی مجھی کو دیگا ۔ کیا بہت لوگوں کا یہی مذہب نہیں ؟ کیا وہ یہی خیال نہیں کرتے کہ آج مزے اڑائیں ۔ کل توبہ کرلیں گے ۔ خدا مہربان ہے وہ معاف کر دیگا ۔ پیارے پڑھنیوالو ایسا سوچنا سخت غلطی میں پھنسنا ہے ۔ کیونکہ جب ہم کسی برکت کی تحقیر کرتے جس طرح عیسو نے اپنے پلوٹھا ہونے کے حق کی کی ۔ ہاں جب ہم کسی برکت کی بے قدری کر کے اُسے بیچدیتے وہ برکت پھر ہم کو کبھی نہیں ملتی ۔ کسی بزرگ نے سچ کہا ہے ۔ کہ خدا بھی باوجود اپنی لامحدود قدرت کے ماضی کو حال نہیں بنا سکتا ۔ لکھا ہے " اُس نے پچھتانے کی جگہ نہ پائی ۔ اگرچہ اُس نے آنسو بہا بہا کے ڈھونڈی " ترجمہ اصل کو بخوبی ظاہر نہیں کرتا ۔ اس کا یہہ مطلب نہیں کہ اُس کو توبہ کرنے کا موقعہ نہ ملا ۔ یہہ موقعہ مرتے دم تک ہر ایک شخص کو ملتا ہے ۔ اصل کا مطلب یہہ ہے کہ جو کچھہ اُس کے باپ نے یعقوب کو برکت دینے کے معاملہ میں کیا تھا ۔ عیسو اُسے تبدیل نہ کر سکا ۔ گو اُس نے رو رو کے کوشش کی کہ کھوئی ہوئی برکت کو پھر پائے ۔ مسرف بیٹے کی طرح توبہ کر کے تم پھر باپ کی گود میں پناہ پا سکتے ہو ۔ اُس کے مال و دولت سے پھر بہرہ ور ہو سکتے ہو ۔ اُسکی نئی برکتوں سے سرفراز کئے جا سکتے ہو ۔ مگر تمہاری دولت کا وہ حصہ

جو دور ملک میں بیہودی سنگت میں اڑایا گیا کبھی بھی واپس نہیں آ سکتا"۔ کیونکہ تم جانتے ہو کہ وہ اس کے
بعد جب اُس نے چاہا کہ برکت کا وارث ہو رد کیا گیا۔ اور اُس نے پچھتانے کی جگہ نہ پائی اگرچہ
اُس نے آنسو بہا بہا کے ڈھونڈی"۔ ایک وقت ایسا تھا جبکہ وہ اِن برکتوں کی پروا نہیں کرتا
تھا۔ اور پھر ایک وقت ایسا آیا جبکہ وہ رو رو کے اُنکی تلاش کرنے لگا۔ پر عیسو کی زندگی
میں ایسا وقت ایک دفعہ آتا ہے۔ کبھی مرنے سے پہلے آتا کبھی موت کے بستر پر آتا ہے۔ اور
اگر بفرضِ محال اِن دونوں حالتوں میں نہ بھی آئے تو تخت یا عدالت کے سامنے تو ضرور ہی آئے
شاید عیسو زیادہ تر اِن برکتوں کے اُس حصہ کے لئے روتا ہے جو دنیاوی ہے۔ تاہم کون کہہ سکے
غم کو ناپ سکتا ہے۔ اَب وہ چاہتا ہے "(اُس نے چاہا)" اب اُس کے دل میں خواہش پیدا
ہوئی کہ برکت کا وارث ہو۔ لیکن اب یہہ خواہش بے سُود ہے۔ اَب وہ روتا ہے۔ لیکن یہہ
رونا بے اثر اور بے کار ہے۔ اَب وہ ڈھونڈتا ہے۔ مگر یہہ ڈھونڈنا اُسے منزلِ مقصود تک
نہیں پہنچا سکتا۔ اُس جگہ پہنچکر جب ایک بڑی جھیل آسمان سے جُدا کرتی ہے۔ ابراہیم کی
منت و سماجت کرنا رونا چلاّنا اور گڑگڑانا کچھ فائدہ نہیں بخشتا۔ عیسو اپنا حق کھو بیٹھا۔
اپنی برکت کھو بیٹھا۔ باپ اُس کو وہی برکت نہیں دے سکتا جو اُس نے یعقوب کو دی
ناظرین! آپنے عیسو کا عبرت انگیز حال پڑھا۔ اُس کا غمناک رونا سُنا۔ اپنے لئے اُسکی زندگی
کے حوال سے کیا نتائج نکالے۔ کونسی نصیحتیں جمع کیں۔ ہم دو تین باتیں جو مسیحی زندگی میں
کارآمد ہو سکتی ہیں پیش کر کے رخصت لیں گے ٭

(۱) اپنے جذبات اور خواہشات کو مغلوب کرنا سیکھو۔ پطرس کہتا ہے کہ
"تم جسمانی خواہشوں سے جو جان کے مقابل لڑائی کرتی ہیں پرہیز کرو"۔ ایک ذرہ سی
خواہش نے عیسو کے آئندہ کو بگاڑ ڈالا ہمیں بہت سنبھل کر چلنا چاہئے کیونکہ دنیا قدم
قدم پر لال لال لپسی کا پیالہ ہمارے سامنے لاتی ہے۔ سینکڑوں سمسون صفت پہلوانوں
کو جو صرف ایک دفعہ شیر ببر کی طرح غرّا کر فلسطیوں کے ٹڈی دل لشکروں کے حوصلے پست

کر سکتے تھے۔ دلیلہ کی ایک بات نے پیسی کے ایک لُقمہ نے آنکھوں کا نُور کھو کر عمر بھر کیلئے چکی پیسنے میں لگا دیا۔ دلیلہ کا ایک غمزہ۔ پیسی کا ایک نوالہ دشمن کا ایک حملہ ہماری زندگی الٹ دینے کو کافی ہے +

(۲) موجودہ اور آئندہ۔ گذشتنی اور ابدی چیزوں میں جو حقیقی علاقہ اور نسبت ہے اسمیں فرق نہ آنے دو۔ دوستوں کے انتخاب روزگار کی تلاش۔ دولت کے استعمال و اکتساب۔ زندگی کے اشغال ہماری باتوں میں یاد رکھو کہ آسمان اور آسمان کی برکتیں بھی کچھ حقیقت رکھتی ہیں +

(۳) ہوشیار ہو تاکہ روحانی جسمانی کے تابع نہ ہونے پائے۔ الٰہی ترتیب اسکے برعکس ہے جسم روح کے تابع ہو۔ آؤ ہم جسم کو گشتہ کرنا سیکھیں کیونکہ جسم ہی ہے جو ہمیں ابراہیم کی برکتوں سے محروم رکھتا۔ خداوند اپنی برکت بخشے کہ ہم یسوع مسیح کو جو ہماری دولت ہے جسمیں ہمارے حقوق چھپے ہوئے ہیں۔ درج محبت میں چھپا کر رکھیں کبھی بیش قیمت موتی کو پیسی کے عوض میں نہ بیچیں +

تسکین کے ساتھ آہستہ آہستہ پڑھو

کیا میری زندگی خدا کو خوش کرنیوالی ہے۔
کیا مَیں ہر روز بیبل کا مُطالعہ کرتا ہوں۔
کیا مَیں مسیحی زندگی سے حظ اُٹھاتا ہوں۔
کیا مَیں نے مسیح کیلئے کسی شخص کو حاصل کیا ہے۔
کیا کوئی ایسا شخص ہے جسکو مَیں معاف نہیں کر سکتا۔
مَیں دعا میں کسقدر وقت صرف کرتا ہوں۔
کیا مجھے کبھی فوراً دعا کا جواب ملا ہے۔
کیا مَیں اپنے دوستوں کو مسیح کے پاس لانے کی کوشش کرتا ہوں۔

میں کونسی بھاری غلطی کر رہا ہوں۔
کیا کوئی ایسی شئے ہے جو میں مسیح کی خاطر چھوڑ نہیں سکتا۔
جو کچھ میں اَور دشمن قابل طعن سمجھتا ہوں کیا مَیں وہی خود تو نہیں کرتا۔
غیر مسیحیوں پر میری زندگی کا کیا اثر ہوتا ہے۔
کونسی باتیں ہیں جن کو میں اپنے مذہبی فرائض سے مقدم سمجھتا ہوں۔
کیا میری زندگی سے دنیا سُدھرتی ہے یا بگڑتی ہے۔

ایلیاہ کا ہمّت پانا

گو بائبل میں صاف طور پر نہ بھی لکھا ہوتا کہ ایلیاہ ہمارا ہم جنس انسان تھا تو بھی ہم اسکے بے ہمت ہو جانے سے آپ ہی یہہ نتیجہ نکال لیتے۔ کچھ عرصہ ہوا ایک مسیحی دوست نے باتوں باتوں میں کہا کہ لاہور امرتسر کے مسیحی بڑے بے ہمت ہیں ہمارے نزدیک کُل پنجاب کے مسیحیوں کی نسبت یہی کہا جا سکتا ہے۔ اس بے ہمتی کی وجوہات پر غور کرنے کا یہہ کوئی موقع نہیں۔ لیکن اس وقت ہم ایلیاہ کی پاس و بے ہمتی پر کچھ فکر کرنا چاہتے ہیں۔ ہم میں سے اکثروں کی حالت ایلیاہ کی سی ہوگی اور جس پیغام سے ایلیاہ نے ہمت پائی۔ شاید اُسے ہمیں بھی فائدہ ہو۔

ایلیاہ ایک بڑا کام کرنے والا شخص تھا۔ اور اُسے ایک خاص رسالت ملی تھی۔ جس وقت تمام مُلک بُت پرستی کی طرف مائل تھا۔ اُس نے دلاوری سے خُدا کا اقرار کیا۔ وُہ بادشاہ اور لوگوں دونوں کو راہِ راست پر لانے کے لئے مقرر ہوا تھا۔ اس کی زندگی میں بڑے بڑے نازک موقعے آئے۔ خُدا نے اپنی قدرت ایک عجیب طریق سے ظاہر کی۔ نہ صرف قحط کے دنوں میں نبی کے کھانے کا بندوبست ہی کیا۔ بلکہ اپنے بندے کو قدرت دی کہ بیوہ کے لڑکے کو زندہ کرے اور کوہ کرمل کی قُربانی پر آسمان سے آگ برسا کر ساری قوم پر ظاہر کیا کہ ایلیاہ کا منصب کیا تھا۔ اگر کسی شخص کو نہ صرف اپنے ایمان کی تقویت بلکہ کُل قوم پر ظاہر کرنے کے لئے اپنے ایمان کی سچائی کی شہادت ملی تو وہ شخص ایلیاہ نبی ہے۔ اگر آسمان سے کسی کو نشانیاں دیگئیں تو وُہ یہی شخص ہے منطقی دلائل سے اگر انسان خُدا کی طرف رجُوع کریں تو اخی اب کی بدعت کب کی دُور ہو جاتی۔ ایلیاہ کا تو یہی خیال تھا۔ یہہ عجیب سماں ہماری آنکھوں کے سامنے بندھا ہے۔ خُدا وند کیطرف

سے آگ نے نازل ہوکر سوختنی قربانی اور لکڑیوں اور پتھروں اور مٹی کو جلا دیا اور پانی کو چاٹ لیا ہے۔ اسرائیلیوں پر خاموشی کا عالم طاری ہے۔ آن کی آن میں لوگ اوندھے منہ گر کر چاروں طرف سے پکار رہے ہیں کہ خداوند وہی خدا ہے! خداوند وہی خدا ہے! اور فرط خوشی اور شکرگذاری سے ایلیاہ کے آنسو رواں ہیں۔ اب اس کی فتح کامل ہوتی معلوم ہوئی۔ دیکھو وہ فوراً کرمل کی چوٹی پر جا کر زمین پر جھکتا اور اپنا منہ اپنے گھٹنوں کے بیچ رکھتا ہے۔ خدا کی آگ نازل ہو چکی اور آسمان بدلیوں سے اور آندھیوں سے سیاہ ہو گیا ہے۔ شدت سے بارش ہو رہی ہے۔ بیشک یہہ کام خدا کا ہے۔ بعل کی عبادت اب اس کے سامنے کیسے کھڑی ہوگی؟ کون انسان ہے جو ان دلائل کے زور کو نہ دیکھے۔ ایلیاہ کے زعم میں اب ساری کی ساری قوم کے خیالات بدل گئے ہونگے اور وہ خواہاں ہے کہ اخی اب کے آگے آگے یزرعیل کے دروازے کی جگہہ جا پہنچے تاکہ جن لوگوں نے خداوند یہوواہ سے نیا عہد باندھا۔ ان کا منشا ہو۔ اور اپنے کام کو تکمیل دے جب ایلیاہ نے یہہ لمبا سفر اختیار کیا تو وہ فتح کے کن کن خیالوں سے سرشار ہو گا اور اسکے دل میں کیا کیا خیال جوش نہ مارتے ہونگے۔

نہیں ایلیاہ! ابھی نہیں۔ ابھی نہیں! ذرا انتظار کر! نبیوں کے قتل اور بعل کی شکست کی خبر ملکہ کو مل چکی ہے اور قوم کا روحانی پیشوا تسلیم کئے جانے کے بجائے وہ لوگوں کو بے پرواہ اور سرد مہر پاتا ہے وہ اس تبدیلی کے لئے تیار نہیں۔ اپنے نبیوں سے تو وہ رضامندی دیکھ چکے ہیں لیکن ان کے دل ویسے کے ویسے پتھر ہیں۔ آہستہ آہستہ اسکی ہمت ٹوٹ جاتی اور ایزبل کے اس پیغام سے کہ اگر میں کل کے دن اسی وقت تجھے بھی ان میں کا ایک نہ کروں تو معبود مجھ سے ایسا کریں بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ اسکی رہی سہی امیدوں کا شعلہ بھی فرو ہو گیا۔

اور اب ایلیاہ دشت میں نکل جاتا ہے ہاں یاس و ناامیدی کے دشت میں۔

تین سال تک اس نے دعا و انتظار کی لیکن کوئی جواب نہ ملا۔ آسمان تو خداوند یہوواہ کی عظمت کے نشان دے رہے ہیں۔ آندھی کا طوفان چڑھ آیا اور آسمان سے آگ نازل ہوئی۔ لیکن وُہ قوم پھر بھی ویسی کی ویسی سنگدل اور بے پرواہ ہے۔ بیشک یہہ واقعہ ڈھارس توڑنے والا ہے "اب اے خداوند میری جان لے کہ میں اپنے باپ دادوں سے بہتر نہیں"۔ اور خُدا نے اسکی جان لی۔ یعنی اُس سے وہی کچھ لے لیا جو اسکی خدمت کی جان تھی۔ دیکھو موقعہ بھی کیا موزوں ہے۔ حورب۔ خدا کا پہاڑ جہاں خُدا نے پہلے زمانہ میں اپنی شرع دی اور جہاں اسکی حضوری حاضر طور پر اپنے لوگوں کے ساتھ تھی اور پھر بھی اُنکے باغی دل اس سے پھر گئے۔ ایلیاہ کی حالت ٹھیک موسیٰ کی سی تھی۔ خُدا لوگوں پر ظاہر ہو رہا تھا۔

اور اب خدا اس نظارے کو مکرر ظاہر کرتا ہے۔ ایک بڑی شدید آندھی نے پہاڑوں کو پھاڑ ڈالا ہے اور خداوند کے آگے چٹانوں کو توڑ تاڑ دیا ہے۔ پھر آگ نے پتھروں کو بھسم کر ڈالا لیکن خداوند انمیں نہیں۔ یہہ خدا کی حضوری ہے۔ آندھی۔ زلزلہ۔ آگ یہہ سب قدرت الٰہی کے اظہار ہیں اور لوگوں کو اسکی طرف متوجہ کر سکتے ہیں۔ لیکن زبردستی سے انسانی دل تربیت پذیر نہیں ہوتے۔ پھر ایک دبی ہوئی ہلکی سی آواز آتی ہے تم اُسے بمشکل سُن سکتے ہو۔ لیکن وُہ دل میں گھر کر جاتی اور ایک عجیب دہشت پیدا کرتی ہے۔ نبی جو پہاڑوں کے پھٹنے اور چٹانوں کے ٹوٹنے کے وقت بھی غار میں چُپ چاپ بیٹھا رہا تھا اب اپنے چہرے کے گرد اپنی چادر کو لپیٹ کر باہر نکل کے ششدر و حیران غار کے مُنہ پر آ کھڑا ہوتا ہے اس دھیمی ہلکی آواز میں وُہ خدا کی قدسیت کا اظہار پاتا ہے۔ اس خاموش نشان سے وُہ جان جاتا ہے کہ جہاں قدرت ناکام رہی۔ وہاں یہہ کامیاب ٹھہر گئی۔ وُہ ہلکی آواز جو ایلیاہ نبی نے اُسدن سُنی روح القُدس کا نشان ہے جو مسیح کے صعود کے بعد کلیسیا پر نازل ہوا کہ انسانی دلوں کو گناہ۔ راستبازی اور عدالت کا قائل کرائے۔

ایلیاہ اپنی خدمت میں اسی امر کو بھول گیا تھا۔ ہم بھی اسے اکثر نظرانداز کرتے ہیں۔ ہم بھول جاتے ہیں کہ ہمیں خون و جسم سے کشتی کرنی نہیں بلکہ حکومتوں سے اور ریاستوں سے

اوراس دُنیا کی تاریکی کے اقتدار والوں سے اور شرارت کی رُوحوں سے جو افلاک کی مکانوں میں ہیں
اور ہم دیگر قوتوں پر توکل رکھنے اور مسیح کے کام کو بھول جاتے ہیں۔ ہم مسیحیت کی
خوبیوں اُس کی کامیابیوں اور نتائج کو اکثر پیش کرتے ہیں۔ ہم مسیح کے معجزوں کی حقیقت
پر بڑا زور دیتے اور قطعی صورت سے ثابت کرتے ہیں کہ وُہ سچ مچ تیسرے دن مُردوں میں
سے جی اُٹھا ہم چاروں انجیلوں کے مُعتبر ہونے کی دلائل دیتے اور دیان مخالف
کی تعلیم کے بخیئے اُدھیڑ دیتے ہیں۔ ہمارے ہاتھوں میں بڑے تیز ہتھیار ہیں اور ہم اُن سے
کام لینا بھی جانتے ہیں لیکن ہم اس اوزار کو استعمال کرنا نہیں جانتے جس سے اس کام
کی تکمیل ہو گی۔ ہمارے رنگوں میں ایک ایسے رنگ کی کمی ہے جس سے تصویر میں جان
آجائیگی۔ پلاسی کی طرح ہمیں وُہ جزو نہیں ملا جس سے مٹی سونا ہو جاتی ہے تو پھر کوئی
تعجب نہیں کہ جب لوگ ہماری باتیں سُنکر ہمیں تسلی بخش جواب نہ دیں۔ تو ہم بے ہمت
ہو جاتے ہیں۔ اور بے ہمتی کے سوا ہمیں کوئی اور اُمید رکھنی بھی نہیں چاہئے لیکن
بھلا ہو آؤ۔ اس راز کو سمجھنے کی کوشش کریں کہ خُدا کا رُوح ہمیشہ ہماری مدد کو تیار ہے
کہ اُن رُوحانی قلعوں پر قبضہ کریں جنکے پیچھے ہمارے دشمن صف آرا ہیں۔ ہمارا کام
یہی ہے کہ جہاں وُہ ہم سے کام لے ہم وہیں ہیں کام کی تکمیل تو وُہ خود کریگا۔ منطق اور دلائل
سے لوگوں کے دل پھیرنے کا خیال چھوڑ دو اور رُوح القدس کو انہیں تعلیم دینے دو
اور پھر تم چاہو تو تمہیں بتا سکتے ہو کہ جو مسیح خائف و دہشت زدہ ضمیر کو تسلی بخشتا ہے وُہ
تشنہ و حیران دل کے ہر ایک سوال کا جواب بھی دیتا ہے اور جن لوگوں کو تم یُوں مسیح کی
طرف لاؤ وُہ اپنے ایمان میں مضبوط ہونگے کیونکہ انکا ایمان انسانی حکمت کی باتوں پر
نہیں بلکہ خدا کی قدرت سے ہے۔ تمہارے الفاظ رُوح کے بُرہان وقدرت سے ہونگے۔ اور
تم ایسے اسلحۂ جنگ کا استعمال سیکھ لوگے جو جسم کے نہیں بلکہ خُدا کے نزدیک ایسے زورآور ہیں
کہ اُن سے بڑے بڑے قلعے مسمار ہو جاتے ہیں۔

خلوتی دُعا

از تصنیف جان آرماٹ صاحب

مترجمہ

مولوی سراج الدین صاحب بی۔ اے۔ پروفیسر مشن کالج لاہور

حصّہ اوّل

جماعت میں دعا مانگنے کی تیاری کرنے کیلئے خلوت کی دعا ہی ضروری ہے۔ دعائے متحدہ کی قوت خلوتی دعا کے چشموں سے حاصل ہوتی ہے حقیقی خلوتی دعا کے بغیر اندیشہ ہے کہیں ہمیں اپنی متحدہ دعاؤں میں خدا کی نسبت آدمیوں کا زیادہ خیال نہ رہے۔ علاوہ ازیں ہر ایک شخص اپنی اپنی حاجتوں اور آزمایشوں اور اپنے الجھانیوالے گناہوں اور روحانی تجربوں کو اور لوگوں کی موجودگی میں بیان کرنے کی نسبت خلوت میں خدا کے حضور زیادہ آزادی اور صفائی سے پیش کر سکتا ہے +

ایک اس سے بھی ضروری وجہ یہہ ہے۔ کہ مثیل مسیح بننے کیلئے جسکی تمنا ہر ایک سچے عیسائی کے دل میں ہونی چاہیئے۔ ہمیں یہہ پہچان لینا ضروری ہے۔ کہ خدا ہمارے ساتھ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔ اور یہی دوسرے الفاظ میں خلوتی دعا ہے۔ اس سے ہمیں خلوتی دعا میں زندگی بسر کرنے کی تحریک ملتی ہے۔ مسیح میں قایم رہنے کیلئے خلوتی دُعا لازمی ہے۔ خدا کے ساتھ ہمیشہ ہم کلام رہنے کے بغیر مسیح میں قایم رہنا ناممکن ہے۔ حاصل کلام خلوتی دُعا سب دعاؤں سے افضل ہے۔ اس میں ریاکاری کو دخل نہیں۔ اور یہی ہماری دعا کی زندگی کا سچا معیار ہے کیونکہ خدا ہم کو اسی اندازہ سے جانچتا ہے +

(۲) **خلوتی دُعا کی رکاوٹیں**۔ جو باتیں خدا کے ساتھ ہماری خلوت کی ہم کلامی کرنے میں مخل ہوتی ہیں۔ اُن کے دریافت کرنے کے لئے اُنکا ذکر ہی کافی ہے۔ کاہلی خلوتی دُعا میں ایک بڑی رکاوٹ ڈالتی ہے حقیقی دعا میں سارے کاموں سے زیادہ

... درکار ہے کسی دینی مسئلے پر نہایت غور و فکر کرنا اتنا مشکل نہیں اور کسی شخص پر باہم
ملاقات کرکے کوئی اثر ڈالنا یا اسے راہ راست پر لانا یا کسی جماعت پر تقریر کرکے اثر پیدا کرنا اتنا
مشکل نہیں جتنا یہہ کہ دنیا کے خالق خداوند کے ساتھ زندہ طور پر ہم کلامی کرنا۔ اور دعا کی بھاری
طاقت کو استعمال کرنا۔ یقیناً اس کام سیکھنے میں سب سے زیادہ کوشش درکار ہے +

داؤد نے اپنی نسبت یہہ قول بیان کیا ہے۔ کہ میں ... ہمہ تن دعا میں لگا
رہتا ہوں ہمیں بھی چاہئے کہ اس نہایت ضروری کام میں اپنا تھوڑا سا دل دے کر
مشغول نہ ہو جائیں +

اس طرح تعجیل اور جلدی کرنا بھی دعا کا ایک دشمن ہے۔ لکھا ہے کہ تو اس کو کامل
اطمینان بخشیگا۔ جس کا دل تجھ پر لگا ہوا ہے۔ یہہ نہیں کہ جس کا دل گاہ بگاہ خدا کی طرف
پھرتا ہے۔ پھر لکھا ہے کہ وہ جو خداوند پر تاک لگائے رہتے ہیں۔ نئے سرے سے قوت
حاصل کرینگے۔ یہہ نہیں کہ وہ جو اس پر ایک نگاہ ڈالکر دور چلے جاتے ہیں۔ اس اوپر
والی آیت کا بہتر ترجمہ یوں ہوگا۔ کہ وہ جو خداوند پر تاک لگائے رہتے ہیں۔ انکی قوت
تبدیل کیجائیگی۔ یعنی وہ جو خدا کے ساتھ سچے طور پر ہم کلامی کرنے میں کافی وقت صرف
کرکے معلوم کر لیتے ہیں۔ کہ ہمارا سارا انحصار خدا پر ہے۔ انکی انسانی قوت خدائی قدرت
کے ساتھ تبدیل کیجائیگی۔ ایسی تبدیلی کے عمل میں آنے کے لئے کچھہ وقت درکار ہے۔ اکثر
اوقات دستور پرستی بھی دعا میں رکاوٹ ڈالتی ہے۔ کیا اکثر ہمیں اس بات کا تجربہ
نہیں ہوا کہ ہم برائے نام طور پر گھٹنے ٹیک کر دعا مانگ رہے ہیں۔ لیکن یہہ نہیں جانتے
کہ کیا لفظ منہہ سے نکال رہے ہیں۔ اور اس سے بڑھکر یہہ کہ ہم نہیں جانتے کہ ہمارے
لفظوں کے کیا معنے ہیں۔ اور سب سے بدتر یہہ کہ جس کے ساتھ ہم مخاطب ہیں۔ اس کی حضوری
کا یقین ہمارے دل میں نہیں۔ رسم پرستی اسی کا نام ہے۔

ایک اور رکاوٹ ڈالنے والی بات جسمیں کئی ایک اور رکاوٹیں شامل ہیں۔ گناہ ہے۔

گُناہ دُعاکو جڑسے کاٹ دینے والی بات ہے۔کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ خُدا نے
اس آدمی کی دعا کو سُنا ہو۔جو کسی قسم کے گناہ سے پیار کرتا ہے۔ یا اُسے جائز رکھتا ہے۔
"وہی دعا سب سے زیادہ مقبول ہوتی ہے جو راستباز آدمی کے دل سے نکلے"
منجملہ اور رکاوٹوں کے ایک رکاوٹ تیاری نہ کرنا ہے یہہ ایک ایسی ضروری
بات ہے کہ ہم آگے چل کر اس کا زیادہ واضح طور پہ ذکر کریں گے +
(۲) خلوتی دُعا کس جگہ مانگنی چاہئے۔محمدی لوگ کہتے ہیں کہ جو نماز مکہ میں پڑھی
جاے وہ دوسری جگہ کی اسی ہزار نمازوں کے برابر ہے۔بعض اور مذہبوں کے پیرو بھی
اسی قسم کی باتیں مانتے ہیں۔چند مہینے کا عرصہ ہوا ہے جب ہم کوہ گریزیم کے دامن میں
سفر کر رہے تھے۔ہمیں مسیح کے لفظ اس بات کے بارے میں یاد آئے کہ "میری بات کو
یقین جانو کہ ایسا وقت آرہا ہے جب ہم نہ تو صرف اس پہاڑ اور نہ یروشلم میں باپ
کی پرستش کرینگے بلکہ وہ ساعت آرہی ہے اور اب آگئی ہے۔جب سچے پرستار روح
اور راستی کے ساتھ باپ کی پرستش کرینگے۔خواہ وہ کسی جگہ پہ ہوں تاہم مسیح کی تعلیم
سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس نے ایک خاص جگہ کو دعا مانگنے کیلئے ضروری بنایا ہے
اور یہہ جگہ خلوت کی جگہ ہے۔لکھا ہے کہ "جب تو دُعا مانگے تو اپنی اندر کی کوٹھری میں
داخل ہو اور دروازہ بند کرکے اپنے باپ سے جو پوشیدگی میں ہے دعا مانگ اور تیرا باپ
جو تجھے پوشیدگی میں دیکھتا ہے تجھے جواب دے گا" اس موقعہ پر مختصر لفظوں میں
تین دفعہ دُہرا کے مسیح نے خلوت کی جگہ کی ضرورت پر زور دیا ہے۔لندورصاحب کہتے ہیں
"تنہائی خُدا کے محل کی ڈیوڑھی ہے"۔صرف ایک ہی قدم اور آگے اُٹھا کر تم اس کی خاص
حضوری میں جا سکتے ہو۔اس زمانہ میں جب اس قدر مجمع اور سوسائٹیاں فراہم ہوتی
ہیں۔خلوت کے فائدوں پر زور دینے کی بڑی ضرورت ہے۔اس بات کا خطرہ معلوم
نہیں ہوتا۔کہ کوئی شخص مناسب سے زیادہ وقت تنہائی میں خرچ کردے جب کوئی

شخص یہہ کہتا ہے کہ میں خلوتی دعا کی نسبت متحدہ دعامیں زیادہ مدد حاصل کرتا ہوں۔ تو وہ روحانی خطرے کی حالت میں ہے۔ اس بات کا ڈر ہے کہ وہ خدا کے ساتھ سچی اور زندہ ملاقات اور ہمکلامی کرنے کی بہ نسبت آدمیوں کی موجودگی اور ایمان پر زیادہ بھروسہ کرتا ہے۔

(۴) خلوتی دعا کسوقت مانگنی چاہئے۔ ہر ایک شخص کو اپنے لئے باقاعدہ اور مقرر وقت دعا کے لئے رکھنا چاہئے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ دانیال نے تین ایسے وقت مقرر رکھے ہوئے تھے۔ ایک حوالے سے یہہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ داؤد کم از کم اپنی زندگی کے ایک حصے میں ہر روز سات مقرر وقتوں پر دعا مانگا کرتا تھا۔ ان روحانی شغلوں کی تعدا اور ان کے وقتوں کی تقسیم ہر ایک شخص کو اپنے لئے مقرر کرنی چاہئے۔ تاہم معلوم ہوتا ہے کہ دن بھر میں تین دفعہ باقاعدہ دعا مانگنے کے بارے میں سب اتفاق کر سکتے ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ نئے دن کو شروع کرنے کیواسطے سب سے عمدہ طریقہ خدا کی حضوری میں شروع کرنا ہے۔ اور یہی ایک مناسب طریقہ ہے جس کے ساتھ ہمیں دن کو ختم کرنا چاہئے۔ اور کیسا ہی ضروری اور فائدہ مند ہے۔ کہ دوپہر کے وقت بھی اپنے کام کی دوڑ دھوپ سے فراغت پاکر ہم خدا کے نزدیک جاکر اسکے ساتھ ہمکلامی کرنے میں مصروف ہوں +

لیکن نہ صرف مقرر وقتوں پر خلوتی دعا مانگنے کے بارے میں ہم زور دینا چاہتے ہیں بلکہ خاص وقتوں پر ایسی دعا مانگنے کی تاکید کرتے ہیں۔ مسیح کا یہی دستور تھا۔ ہم سب کو یاد ہوگا۔ کہ اس نے بارہ شاگردوں کے چننے سے پہلے خاص طور پر ایک لمبی دعا مانگی پھر اس بڑی آزمایش کے وقت جب لوگ اس کو بادشاہ بنانا چاہتے تھے۔ وہ دعا کیلئے خلوت میں گیا۔ اور پھر اپنی زندگی کی آخری مہم میں اس نے اسی طور پر قوت حاصل کی۔ رہا یہہ کہ خاص دعامیں ہم کتنا وقت صرف کریں یہہ اس بات پر منحصر ہوگا کہ ہمیں روزمرہ کے تجربہ میں کیا کیا خاص ضرورتیں۔ آزمائشیں اور تکلیفیں پیش آتی ہیں۔ جب ہم خاص وقتوں پر خلوتی دعا مانگنے کا ذکر کر رہے ہیں۔ اس بات کی تاکید کرنیکی بھی نہایت ضرورت ہے کہ بعض موقعوں پر چھوٹے چھوٹے جملوں

کی حسب حاجت دعا مانگی جائے یعنی اس طور پر کہ دن بھر میں بار بار ہم خدا کی طرف رجوع کریں۔ خواہ ہم سب یکجا ہوں۔ اور خواہ اکیلے ہوں۔ یا جماعت میں ہوں۔ جو شخص ہر وقت کی ضرورت کے مطابق مختصر جملوں میں دعا مانگنے کا عادی نہیں ہو جاتا۔ اُسنے ابھی تک آزمائش پر غالب آنے کا بھید نہیں سیکھا۔ حال میں بڑی ایک دعا کی جلسے منعقد ہوئے ہیں جن میں ایک نہایت عمدہ بات یہ دیکھی گئی ہے کہ سارے حاضرین نے ملکر ایک دن خاموشی کی دعا میں صرف کیا۔ کیا ہی خوب ہو کہ ہم اپنے لئے خلوت میں ساعت کی پیروی کریں مختلف کالجوں میں جن نوجوانوں سے میری ملاقات ہوئی ہے اُن میں سے ایک نہایت پاکیزہ زندگی والے نوجوان کی یہ عادت تھی کہ وہ ہر مہینہ کے شروع میں تقریباً ایک پورا دن خدا کے حضور ہم کلامی میں صرف کیا کرتا تھا۔

دن میں کونسا وقت ہمیں خلوت کی دعا میں خصوصیت کے ساتھ خرچ کرنا چاہئے؟ معلوم ہوتا ہے کہ اس سوال کا سب سے عمدہ جواب رابرٹ میری میک چاین صاحب نے دیا ہے۔ "خدا کے ساتھ ہمکلامی کرنے میں دن کے سب سے عمدہ گھنٹے مجھے صرف کرنے چاہئیں۔ یہ میرا سب سے اعلیٰ اور ضروری کام ہے اور اسی واسطے اسکو ایک کونے میں نہیں دھکیل دینا چاہئے۔" مسیح کی بادشاہت کیلئے کوئی بھی خدمت ہے ایمان کے ساتھ دعا مانگ کر زیادہ کامیابی حاصل کرسکتا ہے۔ بہ نسبت اسکے کہ خلوتی دعا کے بغیر وہ کتنی ہی مستعدی سے سرانجام دے۔ مگر کیسی کیسی نمایاں فتحیابیاں مسیح کی کلیسیا میں نظر آویں۔ اگر مسیحی لوگ ہر جگہ فرداً فرداً اپنی کہانت کے عہدے کے فرائض کو پہچانکر بڑی جانفشانی کیساتھ اپنی اس فرضداری کو پورا کریں۔

خلوتی دعا میں ہمیں کتنا وقت صرف کرنا چاہئے۔ وقت سب سے بیش قیمت شے ہے۔ جو ہم ادا کرسکتے ہیں۔ تاہم خدا اس قسم کے شے کا استعمال ہم سے طلب کرتا ہے۔ لاریب روحانی مزاج بننے کیلئے وقت درکار ہے۔ جو وقت ہم دعا میں خرچ کرتے ہیں اُسمیں اختصار کرنیکی بجائے یہ بہتر ہوگا کہ کسی اور کام کے وقت میں اختصار کرکے فرصت نکال لیجاوے۔ کیا تم کسی آدمی کو جانتے ہو جس نے اس بات کیلئے افسوس کیا ہو کہ میں نے خدا کے ساتھ تنہائی میں مناسب سے زیادہ وقت خرچ کر ڈالا۔ ڈاکٹر گارڈن نے نارتھفیلڈ میں ایک دفعہ ہم سے ذکر کیا۔ کہ ایک نہایت مقدس آدمی جس سے اسکی ملاقات ہوئی تھی اپنی زندگی پر بھاری افسوس

جناب ہنری آرمیٹیج صاحب نے جتنا وقت خرچ نہیں کیا اتنا وقت خدا کیساتھ اور خرچ کیا۔ بیس منٹ سے زیادہ آدمیوں کے ساتھ دیا تھا
اپنی عجیب روحانی زندگی کے اسرار پتا کیلئے افسوس ظاہر کیا کہ جتنے پبلک کاموں میں بہت ہی وقت لگایا لیکن خدا کیساتھ
خلوت کی ہمکلامی میں بہت کم۔ یہ واقعی سچ ہے کہ "جو کوئی اپنا وقت دعا مانگنے سے بچا رکھتا ہے۔ وہ اپنا
وقت ضائع کریگا اور جو کوئی اپنا وقت خدا کیساتھ ہمکلامی کرنے میں کھوتا ہے۔ وہ اسے زیادہ برکت
و قوت کے ساتھ دوبارہ پا لیگا +

(۵) خلوتی دعا کیواسطے تیاری کرنا۔ خلوتی دعا ہمارا سب سے ضروری کام ہے لیکن عموماً
ہم اسکے لئے نہایت ہی کم تیاری کرتے ہیں۔ اگر ہمیں کسی میٹنگ میں میر مجلس بننا ہو یا کہیں لیکچر دینا ہو تو ہم اسکی
تیاری میں کئی گھنٹے خرچ کر دینے کو بھی گراں نہیں سمجھتے۔ بہت عرصہ نہیں ہوا کہ مجھے ایک گورنر نے صرف دس منٹ
کے لئے اپنے ساتھ ملاقات کرنیکی اجازت دی۔ میرا منشا یہ تھا کہ وہ ایک خاص حالت میں جسکو ظاہر کرے اور اسمیں
شامل ہو کر مدد دے۔ میں نے اس مختصر موقع سے فائدہ اٹھانے کیلئے کئی گھنٹے تیاری میں صرف کئے۔ بعد ازاں مجھے یہ سوچکر
پشیمانی ہوئی کہ خدا کے حضور میں جانے کیلئے اتنی فکر اور تردد کے ساتھ تیاری کرنیکی مجھے عادت نہ تھی۔ یہ امر غور کرنیکے قابل ہے
کہ بہت اور مذہبوں کے پیرو اپنی نماز کیواسطے تیاری کرنے میں بہت وقت صرف کرتے ہیں۔ جب ہم پہلے پہل ایران میں سفر کر رہے تھے تو ہم
نے دیکھا کہ ہمارا مسلمان باورچی اپنی پانچ روزانہ دعاؤں کیلئے جسمانی تیاری کرنے میں ہر ہفتہ میں کئی گھنٹے صرف کرتا تھا۔ اس مضمون
کے متعلق واعظ کی کتاب میں جو نصیحت لکھی ہے۔ وہ نہایت پر معنی ہے "اپنی زبان کو خدا کے حضور بات کرنے میں شتابی مت کرنے
دے۔ کیونکہ خدا آسمان پر ہے اور تو زمین پر اسلئے اپنے لفظوں کو مختصر کر" ہماری دعاؤں کا اندازہ انکے لفظوں کے مطابق نہیں ہے
بلکہ انکے مطلب کے مطابق۔ بالفرض ہے اگر دعا میں ایک گھنٹہ صرف کرنا ہو تو کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ اسکا بہت سا حصہ تیاری میں صرف کیا جاوے
چالمرس صاحب کی عادت تھی کہ ہر مہینہ میں ایکدن خدا کے حضور دھیان میں اپنے روح کا امتحان کریں اور بائبل کے
مطالعہ اور دعا میں صرف کیا کرتا تھا۔ ہر دن کے شروع میں وہ ہمیشہ بہت سارا وقت اس بات کے سوچنے میں
لگاتا تھا۔ کہ آج کے دن کو میں کس ترتیب کے ساتھ خرچ کروں +

خلوتی دعا کیلئے ہمیں کسطور پر تیاری کرنی چاہیئے؟ - اسکے بارہ میں ذیل کی چند
ہدایتیں کارآمد ہونگی:-

پولُوس

پولُوس کی زندہ صُورت اُسکے خطوط میں صاف نظر آتی ہے۔ ہر بات بلکہ ہر سطر میں اسکی بعض چھپی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ وہ اپنی تصویر خود کھینچ گیا ہے اور اس تصویر میں نہ صرف اسکی جسمانی صورت موجود ہے۔ بلکہ اسکے دل کے اندرونی خیالات بھی بیان ہوئے ہیں اور خوبی یہہ ہے کہ تصویر خود اُسی کے ہاتھ کی ہے۔ شاید کوئی گمان کریگا کہ پولوس کے حالات اعمال کی کتاب میں مندرج ہیں۔ البتہ اعمال کی کتاب پولوس کے بیرونی حالات کو بیان کرتی ہے لیکن اصلی پولوس خطوط میں ہی پایا جاتا ہے۔ جو سچائیاں اور حقیقتیں خدا نے اسپر ظاہر کی تھیں وہ فی الواقع اسکی زندگی میں مجسم ہوگئی تھیں بعض واعظ اپنے الفاظ کی نسبت بزرگتر اور بڑے ہوتے ہیں۔ انکے وعظوں کے سُننے سے ایک عجیب مقدس تاثیر بلکہ الہام آدمی کے دلپر نازل ہوتا ہے۔ انکی صورت ہی سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے آپکو خدا پر قربان کردیا ہے اسی طرح پولوس کے خطوط میں پولُوس کی صورت یا خدا کا فضل جو پولُوس کو ملا تھا ایک عجیب دلچسپ اور دلکش نظارہ ہے۔

پولوس کی خصلت میں جسمانی اور روحانی خصائل اور صفات عجیب طور سے جمع تھے۔ فطرت نے اُسکو بڑی پُرزور طبیعت دی تھی۔ لیکن جو تبدیلیاں اس طبیعت میں مسیح کی رُوح کے اثر سے وقوع میں آئیں وہ بھی ہر وقت ظاہر تھیں۔ نجات یافتہ آدمیوں کی زندگیوں میں فطرتی خوبیوں اور فضل کی بخششوں کے درمیان فرق کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ کیونکہ رُوح کے اثر سے فطرت اور فضل دونوں عجیب طور پر متحد ہوجاتے ہیں۔

پولُوس میں فطرت اور فضل کی یگانگت عجیب درجہ کو پہنچی ہوئی تھی۔ تاہم غور کرنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ اس کے اندر دو جدا گانہ قوتیں کام کرتی تھیں۔ اگر

اِن دونوں کو ہم جدا جدا پہچانیں تو پولوس کی خصلت کو خوب سمجھیں گے۔

اوّل ہم اِسکے جسم پر غور کرینگے۔ بڑی محنت کرنیوالوں کیلئے جسمانی قوت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور جب ہم پڑھتے ہیں کہ اِس نے کیسی کیسی جسمانی تکالیف سہیں اور بعد دُکھ سہنے کے کیسا جلد صحت پاتا اور پھر محنت کیلئے آمادہ ہوجاتا تھا۔ تو دِل میں خیال آتا ہے کہ وہ بڑا قوی ہیکل آدمی ہوگا۔ لیکن برعکس اِسکے ہم دریافت کرتے ہیں کہ وہ پست قد اور کمزور صورت کا شخص تھا۔ علاوہ اِسکے یہہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اِسکو کوئی مرض تھا جو گاہے گاہے زور پکڑ کر اسکو زیادہ بدصورت کردیتا تھا۔ بلکہ وہ خود جانتا تھا کہ اجنبیوں پر میری بُری اور کمزور صورت کا بُرا اثر ہوتا ہے جسمانی وجاہت زبانی بلاغت کی بڑی معاون ہوا کرتی ہے لیکن پولوس کو یہہ بات حاصل نہ تھی۔

لیکن خدا کمزوری میں سے زور پیدا کرتا ہے۔ اور کوئی جسمی نقص نہیں جس کو اسکے مقدس اپنے ذریعے کیلئے استعمال نہیں کرسکتے۔ چنانچہ پولوس کی حالت میں ایسا ہی ہوا۔ اِسکے مریدہ باعث اِسکی جسمانی کمزوری کے اُس سے زیادہ محبت اور نرمی سے سلوک کرتے تھے۔ پس جب وہ جسمانی طور پر کمزور تھا تو روحانی طور پر زورآور تھا اور اِس لائق ہوا کہ بجائے اپنی کمزوریوں سے شرمانے کے اُن پر فخر کرے۔

بعض کا خیال ہے کہ یہہ مرض جسکا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے آنکھوں سے تعلق رکھتا تھا۔ اِسکے باعث اسکی آنکھیں سُرخ ہوتی اور سوج جاتی تھیں۔ لیکن یہہ درست نہیں معلوم ہوتا۔ کیونکہ کچھ شک نہیں کہ پولوس کی آنکھوں میں ایک عجیب تیزی اور رُعب تھا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ اُس نے الیماس جادوگر کو آنکھ بھر کر دیکھا جس سے وہ مکار خوف اور گھبراہٹ میں آگیا۔ کہتے ہیں کہ لوتھر کو بھی یہی تیز نظری حاصل تھی اور کبھی کبھی اُسکی آنکھیں ایسی چمکتی اور بھڑکتی تھیں کہ لوگ بمشکل اُسکو دیکھنے کی تاب لا سکتے تھے۔

پھر بھی کچھ شک نہیں کہ پولوس باوجود پستی قد اور مرض کے جسمانی طاقت بہ رکھتا
تھا کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ ایسی تکالیف جن میں پتھراؤ اور کوڑے شامل تھے نہ سہہ سکتا۔
اور جب پتھراؤ کئے جانے اور کوڑے کھانیکے پھر جلد اپنے کام پر مستعد نہ ہو سکتا۔ مرض
تو اسکو ضرور تھا لیکن پوشیدہ قوت کا سرمایہ بھی خدا نے اسکو دیا تھا۔ اور کیا شک ہے کہ جب
وہ محبت سے بھرے الفاظ میں گنہگاروں سے منت کرتا تھا کہ خدا کے ساتھ میل کریں یا جوش
میں بھر کر اپنے پیغام کو سناتا تھا تو اسکے چہرے پر ایسا حسن جلوہ گر ہوتا تھا جس کو
کوئی جسمانی حسن پہنچ نہیں سکتا۔ جسمانی خاصیتوں میں سے ایک تو کمال درجہ تک
اسے حاصل تھی یعنی نئے اور مشکل کام کرنیکی ہمت۔ اکثر آدمی اپنے وطن میں زندگی
بسر کرنا پسند کرتے ہیں۔ غیر قوموں سے ملنا یا غیر ملکوں میں جانا انکو بہت مشکل اور بُرا معلوم
ہوتا ہے۔ بعض ایسے ہوتے ہیں جنکے خون میں ایک عجیب قسم کا جوش اور بے آرامی
ہوتی ہے۔ ایسے آدمی فطرت (نیچر) اسلئے پیدا کرتی ہے کہ وہ نئی بستیاں بسائیں اور
دوسروں کے رہنما ہوں۔ ایسے آدمی اگر مشنری بنیں تو خداوند کے کام میں بڑے کامیاب
ہوتے ہیں۔ موجودہ زمانہ میں ڈیوڈ لونگ سٹن اسی طرز کا آدمی تھا۔ جب وہ پہلے افریقہ
میں وارد ہوا تو اسنے دیکھا کہ مشنریوں کا گروہ صرف جنوب یعنے بت پرستوں کے ملک کے ساحل
پر خیمہ زن ہے اور اندر جانیکی کسی کو ہمت نہیں ہوتی۔ ایک ایک مشنری چھوٹی چھوٹی
جماعت بنائے بیٹھا ہے اور بڑے صبر سے اپنے مکان میں رہتا ہے۔
لیکن لونگ سٹن کو کہاں ایسی حالت میں چین تھا۔ وہ فوراً آگے کو بڑھا اور
عین بت پرست ممالک کی جگہ میں جا گھسا۔ یہاں بھی اسکا خون ٹھنڈا نہ ہوا بلکہ ہزاروں
میل آگے نکل گیا اور جب موت نے اسکو پکڑا وہ آگے بڑھا جاتا تھا۔
پولوس کی خصلت بھی ایسی ہی تھی۔ وہ ہمت اور خطرے کے کاموں کا بڑا شائق
تھا۔ اجنبی ممالک بجائے اسکو خوف دلانیکے اسکے دل کو کھینچتے تھے۔ وہ نہ چاہتا تھا

کہ اپنے کام کی عمارت کو دوسروں کی ڈالی ہوئی بنیاد پر اُٹھائے۔ بلکہ ہمیشہ نئے ملکوں اور شہروں کی طرف بھاگتا تھا۔ اور اپنے پیچھے چھوٹی چھوٹی مسیحی جماعتیں چھوڑتا جاتا تھا۔ اسکو یقین تھا کہ اگر میں جگہ جگہ انجیل کے چراغ کو روشن کر دوں تو روشنی جلد پھیلیگی۔ وہ ہمیشہ آگے بڑھکر اپنے طے کئے ہوئے سفر کا حساب کرنا پسند کرتا تھا۔

وہ خوابوں میں دیکھتا تھا کہ غیر ممالک کے باشندے مجھکو پکار رہے ہیں۔ ہر سوچ پہلے وہ سفر کے ارادے باندھ رکھتا تھا اور جبکہ موت نے اسکو پکڑا تو اسوقت بھی دنیا کے سب سے پرے کنارے کا قصد اسکے دل میں پیدا ہوا تھا۔

دوسری نظری قوت جو اسکو حاصل تھی وہ یہ تھی کہ وہ عجیب طریقہ سے آدمیوں کو اپنے تحت میں لاسکتا تھا بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں جنکو ناواقف سے کلام کرنے میں بڑی شرم آتی ہے بڑے ضروری کام کیلئے بھی وہ کسی اجنبی کے پاس جانیکی ہمت نہیں کرسکتے۔ وہ اپنے ہی ساتھیوں اور دوستوں میں خوش رہتے ہیں۔

لیکن جو زندگی پولوس نے اختیار کی اسمیں ضرور تھا کہ وہ ہر وقت ناواقف آدمیوں کے سامنے اپنا پیغام بیان کرے۔ کبھی وہ بادشاہوں اور حاکموں کے سامنے کھڑا ہوتا تھا۔ کبھی غلاموں اور گستاخ سپاہیوں سے کلام کرتا تھا۔ آج وہ یہودیوں کی عبادتگاہ میں وعظ کر رہا ہے اور کل اتھینز کے فیلسوفوں سے بحث کرتا ہے۔ اور پھر کسی دشوار گذار راستہ پر چلکر کسی شہر میں موجود ہے جہاں کے لوگ علم اور تہذیب سے بالکل بے بہرہ ہیں۔

لیکن تمام مختلف مواقع اور حالات میں وہ حسب موقع کلام اور تقریر کرتا تھا جب اُسکے سامعین یہودی تھے تو اُسکا طرز ربیوں کا سا ہوتا تھا۔ یونانیوں میں جاکر وہ یونانی شاعروں کے کلام سے اقتباس کرتا تھا۔ وحشیوں کے پاس جاکر وہ اُنسے کہتا تھا کہ میں اُس خدا کا ذکر کرتا ہوں جو بارش بھیجتا موسم مقرر کرتا۔ اور تمام انسانوں کے دلوں کو خوش کرتا ہے کئی اور ریاکار آدمی اپنے مطلب کے لئے ہمرنگ بنتے ہیں لیکن ان سے کسی کو کچھ حاصل نہیں ہوتا لیکن پولوس ان تمام

محنت میں سچا اور دوسروں کا فائدہ ڈھونڈتا تھا۔ اور ہر قسم کے آدمیوں سے ملکر اُن کے دلوں کو کھینچتا تھا۔ البتہ اسکے دشمن اس سے سخت نفرت رکھتے تھے۔ لیکن اسکے دوست ہر وقت اسپر اپنے آپکو نثار کرنے کیلئے تیار تھے۔ وہ اس کا یوں استقبال کرتے تھے کہ گویا وہ خدا کا فرشتہ ہے۔ گویا وہ خود مسیح ہے۔ بلکہ اگر وہ چاہتا تو اپنی آنکھیں نکال کر اُسے دیدیتے۔ بلکہ کلیسیائیں آپس میں اسکی وجہ سے حسد پیدا کرتی تھیں۔ اگر وہ ایک کلیسیا میں جاتا اور دوسری میں نہ جاتا تو وہ سخت ناراض ہوتے اور اسکی جدائی کیوقت گلے لگ کے روتے اور اُسکو محبت سے چومتے تھے۔

اسکی انسانیت بڑی وسیع تھی اور اسی میں اسکی قوت کا بھید تھا۔ ہر شخص کو اسپر کامل اعتماد تھا۔

لیکن اسکی ہر دل عزیزی کا ایک سبب اور بھی تھا۔ اسمیں خود غرضی مطلق نہ تھی۔ یہہ خاصیت بہت ہی کمیاب ہے۔ اور جس شخص میں پائی جاتی ہے اسکا دوسروں پر عجیب زور اور اثر ہوتا ہے۔ اکثر آدمی اپنے کاموں میں ایسے غلطاں اور پیچاں رہتے ہیں کہ دوسروں کا خیال نہیں کر سکتے۔ بلکہ اگر کوئی بےغرض آدمی انکو ملے تو اُسکو شک سے دیکھتے ہیں اور دل میں کہتے ہیں کہ اسکا ضرور کوئی پوشیدہ مطلب ہے جسے یہہ ظاہر نہیں کرتا بلکہ بےغرضی کے پردے تلے چھپاتا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص آزمایش میں سچا نکلے تو دنیا کے تمام خودغرض آدمی اُسکے سامنے جھکنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ اور اس کی بڑی تعظیم کرتے ہیں ×

دعا کا مُدعا یہہ نہیں کہ جب خدا ہم کو برکت دینا نہیں چاہتا تو ہم زبردستی سے اُس کی مرضی پر غالب آتے ہیں۔ بلکہ یہہ کہ خدا ہم کو برکت دینا چاہتا ہے۔ اور ہم اُس کی مرضی کو مضبوطی سے پکڑتے ہیں ×

ہندوستانی رسم کے خلاف ہے تو اس طرح پر تماشا کرنا کہاں کے شریف ہندوستانیوں کی رسم ہے۔ ہمیں کوئی سمجھا دے ۔ ہمارے ایسے سوالوں کے جواب میں مدرسہ مذکور کی مس صاحبان تو سکول چھپا ہیں ہمارے لئے دعائیں کرتی ہیں۔ لیکن ایک بوئز سکول کے پرنسپل صاحب مسیحی کے صفحے پھاڑ دیتے اور غصہ سے از خود ہو جاتے ہیں اور نہ معلوم کہاں تک درست ہے کہ انہیں رات کو نیند بھی نہیں آتی۔ کونسا طریق بہتر ہے؟

پادری طالب الدین تھانیسر سے لاہور تبدیل ہوئے ۔۔ لاہور کے عزیز عام مسٹر سالومن ٹنوڈ۔ گوجرانوالہ کو عارضی طور پر تبدیل ہوئے۔ مستقل ہونے کی خبر ہے۔ لاہور کی کلیسیا کو نقصان ہوگا +

~~~~~~~~~~

ایصال زر

نام	خاتمہ میعاد چندہ	تعداد رقم	نام	خاتمہ میعاد چندہ	تعداد رقم
پادری ٹامس ہاول صاحب	دسمبر سنہ ۱۸۹۹ء تک	ڈیڑھ روپیہ	ڈاکٹر ڈی ایچ ٹامس صاحب	دسمبر سنہ ۱۸۹۹ء تک	تین روپے
بھائی [illegible] صاحب	〃	〃	مس [illegible] صاحبہ	〃	〃
پادری [illegible] کلارک صاحب	〃	〃	مس [illegible] صاحبہ	〃	〃
مس [illegible] صاحبہ	〃	〃	مسٹر مایارام صاحب	〃	ساڑھے چار روپے
پادری جے علاء الدین صاحب	〃	〃	پادری آئی ایچ لارنس صاحب	دسمبر سنہ ۱۸۹۹ء تک	تین روپے
مس سکاٹ صاحبہ	〃	〃	پادری ٹی ڈیوس صاحب	〃	〃
ڈاکٹر نجم الدین صاحب	〃	〃	پادری احمد شاہ صاحب	〃	〃
مسٹر ایچ مائین صاحب	〃	〃	مس ایف ایم بیڈ صاحبہ	〃	〃
مس کلارک صاحبہ	اکتوبر سنہ ۱۸۹۹ء تک	〃	چودھری رلیارام صاحب	〃	〃
مسٹر [illegible] شاہ صاحب	دسمبر سنہ ۱۸۹۹ء تک	〃	مسٹر عتیق اللہ صاحب	〃	ایک روپیہ
مسٹر جان کینڈل صاحب	〃	〃	مولوی یحییٰ صاحب	〃	〃
~~~~~~~~~~

THE MASIHI.
AMRITS
جلد۴ مسیحی نمبر۶
امرتسر
۱۵ - جون ۱۸۹۹ء
فہرست مضامین
نوٹ اور رائیں - - - ۱۶۱
چرچ مشنری سوسائٹی کی سوویں سالگرہ کے جلسے ۱۶۵
خدا نزدیک ہے - - - ۱۶۹
احبار کی کتاب کا مطالعہ - - ۱۷۴
خلوتی دعا - - - ۱۷۷
پیشین گوئی لفظ بلفظ پوری ہوئی ۱۸۳
ایس پی جی مشنری سوسائٹی ۱۸۵
پولس - - - ۱۸۸
گلدستۂ اخبار - سرورق کی پشت پر
مطبوعہ مشن پریس
امرتسر (پنجاب)
C.M.

گلدستۂ اخبار

ہمارے بعض احباب گلہ کرتے ہیں کہ مسیحی میں مشنری انتظام کے نقص کیوں ظاہر کئے جاتے ہیں۔ بقول ایک معصر کے ہم دکھانا چاہتے ہیں کہ جن باتوں کا گھر گھر چرچا رہتا ہے وہ "سیاہ و سفید" پر کیسی معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن کیا ہمارے ان احباب کو دیسی کلیسیا کے خیالات سے آگاہی ہے؟۔ انگلستان کے سابق وزیر اعظم لارڈ روزبری کے یہہ الفاظ جو آپنے پچھلے ہی دنوں ایک جلسے میں فرمائے یاد رکھنے کے قابل ہیں "یہ اخبار والے بخوبی جانتے ہیں کہ ہماری ذمہ واریاں بڑی اور ہمارے استحقاق عظیم ہیں..... سب کو ماننا پڑیگا کہ من کل الوجوہ اہل اخبار لوگوں اور واقعات کا اندازہ ٹھیک لگاتے ہیں اور انکی رائے بے رو رعایت سب کے حق میں انصاف پر مبنی ہوتی ہے۔ چند ہفتے ہوئے گرنسی کی چٹانوں پر سٹیلا نامی ایک جہاز غرق ہوا ہندوستان کے ایک وزلین پادری صاحب مسٹر کلرک نے جو ولایت چھٹی پر گئے تھے بڑی مسیحی جوانمردی کے جوہر دکھائے۔ عورتوں اور بچوں کے بچانے میں حتی الوسع کوشش کرتے رہے اور پھر اپنی جان بچانیکی بجائے جہاز کے باقی ماندگان کو نجات دہندے کی خبر دیتے رہے اور جب جہاز پانی کے نیچے جا رہا تھا تو وہ گھٹنوں کے بل بڑی سرگرمی سے دعا کر رہے تھے اور کئی لوگ ان کے گرد گھٹنے ٹیکے تھے۔ ۱۸۶۶ء میں خلیج بسکے میں لنڈن نامی جہاز کی تباہی کیوقت بھی ایک وزلین پادری ڈریپر صاحب اپنی جان بچانیکی بجائے لوگوں کو بڑی نجات کی خبر سناتے رہے اور دعا کی حالت میں پانی کے اندر چھپ گئے۔ ایک بزرگ مسیحی کے لمبے چوڑے خط سے جو تیس برس سے زیادہ عرصہ سے دینی خدمت کر رہے ہیں۔ ہم عدم گنجایش کی وجہہ سے صرف ذیل کے فقرے نقل کر سکتے ہیں:۔ ..... مسیحی پرچہ خوب گہری نگاہ سے پڑھا اور بہت فائدہ اُٹھایا..... اپنے فرایض منصبی کو اعلیٰ طور پر ادا کرتا ہے۔ اسمیں کوئی شک نہیں کہ یہہ پرچہ اپنی فصیح اور دلچسپ عبارت کی وجہہ سے اور اپنے اعلیٰ درجے کے پاکیزہ اور دلکش مضامین کے باعث

جُون - ۱۸۹۹ء

نوٹ اور رائیں

خیر خواہی کا شکریہ۔ ہم اپنے اُن معزز ناظرین کے شکرگذار ہیں جنہوں نے ہم کو قیمتی رائے سے ہم کو ممنون فرمایا اور اس رسالہ کو دلچسپ بنانے کی تجاویز پیش کرنے سے آپکی محبت کے تقاضا کو پورا کیا ہے۔ یہہ طریق فائدہ پہنچانے کا بہ نسبت ہمارے سر پر آگ اور گندھک کے پیالے دو تنا: وہ پر انڈیلنے سے ہزار درجہ احسن ہے۔ اور ہم اپنے مشفقوں کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم انکی صلاح کی دل سے قدر کرتے ہیں اور آئندہ خدا کی مدد سے مسیحی کو زیادہ مفید بنانے کی کوشش کرینگے ہم ہر ایک شخص کو خوش کرنے کی اُمید نہیں رکھ سکتے لیکن حتی المقدور ہر ایک انسان کے ساتھ [illegible] سکتے ہیں فی الحال مضامین کے کسی خاص سلسلہ کی اُمید نہیں دلا سکتے کیونکہ ہمیں تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ اکثر اوقات بجائے یکمشت مضامین کو تیار رکھنے کے اپنی روز کی روٹی کی طرح عین موقع پر خدا کی رہنمائی کا منتظر رہنا پڑا ہے۔ شاید اسقدر کہدینا بیجا نہ ہوگا کہ انشاء اللہ اگلے نمبر سے دو صفحے خاص واعظین کے لئے اقوال و امثال اور دیگر کارآمد اور دلچسپ مضامین کے علیحدہ کئے جائینگے۔

پولوس رسول کی خدمت چرچ مشنری سوسائٹی کیلئے نمونہ۔ ماہ گذشتہ میں چرچ مشنری سوسائٹی کی صد سالہ سالگرہ کے موقعہ پر کنٹربری کے اسقف اعظم نے اعمال ۱۳ باب کی دُوسری آیت پر وعظ کی۔ اور فرمایا کہ پولوس رسُول کی مشنری خدمات انگلستان کی اس معزز سوسائٹی کا نمونہ ہیں۔ پولوس رسُول کی کارروائی کا طریق یہہ تھا کہ وُہ بغیر کسی قاعدہ

کی پابندی کے فقط خُدا کی ہدایت سے جابجا پھرتا تھا۔ اور نو مریدوں کی کلیسائیں مختلف مقامات میں قائم کر کے اُنکی پرورش خود اُنہی لوگوں کے سپرد کر کے آپ دُوسری جگہوں میں جاتا تھا وُہ توقع رکھتا تھا کہ وُہ کلیسائیں کم ازکم اگلے مقام تک پہنچانے میں اسکی مدد کرینگی۔ چرچ مشنری سوسائٹی کا آغاز بھی اسی طور پر ہُوا۔ اوّل پانچ سال تک سوسائٹی دُنیا میں مشنری بھیجنے کے لئے چندہ جمع کرتی رہی۔ لیکن اس پانچ سال کے عرصہ میں ایک بھی آدمی دستیاب نہ ہُوا جو اس قسم کی خدمت اپنے ذمہ لینا پسند کرتا۔ بعد ازاں ملک جرمنی سے آدمیوں کے لئے درخواست کی گئی۔ اور پہلے بیس مشنریوں میں سے فقط تین انگریز تھے باقی دیگر ممالک کے باشندے تھے۔ پہلے مشنری پولوس رسُول کی مانند خُدا کی ہدایت پر توکل کر کے بغیر باضابطہ قواعد کے اپنی خدمت کے لئے چل نکلے۔ جہاں دروازہ کھلا دیکھا مشن قائم کر دیا۔ اوّل افریقہ کے مغربی ساحل پر پھر نیوزیلینڈ میں۔ غرض دُنیا کے چاروں طرف اسی صورت سے مشن قائم کئے گئے ہیں جناب اسقف صاحب نے اس خدمت کی وسعت اور مشکلات اور انگریزی اور بیرونجات کی کلیساؤں کے تعلقات کا ذکر تو کیا لیکن افسوس ہے کہ پولوس رسُول کے نمونہ کی آخر تک مطابقت نہ کی۔ پولوس جہاں کلیسیا قائم کرتا تھا وہاں کا انتظام وُہیں کے مسیحیوں کے سپرد کر کے آپ دُوسری جگہ مسیح کی بشارت سُناتا تھا۔ ہم نے کبھی نہیں پڑھا کہ وہ خود کسی کلیسیا کا افسر یا مائی باپ بن بیٹھا ہو۔ اور یہی اسکی کامیابی کا بڑا راز تھا سیلف گورنمنٹ اور سیلف سپورٹ کا اصُول اگر شروع سے قائم نہ ہو تو پھر ہزار خرابی کے بعد بھی معاملہ درست نہیں ہوتا۔

پنجاب ریلجس بک سوسائٹی کی پینتیسویں رپورٹ۔ اس سوسائٹی کی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ سال گذشتہ میں مسٹر راجرس نے پادری ہیرنگ صاحب کو سکرٹری کی خدمات سے سبکدوش کیا۔ راجرس صاحب نہایت تجربہ کار اور لائق شخص تھے اور اُن کی ذات سے سوسائٹی کو مسیحی علم ادب کی ترقی میں بڑی امیدیں تھیں۔ ماہ نومبر میں اُنکے

دفعتاً گذر جانے سے سوسائٹی کو سخت صدمہ پہنچا موسم گرما میں انکی علالت کیوجہ سے چندہ کی
مقدار میں کچھ کمی واقع ہوئی۔ لیکن اسی عرصہ میں ہندوستانی کلیسیاؤں کے چندہ میں ترقی
ہوئی ہے۔ سوسائٹی کی مالی حالت خاطر خواہ ہے چنانچہ سنہ ۱۸۹۰ء کے آخر میں پانچہزار آٹھسو روپیہ
سوسائٹی کے ذمہ قرض تھا اور سال گذشتہ کے آخر میں سترہ سو روپیہ بقایا موجود ہے۔ لندن
کی ٹریکٹ سوسائٹی نے اپنی گرانٹ اٹھائی سو پونڈ سے دو سو پونڈ کردی لیکن
محمدیوں کے لئے کتابیں مہیا کرنے کے لئے پچاس پونڈ خاص طور پر عطا کئے۔ کرسچن لٹریچر
سوسائٹی کی بہت سی کتابیں شائع کی گئی ہیں اور عوام انکو بہت پسند کرتے ہیں۔ اردو
رسالے کی اشاعت پانچ سال پیشتر دس ہزار تھی اب بیس ہزار ہے اور بھی ترقی کی امید ہے
سوسائٹی مذکور کا کام بہت بڑھتا جارہا ہے اور اسکے لئے امداد کی ضرورت ہے۔ اس غرض
سے ایک درخواست مشتہر کی گئی ہے جس میں سے دو چار سطریں اقتباس کرتے ہیں "سوسائٹی
کا دائرہ عمل دن بدن بڑھتا جاتا ہے۔ اور ہندوستان میں تعلیم کی ترقی کے سبب تعلیم یافتہ
اشخاص کی ضرورتوں کے موافق نئی نئی کتابوں کے شائع کرنے کے لئے بہت کچھ روپے کی
ضرورت ہے۔ انگلینڈ سے ابتک بہت کچھ مدد ملتی رہی۔ مگر موجودہ ضروریات کے لئے ہرگز
کافی نہیں ہے۔ اسکے علاوہ اہل ہند کا فرض بھی ہے کہ حسب استطاعت اس کام کا بوجھ اٹھاویں
اسلئے اگر آپ بھی اس امر کو مذہبی فرض سمجھکر حتی الامکان اس کار خیر میں مدد دیں تو
سوسائٹی اپنے متعلقہ کام کو عمدہ طور سے انجام دیگی۔ اسوقت بہت سی مفید اور
کارآمد کتابیں تیار ہیں جو کافی امداد نہ ہونیکے باعث اشاعت سے رکی پڑی ہیں
زر چندہ اور عطیات بخدمت سکرٹری پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی لاہور بھیجنے چاہئیں۔"

پنجاب کا موسم گرما - ہمارا امریکن ہمسایہ ہوٹ اینڈ ہینڈز ایک ماہواری انگریزی
رسالہ ہے جو لڑکیوں کے لئے شائع ہوتا ہے ہر قسم کے دینی اور دلچسپ مضامین اس میں چھاپے
جاتے ہیں۔ عمدہ قصے میل کے متعلق سوالات نباتاتی اور موٹے موٹے طبی معلومات کاشت او

پیدا ہوا تھا ۔ زنانہ خیالات کو خیر دا ہمیں موجود ہے۔ ماہ گذشتہ میں پنڈت کھڑک سنگھ صاحب کی سوانح عمری
کا اول حصہ نہایت حیرت افزا بیان دیکھنے کے قابل تھا ۔ اس مہینے میں وسیع مشن کی کسی لیڈی مشنری صاحبہ
نے ایک پھڑکتا ہوا گرما گرم مضمون پنجاب کے موسم گرما پر تحریر کیا ہے ۔ جو پڑھنے کے لائق ہے۔ الغرض آفتاب کی تپش
سے افریقہ کے صحرائے اعظم کی گرم بازاری بھی ٹھنڈی پڑ گئی ہے یقین ہے کہ اگر زنانہ مشن کے سکرٹری
صاحب اس مضمون کو غور سے پڑھیں تو یا تو اس مشنری لیڈی صاحبہ کو کسی ایسے اسٹیشن میں
تبدیل کریں جہاں لاٹ (چھاپنیل) اور کوئل کی مکروہ آواز صبح کی خواب شیریں میں مخل نہ ہو اور یا
کل زنانہ مشن میں بجائے دو کے کم از کم چار ماہ کی تعطیل موسم گرما میں دیا کریں۔ معلوم ہوتا ہے کہ رسالہ
مذکور کی اڈیٹر صاحبہ کو بھی یہہ اندیشہ دامنگیر ہوا کہ مبادا اس مضمون کو پڑھکر کوئی پنجاب میں آنیوالی
لیڈی گھبرا جائے اسلئے ایک مختصر نوٹ بڑھا دیا ہے جو دھواں دھار آندھی پر مینہہ کے چھینٹے کا کام دیگا

بزرگ پادری کلارک صاحب کا الوداعی تحفہ ۔ سی ایم ایس کے بزرگ پادری کلارک صاحب نے
اپنے چار وعظوں کو جو آپنے وقتاً فوقتاً مشنری صاحبان کے اجلاس میں سنائے ایک چھوٹے سے رسالہ کی
صورت میں شائع کراکر تقسیم کیا ہے آپ اسکے دیباچہ میں فرماتے ہیں کہ آپکا یہہ عمل مرحوم بشپ فرنچ صاحب کی تقلید میں
ہے جو اپنی خدمات سے سبکدوش ہونے کے بعد اسی قسم کے رسالے بطور الوداعی تحفہ کے تقسیم کیا کرتے تھے۔
اور مدعا اسکا یہہ ہے کہ اپنی خدمت کے اختتام پر ان لوگوں کے لئے جنکے درمیان آپ خدمت کرتے رہے
آپکے الفاظ اور کوششیں آپکی یادگار اور برکت کا باعث ہوں ۔ آپ بیناليس سال تک مشنری خدمات میں
مصروف رہے ہیں جنمیں سے آخری بیس سال آپ سی ایم ایس اور زنانہ مشنری سوسائٹی کے سکرٹری رہے ہیں
اور اب آپ اپنی خدمات سے سبکدوش ہونے پر اپنے ہمخدمت مشنری صاحبان اور دوستوں کو اپنے اس محبت نامہ سے
شاد فرماتے ہیں ۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے زمانہ خدمت میں بہت سے انگریزی اور ہندوستانی ہمخدمتوں سے
واقفیت حاصل کی اور محبت رکھی ہے اور جو سال میں نے انکے ساتھ کاٹے ہیں وہ میری زندگی کے خوشترین
برس تھے ۔ اور اب اس تعلق کے منقطع ہونے پر انکے اور انکے کام کو اپنے ہمیشہ حاضر و ناظر خدا اور نجات دہندہ
کے سپرد کرتا ہوں ۔ اگرچہ صاحب موصوف کے قوائے نہایت ضعیف ہوگئے ہیں تو بھی آپکا دل ہندوستانی کلیسیا کے لئے ویسا ہی
محبت سے بھرپور ہے جیسا کہ دوران خدمت میں تھا ۔ اور آپ اسی کو حقیقی آرام سمجھتے ہیں کہ اپنے دوستوں اور ہمخدمتوں کو

چرچ مشنری سوسائٹی کی سوویں سالگرہ کے جلسے

ان دنوں ہندوستان میں جابجا جہاں جہاں چرچ مشن کے اسٹیشن ہیں اس عظیم موقعہ پر کچھ نہ کچھ جشن سالگرہ کا کیا گیا ہے بعض کا خیال ہے کہ یہ کوئی معمولی سالگرہ نہ تھی اس واسطے مناسب تھا کہ مختلف مقامات سے چرچ مشن کے اور اگر ممکن ہوتا تو دوسرے مشنوں کے نمائندے کسی متوسط مقام مثلاً امرتسر میں جمع کئے جاتے اور سوسائٹی کا خط اُس وقت پڑھکر سنایا جاتا۔ لیکن ممکن ہے کہ اس تقریب پر جو سنجیدگی ضرور ہے قائم نہ رہ سکتی۔ انگلستان کے اخبارات میں عرصہ سے مختلف اجلاس کے پروگرام اور اوقات مشتہر ہو رہے تھے اور جس ترتیب اور عمدگی سے تمام انتظام کیا گیا وہ حقیقت میں قابل تعریف ہے۔ سالگرہ کا دن ۱۲۔ اپریل بدھ کے روز تھا لیکن سوموار سے اُسکے متعلق کارروائی شروع کی گئی اور جمعرات تک لگاتار جاری رہی۔ ہماری ہندوستان کی کلیسیا میں سے بعض پادری صاحبان اس موقع پر مدعو کئے گئے تھے یعنی پادری احسان اللہ صاحب پنجاب سے اور پادری ولیم سیتل صاحب آگرہ سے اور پادری ایبل نہال سنگ صاحب الہ آباد سے اور پادری کلارک صاحب مدراس سے۔ پیر کا دن شکرگذاری اور دُعا کے لئے مخصوص کیا گیا تھا۔ اور اُس روز عشائے ربانی کی رسم عمل میں لائی گئی۔ اُسی روز دوپہر کے وقت پادری احسان اللہ صاحب نے قریب ڈیڑھ سو اشخاص کے سامنے "تیری بادشاہت آئے" پر ایک پُرزور وعظ کیا جس میں پادری صاحب موصوف کا سامعین کو اپنے روحانی والدین قرار دینا اور اپنے آپ کو اُنکا دھرم بیٹا کہنا رقت خیز تھا۔ تیسرے پہر ایک اور دُعا کا مجمع منعقد ہوا جس میں خدا کی گذشتہ مہربانیوں کا شکر اور اپنی نالائقی کے لئے شرمساری کا اظہار کیا گیا۔ رات کے وقت لنڈن کے بڑے کتھیڈرل میں عبادت ہوئی جس میں کنٹربری کے اسقف اعظم نے اعمال ۱۳: ۱ ،۲ پر وعظ کی اور پولوس رسول کی مشنری خدمت کا چرچ مشنری سوسائٹی کے ساتھ مقابلہ کیا۔ آپ کے یہ آخری الفاظ دلوں میں جنبش پیدا کرنیوالے تھے کہ اپنے دل سے سوال کرو کہ جو کچھ خداوند نے میرے لئے کیا ہے کیا میں اُس کے مقابلہ میں حقیقت میں کچھ کر رہا ہوں۔

اور پھر آپ نے فرمایا کہ "میں آپ سے منت کرتا ہوں کہ اس عظیم خدمت کیلئے مستعد ہو کر ہمت کرو۔ اور جلد اس علامت کو اپنے چرچ پر سے رفع کرو کہ ہم نے کسقدر پایا اور کیسی تھوڑی خدمت کی ہے"۔ منگل کا دن چرچ مشنری سوسائٹی کے حالات اور ترقی کے کارناموں کے لئے مقرر تھا۔ سوسائٹی کا بڑا ہال بڑی عمدگی سے سجایا گیا تھا۔ چاروں طرف مختلف اقسام کی جھنڈیاں لہرا رہی تھیں۔ چبوترے کے مقابل سرخ زمین پر سفید موٹے حروف میں الفاظ "شکرگذاری۔ شرمساری۔ ترقی" منقش تھے۔ اور اصل میں یہی الفاظ جلسہ کی کل کاروائی کا خلاصہ ہیں۔ کیونکہ شروع سے آخر تک جا بجا خدا کا شکر کیا گیا۔ اس خدمت کیلئے جو اس نے اپنے بندوں کے ذریعہ کروائی اور شرمساری اور خجالت کی روسیاہی کا اظہار کیا گیا اس تھوڑی خدمت کے لئے جو باوجود اس قدر فضل وثروت کے انگریزی قوم نے کی اور پھر آئندہ صدی کی طرف رخ کر کے زیادہ جوش سے آگے بڑھنے کا مصمم ارادہ کیا۔ مغربی نشستگاہوں پر یہ آیت منقش تھی کہ "غیر لوگوں نے محنت کی اور تم انکی محنت میں شامل ہوئے"۔ ہر دو جانب اس گیت کی اول سطور تھیں جو سوسائٹی کی جوبلی کے موقعہ کے لئے تصنیف کیا گیا تھا یعنے "میری اور انجیل کی خاطر جاؤ" "اور نجات کی خبر سناؤ"۔ بڑے دروازہ کے اوپر گھڑی کی طرف نظر اٹھاؤ تو اسکے عجیب عبرت آموز الفاظ جادو کا اثر دل پر رکھتے تھے گھڑی کا رخ ایک بڑے سرخ رنگ مربع کپڑے میں دکھائی دیتا تھا اور اس سرخ زمین پر یہ الفاظ مندرج تھے۔ "ہر لمحہ ایک روح بغیر مسیح کی خبر سننے کے دنیا سے کوچ کرتی ہے"۔ اس کے نیچے نیلی زمین پر ایک کرۂ زمین کی تصویر تھی جو گویا فضا میں معلق ہے اور اس پر یہ الفاظ منقش تھے کہ "خدا نے جہان کو ایسا پیار کیا کہ اس نے اپنا اکلوتا بیٹا بخشا"۔ بڑے کمرے کی دیوارں پر بڑے بڑے سرخ اور روپہلے سپر آویزاں تھے جن پر مختلف مشنوں کے نام معہ انکی تاریخ ابتدا کے مندرج تھے۔ اول سوسائٹی کے معزز چیرمین صاحب نے مختصر تقریر کی جس میں آپ نے فرمایا کہ جسوقت سوسائٹی کا آغاز ہوا اسکے مقابلہ میں آج صلح وامن کا زمانہ ہے اور ملک میں دولت بہت بڑھ گئی ہے جسکا صحیح استعمال کرنا ضرور ہے۔ پھر آپ نے زور سے تحریک کی کہ اگر دنیا

کی موجودہ پشت کو انجیل سنانی ضرور ہے تو وہی اس خدمت کو کرینگے جو اسوقت موجود ہیں۔ انگلستان میں کلیسیا اپنی ذمہ واری کو محسوس کر رہی ہے۔ ہم یہہ بھی سیکھ رہے ہیں کہ مشنوں کو کس طریق پر چلانا چاہئے اور نیز یہہ کہ کارندوں کی تعلیم پر زر کثیر خرچ کرکے انکو مضر صحت آب وہوا میں بھیجنا اور کام کے بوجھ سے انکو ہلاک کرنا سراسر حماقت ہے۔ اول مغربی افریقہ کے مشن کا حال سنایا گیا۔ بعد ازاں ڈاکٹر بروس صاحب نے جو اوائل میں دس سال تک ہندوستان اور خصوصاً مدراس مشن کے متعلق خدمت کر گئے تھے فارس کے مشن کا حال سنایا اور فرمایا کہ محمدی مذہب جو لبنت سے ضرور ہے کہ جوان اسکے مقابلہ میں فلاحون اور بچھ لیکر یہہ وارہ کے نام میں فتح کا یقین کرکے نکلیں۔ بعد اسکے جاپان اور یوگنڈا مشن کا آغاز سنایا گیا۔ تیسرے پہر مشنری طریقوں پر مختلف تجربہ کار مشنری صاحبان نے تقریر کی۔ اس جلسہ میں ناروال مشن کے بزرگ پادری بٹیمین صاحب نے انجیل سنانے کی خدمت کا دلچسپ بیان کیا اور مشکلات کو مثالوں سے واضح کیا۔ ڈاکٹر وائٹ بریخٹ صاحب نے اس طریق پر ایک مضمون پڑھا جو تحریر و تصنیف کے متعلق ہے آپنے فرمایا کہ "مسیحی علم ادب مشن کے میدان کارزار کا سلاح خانہ ہماری تعمیر کے ہتھیاروں کی آموزگاہ ہمارے نومریدوں کی خوراک اور ایسا انجن ہے جسکے زور سے ہم غیر مسیحیوں کے دل پر تاثیر کر سکتے ہیں"۔ شام کا جلسہ سوسائٹی کی اندرونی ترقی کے حالات کے لئے مخصوص تھا جسمیں چیرمین صاحب کی تقریر کے بعد میجک لالٹین کے ذریعہ پرانے نظاروں کا بڑے حظ سے ناظرین نے ملاحظہ کیا۔ دوسرے روز سوسائٹی کی سالگرہ کا خاص دن تھا گیارہ بجے ایک جلسہ خاص مردوں کے لئے سوسائٹی کے بڑے کمرے میں منعقد ہوا جسمیں تین رزولیوشن پاس کئے گئے۔ جنکا لب لباب ان تین الفاظ میں موجود ہے جنکا ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں۔ اس موقعہ پر مختلف ممالک و مشنوں سے دلچسپ تاریں اور خطوط۔ بارکباوی کے پڑھے گئے۔ اسی موقعہ پر ہندوستان کے سابق وائسرائے اور گورنر جنرل لارڈ نارتھ بروک صاحب نے ہندوستان کے مشنوں کے متعلق ایک زبردست تقریر کی

آپ نے فرمایا کہ اگرچہ نومریدوں کی تعداد کی ترقی آہستہ رو معلوم ہوتی ہے لیکن ہندو آبادی میں مسیحی خیالات کا اثر پھیل رہا ہے ۔ اور اُن میں مسیحی دھیان گیان کی کتابیں پڑھی جاتی ہیں ہر طرح سے اُمید کی جا سکتی ہے کہ ہندوستان میں مشن کے نتائج میں بڑی بھاری ترقی نظر آئیگی" پھر آپ نے اُن انگریزی افسران کی تعریف کی جنھوں نے مسیحی مشنوں کی دل و جان سے مدد کی ہے ۔ ہندوستان میں آئندہ مسیحی مذہب کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ ضرور ہے کہ ہندوستانی کلیسیا دیسی کلیسیا ہو۔ ۔ ۔ ۔ ہمیں نہ چاہئے کہ ایشیا میں چرچ آف انگلنڈ کا صحیح نقش قائم کریں بلکہ یہ کہ ہندوستان کو اپنی آیندہ کلیسیا پر اپنی ملکی خصلت کا نقش و نگار کرنے دیں"۔ ادھر تو مردوں کی میٹنگ زور و شور سے ہو رہی تھی اُدھر دوسرے مقام پر خاص عورتوں کی مجلس منعقد کی گئی جسمیں وہی تینوں رزولیوشن پیش کئے گئے ۔ رات کا جلسہ جو خاص شکرگذاری کی عبادت کہلاتی ہے البرٹ ہال میں کیا گیا ۔ ہم ہندوستان کے لوگ سمجھ نہیں سکتے کہ دس ہزار آدمیوں کا ایک بھاری مجمع ایسے سلیقہ اور سنجیدگی سے کیونکر جمع ہو سکتا ہے بلکہ ہم کل کارروائی کے حالات پڑھکر حیران ہیں کہ یورپ کے لوگ کتنے تھوڑے وقت میں کسقدر سخت کام کر سکتے ہیں اور پھر کیسی خوبصورتی سے تمام انتظام گھڑی کے پُرزوں کی طرح عین مقررہ اوقات پر ہوتا ہے ۔ جو لوگ اس بڑی مجلس سے عدم گنجائش کی وجہ سے محروم رہے انکے لئے دوسری جگہ عبادت کرائی گئی ۔ جمعرات کا دن دوسرے مشنوں کے حالات کے لئے مقرر تھا۔ جسمیں ایس پی جی اور دیگر معزز مشنری سوسائٹیوں کا بڑی عزت سے ذکر کیا گیا ۔ اور امریکن مشنوں کے حالات سنائے گئے ۔ اسی روز پادری ایف بی ماتر صاحب نے ہندوستان کے مشنوں میں اپنے مشاہدات کا بیان کیا ۔ جمعہ کے روز صبح کو بئبل کا مطالعہ کیا گیا ۔ اور تیسرے پہر مختلف اصحاب نے تقریریں کیں جنمیں پادری احسان اللہ صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ ہندوستان میں چرچ آف انڈیا قائم ہونا چاہئے نہ کہ چرچ آف انگلنڈ ۔ ابتک بہت سے ہندوستانی لوگ سمجھتے ہیں کہ مسیحی مذہب انگریزی مذہب ہے ۔ سنیچر کے روز خاص ایک میٹنگ بچوں کیلئے کیگئی ۔ اور پھر سالگرہ کے ہفتہ کا خاتمہ ہوا ۔

خدا نزدیک ہے

از پادری ایف بی مانر صاحب

جس برس کہ عزیاہ بادشاہ مر گیا میں نے خداوند کو ایک بڑی بلندی پر اونچے تخت کے اوپر بیٹھے دیکھا اور اُسکے لباس کے دامن سے ہیکل معمور ہو گئی + اُسکے آس پاس سرافیم کھڑے تھے جنمیں سے ہر ایک کے چھ چھ پر تھے اور ہر ایک دو پروں سے اپنا منہ ڈھانپے تھا اور دو سے اپنے پاؤں ڈھانپے تھا اور دو سے وہ اڑتا تھا۔ اور ایک نے دوسرے کو پکارا اور کہا قدوس قدوس قدوس رب الافواج ہے ساری زمین اسکے جلال سے معمور ہے اور پکارنے والے کی آواز کے زور سے آستانوں کی بنیادیں ہل گئیں اور مکان دھوئیں سے بھر گیا +

تب میں بول اٹھا کہ ہائے مجھ پر۔ میں تو برباد ہوا! کیونکہ میں ناپاک ہونٹ والا آدمی ہوں اور نجس لب لوگوں کے درمیان بستا ہوں۔ کیونکہ میری آنکھوں نے بادشاہ رب الافواج کو دیکھا + اس وقت ایک سرافیم میں سے ایک سلگتا ہوا کوئلہ جو اس نے دست پناہ سے مذبح پر سے اٹھا لیا اپنے ہاتھ میں لیکے میرے پاس اڑا۔ اور اُس نے میرے منہ کو چھوا اور کہا کہ دیکھ اس نے تیرے ہونٹوں کو چھوا۔ سو تیرا گناہ دور ہوا اور تیری خطا کا کفارہ ہو گیا + یسعیاہ ۶ ۔ ۱ ۔ ۷

ایک روز شام کے چار بجے کے قریب یسعیاہ جو ابھی جوان تھا ہیکل میں عبادت کرنے والوں کی بھیڑ کے ساتھ گیا اور اُس دروازہ میں جا کھڑا ہوا جو خوبصورت کہلاتا ہے اُسے ذرا بھی خیال نہیں کہ یہ تیسرا پہر میری زندگی میں کیسا قابل یاد ہوگا اور میری خدمت میں نئی زندگی ڈالدیگا۔

جہاں وہ کھڑا ہے وہاں سے وہ مذبح نظر آتا ہے جہاں شام کی قربانی گذرانی جاتی ہے۔ اس سے آگے وہ حوض ہے جہاں کاہن اپنے پاؤں دھوتے تھے اُس سے آگے دیوار کا دروازہ ہے جس سے گذر کر پاک مکان میں داخل ہوتے ہیں اسی مکان میں زکریاہ خوشبو جلانے گیا جب کہ جماعت باہر کھڑی دعا مانگ رہی تھی دونوں طرف غالباً اڑھائی سو لیوی کھڑے ہیں انکے ہاتھوں میں داؤدی ساز ہیں کہ اُنکے ساتھ وہ مشہور مزامیر گائیں جنکے گانے کی بابل کی اسیری کے وقت بھی اُن سے درخواست کی گئی کہ "صیحون کے گیتوں میں سے ایک گیت گاؤ"

یسعیاہ اپنے خیالوں میں غرق وہاں کھڑا ہے۔ جو لوگ آس پاس ہیں انکو خیال و گمان بھی نہیں کہ اُسکے دل میں کیا گذر رہا ہے۔ لیکن ان نظاروں اور آوازوں ہاں ہیکل کے چمکتے سنگ مرمر لیویوں کے گانے بجانے اور اُس بھیڑ سے جو اُسے چاروں طرف سے وہ باہر بھی نظر اُٹھا کر وہ سُلطان السلاطین کے تخت کو دیکھ رہا ہے۔ اُس نے سرافیم کی دُعا یا اُنکا گیت سُنا اور کچھ دیر تک اُس کی رُوح اس وقت کی خوشی میں محو رہی۔ لیکن تھوڑی ہی دیر بعد جب اُسے ان سرافیم کا خیال ہُوا جو بے عیب لبوں سے خُدا کی بندگی کرتے تھے اور اپنی طرف نظر کی تو نہایت گڑگڑا کے چلایا:

"ہائے مجھ پر میں تو برباد ہُوا کہ میں ناپاک ہونٹ والا آدمی ہوں"۔

اسکی کیا وجہ ؟ کچھ تو یہ کہ عزیاہ بادشاہ کی سلطنت میں دولت اور شان و شوکت نے لوگوں کے دلوں کو بگاڑ دیا تھا اس لئے ضرور تھا کہ قوم کے پیشوا اور یسعیاہ جیسے اشخاص راستبازی اور دینداری کا اعلیٰ درجہ رکھیں۔ یسعیاہ نبی کے صحیفہ کے پہلے ابواب سے ظاہر ہے کہ کیونکر صیحون کے باشندے اور یروشلم کے مرد و عورت ہاں سب لوگ گناہ سے بگڑ گئے تھے۔ فیشن۔ دُنیا پرستی اور روپیہ کمانے کی دُھن نے اُنہیں کیسا بگاڑ دیا تھا۔ اس لئے کیسا ضرور تھا کہ خُدا یسعیاہ کے وسیلے جسے اُسکی قُربت حاصل تھی ایک اعلیٰ ہدف لوگوں میں داخل کرے۔

جسوقت زمین سرسبز ہے۔ مُلک میں امن چین ہے۔ آبادی بڑھتی جاتی ہے۔ دولت فراوان ہوتی جاتی ہے۔ مگر رُوحانی زندگی کی جڑ کٹ رہی ہے۔ پاک دستوروں کی بے قدری ہوتی ہے۔ خاندانی دُعاؤں میں تساہل کیا جاتا ہے بچوں کی تعلیم و تربیت دیندارانہ طور پر نہیں ہوتی خُدا یسعیاہ جیسے اشخاص کو اُٹھاتا ہے۔ اپنے ایسے خادموں کو جنکو زیادہ قُربت حاصل ہوتی ہے۔ ہاں اپنی کلیسیا کے ممبروں کو مسیحی زندگی کی نئی سطح پر بلند کر دیتا ہے تاکہ اسوقت سے لیکر وُہ کل قوم کے اُٹھانے کے لئے ایک کل کا کام دیں۔

لیکن جو کچھ ہم بننا چاہتے ہیں۔ اس سے پیشتر ہمیں خاکسار اور فروتن بننا چاہئے۔ چاہئے کہ ہم خُدا کے حضور خاک میں گر پڑیں۔

چنانچہ ہم جیسے اُس نے پرتیاہیں اتنا ہی ہم اُوپر چڑھینگے ۔ آؤ ہم اپنے خداوند یسُوع مسیح کے حضُور اپنے تئیں خاک پر ڈالدیں ہر ایک قائل ہوکر چلا اُٹھے ۔

"ہائے مجھ پر میں تو برباد ہوا کیونکہ میں ناپاک ہونٹ والا آدمی ہوں"۔

یاں تین باتوں کا قائل ہوتا ہے ۔ اپنی ذاتی نالائقی خُدا کی قُربت ۔ اور اس ایک طریقہ کا جس سے آدمی کا دِل تسلّی پاسکتا ہے ۔

ا

اوّل پہچان اور اقرار اپنی ذاتی نالائقی کا ہے ۔

ہائے مجھ پر میں تو برباد ہوا ۔

وُہی شخص جو سارے اسرائیل میں پاکیزہ جان اور قابل نمونہ معلوم ہوتا ہے اب سب سے زیادہ فردی اور گناہ کا قائل ہوتا ہے ۔ خُدا کے فرزندوں کو یہہ سیکھنا ضرور ہے ۔ اِس نے بہت اچھا کام کیا تھا ۔ لیکن خُدا نے دیکھا کہ وُہ اس سے بھی اچھا کام کرسکتا ہے ۔ اسلئے اسکی گذشتہ خدمت کی نالائقی کو ظاہر کرتا ہے ۔

شائد ہم نے اب تک اچھا کام کیا ہے ۔ لوگوں کی خدمت کی ہے ۔ بچّوں کو پیار کیا ہے غریبوں محتاجوں کی مدد کی ہے ۔ ہاں سب لوگ اس بات کا اقرار بھی کرتے ہوں لیکن خُدا کچھ بہتر سبق سکھانا چاہتا ہے وُہ چاہتا ہے کہ تم زیادہ مضبُوط ہو ۔ رُوح القدس اور آگ کا زیادہ بپتسمہ پاؤ ہاں وُہ تم کو اگرچہ راستباز اور نیک دِل ہو ۔ تمہاری گذشتہ خدمت اور زندگی دکھانا چاہتا ہے اور اس روشنی میں ڈالدینا چاہتا ہے جو یسُوع مسیح کے چہرے سے تم پر پڑتی ہے ۔ اسوقت تم ہی جسے لوگ نیکی و دینداری میں اپنا نمونہ مانتے آئے ہیں اور جسکی فصاحت و بلاغت سے کئی متاثر ہوچکے ہیں ہاں تم ہی چلّا اُٹھوگے ۔

"ہائے میں برباد ہوا"۔

یسُوع مسیح کے مکاشفہ کے ذریعہ سے دِل گناہ کا قائل ہوتا ہے بغیر اس رویت کے ہم گناہ کے قائل ہو نہیں سکتے ۔ وُہ اِسی وقت ہمارے درمیان ہے ۔ اور جب تم یہہ سالم

پڑھ رہے ہو اس کی نظر تم پر لگی ہے۔ جب آپ نظر اُٹھا کر اس کی طرف دیکھیں تو کیا آپ کا دِل گواہی نہیں دیتا کہ اُسکے چہرہ پر غم اور افسوس کے آثار ہیں کیونکہ تمہارے کام میں خود غرضی اور خودی کا اسقدر بڑا حصہ ہے اور اُسکی محبت کیسی کم کیا وہ ظاہر نہیں کرتا کہ تمہاری نیتیں کیسی پست اور غرضیں کیسی ادنیٰ ہیں اور خُدا کی نسبت تمہیں لوگوں کی خوشنودی کا کیسا خیال ہے۔

کاش کہ زندہ مسیح کی روشنی اب تم پر پڑے۔ آنیوالے مسیح کی روشنی اسکی دُوسری آمد کی روپہلی روشنی۔ مسیح کی عدالت کی روشنی۔ اُسکے سفید تخت کی روشنی اور جسوقت یہہ روشنی دِل پر پڑتی ہے تو تم جانوگے کہ تم کیا ہو اور وُہ کیا چاہتا ہے کہ تم بنو اسوقت تم کہوگے "میں تو برباد ہوا۔"

۲

دوم۔ اس امر کا قائل ہونا ہے کہ خُدا نزدیک ہے۔

خُدا تو ہر جا حاضر و ناظر ہے۔ جہاں خُدا ہے وہاں آسمان ہے۔ زمین گویا آسمان سے بھری پڑی ہے۔ ہر جھاڑی تو خُدا کے جلال سے شُعلہ زن ہے۔ لیکن جو تی وہی اُتارتا ہے جو اُسے دیکھتا ہے۔ خُدا کی حضوری کو بہت تھوڑے محسُوس کرتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اگر پنتیکوست کے روز بالاخانہ میں دِل کے اندھے لوگ ہوتے یعنے جنکی آنکھیں تعصب جذبات اور دُنیا پرستی نے اندھی کر چھوڑی ہیں تو وُہ محض ایک شور سُنتے لیکن آگ کے شعلے کو نہ دیکھتے۔ اگر وُہ یوحنا کے ساتھ پتمس کے جزیرے میں ہوتے تو وُہ چٹانوں پر لہروں کے پڑنے کی آواز تو سُنتے۔ لیکن فرشتوں کے سازوں کی آواز اُنکے کانوں میں سُنائی نہ دیتی۔ یہی برعکس ہے کہ اگر پطرس یا یُوحنا تمہارے پاس بیٹھے ہوں تو اُن کے چہرے آسمانی روشنی سے چمک اُٹھتے اور وُہ یہہ کہتے کیا تم نے نہیں دیکھا؟ کیا تم نے نہیں سُنا؟ خُدا یہاں ہے۔ خُدا تعالیٰ آسمانوں سے اتر آتا ہے کہ اپنے لوگوں کو برکت دے۔ "جہاں دو یا تین اکٹھے ہوتے ہیں وہاں۔ مَیں ہوں۔"

۳

سوم اس امر کی پہچان پانا ہے کہ تائب کے لئے کیا درکار ہے ۔

لکھا ہے کہ جب یسعیاہ چلایا تو سرافیم میں سے ایک فوراً سلگتا ہؤا کوئلا لینے گیا۔ انکو کہنے کی ضرورت نہیں۔ وُہ جانتے ہیں کہ ایسے موقعہ پر اُنکا کیا کام ہے۔ مذبح پر سے جو سلگتا کوئلہ سرافیم نے اٹھایا وُہ دو باتوں کا نشان تھا ۔ لہو اور آگ کا ۔ ہم کو یہہ دونوں چیزیں درکار ہیں ۔ ہوا اور آگ ۔ یہہ قربانی کا وقت تھا ۔ برہ آگ پر جل کر ۔ چڑ چڑ کر رہا ہے ۔ لہو ٹپک رہا ہے ۔ سرافیم دست پناہ سے مذبح پر سے یہہ کوئلہ اُٹھاتا ہے ۔ یہہ کوئلہ برے کے لہو سے بھیگا ہے ۔ اس لہو سے تر ہو جاؤ ۔ یہہ اسکا لہو ہے جسکی نسبت مقدس یوحنا کہتا ہے کہ وُہ پانی اور لہو سے آیا نہ فقط پانی ہیں بلکہ پانی اور لہو میں ہوکے آیا" ا یوحنا ۵ : ٦ ۔

ہم خداوند یسوع مسیح کے پاس جائیں اس سے معافی حاصل کریں جو اُس نے صلیب پر ہمارے لئے خریدی ۔ پہلے معافی پھر آگ اور قدرت کا چشمہ ۔ خدا کرے کہ وُہ سلگتا کوئلہ کی چمک پنتکوست کے دن سے لیکر آج تک کم نہیں ہوتی ۔ ہماری لبوں ہمارے دلوں اور ہماری جانوں کو چھوئے ۔ اور ہر ایک مشن ۔ ہر ایک سکول اور ہر ایک کلیسیا ہاں ہم میں سے ہر ایک کے دل میں یہہ آگ روشن ہو ۔

بہت سال گذرے کہ ایک بزرگ صاحب انگلستان کے شہر چلسی میں بیبل کلاس کرایا کرتے تھے ۔ ملکہ معظمہ کی ایک خادمہ بھی اس میں حاضر ہوا کرتی تھی ۔ اسکی باقاعدہ حاضری اور مسیحی خیالات کے باعث نوکر اُسکو دق کیا کرتے ۔ اور ہنسی ٹھٹھے میں اُڑایا کرتے تھے ۔ ہوتے ہوتے بات حضور ملکہ معظمہ کے کانوں تک پہنچی ۔ حضور ممدوحہ نے ارادہ کیا کہ میں خود اس کلاس میں جاکر دیکھونگی کہ وہاں کسی نوکر کو جانا چاہئے یا نہیں ۔ چنانچہ حضور بذات خود وہاں تشریف لے گئیں اور واپس جاکر اُس خادمہ کو سمجھایا کہ کبھی اپنی کلاس سے غافل نہ ہونا ۔ اور فرمایا کہ کاش باقی ملازم بھی وہاں جایا کریں ۔

احبار کی کتاب

۱۔ پہلے چند ابواب کو پڑھو اور ان میں لفظ "بے داغ" پر نشان لگاتے جاؤ۔

۲۔ غور کرو کہ کاہن خدا کے حضور قربانیاں چڑھاتے تھے۔

۳۔ دیکھو چوتھے باب میں بار بار ہدایت کی گئی ہے کہ قربانی چڑھانے والا قربانی کے سر پہ اپنے ہاتھ رکھے۔ اسکا کیا مطلب تھا؟

۴۔ دیکھو چوتھے باب میں بار بار معافی کا ذکر ہے۔ اور ابواب میں اسی بات کا کہاں ذکر آتا ہے؟

۵۔ پانچویں باب کی رو سے کفارہ دینا کس پر فرض ہوتا تھا؟ کس کے واسطے کفارہ دیا جاتا تھا؟ اس امر کے تمام جوابوں کی جو اس کتاب میں پائے جاتے ہیں فہرست بناؤ۔

۶۔ چوتھے اور پانچویں باب میں سہواً خطا کرنے کا کیا ذکر ہے؟ کیا اسکے لئے کفارہ دینا لازم تھا؟

۷۔ ساتویں باب میں شکرگذاری کا کیا ذکر ہے؟

۸۔ آٹھویں باب کو غور سے پڑھو اور دیکھو کہ کاہنوں میں کن صفات کا ہونا ضرور تھا ۳۶ آئت میں لکھا ہے کہ کاہن فرمانبرداری کی زندگی بسر کرتے تھے۔ نئے عہدنامہ میں کہاں لکھا ہے کہ خدا کے سب بندے کاہن ہیں؟ کاہنوں کو کس طرح زندگی بسر کرنی چاہئے؟

۹۔ سولہویں باب کا بغور مطالعہ کرو۔ دیکھو نقشہ میں بھی اسے بقلم جلی لکھا گیا ہے۔ کیا احبار کی کتاب کا اور باب بھی ایسا ضروری ہے؟ کیوں بکری کے دو بچے؟ کیوں ایک زندہ چھوڑا جاتا تھا؟ کیوں ایک ذبح کیا جاتا؟ کفارہ پہلے کس کے واسطے دیا جاتا تھا؟ کیوں؟ عبرانیوں کے خط میں دیکھو کہ ہمارے سردار کاہن کو اپنے واسطے کفارہ دینے کی کیوں ضرورت نہیں۔ اسکی کیا وجہ؟ دیکھو

۵ : ۲۲ - اِس سے یسعیاہ نبی کی کتاب کے کونسے باب اور اسکی کونسی آئت کا خیال آتا ہے؟

۱۰ - بہتوں کو یہہ امر سمجھنا ذرا مشکل معلوم ہوتا ہے کہ کیوں خُدا نے اسرائیل کو ملک کنعان کی قوموں کے ہلاک کرنے کا حکم دیا۔ دیکھئے ۱۸ اور ۲۰ باب میں اسکی وجہ بیان کی گئی ہے۔ اَور باعث بھی مختلف جگہوں خصوصاً استثنا میں مذکور ہیں انہیں بغور ملاحظہ کرو۔

۱۱ - دیکھو احبار ۱۹ : ۲۸ میں ذکر ہے وُہ ابھی تک ہندوستان میں پائی جاتی ہیں۔

۱۲ - دیکھو ۱۹ اور ۲۲ باب میں الفاظ "میں خداوند ہوں" کتنی بار آتے ہیں۔

۱۳ - دیکھو ابواب ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲ میں پاکیزگی پر کتنا زور دیا گیا ہے۔

۱۴ - ۲۳ : ۹ - ۱۴ کو بغور پڑھو اور ۱ - قرنتیوں ۱۵ : ۱ آئت سے مقابلہ کر کے دیکھو کہ یہودیوں کے سبت (سنیچر) کو ہفتہ کے پہلے دن (اتوار) سے کیوں بدل ڈالا ہے؟

۱۵ - ۲۶ باب کو بغور پڑھو اور خاصکر ان وعدوں پر جو ۴۴ و ۴۵ آیتوں میں ہیں غور کرو۔

۱۶ - تعجب آتا ہے کہ احبار کی کتاب میں کتنی قربانیوں اور رسموں کا بیان ہے۔ شائد ایک وجہ یہہ ہو کہ یہہ سب نمونہ تھے۔ لیکن یہہ سب کے سب گناہ کو دُور کر نہ سکتے تھے۔ ملاحظہ ہو عبرانیوں کا خط۔

۱۷ - یہودیوں کی رسم قربانی پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس میں جانوروں کا مارنا ضروری تھا۔ یہہ امر خاصکر ہندوؤں کو ناگوار ہے۔

لیکن خیال رہے کہ گناہ کیسی مکروہ چیز ہے۔ یہی باعث قربانی کا تھا۔ ہم اس حقیقت کو بہت کم سمجھتے ہیں کہ "گناہ کی مزدوری موت ہے"۔ یہودیوں کی یہہ رسم اس امر کی عمدہ تشریح ہے۔ مسیح نے اپنے آپ کو قربان کر دینے سے جانوروں کی قربانی موقوف کر دی۔ کاش کہ ہم سب اس کفارہ کو جو اُسنے اپنی موت سے دیا قبول کریں۔

۱۸ - چاہئے کہ احبار کی کتاب کے بعد عبرانیوں کے خط کو بغور پڑھا جائے۔ ان تمام امور کی فہرست بناؤ جن میں ہمارا سردار کاہن یسوع مسیح ہارون اور اُسکی نسل سے برتر ہے۔

خلوتی دُعا

از تصنیف جان آر ماٹ صاحب

مترجمہ

مولوی سراج الدین صاحب بی۔ اے پروفیسر مشن کالج لاہور

دوسرا حصّہ

بائبل میں دُعا کے مضمون کا مُطالعہ

دعا کے بارے میں بائبل کے مطالعہ کرنے کے لئے ذیل کے طریقے بطور فہرست مضامین دئے جاتے ہیں لیکن یہ فہرستیں سارے مضمونوں کی تکمیل کرنیوالی نہیں بلکہ صرف ایمائی طور پر ہیں۔ امید ہے کہ یہ مضامین اس مطالعہ کے شروع کرنے میں مدد دینگے اور نہایت ضروری مضمون کی شخصی تلاش میں رہنمائی کرینگے ان طریقوں میں سے خواہ کوئی طریقہ اختیار کیا جائے چاہئے کہ پڑھنے والا پاک کلام کی ساری آیتوں کو جو اس مضمون کے متعلق ہیں۔ پہلے نکال لے اور اُنکے متعلق کی باتوں کو غور سے دیکھے۔ مطالعہ کی غرض سے یا تو وہ پنسل کے ساتھ ہر ایک آیت پر جو اس مضمون کے ساتھ تعلق رکھتی ہے حاشیہ پر نشان کرے یا کاغذ پر ان ساری آیتوں کے حوالے لکھ لے یا اس سے بھی بہتر یہ ہے۔ کہ سب آیتیں ہی لکھ لے پھر چاہے وہ ان آیتوں کا ذیل کی فہرستوں میں سے کسی فہرست کے مطابق جس کو وُہ چُن لے مطالعہ کر سکتا ہے۔

۱ دُعا کا مُطالعہ مضامین کے مُطابق

الف۔ ہم اپنے مطالعہ کو ذیل کی کتابوں میں سے کسی ایک پر محدود کر سکتے ہیں

(ا) مکمل بائبل (ب) نیا عہدنامہ (ج) اناجیل (د) اعمال اور خطوط (ہ) زبور
بہتر ہوگا کہ شروع میں ہم اپنے مطالعہ کے لئے ان میں سے کسی زیادہ محدود حصے
کو لیں مثلاً اناجیل یا زبور۔

ب ۔ فہرست مضامین ۔ (۲) دُعا کیا ہے (ب) کس بنیاد پر یا کیوں دُعا کرنی
چاہئے (ج) دُعا کیطرف راغب کرنے والی باتیں (د) دُعا کا وقت (ہ) دُعا مانگنے
کی جگہ (و) دُعا مانگنے کے وقت جسم اور دل کی حالت (ز) دُعا کے لئے امداد۔(ح)
دُعا کے مدد ۔ مسیح اور روح القدس (ط) دُعا میں رکاوٹیں (ی) دُعا کے اصول (ک) دُعا
کے مقاصد (ل) دُعا کی شرائط (م) دُعا کی کامیابیاں ۔

مثال کے طور پر دُعا کیطرف راغب کرنے والی باتوں کو لیکر ہم دکھائینگے ۔ کہ
کیونکر ہر ایک مضمون کو ہم پڑھا سکتے ہیں ۔ اگر ہم نئے عہدنامہ پر ہی اکتفا کریں تو دُعا کی
طرف راغب کرنے والی باتوں میں سے ہمیں ذیل کی باتیں ملتی ہیں ۔

(۲) خدا عبادت کرنے والوں کو چاہتا ہے (یوحنا ۴ : ۲۳) ۔
(ب) دُعا خدا کو پسند آتی ہے (۱ تمطاؤس ۲ : ۳) ۔
(ج) مسیح کا منشا ہے کہ ہم اپنے تئیں ہمہ تن دُعا کے لئے دیدیں (مکاشفات ۱ : ۶)
(د) مسیح نے سکھایا کہ دعا مانگنا ہمارا فرض ہے (لوقا ۱۸ - ۱) ۔
(ہ) مسیح خود ایک مرد دُعا تھا ۔
(و) رسول ہمیں دعا مانگنے کے لئے نصیحت اور تاکید کرتے ہیں (افسیوں ۶ : ۱۸)
(ز) بعض دوسرے اوائل زمانہ کے مسیحی مرد دُعا تھے ۔
(ح) بیشمار صریح اور عجیب وعدے کہ دُعا سنی جائیگی (متی ۷ : ۷ سے ۱۱ تک) ۔
(ط) قبول شدہ دُعا کی بہت ساری صاف اور زوردار مثالیں (اعمال ۴ : ۲۳ سے ۳۱ تک)
(ی) سب چیزوں کا خاتمہ نزدیک ہے ۔ (۱ - پطرس ۴ : ۷) ۔

۲ بیبل کی دُعاؤں کا مطالعہ

الف ۔ بیبل کی ساری دُعاؤں کو لینے کی بجائے بہتر ہوگا کہ ہم چند ایک چیدہ چیدہ دعاؤں کا بڑے غور سے مطالعہ کریں ۔ چنانچہ ہم ذیل کی فہرست پیش کرتے ہیں۔

موسیٰ کی دُعا (زبور ۹۰) داؤد کی دُعائیں (۱ - تواریخ ۲۹ : ۱۰ سے ۱۹ آیت تک ۔ اور زبور ۵۱) سلیمان کی دُعائیں (۱ - سلاطین ۳ : ۶ سے ۹ آیت تک) مسیح کی دُعائیں (متی ۶ : ۹ سے ۱۳ آیت تک اور یوحنا ۱۷) ابتدائی مسیحیوں کی دُعائیں (اعمال ۴ : ۲۴ سے ۳۱ آیت تک) اور پولوس رسول کی دُعا (افسیوں ۳ : ۱۴ سے ۲۱ آیت تک) ۔

ب ۔ مطالعہ کی ترتیب ۔ (ا) دُعا کا کیا موقعہ ہے بمعہ ایسی باتوں کے کہ دُعا مانگنے والا کون ہے کب ۔ کہاں اور کن حالتوں میں دُعا مانگی گئی ۔ (ب) دُعا مانگنے والے کی خصلت اور مزاج) اُس دُعا کی خاصیتیں مثلاً اُسکا اختصار ۔ اُسکے معنوں کی وسعت اور سادگی (د) دُعا کے اجزا ، مثلاً حمد ۔ شکرگذاری ۔ اقرار ۔ اور شفاعت (ہ) کس رُوح میں دُعا مانگی گئی مثلاً پُرزور یا سرگرم یا پُرشکر یا پُرایمان ۔ یا خالی از غرض یا پُرتوکل یا سچی ہمکلامی کی رُوح میں ۔ (د) دُعا کے جواب یا نتیجے ۔

(۳) بیبل کی مردانِ دُعا کا مطالعہ

الف ۔ بیبل میں جن بیشمار مردانِ دُعا کا ذکر ہے انمیں سے یعقوب ۔ موسیٰ ۔ داؤد ۔ ایلیاہ ۔ الیشع ۔ حزقیاہ ۔ نحمیہ ۔ یرمیاہ ۔ دانیال ۔ پطرس ۔ اور پولوس کی دُعا کی زندگی کا مطالعہ کرنا نہایت فائدہ مند ہوگا ۔ داؤد کی دُعا کی زندگی کا مطالعہ کرنے میں داؤد کے زبوروں کو غور سے دیکھنا چاہئے ۔ اور نیز بیبل کے اُن تواریخی حصوں کو جنمیں اس کا بیان ہے ۔ پولوس کے بارہ میں یہہ معلوم ہو جائیگا کہ اعمال کی نسبت پولوس کے خطوط

اُس کی دُعا کی زندگی کے بارہ میں زیادہ روشنی ڈالتے ہیں۔ اِس لئے داؤد یا پولوس کا مطالعہ کرنے میں ضروری ہوگا کہ پطرس کو چھوڑ کر فہرست مندرجہ بالا کے اور آدمیوں کی نسبت چار یا چھ گنا وقت خرچ کیا جائے۔

ب۔ مطالعہ کی فہرست (۱) وُہ واقعات جن سے پتہ علوم ہوتا ہے کہ یہ آدمی مردِ دُعا تھا (ب) اسکی درج شدہ دعائیں جنکا مطالعہ فہرست مندرجہ نمبر ۲ کے مطابق کرنا چاہئے (ج) اسکی دُعا کی زندگی کی خاصیتیں (د) دُعا کا اثر اس کی اپنی زندگی پر (ہ) اس کی دُوسری خصلتوں اور عادتوں کا اس کی دُعاؤں پر کیا اثر ہوا (و) دُعا سے کیا کامیابی اُسکو حاصل ہوئی۔

۴ قدیم مسیحی کلیسیا کی دُعا کی زندگی کا مطالعہ

الف۔ اس تحقیقات میں اعمال اور سارے خطوط شامل ہونگے۔

ب۔ مطالعہ کی فہرست (۱) قدیم مسیحیوں میں دُعا کی مثالیں۔ اس فہرست میں تمام دُعاؤں کی مثالیں شامل ہونی چاہئیں۔ خواہ وُہ اکیلے مسیحیوں کی ہوں یا مسیحی کارندوں کی جماعتوں کی طرف سے ہوں یا مسیحی کلیساؤں کی طرف سے یا ساری کلیسیا کی طرف سے (ب) وہ موقعہ جنکے سبب سے دُعا کی ضرورت پڑی (ج) اوائل کلیسیا کی دُعاؤں کی خصوصیتیں مثلاً اُنکا دُعا کو نہایت ضروری سمجھنا۔ ایک رُوح کے ساتھ دُعا مانگنا اُنکا شک نہ لانے والا ایمان۔ اُنکا تبدیل نہ ہونے والا جوش۔ (د) دُعا کی کامیابیاں۔ (ہ) دُعا کے بارہ میں ساری تعلیمات کا مجمُوعہ جو خطوط میں ملتا ہے۔ اُس کے ساتھ مسیح کی تعلیم کا جو اناجیل میں پائی جاتی ہے مقابلہ کرو۔

۵ مسیح اور دُعا کا مُطالعہ

الف۔ اگرچہ اس مضمون کے مطالعہ کے لئے ہمارا بڑا ماخذ اناجیل ہیں لیکن بہت

ساری آیتیں جو مسیح کو ہمارا ہمیشہ زندہ رہنے والا شفیع بتاتی ہیں۔ رومیوں اور عبرانیوں کے خطوط میں اور یوحنا کے پہلے خط میں ملینگی۔

ب۔ مطالعہ کی فہرست (۱) مسیح کا مردِ دعا ہونا۔ جو قریباً پچیس یا زیادہ علیحدہ علیحدہ مقاموں میں مسیح کے مردِ دعا ہونے کے بارہ میں ملتی ہیں انکو جمع کرنے کے بعد فہرست نمبر ۲ کے مطابق اسکا مطالعہ کرو۔ (ب) مسیح کی دعائیں۔ مسیح کی دس یا گیارہ درج شدہ دعاؤں کا فہرست نمبر ۲ کے مطابق مطالعہ کرو۔ (ج) مسیح کی تعلیم دعا کے بارہ میں۔ پہلے قریباً بیس یا زیادہ تعلیمات جو مسیح نے دی ہیں (معہ انکے جنکا اس فہرست کے نمبر ۱ (ب) میں ذکر ہوا ہے) جمع کرو اور پھر انکا کسی ایسی فہرست کی مدد سے جیسا فہرست نمبر ۱ میں مذکور ہوا ہے، مطالعہ کرنا چاہیئے۔ اگر کوئی مطالعہ کرنیوالا اس مضمون کو زیادہ وسیع اور گہرے طور پر مطالعہ کرنا چاہے تو چاہیئے کہ جو کچھ مسیح نے روح القدس کے ذریعہ اعمال اور خطوط میں سمجھایا ہے اس پر غور کرے۔ ایسے مطالعہ سے نئے عہدنامہ کی دعا کی تعلیم میں نہ صرف یکساں کثرت معلوم ہوگی بلکہ ترقی نظر آئیگی۔

دعا کے لئے ان پانچ طریقوں میں سے جو پیش کئے گئے ہیں سب سے زیادہ جوش دلانیوالا مطالعہ "مسیح اور دعا" کے بارہ میں ہے۔ علاوہ ازیں یہ اوروں کی بنسبت بدرجہا ضروری بھی ہے۔ اگر ہم کسی بات میں مسیح کی مانند بننا چاہتے ہیں تو ہمیں دعا میں اسکی مانند ہونا چاہیئے۔ مسیح سے اسکی بے نظیر دعاؤں کے ذریعہ تعلیم پانے کے لئے خواہ ہم کتنا ہی وقت خرچ کریں، تو بھی تھوڑا ہے۔ اسکے دعا کے احکام پر ہم کتنا ہی غور کریں تو بھی کم ہے۔

جسقدر زیادہ ہم سے ہو سکے ہمیں چاہئے کہ مسیح کو دعا کا سب سے بڑا نمونہ دینے والا جانکر اپنی نظر کے سامنے رکھیں۔ جوں جوں ہم اسکی دعا کی زندگی پر غور کریں گے ہمارے دل پر زیادہ اور زیادہ اس بات کی تاثیر ہوگی کہ اسکی دعائیں پرصداقت، وسیع اور گہری ہیں اور سب سے زیادہ یہہ کہ انمیں "وہ خوفِ خدا" پایا جاتا ہے جسکے سبب سے وہ خود بخود دل سے

پیدا ہوتی ہیں اور دن میں ہم زیادہ گہرے مطلب کے ساتھ یہ دُعا مانگ سکینگے "اے خُداوند ہمیں دُعا مانگنا سکھا"۔

تیسرا حصّہ

دُعائی زندگی پر چند ایک سوالات اپنے نفس کے امتحان کے واسطے

۱ - کیا میں اپنی دُعاؤں کو فرض کے طور پر ادا کرتا رہا ہوں یا ایک نعمت عظمیٰ جانکر؟

۲ - جب میں دُعا مانگتا ہوں تو کیا مجھے یقین ہوتا ہے کہ خدا حاضر ہے؟

۳ - کیا مجھے خُدا کے ساتھ دُعا مانگنے میں قوت حاصل ہوتی ہے؟

۴ - کیا گذشتہ ہفتہ میں میری روزانہ دُعاؤں کے صاف جواب مجھے ملے ہیں؟

۵ - کیا مجھے حقیقت میں اس بات کا ایمان ہے کہ خُدا میری دُعاؤں کا جواب دیگا؟

۶ - جب اَور لوگوں نے میرے پاس دُعا کیلئے درخواست کی ہے تو میں انکی درخواستوں کو وقعت کی نظر سے دیکھتا ہوں۔

۷ - کیا میں اپنی سفارشی دُعا میں خود غرض تو نہیں ہوں؟

۸ - کیا میری دُعاؤں میں خُدا کی حمد کرنیکا جزو کافی طور پر پایا جاتا ہے؟

۹ - کیا میں نے اپنی دُعاؤں میں شکرگذاری کو مناسب طور پر برتا ہے؟

۱۰ - کیا میں نے اپنی دُعاؤں میں خُدا کے کلام کے وعدوں کا متواتر استعمال کیا ہے؟

۱۱ - کیا میری دُعائی زندگی میں ذیل کی رکاوٹیں پیش آئی ہیں یا نہیں؟ :-

سُستی۔ شتاب بازی۔ بیقاعدگی۔ دستور پرستی۔ بے ٹھکانا طور پر دُعا مانگنا۔ غلط وقت۔ غلط جگہہ۔ غلط حاجت۔ بے علمی یا جہالت۔ ناکافی تیاری۔

۱۲ - کیا میری دُعائی زندگی ذیل کے باعثوں سے کمزور تو نہیں؟ :-

نافرمانی۔ غلط مدعا۔ الجھانیوالا گناہ۔ مشکوک کام۔

۱۳ - کیا میری دُعائیں ہر روز خاص نفروقتوں پر ہی محدود رہی ہیں؟ مجھے تجربے سے معلوم ہوا ہے کہ متواتر دُعا مانگنے کے کیا معنی ہیں؟

۱۴ - کیا میں ایمانداری کے ساتھ دُعائی فہرست کو استعمال کرتا ہوں؟

۱۵ - کیا میں دُعا میں مدد دینے کے لئے روح القدس پر بھروسہ رکھتا ہوں؟

۱۶ - کیا میں نے کبھی ایک مہینہ بھر کیلئے روزانہ انجیل کے مطالعہ کو اسواسطے استعمال کیا ہے کہ خُداوند مجھے دُعا مانگنا

پیشین گوئی لفظ بلفظ پوری ہوئی

ڈاکٹر سانڈرسن ہالن صاحب فرماتے ہیں کہ جنگ کریمیا کے بعد جب میں قسطنطنیہ میں تھا تو ایک ترکی کرنیل میری ملاقات کو آیا۔ اور دورانِ گفتگو میں پوچھنے لگا کہ بائبل کے کلام اللہ ہونے کا آپ کے پاس کیا ثبوت ہے۔ میں نے بات ٹال کر اور گفتگو شروع کر دی اور معلوم کیا کہ وہ کرنیل ایک بڑا سیاح ہے خصوصاً دریائے فرات کے علاقہ کی سیر کر چکا ہے۔ میں نے سوال کیا کہ آپ شہر بابل میں بھی تشریف لے گئے تھے۔ اُس نے جواب دیا کہ ہاں۔ وہاں کا عجیب قصہ آپ کو سناتا ہوں۔ مجھے شکار کا از حد شوق ہے میں نے سنا کہ بابل کے کھنڈرات میں شکار کثرت سے پایا جاتا ہے اسلئے میں نے مصمم ارادہ کیا کہ وہاں جا کر ایک ہفتہ شکار میں بسر کروں چونکہ تن تنہا رہنا اس علاقہ میں پرخطر ہے میں نے ایک شیخ کو معہ اُسکے طائفہ کے بہت سے روپیہ کے عوض اپنے ہمراہ جانے پر راضی کیا۔ بابل کے متصل ہم نے اپنے خیمے گاڑ دیئے۔ شام ہونے سے کچھ عرصہ پیشتر میں نے اپنی بندوق لی اور اِدھر اُدھر دیکھ بھال کرنے کے لئے چل نکلا۔ کھنڈرات کے انباروں میں سوراخوں اور غاروں کے اندر بہت سے جانور تھے لیکن وہ رات کیوقت باہر نکلتے تھے۔ مجھے فاصلہ پر سے دو ایک چوپائے دکھائی دئے۔ میں نے دل میں ٹھانا کہ سورج چھپنے کے بعد شکار شروع کرینگے واپس اپنے خیمے کا رُخ کیا جب میں وہاں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ شیخ کے آدمی خیمے اکھاڑ رہے ہیں۔ میں نے شیخ کے ساتھ بڑے زور سے اِس حرکت پر تقاضا شروع کیا۔ میرے ساتھ ہفتہ بھر کے لئے اسکا عہد تھا اور میں ایک معقول رقم اسکو ادا کرنے پر بھی راضی تھا۔ اور وہ وہاں سے بھاگنے پر تیار ہو گیا۔ میں نے بہت کچھ کہا۔ مگر اُس نے میری ایک نہ سنی وہ کہتا تھا کہ یہاں رہنے میں سلامتی نہیں ہے کسی بشر کی مجال نہیں کہ سورج غروب ہونیکے بعد یہاں قیام کر سکے۔ تاریکی میں بھوت اور جن اور غول بیابان اور ہر قسم کے مکروہ حیوانات بِلوں اور غاروں میں سے نکل پڑتے ہیں اور جو کوئی انکو ملے اسکو اٹھا لیجاتے اور اپنا ساتھی بنا لیتے ہیں۔ میں نے ہر چند زور لگایا لیکن وہ اپنی بات پر جما رہا۔ آخر میں نے کہا کہ اچھا میں نے تمہارے حق سے

زیادہ تمہیں دینا منظور کیا ہے لیکن اگر تم میرے ساتھ یہاں ٹھہرو تو میں اس سے دُگنا تمہیں دُونگا۔ اُسنے جواب دیا کہ اگر ساری دُنیا کا زر مجھے دو تو بھی میں یہاں ہرگز نہ رہونگا۔ عرب کے کسی باشندہ نے کبھی بابل پر طلوع و غروب ہوتے نہیں دیکھا لیکن میں آپکی حق تلفی نہ کرونگا۔ ہم یہاں سے گھنٹہ بھر کے راستہ کے ایک دُوسری جگہ چلے جائینگے اور علی الصباح حاضر ہو جائینگے وہ یہہ کہکر چلے گئے اور مجھے اپنے شکار کا ارادہ ترک کرنا پڑا۔

جب کرنیل اپنی داستان ختم کر چکا تو میں نے اپنی بئبل میں سے یسعیاہ نبی کی کتاب کا تیرھواں باب اُسکو پڑھکر سنایا جس میں لکھا ہے کہ "بابل جو مملکتوں کی حشمت اور کسدیوں کی بزرگی کی رونق ہے سدوم اور عمورہ کی مانند ہو جائیگی جنکو خدا نے اُلٹ دیا۔ وہ ابد تک آباد نہ ہوگی اور پُشت در پُشت کوئی اس میں نہ بسیگی۔ وہاں ہرگز عرب لوگ خیمہ استادہ نہ کرینگے اور وہاں گڈریے گلوں کو نہ بٹھائینگے۔ پر بن کے جنگلی درندے وہاں بیٹھینگے اور اُنکے گھروں میں اُلو بھرے ہوئے ہونگے۔ وہاں شتر مُرغ بسینگے اور بن بکرے وہاں کُودتے پھاندینگے۔ اور گیدڑ اُنکے عالیشان مکانوں میں اور بھیڑیے اُنکے رنگ محلوں میں چلائینگے اُسکا وقت نزدیک پہنچا ہے اور اُسکے ہونے کے آگے بہت دن نہ ہونگے"۔

جب میں پڑھ چکا تو کرنیل نے کہا کہ بالکل ٹھیک بیان ہے لیکن آپ تو تواریخ پڑھ رہے ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ نہیں صاحب یہہ پیشین گوئی ہے۔ تب آپ تو خواندہ آدمی ہیں آپکو معلوم ہے کہ عہدِ عتیق کا یونانی میں ترجمہ مسیح سے قریب تین سو سال پیشتر ہوا۔ اُسنے یہہ بات تسلیم کی۔ پھر میں نے کہا کہ عبرانی کتاب اس ترجمہ سے قریب دو سو سال پیشتر لکھی گئی۔ اُسنے یہہ بھی مان لیا۔ تو میں نے دریافت کیا کہ کیا یہہ اسوقت کی تحریر نہیں کہ جب بابل عین اپنی شان و شوکت کے عروج پر تھا تو پھر یہہ پیشین گوئی نہ ہوئی؟ تب کرنیل نے کہا کہ میں اسوقت اس سوال کا جواب دینے کیلئے تیار نہیں۔ میں سوچکر دُوسرے وقت جواب دُونگا۔ میں نے کہا کہ بہت خوب جب آپ اسپر غور و فکر کر چکیں تو ضرور جواب سے سرفراز فرمائیں۔ تب وُہ کرنیل مجھے کبھی نہیں ملا۔ مگر کلامِ مقدس کی صداقت پر کیسی عجیب شہادت اُس نے دی۔

ایس پی جی مشنری سوسائٹی

کی

سالانہ رپورٹ

ہمیں یقین ہے کہ مذکورہ بالا سوسائٹی کے کام کی نسبت ذیل کے امور بھی ناظرین کے
لئے دلچسپی سے خالی نہ ہونگے۔

یہ سوسائٹی سنہ ۱۷۰۱ع یعنے اٹھارھویں صدی کے عین آغاز میں شروع ہوئی اور تب
سے اب دو سو برس سے برابر ترقی کرتی چلی آئی ہے یعنی مختلف ممالک میں اپنی طرف سے
کام جاری ہے۔ اگر ہم دنیا کے اُن حالات کیطرف غور کریں جو گذشتہ دو سو برسوں میں واقع ہوئے
ہیں تو معلوم ہوگا کہ اس عرصہ میں کئی سلطنتیں تباہ ہو چکی ہیں اور انکی جگہ نئی قائم ہوئی
ہیں۔ سلاطین کے بڑے بڑے نامور خاندان مرمٹے اور انکی اولاد آجکل روز ڈھونڈے نہیں
ملتی یا افلاس اور تنگی میں مبتلا ہے۔ خاصکر ایشیا کے قدیم براعظم نے تو ان دو صدیوں
میں بہت ہی بڑے انقلاب دیکھے ہیں۔ مغلیہ سلطنت نام کو بھی باقی نہیں چین اور فارس
متزلزل ہو رہے ہیں۔ اگر یورپ کی طرف دیکھا جائے تو ترکوں کی سلطنت جو دو برس پیشتر
بڑے رعب و قوت سے سرفراز تھی۔ آج کے روز مقروض اور نزع کی حالت میں نظر آتی ہے۔ انہی
دو صدیوں میں امریکا اور آسٹریلیا کے مختلف ممالک نے گویا تولد پاکر نشوونما بلکہ بلوغت کا
درجہ حاصل کیا ہے۔

اگر سرسری نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایک پرائیویٹ سوسائٹی اور خاصکر

مشنری سوسائٹی ، شاہی خاندانوں ملکوں اور سلطنتوں کے مقابل میں کچھ وقعت اور حیثیت نہیں رکھتی۔ لیکن یورپ کی مشنری سوسائیٹیوں میں وہ جان دکھائی دیتی ہے جو امیر تیمور کے خاندان کو حاصل نہ تھی۔ ایشیا ایک ایسا براعظم ہے کہ جسکو قیام اور استقلال سے کبھی واقفیت ہی حاصل نہیں ہوئی۔ ممکن ہے کہ اس تبدیلی سرگردانی اور پریشانی کی بہت سی وجوہات ہوں۔ لیکن اس میں مذہب کو بڑا دخل ہے۔ بقا اور استقلال فقط خدا کو حاصل ہیں اور یہہ صفات اسی قوم کو ملتی ہیں جو خدا کو پہچانے۔ گو مسیح کا مبدا ایشیا ہی میں ظہور رہا تاہم یورپ نے اسکو ایشیا کی نسبت پہلے پہچان کر قبول کیا۔ اور یہہ ایک وجہ ہے کہ یورپ کو بہ نسبت ایشیا کے زیادہ قیام اور استقلال حاصل ہے۔

ایک مسیحی سوسائٹی کا دو صدیوں تک برابر قائم رہنا اور ترقی کرتے جانا اسبات کی دلیل ہے کہ اس میں حقیقی زندگی موجود ہے۔ اور حقیقی زندگی کا سرچشمہ خدا خود ہے علاوہ اسکے اس قیام اور ترقی کو دیکھکر ہمیں مسیح کے وہ لفظ یاد آتے ہیں جو اُس نے اپنی کلیسیا کی نسبت فرمائے کہ دوزخ کے دروازے اسکے خلاف کبھی کامیاب نہ ہونگے۔

۱۷۰۲ء میں سوسائٹی نے امریکہ میں کام شروع کیا۔ امریکہ کی انگریزی کلیسیا ایک بڑی سرسبز کلیسیا ہے اور اسکو انسانی لحاظ سے ایس پی جی سوسائٹی کی بیٹی کہنا بالکل درست ہے۔

۱۸۲۰ء میں سوسائٹی کے ایجنٹ ہندوستان میں وارد ہوئے۔ گذشتہ سال میں اس سوسائٹی کی کل آمدنی ایک لاکھ بتیس ہزار پونڈ تھی۔ روپیوں کے حساب میں یہہ رقم انیس لاکھ اور اسی ہزار روپیہ ہوتی ہے۔ اگر اس آمدنی کا مقابلہ پار سال کی آمدنی کے ساتھ کیا جائے تو امسال تیس ہزار روپیہ کی ترقی نظر آتی ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہنوز سوسائٹی ضعیف نہیں ہوئی۔

گذرے سال سوسائٹی نے ۱۵ نئے پادری اور سولہ لیڈی مختلف ممالک کیطرف کام کرنے کیلئے بھیجے۔ اسوقت سوسائٹی کے رجسٹر میں سات سو ستاسی پادریوں کے نام ہیں

ہیں بارہ مدرجہ اسقفی کہتے ہیں اور جو خاص سوسائٹی کے نوکر ہیں - یعنے ایشیا میں ۲۰۴ افریقہ میں ۱۹۲ - آسٹریلیا و جزائر میں ۴۴ - شمالی امریکہ میں ۲۱۱ جزائر غرب الہند اور وسطی و جنوبی امریکہ میں ۱۵ اور یورپ میں ۳۹ - ان پادریوں میں سے ۱۷۲ اہل ملک ہیں - ایشیا میں ۱۲۵ اور افریقہ میں ۱۴۷ -

علاوہ مذکورہ گروہ کے سوسائٹی کے ماتحت ۲۵۰۰ معلم اور پادری نیز اور ہندوستانی مدارس اور کالجوں میں ۳۸۰۰۰ طلبا ہیں -

گذشتہ سال میں سوسائٹی کے نامی گرامی معاون اور مددگاروں میں سے ذیل کے صاحبان نے انتقال کیا جنکے لئے سوسائٹی غم کرتی ہے - بشپوں میں سے بشپ الیکوٹ بشپ مور - بشپ بیلی - اور بشپ بلی ون - بشپ میتھو مسٹر گلیڈ سٹون اور جنرل گریٹ

سوڈان اور خرطوم کی فتح ہونے پر سوسائٹی اپنے مشنریوں کو وہاں بھیجنے لگ گئی - وجہ اسکی یہ تھی کہ وہ ممالک ترقی مشنری سوسائٹی کا گویا مورد ث حصہ میں اور بہتر سمجھا گیا کہ ان پر خطر اور متعصب ممالک میں کام کرنیکا شرف و تعزیزی انہیں کیلئے چھوڑا جائے - امسال سوسائٹی کے دو معزز خادم ہندوستان میں مدرجہ اسقفی پر سرفراز کئے گئے ہیں - یعنے پادری جی اے لیفرائے صاحب لاہور کے لئے اور پادری ایچ وائٹ ہیڈ صاحب مدراس کے لئے -

سوسائٹی نے بڑی خوشی اور شکرگذاری کے ساتھ اپریل کے ... مائی کو اپنے دو صد سالہ جوبلی پر اور سی ایم ایس کو اسکے یکصد سالہ جوبلی پر مبارکباد دی تھی سوسائٹی کی اپنی دو صد سالہ جوبلی بھی قریب ہے اور ارادہ کیا گیا ہے کہ اس کی خوشی میں نہ صرف ایک دن بلکہ ایک پورا سال مانا جائے یعنے ۱۶ - جون سنہ ۱۹۰۰ء سے ۱۶ - جون سنہ ۱۹۰۱ء تک - دو سو برس کی زندگی اور خوشیوں اور کامیابیوں کے لئے ایک سال تک خدا کا شکر کرتے رہنا کوئی بڑی تیوہارپرستی نہیں ہے -

پولوس

پولوس کی خصلت کو ہم کسیقدر بیان کر چکے ہیں۔ لیکن دو بھاری اور قابل غور باتیں باقی ہیں۔ اور ان دو میں اسکے بڑے زور اور تقدس کا بھید ساچھپا تھا۔ اوّل۔ اسے کامل یقین تھا کہ خدا نے مجھے مسیح کی منادی کے لئے مقرر کیا ہے۔ اگر اس سے کوئی پوچھتا کہ اے پولوس تو کس لئے پیدا کیا گیا ہے تو وہ بغیر شک کے جواب دیتا کہ مسیح کا نام پھیلانے کے لئے۔

اپنی زندگی کے مقصد اور مدعا کی نسبت بہت کم آدمی کوئی یقینی خیال رکھتے ہیں۔ اکثروں کا تو یہہ حال ہے کہ جوں توں کرکے زندگی کاٹتے چلے جاتے ہیں۔ کوئی ایک مقصد یا غرض زندگی میں نہیں رکھتے بلکہ صدہا اغراض اور مقاصد انکے زور کو ادھر اُدھر گھسیٹتے رہتے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی باتیں انکی حالت کو بدلنے کی قوت رکھتی ہیں۔ یہہ آدمی شراروں یا پتنگوں کی مانند ہوتے ہیں۔

لیکن جس گھڑی سے کہ مسیح نے پولوس کو پکڑا اسے معلوم ہو گیا کہ مجھے ایک خدمت سونپی گئی ہے جو مجھ سے جدا نہیں ہو سکتی۔ "مجھ پر افسوس اگر میں انجیل کی منادی کرنے سے باز آؤں"۔ یہہ اندرونی آواز تھی جو اسے بانگے پھرتی تھی۔ اسکے دل میں لپٹیں اُٹھتی رہتی تھیں اور وہ جانتا تھا کہ دنیا کی نجات میری محنت پر منحصر ہے۔ اسی وجہ سے وہ ایسا بے چین اور خطروں کی طرف سے ایسا اندھا تھا۔ دکھ کو وہ حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا "ان میں سے کوئی شے مجھے ہلا نہیں سکتی۔ اور نہ میں اپنی جان کو عزیز رکھتا ہوں۔ بلکہ خوشی سے اپنے دور کو اور اس خدمت کو جو مجھے خداوند یسوع سے ملی ہے پورا کرنا چاہتا ہوں تاکہ خدا کے فضل کی انجیل پر گواہی دوں"۔

معلم۔ پولوس نہ فقط مسیح کا خادم تھا بلکہ مسیح کے ساتھ شخصی اور دلی محبت رکھتا تھا۔
اس میں اسکی خصلت کا بڑا کمال تھا۔ اسکا عشق مسیح کے ساتھ ایسا تھا کہ گویا مسیح ہر وقت اسکے
سامنے تھا۔ اور وہ اپنے معشوق کے لئے اپنی ہر ایک جسمانی اور روحانی قوت بلکہ اپنی جان
دینے کو مستعد تھا۔ جب سے اس نے مسیح کی صورت دیکھی دنیا اور تمام خودی کو وہ بھول
گیا۔ اسکا یہ عشق تا دمِ مرگ جلتا اور سلگتا رہا۔ مسیح کا غلام اور بندہ کہلانا اسکا سب سے بڑا
فخر تھا بلکہ وہ اپنے دل کو مسیح کا دل کہتا تھا۔ اسکا دماغ مسیح کا دماغ تھا۔ اسکا کام مسیح کا
کام تھا۔ اسکے دکھ مسیح کے دکھ تھے۔ بلکہ وہ اپنے دکھوں سے مسیح کے دکھوں کو پورا کرتا
تھا۔ وہ کہتا ہے کہ مسیح کے زخم میرے بدن میں موجود ہیں۔ میں مرتا ہوں تاکہ اور لوگ زندہ
جس دل میں سے ایسی باتیں نکلی تھیں وہ کیسا حلیم اور فروتن ہوگا۔ وہ جانتا تھا کہ مسیح
نے میرے لئے بڑے بڑے کام کئے ہیں۔ اسنے میرے اندر سے پرانے پولوس کو خارج کیا
ہے اور ایک نئے شخص کو میرے اندر پیدا کیا ہے۔ پس اس کی خواہش تھی کہ یہ نئی
خصلت پیدا ہوتی اور شخصیت میرے اندر بڑھتی رہے۔ "میں زندہ ہوں۔ تاہم میں نہیں۔
بلکہ مسیح میرے اندر زندہ ہے"۔ اس کمال کی طرف وہ عمر بھر ترقی کرتا رہا۔

پولوسی کلیسیا کی تصویر

اعمال کی کتاب میں پولوس کی کلیسیاؤں کا بیرونی نقشہ موجود ہے۔ لیکن دل چاہتا
ہے کہ ہمیں انکے اندر کی گہری حالت بھی کچھ دکھائی دیوے کہ ان قدیم مسیحیوں کے
دل کیسے تھے۔ پولوس جب چلا جاتا تھا تو وہ اسکی غیر حاضری میں کیا کرتے رہتے تھے۔
گو لوقا نے صرف بیرونی باتیں قلمبند کی ہیں تاہم پولوس خود اپنے خطوط میں اس
اندرونی صورت کا فوٹو کھینچ گیا ہے۔ اس فوٹو پر اب ہم نظر ڈالیں گے۔
سبت کی شام ہے۔ گوشت پرست دنیا سبت کو نہیں جانتی۔ انکا کام ختم ہوا ہے۔

سڑکیں اور گلیاں ہر قسم کے آدمیوں سے بھری ہوئی ہیں۔ طرح طرح کے بانکے ٹیڑھے آدمی عیش کی تلاش میں اِدھر اُدھر اکڑتے پھر رہے ہیں۔ کیونکہ جس شہر میں ہم پہنچے ہیں وُہ بدی اور شرارت میں کسی شہر سے کم نہیں۔ سیکڑوں سوداگر اور جہازران اِدھر اُدھر پھرتے نظر آتے ہیں۔ جوان خوشباش رُومی جو سیر کی خاطر آئے ہوئے ہیں اپنی ہلکی ہلکی گاڑیاں دوڑائے پھرتے ہیں۔ سالانہ دوڑوں تماشوں کا میلہ نزدیک ہے۔ طرح طرح کے پہلوان اور مختلف ورزشوں کے مشاق شہر میں چلتے پھرتے دکھائی دیتے ہیں۔ شام کی میٹھی میٹھی گرمی کے باعث اکثر آدمی گھروں سے نکلے ہوئے ہیں۔

لیکن چونکہ سبت کا روز ہے مسیحیوں کی چھوٹی جماعت عبادت کے لئے جمع ہو رہی ہے۔ انکی عبادتگاہ مطلق شاندار نہیں بلکہ اسکو دیکھکر کوئی کہہ بھی نہیں سکتا کہ یہہ عبادت گاہ ہے کیونکہ درحقیقت وُہ ایک معمولی رہنے کا مکان ہے۔

اس مکان یا دالان کے اندر آؤ اور صُورتوں کو دیکھو۔ بعض کی تو صُورت ہی سے اُنکی یہودیت ظاہر ہوتی ہے۔ باقی سب مختلف علاقوں کے یونانی ہیں۔

لیکن ذرا اور غور سے دیکھو تو اس سے بھی گہرے فرق نظر آئینگے۔ بعض انگوٹھیاں پہنے ہیں جنسے ظاہر ہوتا ہے کہ وُہ آزاد ہیں۔ اور کئی ہیں جنکے پاس یہہ نشان دکھائی نہیں دیتا اس لئے وُہ غلام ہیں۔ لیکن غلاموں کی تعداد زیادہ ہے۔ شاید ہی اس جماعت میں کوئی آدمی ہے جسکی صورت میں علم یا دولت کا کوئی نشان یا اثر نظر آئے۔ کیونکہ ابھی تک دُنیا کے دولتمند اور فیلسوف آسمان کی بادشاہت کی طرف رجوع نہیں ہوئے۔ اس جماعت کے زیادہ آدمی ایسے ہیں کہ جنکو انکے ہموطن احمق کمزور کمینے اور قابل حقارت سمجھتے ہیں۔

لیکن ان میں سے ہر ایک کی صُورت کو بغور دیکھو۔ کیا صاف ظاہر نہیں کہ انکی زندگی بُری خصلتوں میں گذری ہے۔ پولوس انکو لکھتا ہے کہ کیا تم نہیں جانتے کہ نا راست

خدا کی بادشاہت کے وارث نہ ہونگے۔ فریب نہ کھاؤ۔ نہ حرامکار۔ نہ بت پرست۔ نہ زناکار۔ نہ وہ جو اپنے آپ کو آدمیوں کے ساتھ ناپاک کرتے ہیں۔ نہ چور۔ نہ لالچی۔ اور نہ دوسروں کے مال سے چھین لینے والے خدا کی بادشاہت کے وارث ہونگے۔ اور تم میں بعض ایسے تھے اس۔ قدر زرد رو یونانی کو دیکھو۔ وہ مدتوں تک سرہیہ دیوی کی ناپاک عبادت میں غلطان و پیچان رہ چکا ہے۔ یا اس تنگ پیشانی سکوتھی غلام کو دیکھو کسی زمانہ میں وہ ڈاکو تھا اور قیدی بھی رہ چکا ہے۔ یا اس چونچ سی ناک والے اور تیز چشم یہودی کو دیکھو۔ وہ سود خور تھا اور کسی زمانہ میں بجائے سود کے قرضداروں کا گوشت کھا لینے سے پرہیز کرتا تھا۔

لیکن اب انکی طبیعتیں بدل ہوئی ہیں۔ اور انکے چہروں پر اب دوسری عبارت لکھی ہوئی ہے۔ لیکن تم دھو گئے ہو۔ تم پاک کئے گئے ہو۔ تم خداوند یسوع کے نام اور ہمارے خدا کی روح سے راستباز ٹھہرائے گئے ہو۔"

اور انکا گیت سنو۔ وہ چالیسواں زبور گا رہے ہیں۔ "اس نے مجھ کو خوفناک گڑھے اور دلدل کی کیچ سے باہر نکالا۔" انکے الفاظ میں کیسی رقت ہے۔ انکی صورتوں پر بھی خوشی ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ ہم کو مفت فضل ملا ہے۔ مسیح کی محبت نے موت کے ذریعہ سے ہم کو بچایا ہے۔

اب ذرہ انکی عبادت کو دیکھو۔ انکی اور ہماری عبادت میں بڑا فرق یہ ہے کہ اس زمانہ میں ہر شخص کچھ نہ کچھ بولتا تھا۔ لیکن آجکل بولنا فقط خادم دین کے سپرد کیا جاتا ہے۔ ایک شخص کلام پڑھتا تھا۔ دوسرا دعا مانگتا تھا۔ تیسرا نصیحت کرتا تھا۔ چوتھا گیت اٹھاتا تھا۔ یوں ہر شخص کوئی نہ کوئی خدمت کرتا تھا۔ علاوہ اس کے اس ابتدائی زمانہ میں عبادت کی کوئی خاص ترتیب نہ تھی۔ کبھی کبھی کوئی خدا کی حمد کرنے کھڑا ہو جاتا تھا اور باقی سب کے سب سنتے چپ ہو بیٹھتے تھے۔ پھر کسی کو روح تحریک کرتی کہ دعا مانگے اور سب اسکی طرف

رجوع کرتے تھے - کوئی تصور اور دھیان میں بیٹھ جاتا تھا -

حاضرین کو خدا کی طرف سے بخششیں بھی جدا جدا حاصل تھیں - کوئی معجزے کر سکتا تھا - کوئی غیر زبانیں بولتا تھا - ٹھیک معلوم نہیں کہ یہہ زبانوں کا معجزہ کیا تھا - لیکن غالباً یہہ ایک قسم کا وجد تھا جس میں ہو کر آدمی بڑے جوش کے ساتھ عجیب الفاظ میں اپنے خیالوں کو ظاہر کرتا تھا - ان غیر زبانوں کے بولنے والوں میں بعض ایسے شخص تھے کہ جنکے الفاظ اوروں کی سمجھ میں نہ آتے تھے اور نہ وہ خود انکے سمجھانیکی قدرت رکھتے تھے - لیکن بعض نہ فقط انکو بول سکتے تھے بلکہ سمجھا بھی سکتے تھے - پھر اور ایسے بھی تھے کہ جو خود تو غیر زبانیں بول نہ سکتے تھے لیکن دوسرے بولنے والوں کے الفاظ کا مطلب کھول سکتے تھے -

بعض اور تھے جو نبی کہلاتے تھے - انکی نبوت آئندہ کے حالات کی نسبت نہ تھی بلکہ یہہ نبوت ایک قسم کی فصاحت تھی جسکا اثر عجیب ہوتا تھا - کبھی ایسا ہوتا تھا کہ غیر مذہب کے لوگ آکر مسیحی عبادت کو دیکھنے لگتے تھے - انپر نبیوں کی فصاحت کا ایسا اثر ہوتا تھا کہ انمیں سے بعض اپنے گذشتہ گناہوں کا اقرار کرنے لگتے تھے - اور علانیہ مان لیتے تھے کہ اس جماعت میں خدا حاضر ہے -

پھر بعض ہوتے تھے کہ جنکو وہی معمولی بخششیں عطا ہوتی تھیں جو آجکل بھی دکھائی دیتی ہیں - یعنے تعلیم دینے اور انتظام کی لیاقت - ان مختلف لیاقتوں یا بخششوں میں جو عجیب بات تھی وہ یہہ تھی کہ انکے ساتھ خاص الہام یا آسمانی تاثیر کا ظہور ہوتا تھا اور جو کچھ کہا یا کیا جاتا تھا خاص روح کا بتایا یا سکھایا ہوا معلوم ہوتا تھی -

مذکورہ بالا حالات ایسے ہیں کہ جنکو عقل دفعتاً باور نہیں کر لیتی لیکن انکے لئے بڑی مضبوط شہادت موجود ہے - کوئی شخص دوسرے کے خط لکھنے سے خواہ مخواہ اُسی کی نسبت فرضی حالات ایجاد کرتا ہے -

ان بخششوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی زمانہ میں [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

سے اُردو کے تمام مشنری پرچوں میں اوّل درجہ کا ـ لاثانی اور بے نظیر پرچہ ہے ..... اور بڑی
دلاوری سے بے رو رعایت ہر ایک اعلیٰ ادنیٰ شخص کو اپنے مکتب میں صحیح درس دیتا اور ٹھیک
سبق سکھاتا ہے .... مسیحیوں کے لئے نہایت ہی فائدہ مند اور مؤثر پرچہ ہے ـ ایسے خیالات
ہم اکثر احباب سے کئی دفعہ سن چکے ہیں ـ لیکن اب ہم خوش ہونگے اگر ناظرین ہمیں مسیحی سے متعلق
ان امور سے اطلاع دیں جو انہیں پسند نہیں تاکہ ہم ان کی اصلاح کریں اور مسیحی کو اور بھی بہتر
اور دلچسپ بنائیں ـ دیکھیں ہمارے اتنے ناظرین میں سے کتنے ہمیں ایک پوسٹ کارڈ
سے یاد شاد فرماتے ہیں ـ اس وقت ہندوستان میں ۲۰۹۷ مشنری کام کر رہے ہیں یعنی چرچ
آف انگلینڈ سے متعلق ۵۲۸ پریسبٹیرین ۲۶۷ بپٹسٹ ۴۳۶ ـ انڈیپنڈنٹ ۴۰۰ ـ میتھوڈسٹ
۲۹۰ ـ لوتھرین ۲۶۳ ـ کانگریگیشنلسٹ ۱۵۹ ـ زنانہ ۱۰۸ ـ سیلویشن آرمی ۸۶ ـ مریوین ۲۷ ـ
فرنڈز ۲۵ ـ اس سال انگلستان کی چرچ مشنری سوسائٹی نے دو ہزارویں مشنری ممالک غیر کو
بھیجا ہے ـ ہزارواں مشنری ۱۸۰۰ء میں روانہ ہوا ـ امریکہ کے اخباروں سے معلوم ہوتا
کہ ظفروال اور پسرور (ضلع سیالکوٹ) کے کارندوں کی ایک متحدہ کانفرنس ہوئی جس کا مقصد
سیلف سپورٹ ہے ـ پانچ دیسی بھائیوں نے مشن سے تنخواہ لینی چھوڑ دی ـ کوئی بھائی
اس کانفرنس کی بابت ہمیں مفصل اطلاع دیں ـ لنڈن کے دو نامی روزانہ اخباروں نے
اتوار کو بھی اخبار نکالنا شروع کیا لیکن عام رائے نے ایسی مخالفت کی کہ آخر کو بند کرنا پڑا ـ
۱۸۹۰ء کے آخر میں ہند میں ۶۲۴۸ سنڈے سکول تھے جن میں دس ہزار استاد اور
اڑھائی لاکھ طالب علم تھے ـ میتھوڈسٹ مشن والے اس بارے میں سب سے بڑھے ہوئے
ہیں ۲۴۰۶ سکول ـ ۳۲۸۷ استاد اور ۸۰۵۶۶ اُستاد ـ پریسبٹیرین ۱۹ و اسکول ۱۸۳۴
اُستاد اور ۳۳۴۸۰۴ طالب علم پھر بپٹسٹ کانگریگیشنلسٹ اور ویزلین ہیں سب سے آخر ہمارے
چرچ آف انگلینڈ والے ہیں ۱۷۴ سکول ۵۳۲ اُستاد اور ۱۳۵۴۰ طالب علم ـ ۱۸۹۱ء میں
طالب علموں کی تعداد ۹۱۲ ۱۶۵ تھی اور ۱۸۹۰ء میں ۲۰۷ ۲۶ ـ سی ـ ایم ـ ایس
کی سولویں سالگرہ کا چندہ ۱۲ ـ اپریل کو ۵۵۰۰۰ پونڈ یا ۸۲۷۰۰۰ روپیہ ہوا ـ ڈیڑھ
روپیہ ملکہ معظمہ نے چندہ دیا ❖ ٹریننگ کالج کے امتحان میں دو مسیحی سینئر اور ۵ جونیئر

THE MASIHI,

AMRITSAR.

CONTENTS.

Vol. IV. ***June 1899.*** ***No. 6.***

THE EDITOR WILL BE GLAD TO RECEIVE REPORTS AND ENGLISH MAGAZINES.

Literary Communications *alone* should be addressed to the Editor. Business Letters and Remittances to the Manager, " Masihi," Amritsar.

ANNUAL SUBSCRIPTION :

India and Ceylon, Re. 1-8-0.
England and America, 2*s*. 6*d*. } Post free.

جلد ۴ مسیحی نمبر ۷

امرت سر

۱۵-جولائی ۱۸۹۹ء

فہرست مضامین

مطبوعہ مشن پریس

امرت سر - (پنجاب)

گلدستۂ اخبار

بڑے زور سے راقم مسیحی کے انگریزی خوان ناظرین خصوصاً خادم الدینوں سے شلڈن صاحب کی نئی کتاب In His steps— What would Jesus do کے پڑھنے کی سفارش کرتا ہے۔ لاہور رلیجس بک ڈپو سے ۱۲ ر پر مل سکتی ہے۔ **ایک معزز** دوست لکھتے ہیں۔ شلڈن صاحب کی کتابیں پڑھ کر دن بدن میرا خیال ہوتا جاتا ہے کہ اپنے پیارے ہندوستان اور اپنے مالک کی خدمت میں اپنی زندگی تصدق کردوں۔ **مدراس** کرسچن کالج سے ۱۸۶۹ء سے ۱۸۹۴ء تک ۲۵ سال کے عرصہ میں ۹۷۰ طالب علموں نے ڈگری حاصل کی جن میں سے ۸۰۰ اِس وقت زندہ ہیں۔ **ان** ۸۰۰ میں سے ۲۴۰ سرکاری ملازمت میں ہیں۔ ۱۶۰ وکیل ہیں۔ ۱۰۰ سے اوپر غیر سرکاری مدارس میں مختلف عہدوں پر ہیں۔ ۸۰ ریاستوں میں ہیں۔ باقی آزاد پیشہ ہیں۔ پھر ان ۹۷۰ میں سے ۳۰ دیسی مسیحی ہیں۔ ان میں سے دس سرکاری ملازم ہیں اور نو پادری۔ **آگرہ** سنٹ جانس کالج کے مسیحی طالب علم ایک ماہواری رسالہ نکالنے کی فکروں میں ہیں۔ **لاہور** فورمن کرسچن کالج کی طرف سے بھی ایک ہفتہ وار اخبار نکلنے والا ہے۔ ایک حصہ کرسچن گریجوایٹس یونین کے زیر اہتمام ہوگا۔ **انڈیا سنڈے** سکول یونین ۱۲ سال سے قائم ہے اور اسکا کام ہندوستان برہما سیلون اور جزائر شرائٹس میں جاری ہے۔ **امریکہ** کی سلویشن آرمی نے خود انکاری کے ہفتہ میں سوا لاکھ روپیہ جمع کیا۔ **پرنس** رنجیت سنگھ جی جو انگلستان میں ہیں کرکٹ میں بڑا نام پیدا کر رہے ہیں وہاں کے بڑے بڑے لوگ انہیں بڑی عزت و محبت کی نگاہوں سے دیکھتے اور ان سے اپنے لوگوں کا سا سلوک کرتے ہیں۔ جہاں مغربی مسیحیت ناکام رہی وہاں کھیل بازی لیگئی ہے **لکھنؤ** زنانہ کالج کی لائق پروفیسر مس لیلاوتی سنگھ ایم اے امریکہ گئی ہیں کہ ہندوستان کے کام میں وہاں کے لوگوں کی دلچسپی بڑھائیں **مسٹر** الفرڈ ویب لنڈن کے اخبار انڈیا میں

جولائی ۱۸۹۹ء

نوٹ اور رائیں

پنتکوست کا دن۔ میتھوڈسٹ مشن کے بشپ تھوبرن صاحب نے ایک نہایت عمدہ کتاب پنتکوست کے متعلق مضامین پر لکھی ہے ۔ جس میں آپ نے بہت عام غلط خیالات کی اصلاح کی ہے۔ ایک خیال جو روحانی جلسوں میں عموماً پیش آتا ہے یہ ہے کہ اسے پنتکوست کے لئے بار بار دعا کیجاتی ہے۔ اس پر بشپ صاحب یوں بیان فرماتے ہیں کہ بڑے سرگرم مسیحی مردوں اور عورتوں کا یہ خیال معلوم ہوتا ہے کہ پنتکوست کا دن گویا دعائی مجلس کا ایک نمونہ ہے اور جیسا ابتدائی زمانہ میں ہوا بار بار زمانہ کے آخر تک ویسا ہی واقع ہوتا رہیگا۔ بڑے جوش کے ساتھ دعائیں اور وعظ و نصیحت کیجاتی ہے کہ جیسا پنتکوست کے دن روح نازل ہوا اب بھی ہو۔ یہ بھاری غلطی ہے جس سے بچنا چاہئے۔ صاحب موصوف اس کو ایک مثال سے واضح کرتے ہیں کہ جب مسٹر سموئیل بیکر صاحب دریائے نیل کے شمالی حصہ میں سیر و سیاحت کر رہے تھے۔ ایک رات انہوں نے اپنا خیمہ ایک دریا کی خشک نالی میں کھڑا کیا۔ گرمی حد درجہ کی تھی اور پہاڑیاں مدت سے خشک پڑی ہوئی معلوم ہوتی تھیں۔ یکایک آدھی رات کے قریب پہرہ والوں نے چلانا شروع کیا کہ دریا آتا ہے۔ سر سموئیل فوراً ایک اونچی جگہ پر اپنی چارپائی ڈال کر پھر سو گئے۔ صبح کے وقت کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بڑا بھاری دریا اُن کے پاس تیزی سے بہ رہا ہے اور دہقان نالیاں کھود کر اپنے کھیتوں

کی طرف پانی لے جا رہے ہیں۔ دریا اپنی میعاد مقررہ تک اُس علاقہ میں بہتا رہا اور لوگوں نے حسب ضرورت اُس سے فائدہ اُٹھایا۔ اسی طرح رُوح القدس کی حضوری جس کا جلیل آغاز پنتکوست کا دن ہوا اب بھی ایمانداروں کے ساتھ ہے۔ اور وہ حسب ضرورت اُس سے مستفید ہو سکتے ہیں +

مسیحی چہرہ۔ کلکتہ سے ایک انگریزی اخبار **ایپفنی** آکسفورڈ مشن کے مشنری صاحبان کی کوشش سے شایع ہوتا اور مفت تقسیم کیا جاتا ہے جس میں ان عالم و فاضل مشنریوں نے ہر قسم کے دینی و اخلاقی سوالات کا جواب دینے کا بیڑا اُٹھایا ہے۔ ماہ گذشتہ میں ایک نامہ نگار نے سوال کیا کہ کیا آپ ایک مسیحی شخص کو غیر مسیحی سے فقط ظاہری صورت دیکھ کر امتیاز کر سکتے ہیں یا کیا مسیحی کی کوئی خاص وردی ہے؟ اگر آپ مسیحی کو دیکھتے ہی پہچان سکتے ہیں تو کیونکر۔ اور اگر نہیں تو چاروں اناجیل کی اُن آیات کا کیا مطلب ہے جنمیں پطرس کو لوگوں نے شناخت کیا کہ وہ بھی مسیح کے ساتھ تھا۔ اسکا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اناجیل کے اُن مقامات سے اِس سے زیادہ واضح نہیں ہوتا کہ جن بعض اشخاص نے مقدس پطرس کو شناخت کیا اُنہوں نے اُسکو مسیح کے ساتھ دیکھا ہوگا۔ اور اُسکے گلیلی لہجہ نے اُن کے اِس خیال کو اور بھی مضبوط کر دیا۔ مسیحیوں کی کوئی ظاہری وردی یا مقرری نشان یا خفیہ علامت نہیں ہوتی جس سے ایک دوسرے کو شناخت کر سکیں۔ لیکن ضرور ہے کہ حقیقی مسیحی اپنے چہرے سے پہچانے جائیں جس میں حقیقی مسیحی خوخصلت کا ظہور اور مسیح کی شباہت منقش ہو۔ جیسا کہ ہندو یا مسلمان کا چہرہ خاص قسم کا ہوتا ہے ویسا ہی مسیحی کا چہرہ بھی ایک خاص نمونہ کا ہے +

پنجاب کرسچن ایسوسی ایشن کی چھٹی رپورٹ۔ ہم نہایت خوش ہیں کہ اِس سال اِس ایسوسی ایشن کے سکرٹری صاحب نے سالانہ رپورٹ شائع کرنے

میں غیر معمولی دلچسپی دکھائی ہے۔ اسکے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سال ایسوسی ایشن نے بیس طلبا کو وظائف عطا کئے ہیں جو ہر طرح سے تعریف کے قابل ہے ہم منتظر تھے کہ گذشتہ سالانہ جلسہ کی مفصل رپورٹ شائع کی جائے گی لیکن سکرٹری صاحب نے (شاید بوجہ عدم فرصت) دو چار سطور میں ساری کارروائی کا لب لباب دے دیا ہے ان کو کم از کم اس قدر تو درج فرمانا چاہئے تھا کہ چونکہ ان ممبران نے جو حاضر تھے اس ایسوسی ایشن کی خدمات کو اپنے ذمہ لینے سے انکار کیا اسلئے غیر حاضر صاحبان کو پریذیڈنٹ اور سکرٹری اور خزانچی مقرر کیا گیا۔ جو فہرست چندہ دہندگان کی شائع کی گئی ہے اس سے ظاہر ہے کہ ایسوسی ایشن کیطرف عام مسیحیوں کی وہ دلچسپی نہیں رہی جو ابتدا میں تھی تخمینا ابتدائی سے سال رواں تک قریب ساڑھے چار سو روپے وصول اور قریب پونے چھ سو تقاویا واجب الوصول ہے کلیسیا کے بزرگوں (ان کا سایہ مدت تک ہمارے سروں پر رہے) کے دل میں اپنی چھوٹی سی مسیحی جماعت کی بہبودی کی امنگیں تو بھری ہیں مگر دست و پا میں وہ زور نہیں ہے جس سے جوانوں کی امداد کے بغیر کسی وقت طلب خدمت کو اپنے ذمہ لے سکیں اور جوانوں کو دنیا کے دھندوں سے فرصت نہیں ہوتی کہ کسی ایسی خدمت کی ذمہ واری کا بوجھ اپنے کاندھوں پر اٹھالیں۔ بس نتیجہ معلوم۔ آمدنی اور خرچ کے نقشوں پر کسی پڑتال کنندہ کے دستخط نہیں اور نہ رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی صاحب پڑتال کنندہ مقرر کئے گئے تھے۔ جن کا تقرر بموجب قاعدہ تیسرے سالانہ جلسہ میں ہونا ضرور تھا۔ سال گذشتہ کی رپورٹ میں بباعث عدم ہونے پڑتال کے ایک بڑی بھاری غلطی چندہ دہندگان کی فہرست میں واقع ہوئی تھی اور اس سال پھر وہی غلطی پائی جاتی ہے۔ آئندہ کارروائی باقاعدہ ہونی چاہئے +

کفن دفن کا خرچ کون ادا کرے۔ اس سوال کا جواب بارہا مسیحی کونسلوں اور مجلسوں میں دیا گیا ہے اور ایک رائے کا خلاصہ یہی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اس قسم کا

خرچ مشن کے سر نہیں ہونا چاہئیے۔ بعض معزز مشنری صاحبان نے سادہ طور پر اپنے کفن دفن کی وصیت کی جس سے زیادہ تر یہ غرض تھی کہ اوروں کے لئے نمونہ بنیں۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ جو بھائی توفیق نہیں رکھتے وہ توفیق والوں کی دیکھا دیکھی اپنے مُردوں کا کفن دفن انگریزی طریق پر کرنا چاہتے ہیں جس کا خرچ آخر کسی اَور کو اُٹھانا پڑتا ہے۔ ہم نے کسی اخبار میں بصیغۂ لطائف و ظرائف ایک لطیفہ پڑھا ہے جس میں ایک نکتہ ایسے بھائیوں کے لئے قابلِ تقلید ہے۔ کہتے ہیں کہ پچاس یا ساٹھ سال کا عرصہ گذرا کہ ملک آئرلینڈ کے غریب مسیحیوں میں بھی یہ دستور تھا کہ جب وہ کفن کا خرچ ادا کرنے کے قابل نہ ہوتے تو اپنے مُردے کے ذریعہ چندہ جمع کیا کرتے تھے۔ یعنے لاش کو تابوت پر ڈال کر اتوار کے روز گرجے کی سیڑھیوں پر دروازہ کے باہر رکھ دیا کرتے اور اُسکے پاس ایک طشتری رکھا کرتے تھے جس میں وہ لوگ جو عبادت کے لئے گرجے میں جاتے حسب توفیق پیسے کوڑیاں ڈال دیا کرتے تھے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ اس سے بعض کو دھوکا دینے کا موقعہ مل جاتا تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص کی لاش گرجے کے باہر حسب معمول رکھی گئی۔ پاس سے گزرنے والے پیسے بطور خیرات کے ڈالتے جاتے تھے۔ ایک ضعیف العمر عورت کے پاس ایک چونی تھی جس میں سے وہ فقط ایک آنہ دینا چاہتی تھی۔ سو اس نے وہ چونی طشتری میں ڈال کر تین آنے کے پیسے اُسمیں سے اُٹھانے شروع کئے۔ اِسپر کفن میں سے آواز آئی کہ میم صاحبہ! اپنی زندگی میں ایک مرتبہ تو دل کھول کر خیرات کیجئے اور پیسے نہ اُٹھائیے۔ معلوم نہیں یہ کہاں تک سچ ہے مگر انگریزی کفن پر جان دینے والوں کے لئے یہ طریق بُرا نہیں*

شہر برائیٹن میں ایک دُھوپ گھڑی کے ستون پر یہہ الفاظ کندہ ہیں۔ "گو دنیا میں کہیں نہ کہیں صُبح ہوتی ہے"۔ چاہیے کہ ہماری رُوح کا رُخ ہمیشہ سورج کی طرف ہو۔ تاکہ زندگی کے ایام میں ہمارے دل میں ہمیشہ صُبح رہے*

مشن کے لئے مجموعہ قواعد کی ضرورت

یہ کوئی سربستہ راز نہیں کہ ہماری کلیسیا کا بہت سا حصہ اس وقت کسی نہ کسی صورت سے مشن سے متعلق ہے۔ اکثر ملازم ہیں بعض وظیفہ خوار ہیں۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ ہندوستانی جماعت ہنوز ابتدائی حالت میں ہے۔ بعض علاقوں کی کلیسیاؤں میں کم ترقی نمایاں ہے بعض میں زیادہ۔ اور اگر غور سے دیکھا جائے تو چند ہی سال کسی قوم کی تواریخ میں کیا حقیقت رکھتے ہیں۔ ان امور کے لحاظ سے ہمارے دینی ہادیوں کا اثر ہماری کلیسیا پر اس درجہ کا ہے کہ مشن کے اصول اور انتظام ہمارے لئے گویا کاپی سلیپ ہیں جن کو دیکھ دیکھ ہم اپنا انتظام خود کرنے کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ اسلئے ضرور ہے کہ مشن کے ہر ایک انتظام میں اس تاثیر کا لحاظ رکھا جائے۔ ہم مانتے ہیں کہ بلحاظ مقامی حالات کے مختلف مقامات کے انتظام میں کچھ نہ کچھ فرق ضرور ہوگا۔ مگر جن اصولوں پر وہ مبنی ہے وہ ہر جگہ ایک ہی ہونے چاہئیں۔ اور اگر ایک ہی علاقے میں مختلف اوقات میں مختلف انتظام رائج ہوں تو اس کا اثر نئی کلیسیا کے لئے ہر طرح سے مضر ہوگا۔ یہ ایسے بدیہی اصول ہیں کہ جن کو پیش کرنا فضول تھا۔ لیکن جو کچھ ہم آئندہ نظائر سے واضح کرنا چاہتے ہیں ہم اسکے لحاظ سے ضرور ہے کہ انکو مدنظر رکھا جائے یاد رہے کہ ہم اس تحریر میں اصلاح کا بیڑا اٹھانے کا دعویٰ نہیں کرتے فقط چند واقعات خصوصاً چرچ مشن کے انتظام میں سے مختصر طور پر پیش کرینگے۔

اوّل ایک ایسے علاقہ کے حالات پر غور کیجئے جہاں دیہاتی اور نئی اقوام میں نو مریدوں کی کلیسیائیں قائم کی گئی ہیں۔ ایک مشنری نے بہت سی محنت و مشقت کے بعد اس نئے کام کو شروع کیا۔ غالباً اس کی نگاہ میں وہ زمانہ دور سے نظر آرہا تھا جب کہ موجودہ کنور نومریدوں کی اولاد اپنے باپ دادوں سے بڑھکر [illegible] اخلاق اور خوبیاں حاصل

کریگی۔ اُسکو معلوم تھا کہ موجودہ پشت محض ایک سفرمینا کی حیثیت رکھتی ہے جو خود جنگ
میں کار آمد نہیں لیکن آئندہ زمانہ کی فوجوں کے لئے رستہ تیار کر رہی ہے۔ وہ اِس کی کوتاہیوں
اور کمزوریوں سے بخوبی آگاہ تھا لیکن یہ سمجھا ہوگا کہ خدا چھوٹی چیزوں کے دن کو حقیر
نہیں سمجھتا۔ اُس نے کم علم جاہل لوگوں کو باپ بیٹے اور رُوح القدس کے نام پر بپتسمہ
دیا اور ظاہری کلیسیا میں شامل کیا۔ اُس نے اِن بےڈول پتھروں کو تراشنے اور کار آمد
بنانے کی اُمید پر اُنکے لئے معمار مقرر کئے۔ مگر آخر اُس کو اِس علاقہ سے چلے جانا پڑا۔ اُسکا
جانشین مختلف خیالات کا آدمی تھا۔ اُس نے اِس نئی کلیسیا میں بہت کم زندگی کے
آثار دیکھے بلکہ ایسے مسیحیوں کو ننگِ قوم سمجھا۔ اُس کی رائے میں ان نومریدوں کی ہستی
اور عدم برابر تھا بلکہ یہ بہتر ہے کہ وہ نیم مسیحی ہونے کی نسبت بالکل مسیحی نہ کہلائیں۔ وہ
تعدادی ترقی کو محض ریوڑوں کی خانہ پوری کا سامان سمجھا جس پر خدا کی برکت نہیں
ہو سکتی۔ اِن خیالات کا ایک ہی نتیجہ ہو سکتا ہے اُس نے سب انتظام ڈھیلے کر دئے۔
اور اِس پالیسی کا ماحصل یہ ہوا کہ برسوں کی محنت چند روز میں قریب قریب ملیامیٹ
ہو گئی۔ ہمارا مدعا نہیں کہ اِن ہر دو صاحبان کی رائے کا وزن کر کے فیصلہ کریں شاید
دونوں اپنے اپنے خیال میں درست ہیں مگر اِن دو متضاد راؤں کے مخمصے میں اُن
بیچارے دیہاتی نومریدوں کی کمبختی قابلِ رحم ہے۔

ایک اور مثال لیجئے۔ ایک علاقہ میں ایک مشنری نہایت وسیع خیال اور نئے
مسیحیوں کی کمزوریوں سے واقف مدت تک خدمت کرتا رہا۔ اگر کوئی دیہاتی نومرید کاروبار
کے باعث اتوار کے روز مقررہ وقت پر عبادت میں حاضر نہ ہو سکا تو اُس نے چشم پوشی
کی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے خیال میں یہ مقدم تھا کہ زندگی کا بیج اِن لوگوں میں بو
پھر وہ رفتہ رفتہ ترقی کر جائینگے۔ اُس کے جانشین نے کہا کہ نہیں اگر یہ دیہاتی نومرید کم
از کم ایک مرتبہ اتوار کے دن گرجے میں حاضر نہوں تو اُنہوں نے کون سی صلیب مسیح

کی خاطر اٹھائی - بہتر ہے کہ ایسے بے پروا آدمی کلیسیا سے خارج کئے جائیں - اب اس تبدیلِ انتظام کا اثر جو کچھ ان دیہاتیوں پر ہوگا وہ ظاہر ہے - ممکن ہے کہ یہ دونوں مشنری صاحبان اِس انتظام میں متفق ہو گئے ہوں - ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ کون کہاں تک درست ہے لیکن نئی کلیسیا اِس ادھیڑبن میں متذبذب حالت میں رہتی ہے - اور نہیں جانتی کہ کونسا انتظام درست اور بہتر ہے ⁛

ایک تیسری مثال سنئے - ایک مشنری صاحب کی رائے میں ہندوستانی مسیحیوں کو مقامی کلیسیا کے انتظام میں شریک کرنا مناسب اور ضروری معلوم ہوتا ہے - وہ چرچ کمیٹی قایم کرکے خود بطور چیرمین کے انتظام کرتے اور دیسیوں کو گرجے اور کلیسیا کے متعلق امور میں رائے ظاہر کرنے دیتے جس سے کئی قسم کے فوائد متصور تھے - اُنکے جانشین صاحب کی نگاہ میں دیسی کچھ حقیقت نہیں رکھتے - روپیہ انگلستان سے آتا ہے تو دیسیوں سے رائے دریافت کرنے کا کیا فائدہ ہے - خرچ کے ذمہ دار انگریز ہیں تو دیسی کون ہیں جن کو انتظام میں شریک کیا جائے - اُنہوں نے کمیٹی توڑ سارا انتظام اپنے ہاتھوں میں لیا - اور دیسی دُور سے کھڑے اُن کا منہ دیکھ رہے ہیں - ہماری رائے میں یہ ایک ایسا معاملہ ہے جسکی طرف منتظمانِ مشن کی توجہ ضرور ہونی چاہئے - کیا کوئی اِس قسم کا اصول قایم نہیں ہو سکتا کہ ہر ایک مشن اسٹیشن میں چرچ کمیٹیاں بنائی جائیں اور دیسیوں کی کسی مقررہ تعداد کے حساب سے ممبران مقرر کئے جائیں جیسا کہ یہودیوں میں دستور تھا کہ جہاں کم از کم دس خاندان جمع ہوتے وہاں ایک عبادتخانہ قایم کیا جاتا تھا ⁛

اِس قسم کی اَور نظایر بھی مختلف مقامات سے ملینگی اِن سب شخصی انتظام کی بےقاعدگیوں کو دیکھ کر ہماری کلیسیا میں یہ خیال قایم ہو گیا ہے کہ ہمارے مشنری صاحبان ایسے خودسر حاکم ہیں کہ جو چاہیں کریں - اُنکے لئے کوئی قاعدہ یا قانون مقرر نہیں مشنری کی مرضی سب کچھ ہے جس سے منحرف ہونا سلامتی کا باعث نہیں - کیا یہ افسوسناک نتیجہ

نہیں کہ جن لوگوں سے ہم نے انتظام سیکھنا ہے وہ خود اپنے اپنے اصول پر انتظام قایم کر لیتے ہیں اور کوئی ان کی پڑتال کرنے والا نہیں۔ اب بعض دیگر خفیف معاملات میں اختلاف کا ملاحظہ کیجئے ؛

پنجاب میں کچھ عرصہ سے زنانہ اور مردانہ میڈیکل مشن مختلف مقامات میں موجود ہے مگر ایک کے قواعد دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ مانا کہ شروع شروع میں شخصی انتظام تھا۔ جس مشنری نے مشن شروع کیا۔ اپنا اپنا انتظام قایم کر لیا چنانچہ دیکھا جاتا ہے کہ کسی مشن ہسپتال میں ہفتہ میں ایک روز کسی میں دو روز اور کسی میں تین روز رخصت ہوتی ہے۔ ہم سی ایس ایم کے سابق سکرٹری صاحب کے ساتھ متفق ہیں کہ ان مرد اور عورت مشنریوں کا اس ملک میں آنا بڑی بھاری خود انکاری ہے۔ اور اسی خیال سے ہم کو امید ہے کہ جو کچھ عوام کے لئے فائدہ مند ہو اس پر ضرور توجہ کیجائے گی۔ اب وہ زمانہ آ پہنچا ہے کہ ایسے قواعد مرتب کئے جائیں جو مختلف مقامات میں ایک ہی اصول پر مبنی ہوں۔ اس معاملہ میں سرکاری شفاخانجات کے قواعد پر غور کرنا مفید ہوگا ؛

ایک اس سے بھی ہلکا معاملہ لیجئے۔ بعض مشنری صاحبان گرجوں میں صلیب اور پھول دان رکھنا ضروری سمجھتے ہیں۔ اگر کسی جگہ کوئی ایسا مشنری آتا ہے۔ جو رومی کلیسیا کے دستوروں سے متنفر ہے تو وہ صلیب اور پھول اس کی نظروں میں خار ہوتے ہیں اور اگر ممکن ہو تو وہ گرجے کے انتظام میں اصلاح کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ مگر افسوس ہے اس سادہ گرجے پر جہاں نیا مشنری گرجے کی قدس الاقداس میں صلیب نصب کرنا اور پھول دان سجانا عبادت کے ضروری لوازمات سمجھتا ہے۔ اور یہ لحاظ نہیں کرتا کہ اسکی تاثیر ہندو اور مسلمان نومریدوں پر کیا ہوگی۔ اور نہ ان بیچاروں میں سے کسی کو جرأت ہوتی ہے کہ اپنی دلی تکلیف کا اظہار کریں اور مشنری صاحب کی کارروائی کے خلاف چون وچرا کر سکیں ؛

ہم اس مضمون کو طوالت دینا نہیں چاہتے۔ جو کچھ کہا گیا ہے اسی سے ہمارا مدعا سمجھ میں آگیا ہوگا۔ لیکن کیا وجہ ہے کہ مشن کے منتظم کوئی مجموعہ قواعد اور ضوابط مشن کے صاحبوں کے لئے نہیں مقرر کرتے۔ شاید اس وجہ سے کہ مشن کو ایک روحانی انتظام سمجھا جاتا ہے جس میں ایسی بندشوں کی ضرورت نہیں۔ مگر کیا مختلف درجہ کے کارندوں کے لئے تنخواہ اور رخصت وغیرہ کے قواعد مقرر نہیں۔ کیا انہیں سے ثابت نہیں ہوتا کہ مشن بھی سرکاری محکموں کی طرح ایک محکمہ ہے۔ تو پھر اگر ایک مشن کوڈ بھی ضروری قواعد اور ہدایات کی مشن کے مختلف صیغوں کے لئے مرتب کی جائے تو کون سی برائی ہے۔ بلکہ جیسے ہم نے دکھایا ہے اس قسم کے انتظام کا اثر ہماری کلیسیا کے لئے مفید ثابت ہوگا۔ ہم اپنی ناقص سمجھ کے مطابق انتظام کے نقص ظاہر کر سکتے ہیں لیکن اصلاح کی تجاویز پیش کرنا ہمارا کام نہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ کلیسیا کے بزرگ منتظمان ضرور اس طرف توجہ فرمائینگے ✦

ہندوستان کی مذہبی حالت پر ایک نظر

وہ آنکھیں رکھتے ہیں لیکن دیکھتے نہیں۔ کان رکھتے ہیں لیکن سنتے نہیں۔ ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ آنکھ اور کان رکھنا دیکھنے اور سننے کے ساتھ ہم معنے نہیں۔ ممکن ہے کہ ایک شخص آنکھ رکھتا ہو اور دیکھ نہ سکے اور کان رکھتا ہو لیکن سن نہ سکے۔ اور یہ سچ بھی ہے کیونکہ دیکھنا اور سننا گو بظاہر ایک آسان سی بات معلوم ہوتا ہے تاہم بہت مشکل ہے۔ دیکھنے اور سننے والے آدمی دنیا میں نہایت ہی کم یاب ہیں ✦

ہندوستان کا وسیع ملک ہماری آنکھوں کے سامنے پھیلا ہوا ہے۔ اسکی خاک اور اس کے باشندوں کو ہر شخص دیکھ سکتا ہے۔ بہت آدمی چلتے پھرتے دکھائی دیتے ہیں ہر شے اور ہر حالت میں ہر روز کچھ نہ کچھ ترقی دیکھی جاتی ہے۔ لیکن کتنے آدمی وہ بصارت

نہیں کہ ہم کہاں پڑے ہیں۔

اپنے ملک کی بوسیدگی ضعف اور کہن سالی کو ہم مختلف پہلوؤں سے بیان کر سکتے ہیں لیکن یہاں ہم کو مذہبی بوسیدگی سے غرض ہے۔ ہند کی مذہبی حالت بوسیدہ ہے کروڑہا مندر موجود ہیں لیکن بتوں اور پتھروں پر کس کا ایمان ہے۔ کس میں ہمت ہے کہ ان بتوں اور پتھروں کو نکال کر باہر پھینک دے۔

پس ایک عجیب حالت ہمارے سامنے ہے۔ زمانہ پکار رہا ہے کہ بتوں کو توڑ دو۔ مورتوں کو نکال پھینکو۔ زمانہ کسی پرانی تہذیب والے ریلیجن کو ٹال رہا ہے۔ اور ہندوستان میں لاکھوں کروڑوں آدمی ہیں جو چھوت اور مذہب کی غلامی سے آزاد ہونا چاہتے ہیں لیکن کوئی ایسا جماعت پیدا نہیں ہوتا جو ان کی بیڑیوں کو توڑنے کی ہمت رکھتا ہو۔ لاکھوں کروڑوں آدمی ہیں جو چھوت چھات کے توہمات کو گندی دھجی کی مانند اتار پھینکنا چاہتے ہیں۔ لیکن آپس کی شرم اور خوف کے باعث چوں نہیں کر سکتے اور عمریں گذرتی جاتی ہیں۔

مسیحی مشنریوں نے بہت کوشش سے ملک کی ضروریات کا جواب دینا چاہا ہے لیکن وہی اسباب جو کسی اندرونی ریفارمر کے پیدا ہونے سے روکتے ہیں باہر والوں کی کوششوں کو بھی بار آور ہونے سے باز رکھتے ہیں۔

انتشار و بوسیدگی دونوں مختلف صورتوں میں دکھائی دیتے ہیں۔ پرانی عمارتوں میں کچھ طاقت نہیں رہی۔ نئے خیالات کی بارش پرانے انتظامات کی بوسیدہ چھت کو ڈھائے دیتی ہے۔ ہر طرف سے شکایت سنی جاتی ہے کہ لڑکے بگڑتے جاتے ہیں۔ نئی تہذیب پرانی مشکوں کو پھاڑے دیتی ہے۔ سنتے آئے ہیں کہ نئی مے پرانی قرابہ کے ساتھ میل نہیں کھاتا۔

آدمیوں کی حالت تو بگڑ ہی رہی ہے لیکن صرف خدا کو معلوم ہے کہ عورتوں کا کیا حال ہوگا۔ آج کل ان کی زندگی کا دار و مدار جہالت اور پردے کی رسم پر ہے لیکن نئے خیالات کے سامنے نہ جہالت ٹھہر سکتی ہے اور نہ پردہ۔

پس ظاہر ہے کہ اس ملک کے سامنے ایک بڑا مشکل کا زمانہ چلا آتا ہے۔ زندگی ایک بھاری چھت کی مانند ہے جس کو تھامنے کے لئے مضبوط دیواریں چاہئے۔ مذہبی اصول دیواروں کا کام دیتے ہیں۔ لیکن یہ دیواریں کمزور ہو رہی ہیں۔

پس نتیجہ کیا ہوگا۔ ایسے مشکل کے موقع پر مضبوط انتظامی گورنمنٹ ایک بڑی مفید شے ہے۔ اور جب تک انگریز موجود ہیں یہ گورنمنٹ بھی موجود ہے۔ یہ تو ممکن نہیں کہ باہر کے لٹیرے یا ملک کے بدمعاش بدترتیبی اور ابتری کے باعث امن میں خلل ڈالنے کا موقع پائیں اور یہ خدا کی بڑی بخشش ہے۔ کیونکہ تواریخ کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مختلف اقوام نے تبدیلی۔ (ٹران زیشن) کے زمانہ میں نہ صرف روحانی اور عقلی صدمات سہے ہیں بلکہ مال و دولت کا بھی سخت نقصان سہا ہے۔

بباعث مذکورہ بالا انتظام کے ریفارمروں کا کام بہت ہی آسان ہو گیا ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ انگلش قانون ہی ایسا مضبوط ہے کہ چھوٹے اور سنگاروں کو بھی کوئی ضرر پہنچا نہیں سکتا۔ پس ایسی حالت میں وہ زمانہ قریب معلوم ہوتا ہے کہ جب ریفارمر پیدا ہونگے۔ جنکی ہمت سے بطالت کی دیواریں جو انسان کو انسان سے اور خدا سے جدا کرتی ہیں ڈھائی جائینگی اور جگہ جگہ سے آواز آئیگی کہ خداوند کی راہ کو درست کرو اور اسکے راستوں کو سیدھا بناؤ۔

ایک امر جو ہر باریک بین مسیحی کے لئے اس وقت ہندوستان میں نہایت ہی دلچسپ ہے وہ مختلف فرقوں اور مذہبوں کا برپا ہونا ہے شمال سے جنوب تک اور شرق سے مغرب تک دیکھو تو معلوم ہوگا کہ ملک میں ایک قسم کا ابال اٹھ رہا ہے۔ گو جھوٹ کی جڑیں بڑی گہری ہیں تاہم لوگ کسی نئی شے کی تلاش میں ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔ اور جا بجا نئے فرقے اور سماجیں پیدا ہو رہی ہیں۔ ایک طرف آریاؤں کا شور سننے میں آتا ہے۔ دوسری طرف برہمو سماج والے اپنی سیدھی سادی عبادت اور روحانیت دیس مجود کھائی دیتے ہیں پنجاب

ہیں۔ مرزا قادیانی کے بتے کے دعوے نبوت کا نام بدنام کر رہے ہیں۔ وقتاً فوقتاً مسز بسنت آکر ہندوؤں کو اسی گڑھے میں جس میں سے وہ ہاتھ پاؤں مار کر نکل رہے تھے پھر دھکیل جاتی ہے اور عقل کے اندھوں کو کہتی ہے کہ تم ہی تو دانائی کا سرچشمہ ہو +

بعض اشخاص کے ساتھ ہم نے اِن امور پر گفتگو کی ہے۔ انہوں نے بڑی حقارت کے ساتھ ہم سے کہا کہ اب ہندوستان کے لوگ جاگ اٹھے ہیں اور پادریوں کے بس کے نہیں رہے اور فی الحقیقت اکثروں کا خیال ہے کہ مسیحی مذہب اِس ملک میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔

لیکن جب ہم تواریخ کو کھول کے دیکھتے ہیں تو بڑی ہمت اور دلیری ملتی ہے سلیمان کا قول ہے کہ آفتاب کے نیچے کوئی شے نئی نہیں۔ ایک زمانہ تھا کہ مسیحی مذہب کو افلاطون فیثاغورث اور دیگر مشہور یونانیوں کے خیالات کے ساتھ مقابلہ کرنا پڑا۔ ایک طرف نیو پلیٹونسٹ تھے جو تھیاسوفی تصوف تناسخ اور یوگ کی تعلیم دیتے تھے اور مسیحی مذہب کو جہالت اور تعصب کا مرکب نسخہ بتاتے تھے۔ اِن لوگوں کا دعویٰ تھا کہ تمام قدیم علم اور فلسفہ ہماری تائید کرتا ہے اور مسیحی مذہب کو وہ ایک نیا ڈھکوسلا یا فریب بتاتے تھے۔ اسکندریہ کے شہر میں جو نیو پلیٹو ازم اور تھیاسوفی کا گھر تھا صلیب اور فلسفہ کا مقابلہ ہوا۔ یہ جنگ دو سو سال تک جاری رہا اور انجام یہ ہوا کہ خاص اسکندریہ کے شہر میں مسیحی علوم کی ایک یونیورسٹی قائم ہوئی جو تمام مخالف خیالات پر پوری طرح غالب آئی۔ اور یہ غلبہ ایسا تھا کہ آج کے روز مخالفوں کے خیالات ڈھونڈے سے پائے نہیں جاتے۔ دنیا بھول گئی ہے کہ مسیحی مذہب گذرے زمانوں میں کیسی کیسی فتح پا چکا ہے۔ پرانی کتابوں کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندو فلاسفی تھیاسوفی یوگ وغیرہ نے یونانی علوم کی صورت پکڑ کر گذرے زمانہ میں مسیحی مذہب کا سخت مقابلہ بلکہ محاصرہ کیا۔ لیکن آریجن کلیمنٹ آگسٹن وغیرہ جیسے چند مسیحی برپا ہوئے جو اپنے علم اور فصاحت کے زور سے بطالت کے تمام فریب کو توڑ گئے +

افسوس ہے کہ موجودہ زمانہ میں اِن بزرگوں کی تصانیف پڑھی نہیں جاتیں۔ لیکن مشکل

دن چلے آتے ہیں اور صلیب کے سپاہیوں کو مجبوراً اپنے پرانے ہتھیار کھود کر نکالنے ہونگے۔ اور جس روح اور علم سے وہ ایک دفعہ دنیا کو تسخیر کر چکے ہیں اُسی سے ہندوستان کو فتح کرینگے۔

لیکن شاید کوئی کہے گا کہ اسلام کے ساتھ ہنوز مسیحی مذہب کا کبھی مقابلہ نہیں ہوا۔ آتش تلوار سے تو مسیحی اور محمدی اقوام بہت لڑ چکی ہیں لیکن علمی مقابلہ نہیں ہوا۔ ایسا کہنا بھی غلط ہے۔ کیونکہ اگر بغور دیکھا جائے تو اسلام محض یہودیت اور ایریس کے بدعتی خیالات کا مجموعہ ہے یہودیت پر تو انجیل اُس وقت غالب آئی جب خداوند قبر میں سے نکلا۔ البتہ ایریس کی بدعت کے ساتھ کبھی سو سال تک جنگ رہا۔ لیکن اس جنگ میں بھی انجیل کی فتح کامل تھی۔ کیونکہ بعد چند صدیوں کے جنگ کے یہودیت اور ایریس کی بدعت دونوں پچھلے پیروں مقابلہ سے ہٹ گئی اور انجیل کو میدان کا مالک چھوڑ گئی +

پس انجیل کا مذہب ایک بڑا تجربہ کار مذہب ہے۔ کوئی خیال اس کے لئے نیا نہیں کسی فلسفے سے وہ ناواقف نہیں۔ دشمن خواہ کسی صورت میں آئے انجیل اس کو پہچان لیتی ہے اور فوراً اسکی خصلت اور انجام کو دریافت کر لیتی ہے اور اسکے مطابق اس سے سلوک کرتی ہے

بعض وقت اپنے ملک کی مذہبی حالت کو دیکھ کر دل میں مایوسی اور ناامیدی پیدا ہوتی ہے۔ جب دیکھتے ہیں کہ لوگ تجارت کی طرف کس طرح دوڑ رہے ہیں تو خیال آتا ہے کہ اب مذہب کا زمانہ گذر گیا ہے۔ اور آئندہ سوائے دنیاداری اور لالچ فریب اور الحاد کے کچھ نظر نہ آئیگا۔ جب لوگوں کے وہم اور تنگ دلی کا خیال کرتے ہیں تو یقین ہوتا ہے کہ اس ملک میں کوئی نئی اور آزادی کی تعلیم جڑ نہ پکڑے گی۔ یہ لوگ غلامی کو پسند کرتے اور ہر بات میں غلام بننا چاہتے ہیں۔ جب ہمارے محتاج اور بھیا سوئی والوں کے غفلی مغرور گھمنڈ کو دیکھتے ہیں تو ان کے مقابلہ میں انجیل کی سیدھائی کی کچھ قوت معلوم نہیں ہوتی۔ جب اسلام کو دیکھتے ہیں تو جسم کو نفس پر غالب اور دنیا سے خدا کی پاک روح کو خارج پاتے ہیں۔ جب مسیح کے سپاہیوں کو دیکھتے ہیں تو ان میں لالچ دنیاداری خودغرضی سستی اور علم کی کمی نظر آتی ہے لیکن پھر یاد آتا ہے کہ خدا کی قوت

زندہ اور زندگی بخشنے والی ہے۔ اور اس میں قدرت ہے کہ جسم اور خاک کے پہاڑوں کو زندگی
سے بھر دے اور ہر شے کو بیدار کر دے۔ فی الواقع اس وقت وہ اس سنسان اور ویران زمین
کی ہڈیوں پر جنبش کر رہی ہے۔ اور ممکن نہیں کہ اس کا جنبش کرنا لاحاصل ہو۔ شروع میں
یہ باور کرنا کہ زندگی کی یہ نشانیاں اور غلط خیالات کا سیلاب اور گروہ روح القدس کی جنبش کا نتیجہ ہے
نہیں جب اصل نتائج نکلتے دکھائی دینگے تو ہر شخص مان لیگا کہ فی الحقیقت خدا روح نے
جنبش کی ہے ✤

بائبل کا مطالعہ
ہماری اپنی روحانی ترقی کے لئے

شروع میں ہم اس بات کو یاد رکھیں کہ جس کتاب کی نسبت ہم نے اسوقت غور کرنا ہے
وہ بائبل ہے۔ جو اور کتابیں بائبل کے بارے میں لکھی گئی ہیں۔ خواہ وہ کتنی ہی بے شمار ہوں یا کتنی
فائدہ مند ہوں پر ہم اسوقت غور نہیں کرینگے۔ اس بات کو بھی ہم دل میں ٹھان لیں کہ اسوقت
ہم بائبل کے مطالعہ کرنے پر فکر کرینگے۔ نہ کہ محض بائبل پڑھنے کے مضمون پر۔ اگرچہ بائبل کا پڑھنا
بھی بجائے خود نہایت سودمند ہے اور اس وقت ہم بائبل سننے کے بارے میں بھی کچھ بیان نہیں
کرینگے۔ اگرچہ بائبل سننے کا طریقہ بھی ان دنوں میں مفقود ہے جس بات پر ہم اس وقت زور
دینا چاہتے ہیں وہ بائبل کا مطالعہ ہے اور مطالعہ کے لفظ سے ہماری وہی مراد ہے جو طالب علم
مطالعہ کے لفظ سے مفہوم کرتے ہیں۔ دوم۔ ہمیں یہ بھی یاد رہے کہ یہ مطالعہ ہماری اپنی
ترقی کے واسطے ہے یعنی ہمارا بائبل کا مطالعہ نہیں ہوگا جیسے کہ پیشہ سے ہم دوسروں کو تعلیم
دینے کے پاس لانے کے واسطے نہایت حاصل کر سکیں۔ اگرچہ امکان ہے کہ ایسا مطالعہ ایسے
کام کے واسطے بھی ضرور مددگار ہوگا۔ اس مطالعہ کا ہمارا مدعا یہ بھی نہیں کہ ہم دوسرے مسیحیوں کو
روحانی طور پر مدد دے سکیں مثلاً یہ کہ ہم انکے ساتھ روحانی معاملات میں بات چیت کر سکیں یا بائبل کی

جماعتوں کو پڑھا سکیں۔ بائبل کے مطالعہ میں اَوروں کی رہنمائی کر سکیں اِن باتوں کا حاصل کرنا ہمارا پہلا مدعا نہو گا۔ اگرچہ اِن مدعاؤں کے حاصل کرنے میں اِس قسم کا مطالعہ بڑا معاون ثابت ہو گا ہم وہ مطالعہ اسوقت مدنظر رکھینگے جس کا پہلا مدعا یہ ہو کہ ہر ایک آدمی کی اپنی زندگی کی ترقی کے لئے فائدہ مند ہو +

اِس ترقی سے ہماری کیا مراد ہے

اِس سے ہماری مراد علمی ترقی نہیں ہے اگرچہ علمی ترقی کے لحاظ سے بھی دنیا کے لئے اِن چھیاسٹھ صحیفوں کا کھو دینا بہ نسبت کسی اَور چھیاسٹھ کتابوں کے کھوئے جانے کے زیادہ نقصان کا باعث ہو گا۔ نہ ہی اِس ترقی سے ہماری مراد عقلی ترقی ہے۔ اگرچہ ہم بڑے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ عقلی ترقی کے لحاظ سے بھی کوئی سلسلہ مکتوبات کا ایسا نہیں ہے جو عقل کے وسیع کرنے اور قوت دینے کے واسطے بائبل کے برابر فائدہ مند ہو جس معنی میں ہم ترقی کو استعمال کرنے لگے ہیں وہ اِن معنوں سے بالاتر ہے یعنی روحانی ترقی کے لئے بائبل کا مطالعہ کرنا۔ ہماری مراد بائبل کے اِس مطالعہ سے ہے جسکے ذریعے سے ہم اپنے تئیں آجکی نسبت کل بہتر حالت میں پائیں۔ جسکے ذریعہ سے آج سے ایک سال بعد ہم اپنے تئیں مسیحی ترقی کے پہاڑ کی زیادہ اونچی بلندی پر دیکھیں۔ یعنے ایسا مطالعہ جسکے ذریعہ سے ہم خدا سے ملاقات کر سکیں اور اُسکی آواز کو سُن سکیں۔ اور یہ جان سکیں کہ یہ اُسکی آواز ہے۔ یہ وہ مطالعہ ہے جو ہر روز ہمارے آگے اُس زندگی کے دروازے کھولتا جاتا ہے۔ جو مسیح کے ساتھ خدا میں چُھپی ہوئی ہے +

دُعا کے ساتھ بائبل کا مُطالعہ کرنیکی ضرورت

اوّل۔ ہمارے لئے بحیثیت مسیحی ہونے کے ایسے مطالعہ کی ضرورت۔ یہ مطالعہ سچی شاگردی کا نشان ہے۔ مسیح فرماتا ہے ''اگر تم میرے کلام میں قائم رہو تو میرے سچے شاگرد ہو گے'' ممکن ہے کہ ہم اُسکے شاگرد کہلائیں۔ لیکن صرف یہی ہمارے شاگرد ہونے کا کوئی ثبوت نہیں۔ ممکن ہے کہ ہمارے نام اُسکے

اواری شاگردوں کی فہرست میں بھی ہوں لیکن یہ بھی شاگردی کا کافی ثبوت نہیں شاگردی
کا سچا نشان زندگی ہے اور یہ تجربہ بادعا بائبل کا مطالعہ کرنے کے حاصل نہیں ہو سکتی۔ اگر تم
میرے کلام میں قائم رہو یعنی اگر تم اس کلام کے غور و فکر میں وقت خرچ کرو اور اس میں گویا
بود و باش رکھو تو تم اسکے سچے شاگرد ہو گے ہماری روحانی زندگی کی ضرورتیں صرف اسی قسم کے
بائبل کے مطالعہ سے ہم پر ظاہر ہو سکتی ہیں۔ اسی سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے لڑنے کے
ہتھیاروں میں کونسا ہتھیار زوردار ہے اور ہماری زندگیوں میں کون سا کمزور قلعہ ہے۔ اسی سے
ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ہم کیا ہیں اور خدا ہمیں کس نظر سے دیکھتا ہے کریسٹم صاحب کہتے
ہیں کہ ہماری ساری برائیوں کا سبب خدا کے کلام کی ناواقفیت ہے۔" اسلئے اگر ہم اپنے شکوک
اور آزمائشوں طبعی جذبات اور پلید خیالات اور برے توہمات پر غالب آنا چاہتے ہیں تو ہمیں
ساری قوت کے ساتھ بائبل کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ بائبل کے بادعا مطالعہ کرنے ہی سے ہم پر ظاہر ہو سکتا
ہے کہ ہماری روحانی زندگی کس درجہ تک بڑھ سکتی ہے۔ جس صورت میں خدا کا یہ منشا
ہے کہ ہم پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھیں تو ہم کیوں سطح زمین پر یا وادی میں قناعت کئے پڑے
رہیں۔ مسیحی تجربے کے اونچے پہاڑ صرف خدا کے کلام ہی میں ہمیں نظر آ سکتے ہیں۔ اگر ہم معمولی
روحانی قوت سے زیادہ قوت حاصل کرنیکے خواہشمند ہیں تو ہمیں چاہئے کہ ہم اس کلام کو کھائیں جو صرف
زندگی بلکہ قوت دینے والا بھی ہے۔ ڈی کوئنسی صاحب نے ساری کتابوں کو دو قسموں پر تقسیم کیا ہے۔
یعنی علم کے بڑھانیوالی اور قوت کے بڑھانے والی کتابیں۔ ان قوت دینے والی کتابوں میں خدا کا
پاک کلام بدرجہا افضل رتبہ رکھتا ہے۔ خدا کے ساتھ برتاؤ میں سچی قوت حاصل کرنیکے لئے ہمیں ہمہ تن
اس مطالعہ میں مصروف ہونا چاہئے یہی بات ان لفظوں میں سکھائی گئی ہے کہ "اگر تم مجھ میں قائم رہو
اور میری باتیں تم میں قائم رہیں تو تم جو چاہو سو مانگو اور وہ تمہارے لئے کیا جائیگا۔ اگر ہم بائبل کے بادعا
مطالعہ کے دوسرے وسیلوں کو روحانی ترقی کیلئے استعمال کریں تو ممکن ہے کہ وہ خطرناک ثابت ہوں مثلاً
اگر کوئی شخص مطالعہ کے بغیر صرف غور اور دھیان کرنیکا عادی ہو تو عجب نہیں کہ وہ غمزدہ اور افسردہ رہے
برخلاف اسکے بائبل کے مطالعہ کیساتھ ان کو اور روحانی طریقے نہایت تندرستی بخش ہو سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں
باتوں کی خلوت کی [illegible] ضروری ہے کہ بغیر بائبل کے مطالعہ کے ایسی دعا ناممکن ہے

[illegible]

دعا کے جواب کے مختلف طریق

پروفیسر ڈرمینڈ صاحب نے اپنی مختلف تصانیف میں قوانین قدرت کا اطلاق روحانی عالم کے حقائق پر نہایت قابلیت اور عمدگی سے دکھایا ہے۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ دوران گفتگو میں کسی شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ جو دعا دنیوی برکتوں کے لئے مانگی جاتی ہے وہ آپ کے سلسلۂ مطابقت میں کس درجہ پر ہے۔ پروفیسر صاحب موصوف نے جواب دیا کہ ایک بڑا بھاری جہاز ہر طرح کیل و کانٹے سے درست لورپول (انگلستان) سے نیویارک (امریکہ) کو روانہ ہوا۔ مسافروں میں ایک چھوٹا لڑکا اور لڑکی بھی تھے جو جہاز کی چھت پر کھیل رہے تھے۔ اتفاقاً لڑکے کی گیند اچھل کر سمندر میں گر گئی۔ وہ فوراً دوڑ کر کپتان کے پاس گیا اور چلایا کہ میری گیند سمندر میں گر گئی ہے جہاز کو ٹھیرا لیجئے۔ کپتان نے مسکرا کر جواب دیا کہ نہیں بچہ تمہاری ربڑ کی گیند کی خاطر ان سارے مسافروں کو ٹھیرا نہیں سکتا۔ لڑکا بڑبڑاتا ہوا اپنی بہن کے پاس واپس گیا اور کہا کہ کپتان جہاز کو کھڑا نہیں کر سکتا تھا اسلئے اس نے نہیں ٹھیرایا۔ اسکے خیال میں جہاز کو لورپول میں ایسی چابی دی گئی تھی کہ وہ کہیں ٹھیر ہی نہیں سکتا تھا تاوقتیکہ چابی کا پورا دور ختم نہ ہو جائے۔ دو ایک روز کے بعد وہ دونوں بچے پھر جہاز کی چھت پر کھیل رہے تھے کہ لڑکی کی گڑیا انجن کی کوٹھری میں گر گئی۔ اس لڑکی نے سمجھا کہ وہ ضرور سمندر میں گر پڑی ہوگی اور یہ سوچکر وہ کہنے لگی کہ میں کپتان کے پاس دوڑ کر جاؤنگی اور اس سے منت کرونگی کہ جہاز کو ٹھہرا کر میری گڑیا نکال دے۔ لڑکے نے جواب دیا کہ کپتان کے پاس جانا بالکل بے فائدہ ہے وہ کچھ نہیں کر سکتا۔ میں نے آزما دیکھا ہے۔ لیکن لڑکی سے نہ رہا گیا اس نے کپتان کے پاس جاکر اپنا قصہ کہ سنایا۔ کپتان نے انجن کی کوٹھڑی میں جھانک کر گڑیا کو وہاں پڑا دیکھا اور لڑکی سے کہا کہ تم یہاں ذرا سی دیر کے لئے ٹھیرو اور وہ چلا

جہاز میں نیچے اُتر کر اُس کوٹھڑی میں سے گڑیا کو اُٹھا لایا اور لڑکی کے حوالہ کی ۔ وہ نہایت خوش ہوئی اور لڑکے کے پاس دوڑی آئی ۔ لڑکا یہ دیکھ کر بڑا حیران ہوا ۔ دوسرے روز جہاز میں شور مچا کہ ایک آدمی سمندر میں گر گیا ہے ۔ کپتان نے فوراً ایک کل کو دبایا اور انجن کے کمرے میں ایک گھنٹی بجنی شروع ہوئی ۔ اور جہاز ٹھہر گیا ۔ چھوٹی چھوٹی کشتیاں سمندر میں چھوڑی گئیں اور اس آدمی کو صحیح سلامت جہاز میں لے آئے ۔ جہاز پھر اُسی تیزی کے ساتھ روانہ ہو کر منزل مقصود پر پہنچا ۔ بندرگاہ میں جہاز کھڑا کر کے کپتان شہر میں گیا اور لڑکے کے لئے گیند تلاش کر کے لایا جو گم شدہ گیند کی نسبت بہت بڑھ کر تھی ۔ اب تینوں دعاؤں کا جواب مل گیا ۔ لڑکی کی درخواست جہاز کو کھڑا کرنے کے بغیر پوری ہوئی ۔ لڑکے کو ذرا صبر کرنا پڑا مگر آخر اسکی تمنا بھی بر آئی ۔ اور جب مناسب موقعہ ہوا تو جہاز بھی ٹھہرایا گیا مگر کسی نئی ترکیب سے نہیں بلکہ اُن کلوں کے زور سے جو اسکی ساخت میں داخل تھیں +

دعا نیچے سے رسّی کو کھینچتی ہے اور وہ بڑی گھنٹی خدا کے کانوں میں بجنے لگتی ہے ۔ بعض ایسی سستی سے دعا مانگتے ہیں کہ بمشکل گھنٹی کو حرکت دے سکتے ہیں بعض فقط وقتاً فوقتاً رسّی کو ہلا دیتے ہیں لیکن وہی شخص بازی لے جاتا ہے جو رسّی کو دلیری سے پکڑ کر اپنی طاقت سے برابر کھینچتا رہتا ہے (سپرجن)

یہوواہ یری ۔ ایک دیندار شخص کا ذکر ہے کہ جب اُس نے مسٹر جارج ملر کے یتیم خانہ کی سالانہ رپورٹ پڑھی تو اُس کے دل پر ایسی تاثیر ہوئی کہ اُس نے اپنی ایک دیندار بہن کے لئے جسکے پاس قیمتی زیور تھے دعا مانگی کہ خدا اُس کو توفیق بخشے کہ وہ اُن زیورات کو بیچ کر اُنکو اُس یتیم خانہ کے لئے خدا کی نذر کر دے ۔ اسکی دعا لفظ بلفظ پوری ہوئی ۔ اور وہ جڑاؤ زیورات مسٹر ملر کو ایسے موقعہ پر ملے جب اُنکی نہایت ضرورت تھی ۔ مسٹر موصوف نے اپنے دل میں خدا کے لئے خوشی منائی ۔ ایک جڑاؤ انگوٹھی فروخت

پادری نحمیا گورے

پنڈت نیل کنٹھ گورے بندیل کھنڈ کے ایک گاؤں میں جو کہ شہر جھانسی سے قریباً پچاس میل کے فاصلے پر واقع ہے ۸۔ فروری ۱۸۲۵ء کو پیدا ہوا۔ اصلی وطن آباد اجداد کا کنکان تھا۔ مگر باپ پونا میں پیدا ہوا تھا اور ہنوز بچہ ہی تھا کہ ہندوستان شمالی میں لایا گیا۔ تھوڑے عرصے کے بعد اس کے خاندان نے شہر بنارس میں سکونت اختیار کی۔ اس شہر میں نوجوان گورے نے کئی عالم پنڈتوں سے زبان سنسکرت سیکھی اور نیائے۔ اور ویدوں اور قواعد سنسکرت سے بخوبی واقفیت حاصل کی۔ پنڈت صاحب فرماتے ہیں:۔

ابتدا میں زبان انگریزی سے مجھے کچھ مس نہ تھا۔ اور میرا ہندو عقیدہ خوب محکم اور مضبوط تھا۔ میں مسیحی مذہب کو بڑی حقارت کی نظر سے دیکھا کرتا تھا کیونکہ میرے زعم میں مسیحی مذہب ان پڑھ اور سور کھ لوگوں کا مذہب تھا۔ چنانچہ میں بڑے تاؤ سے کہا کرتا تھا کہ یہ مذہب ہندو فلسفے کے مقابل کچھ حقیقت نہیں رکھتا کیونکہ میرے خیال میں ہندو فلسفے کے مسائل عمیق حکمت پر مبنی تھے۔ ہاں میں ہندو فلسفہ پر بہت ہی فخر کیا کرتا تھا۔ بلکہ میں نے مذہب عیسوی کی تردید کا بیڑا اٹھایا اور اسی مقصد سے بحث مباحثہ کا سلسلہ بعض مشنریوں سے چھیڑا۔ کتب مباحثہ کا دیکھنا اور مسیحی مذہب کے برخلاف لکھنا شروع کیا۔ کئی سال تک میری یہی حالت رہی۔

اس نوجوان پنڈت نے مسیحی مذہب کی تردید کے لئے بائبل کا مطالعہ شروع کیا مگر نتیجہ یہ وجود میں آیا کہ جب اس نے پہاڑی وعظ کو پڑھا تو اس کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ وہ اس بات کا قائل ہو گیا کہ کوئی آدمی خواہ وہ کیسا ہی پاک اور مقدس کیوں نہ ہو ایسے وعظ کا مصنف نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اس کا مصنف ضرور الٰہی شخص ہے۔ پادری

ولیم سمتھ صاحب سے بار بار مباحثہ کیا جس کا تذکرہ ایک دلچسپ کتاب موسومہ دو قوج میں
پایا جاتا ہے۔ آخر کار پنڈت صاحب نے مسیحی مذہب کی عظمت اور خوبی کو دیکھکر اسکے
قبول کرنے کا مصمم ارادہ کیا۔ اور اپنے ارادے کو اپنے باپ اور چچا اور دیگر احباب پر ظاہر کیا
تاکہ بنارس کے نامی گرامی پنڈتوں کو موقعہ ملے کہ وہ اپنی دلائل کے زور سے ہندو مذہب
کو سچا ثابت کر کے انہیں مسیحی مذہب کے قبول کرنے سے باز رکھیں۔ پنڈتوں نے مباحثہ کے
میدان میں بہت زور لگایا مگر زک اٹھائی کیونکہ اس بات کے ثابت کرنے میں کہ ہندو
مذہب خدا کیطرف سے ہے ناکام نکلے۔ باپ کی محبت نے بیٹے کو کچھ عرصے تک مجبور کیا
کہ اپنے ایمان کا علانیہ اقرار نہ کریں۔ لیکن آخر کار ضمیر نے مجبور کیا کہ مسیح کا اقرار سب کے
سامنے کرنا چاہیے۔ چنانچہ انہوں نے ۱۴ مارچ ۱۸۴۸ء کو بپتسمہ پایا اور اسی موقعہ پر انکا
نام نحمایا رکھا گیا۔ اس واقعہ کے پانچ برس بعد انکی اہلیہ بپتسمہ پا کر انکے مذہب میں شریک
ہوئیں مگر وہ تھوڑے دن کے بعد اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئیں۔ انکی بیٹی نے
انگریزی تعلیم حاصل کی اور زبان انگریزی میں نظم کی ایک چھوٹی سی کتاب تصنیف
کی۔ سنگھ صاحب کی گیتوں کی کتاب میں وہ گیت جس کی پہلی آیت کا یہ مطلب ہے:-

"اسکی حضوری کے پردہ کے تلے پناہ پانیکو میری روح کیسی خوش ہے"

انہیں کی تصنیف ہے۔ اب وہ الہ آباد میں ایک آرفنج سکول کی سپرنٹنڈنٹ ہیں۔
۱۸۵۴ء میں پنڈت نحمایا گورے مہاراجہ دلیپ سنگھ کے پنڈت مقرر ہو کر انگلستان
گئے۔ اس موقعہ پر ان کو حضور ملکہ معظمہ کی ملاقات نصیب ہوئی۔ انگلستان میں قریباً
اٹھارہ مہینے رہکر ہندوستان کو واپس آئے۔ انگلینڈ سے بنارس کو لوٹے جاتے تھے کہ
راستے میں پونہ کے معزز پنڈتوں سے مباحثہ ٹھہر گیا۔ یہاں سے فارغ ہو کر احمد نگر میں
ان نوجوانوں کو جو ڈی ازم کے قائل تھے چار لکچر دئے۔ ان لکچروں کا تین نوجوانوں
پر ایسا اثر ہوا کہ انہوں نے اسی وقت سے مسیحی مذہب کی تحقیق شروع کر دی۔ اور کچھ عرصہ

بعد انہوں نے مسیح کو اپنا نجات دہندہ قبول کیا۔ انکے نام نامی یہ ہیں پادری آنجی جی نارو جی صاحب جو اورنگ آباد میں سی ایم ایس کے متعلق کام کرتے تھے۔ پادری قاسم بھائی جو شہر ستارا میں امریکن مشن کی طرف سے کام آتے رہے۔ اور مسٹر شاہو جو ۲۵ سال سے زیادہ ایک مرہٹی اخبار (گیانودیا) کے اڈیٹر رہے۔ مولوی صفدر علی صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بھنڈارا بھی پنڈت نحمایا گورے کے وسیلہ مسیح پر ایمان لائے۔

انگلستان سے واپس آکر پنڈت موصوف کوئی ۱۳ سال تک سی ایم ایس کے متعلق کیٹی کسٹ کے کام اور نیز ایک لڑکیوں کے سکول کی ہیڈ ماسٹری کے فرائض کو انجام دیتے رہے اسکے بعد تائی چرچ کے اصول اختیار کرکے گاسپل پراپے گیشن سوسائٹی کے ساتھ جا ملے۔ ۱۸۶۰ء میں بشپ ملمن صاحب نے انہیں ڈیکن کے عہدے پر مقرر کرکے وسط ہند میں بھیجا تاکہ مہاؤ میں مشن کا کام جاری کریں۔ اسکے کچھ عرصے بعد جند امیں بھیجے گئے۔ ۱۸۷۶ء میں پنڈت صاحب ایک مرتبہ پھر انگلستان گئے۔ اور اس مرتبہ اس سوسائٹی میں "جو سوسائٹی آف جان دی ایونجلسٹ" کہلاتی ہے شامل ہوئے۔ اور ۱۰ ماہ کے لئے انگلستان میں رہے۔ اس عرصہ میں انہوں نے ایک مرتبہ ایک مشنری کانفرنس کے سامنے جو گرنتھم میں فراہم ہوا ایک تحریری درس سنایا۔ ۱۸۷۷ء کے آخر میں ہند کیطرف مراجعت کی اور اندور میں آئے۔ ۱۸۷۹ء میں پونہ میں مقیم ہوئے جہاں اُن کی عمر کا باقی ماندہ حصہ صرف ہوا۔ تاہم وہ اس جگہ سے دور دور تک جاکر کام کیا کرتے تھے چنانچہ کئی بار بمبئی جاکر یہودیوں کو لکچر دئے۔ ۱۸۸۲ء کے آخری حصے میں بندھا پور گئے۔ ۱۸۸۳ء میں پونہ کے بیچوں بیچ ایک مکان لیا تاکہ تعلیم یافتہ ہندوؤں کے ساتھ بآسانی مل جل سکیں۔ اسی سال میں انہوں نے اپنا مشہور رسالہ کیا اس بات کا کوئی ثبوت ہے کہ مسیحی مذہب من جانب اللہ ہے۔ تصنیف کیا۔ یہ رسالہ خاصکر اسواسطے لکھا گیا تھا کہ اُس سے پنڈتہ رما بائی کی

بعض مشکلات و شکوک رفع کی جائیں کیونکہ وہ ابھی مسیحی نہیں ہوئی تھیں۔ ۱۸۸۸ء
میں انہوں نے کلکتہ میں اس مضمون پر "مسیحی مذہب انسان سے نہیں بلکہ خدا کی
طرف سے ہے" لکچر دئے۔

فادر گورے کی عمر کا آخری حصہ دعائے عام کی کتاب کے ہندی اور مرہٹی زبانوں میں نظر ثانی کرنے میں صرف ہوا۔ ضعف دن بدن بڑھتا گیا اور آخرکار ۲۹ اکتوبر ۱۸۹۵ء کو اس دار فانی سے رحلت کی۔ اس مصیبت کے عالم میں سوسائٹی مذکورہ بالا کے بھائی بہنوں نے تیمارداری کے تمام فرائض کو بخوبی ادا کیا۔ پنڈت موصوف کے حق میں کہا گیا ہے کہ۔

"ان کی حقیقی دینداری اور جوش ایمانی، فروتنی اور خاکساری، علمی فضیلت اور لیاقت ان کے ظاہری طریق رہائش یعنی ان کی نحیف روش اور دوبلے چہرے اور فقیرانہ لباس کا زیور تھیں۔ ان کے اوصاف حمیدہ کے سبب سے سب لوگ کیا یوروپین اور کیا ہندوستانی انہیں ایک سچا سادھو یعنی مسیحی سنیاسی بننے کا ایک عمدہ نمونہ تصور کرتے تھے۔"

پنڈت گورے صاحب نے پہلے پہل ایک ہندی رسالہ "شڈ درشن درپن" کے وسیلے شہرت پائی۔ اس کتاب کا انگریزی ترجمہ جسے مسٹر فٹز ایڈورڈ ہال صاحب و جی۔ سی۔ ایل۔ آکسن صاحب نے بہ نگاہ مزید تعلیم مخالف مذاہب کے تیار کیا اور جس کا نام "ہندو فلاسفی کے سسٹم کی تردید از روئے دلائل عقلی" رکھا گیا ۱۸۶۲ء میں کلکتہ کرسچن ٹریکٹ اینڈ بک سوسائٹی کی طرف سے شائع ہوا۔ زبان انگریزی میں یہ کتاب اس مضمون پر مستند سمجھی جاتی ہے مگر افسوس ہے کہ ایک مدت سے چھاپی نہیں گئی۔ ہندی کا نسخہ بار بار چھپ چکا ہے۔ اخبار گیانودیا لکھتا ہے کہ پنڈت صاحب نے جب سے برہمو سماج کو کلکتہ میں نمو پکڑتے دیکھا تب ہی سے ان کا قلم اس سماج اور بمبئی کی پرارتھنا سماج کے عقائد کے مقابلہ میں برابر اٹھا رہا کیونکہ ان کے نزدیک یہ

دونوں سماجیں آدمی کی کوشش کا نتیجہ تھیں اور اسلئے برپا کی گئی تھیں کہ ہندومت
اور مسیحی مذہب کے بیچوں بیچ ایک اور نئی عمارت (مذہب) قائم ہو۔ اپنے عقائد کا نام
انہوں نے برہمو ازم رکھا مگر جو کچھ ان عقائد میں اچھا تھا وہ سب مسیحی مذہب سے لیا گیا
تھا اور بجائے اسکے کہ وہ اسی چشمہ کو جس میں سے اچھی چیزیں اخذ کی تھیں قبول کرتے
انہوں نے مسیحی مذہب میں جو عقل سے بالا اور فوق العادت تھا اُسے رد کر دیا ذیل کی کتابیں
پنڈت صاحب کے قلم جادو رقم سے نکلی ہیں ؂

"بنارس کے ایک مسیحی برہمن کی طرف سے برہمو سماج کے لئے ایک خط" - یہ رسالہ پہلے
کلکتہ میں ۱۸۶۷ء میں شائع ہوا اور پھر دو سال بعد نارتھ انڈیا ٹریکٹ سوسائٹی کیطرف
سے الہ آباد میں شائع ہوا (قیمت ۲ آنہ) ۱۸۶۹ء میں اسی سوسائٹی نے ایک اور رسالہ شائع
کیا۔ اس کا نام ہے "مسیحی مذہب کو قبول کرنے کے غرض پر ہندوستان کے تعلیم یافتہ ہندوؤں
کے لئے ایک درس" (قیمت ۲ آنہ) پھر ۱۸۸۹ء میں ایک رسالہ "برہمو سماج کا وجود مسیحی مذہب
کے من جانب اللہ ہونے کی دلیل" شائع ہوا (قیمت ۲ آنہ) آجکل وہ لکچر پائے جاتے ہیں
جو برہمو ازم اور مسیحیت کے نام سے مشہور ہیں۔ اس کتاب کے آخر میں وہ تتمہ پایا جاتا ہے جس میں
اس کتاب کے دلائل کو بشپ لائٹ فٹ صاحب کے اُن خیالات سے پختہ اور واضح کیا ہے جو انہوں
نے سٹوائک فلاسفی کی نسبت رقم فرمائے ہیں تینوں رسالے ایسے ہیں کہ ہر ایک مشنری کو انہیں پڑھنا چاہئے

فادر گورے کی رضامندی سے کرسچن لٹریچر سوسائٹی نے اُن کا ایک چھوٹا سا
مضمون معروف بہ "ہندو ازم کی قیاسی اور اصلی تعلیمات جنہیں تعلیم یافتہ ہندو مانتے ہیں"
شائع کیا۔ اس مضمون میں یہ دکھایا ہے کہ تعلیم یافتہ ہندوؤں کے خدا اور اسکی صفات اور
خلقت کی نسبت جو عقائد اب ہیں وہ ویدوں میں نہیں پائے جاتے بلکہ مسیحی مذہب سے
لئے گئے ہیں (قیمت ۲ پائی) اس رسالہ کو ہر جگہ شائع کرنا چاہئے ۔ ۱۸۸۷ء میں ایک رسالہ
بمبئی میں شائع ہوا جس میں قریباً ۸۰ صفحہ پائے جاتے ہیں۔ یہ رسالہ خط کی صورت میں لکھا

گیا ہے اس میں خداوند یسوع مسیح کی الوہیت کو ثابت کیا ہے اور یہ بھی دکھایا ہے کہ نہ برہمو اور نہ پرارتھنا سماج مسیحی دین کی جگہ قبول کی جا سکتی ہیں۔ تہ بحرام کے عقاید یہ اور رسالہ ہے جو پرارتھنا سماج اور مہاراشٹر کی برہمو سماج کے لئے مرہٹی زبان میں لکھا گیا۔ اور آیس پی سی کے بمبئی کی طرف سے ۱۹۰۲ء میں طبع ہوا۔ پنڈت صاحب نے بہت سے رسالہ اُن مضامین میں تصنیف کئے جو بنی اسرائیل اور یہودیوں کے درمیان قابل بحث سمجھے جاتے ہیں۔ اور ان میں بشپ ویلکر پائے جاتے ہیں جو وقتاً فوقتاً بمبئی وغیرہ کے بنی اسرائیل کے سامنے دئے گئے۔ انمیں سے خاصکر ایک رسالہ پڑھنے کے لائق ہے جو پاک اناجیل کی اصلیت کے نام سے مشہور ہے اور جو ۱۸۹۷ء میں شائع ہوا۔

ناپاک چیز مت چھوؤ

یسعیاہ ۵۲: ۱۱

"روانہ ہو روانہ ہو وہاں سے چلے جاؤ۔ ناپاک چیز مت چھوؤ۔ انکے درمیان سے نکل جاؤ اور پاک ہو اے تم جو خداوند کے ظروف اُٹھائے لئے جاتے ہو۔"

یہ الفاظ اُس بیان کی طرف اشارہ کرتے معلوم ہوتے ہیں جو عزرا ۸ باب میں مذکور ہے۔ جہاں اِس بات کا ذکر ہے کہ بہت سے یہودی بابل سے اپنے ملک کو واپس آتے ہیں جلاوطنی کے ستر سال ختم ہو چکے ہیں اور خورس حکم دے چکا ہے کہ یہ برگزیدہ اُمت اپنے آباؤ اجداد کے ملک کو واپس جائے۔ بڑے دریا پر وہ ٹھیرتے ہیں تاکہ جو پیچھے رہ گئے ہیں۔ وہ بھی اُن کے شامل ہو جائیں۔ اور سب مل کر اُس ریت کے بیابان میں سے جو اُس دریا اور سرزمین جلعاد کے درمیان حائل تھا عبور کر جائیں جب وہ سب وہاں ٹھیرے تھے۔ عزرا نے کاہنوں کی جماعت کو کہلا بھیجا کہ انکے ساتھ جائیں۔ انکی رفاقت خاصکر اسلئے درکار تھی کہ ہیکل کے مقدس برتنوں اور سونے چاندی کو اُٹھائے جائیں جس کو نبوکدنضر لے گیا

تھا لیکن جنہیں خورس نے پھر واپس دے دیا۔ عام اشخاص کو ان اشیا کے چھونے کی اجازت نہ تھی اِسلئے جب خدا کی مہربانی سے اڑتیس کاہن اور دوسو بیس لیوی اُنکے ساتھ ہو لیئے تو بڑی خوشی ہوئی۔

مجمع کے وقت شام کو عزراہ نے یہ برتن اور دوسرے تحفے اور نذریں ان آدمیوں کے ہاتھ میں دے کر کہا۔ تم خداوند کے لئے مقدس ہو برتن بھی مقدس ہیں۔ اُنکی حفاظت کرو اور رکھو جب تک کہ خداوند کے گھر میں صدر کاہنوں اور لیویوں کے سامنے نہ تولو۔ ذرا غور کرو اُسنے تاکید کی کہ مقدس برتنوں کو مقدس اشخاص اُٹھائیں۔ گویا اُس نے یہ کہا کہ تم جو خداوند کے برتنوں کو اُٹھاتے ہو پاک ہو ہم جانتے ہیں کہ کیسی تعظیم و عزت سے وہ لوگ برتنوں کو لائے۔ لیکن ہمیں ان الفاظ سے کیا نصیحت ملتی ہے کہ تم جو خداوند کے برتنوں کو اُٹھاتے ہو پاک بنو ہم جو مسیح کی کلیسیا میں خادم اور کارندے ہیں ہم کو یہ مقدس اہتمام دیا گیا ہے۔ یاد ہوگا کہ جہاں پولوس رسول کہتا ہے کہ میں نے اپنی امانت خدا کے سپرد کی ہے وہاں ہی وہ تمطاؤس کو تاکید کرتا ہے۔ کہ خدا کی امانت کی حفاظت کرے جو اُس کو سپرد ہوئی ہے۔ وہ نعمت جو تجھے سپرد ہوئی رُوح القدس کے وسیلے جو ہم میں بستا ہے اُس کی حفاظت کر۔

ہر مسیحی کو کچھ امانت ملی ہے کہ اِس جہان میں سے سلامت لیجائے مثلاً مقدس نوشتے جن میں الٰہی پیغام ہے۔ بہت جس پر آج کل اتنے حملے ہوتے ہیں۔ کلیسیا کے ساکرمنٹ بپتسمہ اور عشائے ربانی۔ بشارت انجیلی۔ خاصکر رُوح القدس سے مسح پانا اور بھر جانا۔ ہر شخص ایک مقدس برتن ہے اور ہر جان ایسا برتن ہے جو مالک کے کام کے لائق ہے (۱تسلونیقیوں ۴:۳ ۲تمطاؤس ۲-۲۱) ہر شخص کے سپرد کوئی نہ کوئی برتن ہے چھوٹا یا بڑا حسب لیاقت و حسب موقعہ۔ اِسلئے اِس آیت کو بلا کھینچے تانے وسیع معنوں میں لے سکتے ہیں۔

جیسے پادری صاحب عشائے ربانی کے برتنوں کو پاک ہاتھوں اور عزت سے لیتا ہے

ویسے ہی تم سب کو یہ آیت یاد دلاتی ہے تم جو خداوند کے برتنوں کو اُٹھاتے ہو پاک ہو۔ مقدس پولوس اِس آیت کا حوالہ دیتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے "اُنکے درمیان سے نکل آؤ اور کسی ناپاک چیز کو مت چھوؤ اور میں تمہیں قبول کرونگا جب ایسا وعدہ ہے تو ہمیں چاہئے کہ اپنے تئیں پاک کریں۔ ہم اپنے تئیں جانچیں اگر ہم چاہتے ہیں کہ یسوع کے نام کو لیتے ہوئے جہان میں سے گذر جانے کے لائق ہو جائیں تو ہمیں بد عادات سے الگ ہونا ضرور ہے

خط برابر یہ پکار رہے ہیں کہ پرانے انسان کو آتار پھینکو۔ اِس سے ہماری گذشتہ زندگی کی عادات مراد ہیں۔ ساری شرارت مکر ریا حسد اور ہر طرح کی بدگوئیوں کو آتار پھینکو اِن سب کو آتار پھینکو۔ یعنی غصہ غضب بُراہ ٹھٹھا اور بد کلامی کو۔ ہم اندھیرے کے کاموں کو ترک کریں اوباشی مستی حرام کاری بد پرہیزی جھگڑے اور ڈاہ کو۔ جسم کی خواہشوں کے لئے تدبیر نہ کرو ‡

خدا ضرور ہم پر ہماری بُری عادت کو ظاہر کریگا جو ہم سے چمٹی رہتی ہے جیسے لعزر کے جی اٹھنے کے وقت کفن اُس سے لپٹا رہا۔ وہ جو ہمیں آتار پھینکنے کا حکم دیتا ہے وہ ہمیں طاقت دیگا اور وہ ہماری بد خواہش کو دور کرے گا اور ہمیں مطلق آزاد کر دے گا ‡

ہمیں غیر معمولی اشتہا سے الگ ہونا چاہئے۔ اشتہا عمدہ مقاصد کے لئے عطا ہوتی ہے۔ ہم اِن کا دو طرح سے بد استعمال کر سکتے ہیں۔ اوّل جب ناواجب اشیا کی اشتہا پیدا ہوتی ہے۔ دوم جب واجب اشیا کی اشتہا غیر معمولی درجہ تک بڑھ جاتی ہے اِسلئے ہمیں چاہئے کہ اپنی اشتہا اکی حد سے نہ نکلنے دیں۔ بلکہ جس مقصد کے لئے اور جس درجہ تک خدا نے اُن کو مقرر کیا ہے وہاں تک ہی استعمال کریں۔ ہم کر کسے رہیں اور حد اعتدال سے نہ گذریں۔ رفتار گفتار خوراک پوشاک اور دیگر سب امور میں۔ سب کچھ خدا کے جلال کے لئے اور یسوع مسیح کے نام سے کریں۔ مقدس برنارڈ کہتا ہے "میں محض خوشی کے لئے کھانا پیتا نہیں بلکہ اپنی جان کے سہارے کے لئے تاکہ میں خدا کی خدمت کے لائق ہو جاوٗں ‡

ہمیں دنیاوی دوستوں سے الگ ہونا چاہئے۔ اگر کوئی بیوپاری جانتا ہے کہ میرا ساجھی برابر خدا کی شریعت کو توڑتا ہے اور راستی و دیانت کے خلاف چلتا ہے تو اس سے الگ ہونا چاہئے۔ اگر کسی مسیحی لڑکی سے ایسا شخص شادی کی درخواست کرے جس نے نئی پیدائش حاصل نہیں کی تو انکار کرے کیونکہ مسیحیوں کو چاہئے کہ صرف خداوند میں شادی کریں (۱ قرنتیوں ۷: ۳۹) کیونکہ روشنی کو تاریکی سے کیا میل ہے تم بے ایمانوں کے ساتھ ناموافق جوئے

ہمیں دنیاوی مقاصد اور مدِنظری سے الگ ہونا چاہئے۔

بہت لوگ جو خداوند کی خدمت کو اٹھائے ہیں دل میں یہ رشک ہے کہ دوسرے آدمیوں سے ہم بڑھ جائیں شہرت و ناموری حاصل کریں روپیہ اور تعریف پیدا کریں کیا اکثر جب ہم وعظ کرتے ہیں یا کسی جلسے میں جاتے ہیں تو یہ خیال ہمارے دل میں نہیں ہوتا کہ جن کے ساتھ ہمارا واسطہ ہے ان سے ہماری اچھی نبھتی رہی۔ ہم اپنی عزت مسیح کے سپرد کیا نہیں چاہتے اور نہ اس کی خاطر احمق کہلایا چاہتے ہیں۔ ہم ان فریج سپاہیوں کی طرح ہونا نہیں چاہتے جو کھائی میں پڑے اور پامال ہوتے ہیں لیکن خوش ہیں کہ انکا آقا انپر فتحیابی کے ساتھ گذر رہا ہے۔ ایسے بوسیدہ مقاصد نہ ہونے چاہئے۔

ہمیں دنیاوی خوشیوں سے الگ ہونا چاہئے۔

بعض لوگ خاص طور پر جہان اور اسکے فیشن کے گرویدہ ہیں۔ اور اس حکم میں کہ ہر طرح کی بدی کی صورت سے بھی پرہیز کریں یہ داخل ہے کہ ہم ایسی باتوں سے پرہیز کریں جن سے کوئی ہماری نسبت یہ نہ کہے کہ ہم جہان کے ہم شکل بنے رہتے ہیں۔ جہان تو اپنے ناچ رنگ رلیاں منا رہا ہے۔ اس سے بہتر اس بیچارے کے پاس اور کچھ بھی نہیں۔ وہ تو اس راہ پر پھول بچھا رہا ہے جو ہلاکت کو جاتا ہے لیکن وہ جو مسیح کی مقدس انجیل کے برتن کو اٹھائے ہوئے ہیں وہ ایسی باتوں سے کنارہ کریں۔

ہم دینداری کے ظاہری طمطراق سے کنارہ کریں جو ہمیشہ نشان اور اظہار

ڈھونڈتی پھرتی ہے۔

یہ بُرائی پہلے پہل نظر نہیں آتی بہت لوگ جو سچی دین کا اقرار کرتے ہیں ظاہری جوش و خروش خواں خواں کو بہت پسند کرتے ہیں خدا کی خدمت کا یا خدا کے فضل و علم میں بڑھنے کا یہ اچھا طریقہ نہیں۔ ہم ایسی باتوں سے الگ رہیں اس قسم کا جوش و خروش اس خمیر کی مانند ہے جسے یہودی عید فسح سے پہلے اپنے گھر سے نکال دیتے تھے۔

ہم اپنی بگڑی ہوئی ذات کے جد و جہد سے الگ رہیں۔ ہم اکثر اپنے طریقہ پر خدا کی عبادت کیا چاہتے ہیں یا مائل ہیں کہ دوسروں کی نقل کریں اور انتظار نہیں کرتے کہ خدا سے دریافت کریں کہ آیا میرے لئے تیری یہ مرضی ہے کہ نہیں۔ ہم خدا کے لئے کام کرنے میں اپنے تئیں اتنا مصروف کرتے ہیں کہ خدا کو موقعہ نہیں دیتے کہ وہ ہمارے ذریعہ کام کرے۔ ہم اس نمونہ کا انتظار نہیں کرتے جو ہم کو پہاڑ پر سے دکھایا جائے کسی بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے کہ ہم پہلے مسیح کی قبر میں اتریں اور اس قبر کی خاموشی اختیار کریں۔ اپنی ذات کے جد و جہد کے لئے ہم مر جائیں۔ ہاں جب کہ وہ جد و جہد صحیح طور پر صحیح مقصد کے لئے بھی استعمال ہو اور خدا کو گویا اجازت دیں کہ وہ بھوسے کو اڑا دے پیشتر اس سے کہ ہم گندم بونے کی کوشش کریں ایسی باتوں سے ہم کنارہ کریں۔ یہ روح کی آلودگی ہے۔ ہم اس کو اتار پھینکیں اور پاک صاف بنیں۔

شاید آپ کہیں کہ میں نے ان سے اپنے تئیں الگ کرنے کی کوشش کی لیکن ہمیشہ بدی سایہ کی طرح ساتھ لگی رہتی ہے۔ ذرا اپنی مرضی پر نظر کرو۔ پاک ہونے کے لئے رضامند ہو۔ ہاں یہ خواہش رکھو کہ یہ مرضی بھی ہمیں ملے۔ پھر مسیح سے کہو "میں چاہتا ہوں کہ میں کوڑھ سے پاک صاف ہو جاؤں اگر تو چاہے تو مجھے پاک صاف کر سکتا ہے" تب وہ فوراً اپنا ہاتھ پھیلا کر تمہیں چھوئیگا اور کہیگا میں چاہتا ہوں کہ تم پاک صاف ہو جاؤ تم رہائی حاصل کرو گے تم اسکے ہو کیونکہ اس نے تمہیں بنایا۔ وہی ہے جس نے ہمیں بنایا اور ہم اسکے ہیں بیشک

گھر کا بنانے والا اپنی محنت کے حاصلات کا مستحق ہے۔

تم اسکے ہو کیونکہ اس نے تمہیں مخلصی دی۔ تم نے قیمتی خون کے ذریعہ مخلصی پائی ہے تم اپنے نہیں بلکہ داموں سے خریدے گئے ہو۔

تم اسکے ہو کیونکہ خدا پاک نے ان سب کو اسے دیا ہے جو اسکے پاس آتے ہیں۔ اور اگر تم اسکے پاس آتے ہو تو یقیناً تم اس کے ہو۔ اگرچہ تم نے اسکا تو اقرار نہیں کیا۔ یوحنا ۶: ۳۷
پس کیا تم اپنے تئیں اسکے سامنے پیش نہ کروگے۔ کہ وہ تمہارے گناہوں کو معاف کرے اور ہر طرح کی ناپاکی اور بے اعتدالی سے پاک کرے اور اپنی بھرپوری سے بھرپور کرے دیکھ وہ تیرے استقبال کا منتظر ہے ہر طرح کی برکت اسکے ہاتھ میں ہے تاکہ تجھے مالامال کرے۔ اپنے مذبح کے پاس آؤ اپنے تئیں اسکے ساتھ زندہ قربانی ہونے کو باندھ دے۔ تب اسکے مقدس کاہن کی طرح اسکے مقدس ترین کو وہاں سے سلامت لیجا۔

مسیحیوں میں سلام کے الفاظ۔ ہمارا الہ آبادی معزز معصر انڈین کرسچن منیجر رقمطراز ہے۔ میتھوڈسٹ مشن میں سلام کرنے کے ایک ایسے لفظ کی ضرورت اور تجویز ہے جو مسیحیوں میں موزوں ہو۔ معصر موصوف کی رائے میں شہر کے شائستہ لوگوں کے لئے تو گوڈ مارننگ اور گڈ ایوننگ ہے۔ مگر گاؤں کے جہلا کے واسطے تو یہ موزوں نہیں۔ کئی لفظ تجویز کئے گئے ہیں مثلاً جے عیسیٰ مسیح۔ مسیح سہائے۔ خدا برکت دے۔ خدا ساتھ ہو۔ وغیرہ۔
ابھی ان سے بہتر الفاظ ملنے کی امید ہے۔ ہماری رائے میں کوئی لفظ زبردستی رائج نہیں ہو سکتا۔ اکبر بادشاہ نے حکماً سلام علیک کی جگہ اللہ اکبر جاری کیا جس کے جواب میں جل جلالہ کہتے تھے مگر عام کے مقبول خاطر نہوا جو الفاظ تجویز کئے گئے ہیں کچھ لمبے ہیں۔ خواہ کوئی لفظ مقرر ہو مختصر ہونا چاہئے۔ کہیں سلام کے دھن میں مخاطب کا خیال ہی ذہن سے مفقود نہ ہو جائے جیسا کہ بعض اصحاب کھانے پر ایسی لمبی دعا کرتے ہیں کہ کھانا دانا دھرا رہ جاتا ہے۔

نئی اور پرانی خبریں

بادشاہ لاجواب ہو گیا۔ دوسری صدی کا ذکر ہے کہ ایک مسیحی کو پکڑ کر کسی بادشاہ کے سامنے لے گئے۔ بادشاہ نے اُسکو بہتیرا کہا کہ مسیحی مذہب کو ترک کر دے مگر اس نے کچھ پروا نہ کی۔ آخر بادشاہ نے کہا کہ اگر تم ترک نہ کرو تو میں تم کو جلاوطن کر دونگا۔ اُس شخص نے مُسکرا کر جواب دیا کہ آپ مجھے مسیح سے جلاوطن نہیں کر سکتے کیونکہ اُس نے فرمایا ہے کہ میں تجھے ہرگز نہ چھوڑونگا اور تجھے مطلق ترک نہ کرونگا۔ بادشاہ نے خفا ہو کر فرمایا کہ میں تمہاری تمام ملکیت ضبط کر لونگا۔ مسیحی نے جواب میں کہا کہ میرے خزانے آسمان میں جمع ہیں آپ اُن کو نہیں لے سکتے تب بادشاہ نے غضب میں آ کر کہا کہ میں تمہیں قتل کر ڈالونگا۔ اُس شخص نے جواب دیا کہ میں تو چالیس سال سے مر چکا ہوں میں مسیح کے ساتھ دُنیا کی نسبت مر گیا ہوں۔ اور میری زندگی مسیح کے ساتھ خدا میں چھپی ہوئی ہے آپ اُسکو ہاتھ نہیں لگا سکتے۔ آخر بادشاہ حیران ہوا کہ ایسے پاگل شخص کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔

قیامت کا عکس۔ انگریزی سیاح لارڈ لنڈزے نے ملک مصر کے مثلث نما میناروں (اہرام) میں سے ایک میں ایک نعش جو مصالحوں میں محفوظ رکھی ہوئی تھی دریافت کی ہے کتبوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دو ہزار سال سے وہاں پڑی ہے۔ کھول کر دیکھنے سے نعش کے ایک ہاتھ میں ایک چھوٹی سی جڑ دستیاب ہوئی سیاح نے اس گٹھے کو لے کر کسی عمدہ موقعہ پر زمین میں لگا دیا۔ مینہ اور شبنم سے سیراب ہو کر چند ہفتوں میں وہ جڑ پھوٹ نکلی اور آخر میں ایک نہایت خوب صورت پھول لگا۔ اس دو ہزار سال کے عرصے میں روئے زمین پر کیسے کیسے انقلاب گذر چکے ہیں مگر وہ چھوٹی سی ننھی زندگی کو لئے ہوئے ایک مُردے کی مُٹھی میں محفوظ رہی۔ اور جب موقعہ ملا پھر شگفتہ ہوگئی۔ کیا خدا اپنے پیار کرنے والوں

کو تختہ خاک کے نیچے پڑا رہنے دیگا اور اُن کو فراموش کرے گا نہیں وہ سب جلالی بدن کے ساتھ اُٹھیں گے +

رینگنے والے مسیحی ۔ سرد ممالک میں ندیاں اور دریا موسم سرما میں ایسے یخ بستہ ہو جاتے ہیں کہ لوگ اُن پر سے بڑی آسانی سے بے خطر اِدھر اُدھر چل پھر سکتے ہیں کہتے ہیں کہ گزشتہ جاڑے کے موسم میں ایک شخص دریائے ہپی پر سے جو منجمد ہو رہا تھا عبور کرنے لگا وہ ڈرتا تھا کہ کہیں یخ کی سطح ٹوٹ نہ جائے اور اسی فکر میں ہاتھ اور پاؤں کے بل چوپایوں کی طرح دریا پر سے رینگنے لگا ۔ جب تھکا ماندہ ہو کر پار پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک آدمی گاڑی پر سوار اور لوہا لادے ہوئے اسی یخ پر سے بڑے مزے سے بے خوف جا رہا ہے ۔ بہت سے مسیحی اسی طرح آسمانی کنعان کی طرف سفر کرتے ہیں بجائے آسمان کی فضا میں سر اُٹھا کر خوشی کے گیت گاتے ہوئے آگے بڑھنے کے وہ رینگتے ہیں کہ کہیں خدا کے وعدے پاؤں کے نیچے چکنا چور نہ ہو جائیں +

موت سے زندگی میں ۔ ذکر ہے کہ ایک درخت نہایت شور اور بنجر زمین میں لگایا گیا ۔ مدت تک وہ نیم پژمردہ اور پست قد رہا ۔ آخر کسی قدرتی طاقت سے اُس نے معلوم کیا کہ کچھ فاصلہ پر عمدہ مرطوب اور زرخیز زمین ہے اور ایک چھوٹی سی جڑ کو اُس رُخ پھیلا دیا ۔ رفتہ رفتہ وہ جڑ ضروری اجزا کو جذب کر کے طاقت پکڑتی گئی ۔ اور آخر نتیجہ یہ ہوا کہ روز بروز بنجر زمین والی جڑیں بوسیدہ ہو کر خشک ہوتی گئیں اور مرطوب زمین کی جڑیں ترقی کر کے مضبوط ہو گئیں ۔ یہاں تک کہ وہ پورا درخت خشک اور خراب زمین سے منتقل ہو کر عمدہ اور سیراب زمین میں جا لگا ۔ اسی طرح رُوح پُرانی دنیا سے نئی میں ترقی کر جاتی ہے ۔ مصر سے گزر کر کنعان میں بود و باش اختیار کرتی ہے اور ناپاک دنیا سے یسوع مسیح کے ساتھ آسمانی مکانوں میں جا رہتی ہے اور مسیح اندر ترقی کرتا جاتا ہے (ایف بی مایر)

لکھتے ہیں کہ بعض یورپین خصوصاً مشنری ہندوستان کے لوگوں کو ہمیشہ برا ٹھہرانے کی کوشش
کرتے اور انکی خوبیوں کو نظرانداز کرتے ہیں اور اسکے برے نتائج لاحق ہوتے ہیں۔ اسلئے میں ان
تمام نیک خیالات کو جمع کر رہا ہوں جو بڑے بڑے مشہور افسران و دیگر صاحب الرائے صاحبان نے
ہندوستانیوں کے حق میں فرمائے ہیں۔ **ایک** مدراس کا اخبار قائل ہے کہ مسیحی طالب علم اب
برہمنوں کا خوف نہ کھایا کرتے اور ان سے کسی طرح کم نہیں۔ شاباش پنجاب کے مسیحیو تم کہاں
ہیں۔ **بزرگ** پادری ایبرٹ کلارک لکھتے ہیں۔ بیٹے آپ کے ریمارک مسیحی میں پڑھے اور
میں آپکا شکور ہوں ۔۔۔ ہندوستان کو اب سچ کے علم اور اسپر ایمان لانے کی ضرورت ہے۔۔۔
ایک بڑا کام ہمارے سامنے ہے۔۔۔ خدا کرے کہ ہم سب اسے بڑے ایمان محبت یگانگت اور بڑی
فروتنی سے سرانجام دیں۔ **پادری** شمین صاحب۔ آپ کی یاد میرے دل میں ایک چھوٹا سا معبد
ہے اور جب کبھی مسیحی آتا تو وہ تازہ ہو جاتی ہے اور میں معلوم کرتا ہوں کہ میں پھر پنجاب میں
ہوں۔ **مس** ڈیور صاحبہ اڈنبرا۔ مسیحی کے پانے سے مجھے ہمیشہ خوشی ہوتی ہے۔ **مس**
ٹیڈ صاحبہ سٹیر دلی۔ میں خوش ہوں کہ ہرٹ صاحب کے مرتبہ نقشے بائبل کے مطالعہ پر مسیحی میں چھپ
رہے ہیں۔ مہربانی سے مجھے فلاں فلاں پچھلے پرچے بھیج دیں۔ **مس** مارش ترن تارن مجھے
سال کے سب پرچے بھیج دیں۔ **ڈاکٹر** بیتل بنوں۔ میں مسیحی کو ہمیشہ شوق سے پڑھتا ہوں
پادری ای کارفیلڈ بٹالہ۔ میرے نام مسیحی بھیجنا بند کر دو۔ **مس** کلارک بٹالہ۔ میں آگے
کو مسیحی لینا نہیں چاہتی۔ **مس** برار لی بٹالہ۔ میں مسیحی کو بغیر کھولے واپس کرتی ہوں آگے
لینا نہیں چاہتی۔ **اخبار** ٹریبیون کا ایک ہندو نامہ نگار ۲ جولائی کے پرچہ میں لکھتا ہے
ڈاکٹر پنیل مشن کی خاطر اپنے ذاتی آرام کا ذرا خیال نہیں کرتے۔ آپ دیسی کپڑے اور دیسی
جوتی پہنتے ہیں۔ ہم دیسی ایسے پادریوں سے کیوں سبق نہیں لیتے۔ انکے نیک نمونہ
کی پیروی کرنے کی بجائے ہم انہیں الٹی گالیاں دیتے ہیں۔ ہم اپنے لئے اتنا نہیں کرتے
جتنا یہ پادری ہمارے لئے کر رہے ہیں۔ **کھٹے** صاحب! آپنے مسیحی کا چندہ ابھی تک ادا کیا ہے یا نہیں
بہڑوال مشن کے پاسٹر بڑی شکرگذاری سے اعتراف کرتے ہیں کہ ڈاکٹر عنایت اللہ ناصر نے ۱۵ روپیہ مشن
مذکور کی مد میں چندہ دیئے اور اُمید کرتے ہیں کہ اور ہندوستانی اصحاب بھی انکے نیک نمونہ کی پیروی کرینگے +

CONTENTS.

Vol. IV. *July 1899.* *No. 7.*

THE MASIHI—AMRITSAR (PUNJAB).

AN UNDENOMINATIONAL MONTHLY PAPER, OWNED AND EDITED BY INDIAN CHRISTIANS.

LITERARY COMMUNICATIONS *alone* should be addressed to—

THE EDITOR.

BUSINESS LETTERS AND REMITTANCES to—

THE MANAGER, "MASIHI" AMRITS

Annual Subscription:

India & Ceylon, Rs. 1-8-0.
England & America, 2s. 6d. } **Post free.**

مسیحی

اگست - ۱۸۹۹ء

نوٹ اور رائیں

ہندوستانی کلیسیا میں سیلف سپورٹ کی ضرورت اس ضرورت کی نسبت ولایتی مشنری اور دیسی مسیحی سب متفق ہیں لیکن شاید ہم اس ضرورت کی وجوہات کو تمام و کمال صفائی سے بیان نہیں کر سکتے جیسا پادری ٹامس ایوانس صاحب ایک مضمون میں تحریر فرماتے ہیں ہم بطور خلاصہ کے چند سطور اقتباس کرتے ہیں۔ سیلف سپورٹ کی ضرورت ہے اوّل اس لئے کہ یہ خود کلیسیا کے لئے بڑی برکت کا باعث ہوگا (۱) ہمیں معلوم ہے کہ ہم اپنی چیزوں میں بہت زیادہ دلچسپی رکھتے ہیں بہ نسبت اُن چیزوں کے جن سے ہمارا تعلق تو ہے لیکن وہ ہماری ملکیت نہیں ہیں۔ کاشتکار کا حال دیکھو کہ اگر اپنی زمین میں کاشت کرے تو گویا جان توڑ کر محنت کرتا ہے اور اگر دوسرے کی زمین ہو تو چنداں توجہ نہیں کرتا۔ (۲) ایک اور اصول قابل لحاظ ہے لوگ اس چیز کی زیادہ قدر کرتے ہیں [illegible] کچھ محنت یا لاگت خرچ ہوئی ہو۔ مال مفت دل بے رحم مشہور مثل ہے۔ ہندوستانی کلیسیا کی [illegible] لاپرواہی کی حالت کی خاص وجہ یہی ہے کہ اسکو اپنے [illegible] خاطر کچھ خرچ کرنا نہیں پڑتا۔ جو صداقت کی خاطر بہت کچھ چھوڑتا ہے اُسکو وہ صداقت [illegible] معلوم ہوتی ہے۔ (۳) جب تک ہندوستانی کلیسیا غیروں کی امداد و سرپرستی کی محتاج ہے وہ ہمیشہ غلامی کی حالت میں دبی رہیگی اور کبھی

نشوونما اور مستقل مزاجی حاصل کریگی۔ اکثر مقامات میں ہندوستانی کلیسیا کی عمر نصف صدی سے زیادہ ہے اور اس میں تعلیم یافتہ اور تجربہ کار اور معزز اشخاص موجود ہیں۔ چاہئے کہ کلیسیا کی سلیف گورنمنٹ اور سلیف سپورٹ کی ذمہ واری اور فرائض اُنکے سپرد کئے جائیں۔ (۴) اس سے اوروں کے لئے عمدہ نمونہ ہوگا۔ اکثر کلیسیائیں ڈرتی ہیں کہ کبھی بجائے فائدہ کے اُلٹا نقصان نہ ہو۔ اسلئے اگر ایک کلیسیا شروع کرے تو اور اُس کی تقلید کرینگی۔ دُوسرا بڑا فائدہ یہہ ہوگا کہ غیر مذہب والوں کے سامنے سے ایک بڑی ٹھوکر ہٹائی جائیگی۔ اِس ملک میں عام لوگ سمجھتے ہیں کہ یہہ مسیحی مناد غیر ممالک سے تنخواہیں پاتے ہیں اور مزے کرتے ہیں۔ اور وُہ کیوں یہہ خیال نہ کریں جبکہ دیسی گرجوں اور مدارس اور واعظوں اور پاسٹروں کے لئے روپیہ مشن سے دیا جاتا ہے۔

اُسکے نقشِ قدم پر۔ اس عنوان کی ایک کتاب امریکہ کے پادری شیلڈن صاحب نے تصنیف کی ہے جس نے امریکہ اور انگلستان میں ایک تہلکہ برپا کر دیا ہے اور اگر اخبارات کا اعتبار کیا جائے تو اس کتاب کی قریب بچاس لاکھ جلد فقط انگلستان میں ہاتھوں ہاتھ بک گئی ہے اور ابتک برابر مانگ جاری ہے۔ اصل میں یہہ ایک وعظ ہے جو ناول کے پیرایہ میں لکھی گئی ہے۔ اول اول ۱۸۹۶ء میں شیلڈن صاحب نے اسکو اتوار کی شام کی عبادت میں ایک ایک باب کرکے بطور وعظ کے سُنایا۔ پھر ایک اخبار میں سلسلہ وار چھپتی رہی۔ پھر کتاب کی صورت میں شائع کیگئی ہے۔ خلاصہ اسکا یہہ ہے کہ ایک کلیسیا میں یہہ قاعدہ مقرر کیا گیا کہ ہر ایک کام کے شروع میں یہہ سوال کیا جائے کہ اگر مسیح میری جگہہ ہوتا تو کیا کرتا۔ ایک سال تک امتحاناً بعض اشخاص نے اس قاعدہ کے پابند رہنے کا وعدہ کیا۔ اور اسکا اس درجہ کا اثر اُنکی اپنی زندگی پر ہوا کہ اُنکے کاروبار اور علاقہ میں ایک انقلاب برپا ہوگیا۔ وعدہ کرنیوالوں میں ایک بڑا سوداگر ایک پادری ایک بڑے اخبار کا اڈیٹر ایک مشہور گانے والی اور دیگر اشخاص شامل تھے۔ ہر ایک نے اپنی اپنی طاقت اور لیاقت کو اسی اصول کے پابند رکھکر اور بہت سی تکالیف سہکر صرف کیا اور تھوڑے

ہی عرصہ میں عجب نتائج برآمد ہوئے۔ شائد اس قصہ کو ترجمہ کرنے سے اسکی اصلی خوبی جاتی رہیگی بلحاظ عبارت اور قصہ ہونے کے اس میں کوئی بات قابل تعریف نہیں لیکن چونکہ اُس کے مضامین خاص مُلکی حالات سے متعلق ہیں جو یہاں بالکل مختلف ہیں اس لئے اسکا ترجمہ مفید نہ ہوگا۔ کیا خوب ہو اگر کوئی قصہ گو مسیحی اس کا ترجمہ ہندوستان کے حالات کے مطابق کرے شائد یہہ آرزو جلدی بر نہ آئے لیکن ایک بات سب ناظرین کر سکتے ہیں اور وُہ یہہ ہے کہ مندرجہ بالا اصول کو اپنی زندگی میں مدنظر رکھیں۔ اس سے ضرور خُدا کا جلال اور کلیسیا کی بہتری ہوگی۔

مُلک چین میں سیلف سپورٹ ہمعصر کرسچن ٹریبیٹ کا ایک چینی نامہ نگار صُوبہ شنتنگ سے یُوں قمطراز ہے کہ اس علاقہ میں قریب ساڑھے تیرہ ہزار مسیحی ہیں اور ان سے قریب نصف متلاشی۔ یہاں دو مشن پہلو بہ پہلو کام کرتے ہیں یعنے امرکین پرسبٹیرین اور انگلش بپٹسٹ۔ دونوں میں پاسٹروں یا الڈروں کو مشن سے تنخواہ نہیں دیجاتی۔ پرسبٹیرین مشن میں چار پاسٹر پُورے طور پر اور دو قریباً اپنے پاؤں پر کھڑے ہیں اور دُوسرے مشن میں آٹھ پاسٹروں کی پرورش کی گنجائش ہے لیکن فی الحال چار آدمی موجود ہیں۔ ہر دو مشنوں کی پالیسی یہہ ہے کہ اپنے اپنے مشن کو شروع ہی سے سیلف سپورٹ کے اصُول پر قائم کیا جائے۔ ابتدا ہی سے مسیحیوں کو اپنی عبادت آپ کرانا سکھایا جاتا ہے اور اگرچہ عبادت اور وعظ بالکل سادہ ہوتے ہیں لیکن یہہ لوگ اپنے سہارے پر کھڑا ہونا سیکھ رہے ہیں۔ پُرانے مسیحی نزدیک کے اسٹیشنوں میں جاکر وعظ کرنے میں امداد دیتے ہیں اور حسب ضرورت مشنری یا نیٹو پاسٹر بھی اُنکی مدد کرتے ہیں بپٹسٹ مشن میں چھوٹی گیت کی کتابیں دو ایک آیات اور وعظوں کی ایک جلد ہر ایک واعظ کو دیجاتی ہیں۔ پیچھے وہ اپنی اپنی کتابیں خرید لیتے ہیں۔ ہر ایک کلیسیا میں نئے پریچر ہر مہینے میں دو روز تعلیم پاتے ہیں۔ اسکا انتظام علاقہ کا مشنری کسی متوسط مقام پر کرتا ہے۔ اور سال بھر میں دو مرتبہ یعنے موسم بہار اور برسات میں نومریدوں اور متلاشیوں کو تین تین ہفتوں تک تعلیم و تربیت کیجاتی ہے۔ اس علاقہ

سے ہزاروں مسیحیوں نے دُور دُور کے علاقوں میں جاکر کلیسیائیں قائم کی ہیں۔ سال گذشتہ
میں خالص پرسبٹیرین کلیسیاؤں کا چندہ قریب اڑھائی ہزار روپیہ ہؤا۔

میتھوڈسٹ ایپسکوپل چرچ میں ایک نئی تجویز۔ گذشتہ ماہ مارچ میں میتھوڈسٹ
ایپسکوپل مشن کے بشپ تھوبرن صاحب نے امریکہ سے چند مشنریوں کے لئے درخواست کرتے ہوئے
فرمایا کہ چند سال سے ہماری مالی حالت اس درجہ تک پہنچی ہے کہ ہمارے مشنریوں کی تعداد
کم ہوتی جارہی ہے۔ قریب ہر ایک سالانہ مجلس میں ایک مشن سٹیشن کو بند کرنے کی تجویز ہوتی
ہے۔ ہمارے اکثر مشنری ضعیف العمر ہیں جو چند روز کے مہمان ہیں۔ اگر شادی شدہ مشنریوں
کو اُنکے بجائے مقرر کریں تو روپیہ کہاں سے آئے۔ اس لئے صاحب موصوف نے یہہ
تجویز پیش کی کہ بارہ مجرد مشنری اس مُلک میں بھیجے جائیں۔ جو فی الفور خدمت کو اپنے
ذمہ لے سکیں۔ اُن کو دو دو کر کے رکھا جائے یا کسی مشنری کے خاندان کے ساتھ
بود و باش کا انتظام ہو۔ اوّل اُنکو تھوڑا کام دیا جائے جس میں اُنکو مطالعہ کی گنجائش ہو
خواہ وُہ انگریزی گرجے میں وعظ کریں یا سکول میں تعلیم دیں اُن کو قریب پچھتر روپے
اپنی اپنی خدمت کے حلقہ سے دئے جائیں۔ چار سال تک اُنکو امتحاناً رکھا جائے۔ اور
اس عرصہ کے آخر اگر اُن کی خدمت قابلِ اطمینان ہوئی ہو تو اُنکو باقاعدہ مشنری مقرر
کیا جائے۔ خوشی کی بات ہے کہ یہہ تجویز منظور ہوگئی ہے اور تیس سے زیادہ جوانوں
نے درخواست دی جن میں سے بارہ امتحاناً منتخب کئے گئے ہیں۔ اگر وُہ تعلیم میں
پختہ ثابت ہوں تو اِس مُلک میں کام کرنے کے لئے بھیجے جائینگے ❊

سب چیزیں تمہاری ہیں۔ سلویشن آرمی کا یہہ اصُول نہایت عُمدہ ہے کہ شیطان کے پاس کوئی
عُمدہ چیز رہنے نہ دو کیونکہ کوئی عُمدہ چیز اسکا حق نہیں ہے۔ چنانچہ وُہ اپنے رُوحانی گیتوں پر بڑے بڑے
بیہودہ گیتوں کی راگیں لگاتے ہیں۔ تعجب ہے کہ اس معاملہ میں بعض مشہور اشخاص کی عجیب رائے تھی۔
مثلاً جان بنین صاحب مصنف مسیحی مسافر نے ایک عورت کو اپنی جماعت سے خارج کردیا کیونکہ وُہ ریشمی لباس
پہنکر آئی تھی۔ جان ویسلی صاحب پر تکلف طرزِ تحریر سے ایسے ہی کنارہ کش تھے جیسے کہ شاندار لباس سے۔

مشن کے لئے مجموعۂ قواعد کی ضرورت

۲

مندرجہ بالا عنوان کے گذشتہ مضمون میں ہم نے چند نظائر چرچ مشن میں سے لیکر پیش کی تھیں جن سے یہہ ثابت کرنا مقصود تھا کہ مشن کا کوئی پائدار سلسلہ یا مستقل پالیسی ہونی چاہئے۔ ہم نے اپنی طرف سے کوئی تجویز پیش نہ کی کیونکہ اپنی مرض کے علامات کو پہچاننا اور دوائی کی تاثیر کو محسوس کرنا آسان ہے لیکن خود اپنا معالجہ کرنا محال ہے۔ اسی خیال سے ہم نے منتظمان مشن کے سامنے ایک تجویز کی ضرورت پیش کی بدیں اُمید کہ اگر یہہ امر ضروری سمجھا جائے تو اس پر غور و فکر اور چرچا کرنے سے بالآخر کوئی مفید مطلب نتیجہ نکل سکتا ہے۔ کیونکہ یہہ تو ظاہر ہے کہ بڑے سے بڑا مدبر اور زیرک مشیر بھی ایسے معاملات میں فوراً کوئی قاعدہ تجویز نہیں کرسکتا جو بے نقص ہو اور آئندہ ہمیشہ کے لئے کارآمد ہو۔ ہم نہایت مشکور ہیں اُن معزز ناظرین کے جنہوں نے اِس مُعاملہ کے متعلق اپنی اپنی رائے سے ہمیں یاد شاد فرمایا ہے۔ یاں اِس قدر گنجائش نہیں کہ ہم سب خطوط کو درج کریں اور نہ اس کی کچھ ضرورت ہے۔ ہم عموماً بطور خلاصہ کے کہہ سکتے ہیں کہ کسی ایک شخص نے بھی ان نظائر کے خلاف کچھ نہیں کہا گویا سب نے انکی صحت یا کم از کم انکا ممکنات میں سے ہونا تسلیم کرلیا ہے۔ اور فقط ایک معزز برادر نے از روئے محبت ہم کو تنبیہہ و تادیب کی جسکے لئے ہم کو شکرگذار ہونا چاہئے۔

دیسی صاحبان میں سے ایک معزز خادم الدین فرماتے ہیں کہ "میں ایسے وقت کا منتظر ہوں جب دیسی کلیسیا انگلستان کے روپیہ سے سبکدوش ہو تب ہمارے ارادوں کا رستہ صاف ہوگا اور جو چاہینگے خُدا کے فضل سے کرسکینگے"۔ ہمارے خیال میں محض روپیہ ہماری پیش کردہ

موجودہ مشکل کا حل نہیں ہے۔ شائد ہمارے پادری صاحب کسی آئندہ ہزار سال کی بابت سوچ رہے ہیں۔ ایک اور دیسی اہل الرائے خادم الدین صاحب اِس سے بہتر تجویز پیش کرتے ہیں۔ وُہ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہہ تصوّر درست معلوم ہوتا ہے کہ پنجابی کلیسیا ایک ایسی تصویر ہے جس کے دو مختلف پہلو ہیں۔ ایک تو سفید ہے اور دُوسرا سیاہ۔ ایک کا رُخ مغربی ہے اور دُوسرے کا مشرقی یہہ کلیسیا بیچاری دو رنگوں کی ماری نہ اِدھر کی نہ اُدھر کی۔ اگر سفید پہلو بیڑا اُٹھائے تو بیچارے سیاہ پہلو کا ستیاناس ہوگا اور اگر سیاہ پہلو کچھ جرأت کرے تو اب تک نہ تو اُسے پُورا علم اور نہ تجربہ حاصل ہے اور نہ اُسکے پاس سارے سامان ہیں۔ اور نہ ان ہر دو پہلوؤں کا آپس میں پُورا میل اور اتفاق ہے اگر کوئی اِصلاح کا بیڑا اُٹھانا چاہیئے تو سب سے پہلے ضرور ہے کہ یہہ تصویر ڈھالی جائے۔ اسکے دونوں پہلو گھل کر ایک ہو جائیں۔ ایک نئے سانچے میں ڈھالے جائیں۔ ایسا کہ ایک دُوسری قسم یا یکساں رنگ ڈھنگ کی تصویر بنجائے۔ کہ نہ فقط پردیسی اور دیسی خادم الدین ہی کی کوئی ایک بڑی کمیٹی ہو بلکہ دیگر لائق اشخاص اور نئے تعلیم یافتہ نوجوان بھی اُس میں شریک ہوں اِس مشن کا کوئی ایسا کام نہ ہو جس میں اس بڑی کمیٹی کا دخل نہ ہو .... جبکہ پردیسی اور دیسی بزرگوں کا مقصد ایک ہی ہے تو کیوں سب ملکر ایک ہی شخص کی مانند نہ ہوں ورنہ پنجابی کلیسیا کی ترقی اور خُداوند کی سلطنت کے پھیلنے میں بہت نقص اور کمزوریاں ہونگی ...... پنجابی کلیسیا اور ملک ترقی پذیر اور سرسبز نہیں ہو سکتا جب تک ایک ہی بڑی کمیٹی کے چشمہ سے چار و نطرف اور ہر کھیت میں ایک ہی اصُول اور انتظام کی ندیاں اور نالیاں پھُوٹ نہ نکلیں۔ اور جب تک ایسے دائمی اوورسیر مقرّر نہ ہوں جو باری باری ان کھیتوں کا مُلاحظہ کیا کریں۔ اور یہہ نہ دیکھیں کہ آیا کوئی پھل لگا ہے یا نہیں۔ آیا کوئی کیڑا درختوں کو کھا تو نہیں رہا تب تک یہہ نقص رفع نہ ہونگے۔ نیز ہر سال ایک بڑی کمیٹی منعقد ہوا اور اس کی سب

کمیٹیاں اس وقت اپنا اپنا حساب کتاب اور کارروائی کو پیش کریں اور سب ملکر صلاح اور انتظام کریں الخ"۔ جب تک کوئی اور بہتر تجویز نہ ہو یہہ نہائت عمدہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ دیسی اور ولایتی مسیحیوں کی ایک کمیٹی مقرر ہو جو کسی مقررہ پالیسی کو قائم رکھیں۔ کیونکہ خواہ مشنری صاحبان ہر روز بدلتے رہیں دیسی جزو مستقل ہوگا۔ اس تجویز کو ہم پنجاب سی ایم ایس کے موجودہ سکرٹری پادری گرے صاحب کی الحاقی تجویز کا عکس کہہ سکتے ہیں۔

جو قیمتی خیالات بعض انگریز مشنری صاحبان نے تحریر فرمائے ہیں ان میں عموماً کسی خاص مجموعہ قواعد کی نسبت پہلوتہی پائی جاتی ہے۔ اکثر صاحبان کا رُخ موجودہ آزاد پالیسی قائم رکھنے کا ہے۔ بزرگ پادری کلارک صاحب اور بعض دیگر معزز اصحاب رُخ جانفزا عالم بالا پرواز کر گئے ہیں۔ اُنکے بزرگانہ الفاظ نہائت شیریں اور لوح دل پر نقش کرنے کے قابل ہیں۔ چنانچہ صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ بھیجی کی وہ تحریر مجھے پڑھکر سنائی گئی ہے۔ یہہ دلچسپ اور ضروری مضمون ہے۔ میری اپنی رائے ہے کہ سب انسان برابر نہیں ہیں خدا نے ہم کو مختلف مذاق اور طاقتوں کے ساتھ خلق کیا ہے۔ اہم معاملہ یہہ ہے کہ ہم سب مسیح میں پائے جائیں اور ہماری مختلف طبائع اس کی روح کے نقش پر مبنی جائیں۔ میرے خیال میں یہہ بہتر ہے بہ نسبت کسی مقررہ قواعد کے مجموعہ کے جو قوانین قدرت کے خلاف ہے۔ کیونکہ ہمارے لئے یہہ قاعدہ ہے کہ اختلاف میں اتفاق ہو اور ضرور ہے کہ ہم بہت سے معاملات میں اختلاف رکھنے پر متفق ہوں۔ اور ساتھ ہی کوشش کریں کہ روح کی یگانگت صلح کے بند سے بندھی رہے۔ جبکہ خدا نے ہم کو قوانین کا پابند نہیں کیا تو ہمیں عموماً اُنکے مرتب کرنے کی ضرورت نہیں ہے الخ" ہم مانتے ہیں کہ اس معاملہ کے روحانی پہلو پر دیکھنے سے اسی قسم کے خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ مگر ہم اب تک دنیا میں ہیں۔ اور جبکہ روپیہ پیسہ ملازمت رخصت اور دیگر

حقوق کے متعلق قواعد مقرر ہیں تو کیا وجہ ہے کہ معاملہ زیر بحث کو بھی قواعد کی بندش میں نہ لایا جائے بلکہ اگر دعا و عبادت کے لئے جہاں خُدا کی حضوری کا وعدہ ہے خاص ہدایات درکار ہیں تو کلیسیا کے انتظام کے لئے تو کسی مجوزہ کوڈ کا ہونا بدرجہا ضروری ہے۔
باقی مراسلات میں سے ہم فقط ڈاکٹر پنیل صاحب کی تحریر درج کرنے کی گنجائش رکھتے ہیں۔ صاحب موصُوف نے پیش کردہ نقص کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کی ہے اور جو تجویز آپ نے اُس کے رفع کرنے کی پیش کی ہے وُہ بھی قابلِ غور ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ آپ اپنے جولائی کے پرچہ میں ایک ایسے ضابطہ متن کی ضرورت پر توجہ فرماتے ہیں جس سے پادری صاحبان یہاں تک ایک دوسرے اور سابقین کے اتفاق سے کام کریں کہ دیسی کلیسیا کو مخمصے میں نہ ڈالیں۔ جسکا سبب ان طریقوں کا نہ جاننا ہے جس سے کہ وُہ سلوک کئے جاتے ہیں۔ یہاں تک درست اور اچھا ہے لیکن مشکل تو یہ ہے کہ آپ نے اِس مسئلہ کو کہ کس طرح سے اُسکا تدارک کیا جائے اوروں کے حل کے واسطے چھوڑ دیا ہے۔ آجکل پنجاب کے مختلف حصّوں میں نہایت ہی مختلف حالتیں ہیں۔ اِس لئے وُہ قواعد جو کہ متوسط حصّوں میں مُفید ہیں سرحد پر نہایت ہی مضر ہونگے۔ اور اسی طرح سرحد کے متوسط حصّوں میں۔ مزید براں اگر پادری صاحبان ایک نقش بر سنگ پالیسی کے پابند کئے جائیں خاصکر جب ان میں سے بہت مختلف جگہوں میں رہتے اور خاص حالتوں کے مطیع ہیں تو یہ انکی فائدہ رسانی کو بہت محدُود کریگا اور انکو لکیر کا فقیر بنائیگا۔ ہاں اگر ہم کو ایسے مُلاحظہ کرنیوالے پادریوں کی کافی تعداد مل سکتی ہے۔ جنکو نو رسیدہ پادریوں کے رہنما اور صلاح دینے کا اختیار ہو۔ تو یہ تکلیفیں کم ہو جائینگی۔ یا بالکل رفع کیجائینگی۔ لیکن بدقسمتی سے آجکل ان اشخاص کی تعداد جو کہ پنجاب کے سٹیشنوں کے واسطے پائے جاتے ہیں۔ بالکل کم ہے بہ نسبت اُن کے جنکی تعداد ٹھیک کام چلانے کے واسطے ضروری ہے۔

جس کا نتیجہ یہہ ہوتا ہے کہ نو رسیدہ شخص کو بغیر کسی تجربہ کار شخص کی رہنمائی کے سارے اسٹیشن کا پورا چارج دیا جاتا ہے حالانکہ اُس کو ابھی سیکھنا اور معلوم کرنا چاہئے تھا۔ لیکن یہہ قصور نہ تو اس آدمی کا ہے نہ اس سسٹم کا۔ ویکن یہہ صرف کلیسیا کی سرد مہری ہی ہے جو کہ اپنے کام کے واسطے ناکافی اشخاص بھیجتی ہے۔ اب یہی ضروری ہے کہ ہم دُعا مانگا کریں تاکہ کلیسیائیں مشنری رُوح سے بھر جائیں اور کہ کافی اشخاص نہ صرف حال کے اسٹیشنوں کے بھرنے کے واسطے بھیجے جائیں بلکہ ان اضلاع میں بھی کام پھیلائیں جو کہ ابتک خالی پڑے ہوئے ہیں۔ اس حالت میں نئے پادریوں کو چند سال تک تجربہ کار اشخاص کی زیر حفاظت رہنا پڑیگا اور مشن سٹیشنوں کے کام میں وُہ سلسلہ جاری ہو جائیگا جس کے عدم وجود پر آپ سچائی سے افسوس کر رہے ہیں۔ اس لئے ہمیں فصل کے مالک سے دُعا مانگنی چاہئے تاکہ وُہ اپنے فصل میں مشنری بھیجے۔ روح القدس کی زیادہ برکت نازل ہونے سے ہم تھوڑی غلطیاں کرینگے۔ اور انگریز اور دیسی ایک دُوسرے کو آگے سے اچھا جانینگے۔ اور اُس مطلب کے لئے جو ہمارے تمام کے دلوں میں ہے زیادہ اتفاق اور مسلسل سعی سے کوشش کرینگے۔"

"ڈاکٹر پنیل صاحب کی مندرجہ بالا تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی رائے میں نقص یہہ ہے کہ کارندے تھوڑے ہیں اور اس لئے نو وارد مشنری کو آزاد طور پر ایک اسٹیشن کا چارج دیا جاتا ہے جہاں اس کی ہدائت کرنے کے لئے کوئی نہیں ہوتا۔ کیا اسی سے ہمارا دعوےٰ ثابت نہیں ہوتا کہ کسی خاص مجموعۂ قواعد یا مستقل پالیسی کے مقرر کرنے کی ضرورت ہے جو نو وارد مشنری کے لئے ہدائت نامہ ہو۔ ڈاکٹر صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ "یہہ قصور نہ تو اس آدمی کا ہے نہ اس سسٹم کا"۔ ہم اس کو مان نہیں سکتے۔ ہماری ناقص رائے میں دونوں کا قصور ہے۔ کیونکہ

اگر کوئی مشنری اپنی سوسائٹی کی منشاء کے خلاف دیدہ و دانستہ چرچ کمیٹیوں کو بالائے طاق رکھکر خود مطلق العنان حاکم بن بیٹھتا ہے تو یہہ اُسی کا تصوّر ہے اور اگر وُہ بنے بنائے کام کو بگاڑ دیتا ہے تو خود اس کا ذمہ وار ہے۔ اور فرضاً اگر اس چرچ کمیٹی کو وقت مُرکھ کر سوسائٹی کے منشار کی لفظی تعمیل بھی کی تو کون اس کو دیسی ممبروں پر دباؤ ڈالنے سے روک سکتا ہے۔ سسٹم کی نظیر بھی ہم چرچ کونسل کے انتظام میں دیکھتے ہیں۔ قواعد اور ضوابط مقرر کئے تو کیا حاصل جبکہ کوئی ایسا با اختیار شخص سر پر نہیں جو قواعد کی تعمیل کرانے والا ہو۔ یا جیسا ایک دیسی پادری صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ "کوئی ایسی طاقت نہیں جو ان قوانین کو جاری کرائے اور زندہ کر دکھائے"۔ کیا اگر آج بشپ صاحب اس سسٹم کے سر پر ہوتے تو اس کونسل کا ایسا ہی حشر حال ہوتا جیسا کہ نظر آرہا ہے۔

بہرصورت ہم اس سلسلہ میں ڈاکٹر صاحب موصوف کے خیالات کو قابل قدر سمجھتے ہیں۔ ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں جب اس قدر گنجائش ہو ان کی تجویز مشن کے انتظام کی پختگی اور پائداری کے لئے قابل عملدرآمد متصوّر ہو۔ فی الحال ہم منتظر ہیں کہ اس سے بہتر رائیں اس معاملہ میں پیش کیجائیں۔ ہم توقع نہیں رکھتے کہ اسکا نتیجہ فوراً ظہور میں آئیگا۔ لیکن چرچا ہوتے ہوتے آخر کوئی پختہ تجویز ہاتھ آہی جائیگی۔

ایک عجیب کنؤاں۔ ایک کنوئیں کا ذکر ہے کہ موسم سرما میں اس کا پانی جم کر یخ ہو جاتا ہے اور موسم گرما میں بالکل خشک۔ کیا یہہ عجیب کنواں نہیں۔ لیکن ایسے بہت سے کنوئیں ہیں۔ بعض لوگ خاص خاص موقعوں پر دیندار اور خوش طبع بن جاتے ہیں۔ لازم ہے کہ ہم ہمیشہ گرم اور روشن رہیں۔ ایک عام مثل ہے کہ جب لوہا گرم ہو تو اس وقت اُسے کُوٹو۔ کرامول کہا کرتا تھا کہ ہمیں لوہے کو کوٹ کر گرم کرنا چاہئے۔

بیبل کا مطالعہ

ہماری اپنی رُوحانی ترقی کے لئے

۲

از جان آر. ماٹ

دوم - ہمارے لئے بحیثیت مسیحی اُستاد ہونیکے اس مطالعہ کی ضرورت۔
اپنے اُستادوں کو جنہوں نے عقلی یا رُوحانی باتیں آپ کو سکھائی ہیں یاد کیجئے اور دیکھئے
کہ کس سے آپ کو زیادہ فائدہ پہنچا ہے۔ کیا یہہ وہ اُستاد نہیں جنکی باتوں میں زندگی
پائی جاتی تھی۔ ہماری رُوحانی باتوں میں صداقت کی بُو صرف بیبل کا مطالعہ کرنے ہی
سے پائی جاسکتی ہے۔ ہماری ریاکار اور بے مغز باتوں کو سب سے پہلے وُہ لوگ
ہماری جماعتوں میں سے پہچان لیتے ہیں جو ابھی ایمان نہیں لائے اور جو ہمارے اور
تعلقات میں ہم کو تاکتے رہتے ہیں۔ میرا یہہ بھی تجربہ ہے کہ جن کالجوں میں طالبعلمو
کو مضمون اختیار کرنے کی اجازت ہوتی ہے وہاں سب سے اچھے طالبعلم کھڑے
تالاب کی نسبت چلتی ہوئی ندی میں سے پانی پینے کو زیادہ پسند کرتے ہیں -
یعنے وہ ان اُستادوں کی جماعتوں میں داخل ہونا چاہتے ہیں جو خود ترقّی کر رہے
ہیں نہ کہ ایسے اُستادوں کی جماعتوں میں جو پُرانی سیکھی ہوئی باتوں کو سکھاتے ہیں اور
انکو از سرِ نو اپنے تجربہ میں نہیں لاتے۔ مُلک آسٹریلیا کے اندر حال ہی میں چند ایک
نئی سونے کی کانیں دریافت ہوئیں اور ہم نے سیکڑوں آدمیوں کو ان نئی کانوں کی
طرف جاتے دیکھا۔ ایسا ہی اُستاد کا بھی حال ہے۔ اگر وُہ نئے خزانے دریافت کرتا
رہے تو اُس کے شاگرد اُن خزانوں کے نکالنے کے لئے زمین کے کھودنے پر مستعد

ہو جاتے ہیں۔ اگر اُستاد کو ایک بڑی لُوٹ کا مال ملنے کی خوشی حاصل ہو۔ (جیسی داؤد کو حاصل ہوئی تھی) تو کئی آدمی اُس کے پیچھے ایسے مال کی تلاش کرنے کو جائینگے۔ الغرض اگر ہم اپنی بائبل کی جماعتوں میں دلچسپی اور سرگرمی پیدا کرنا چاہیں یا صرف اُنکی حاضرباشی کے خواستگار ہوں تو ہمیں اس طور پر اپنی رُوحانی زندگیوں کو زرخیز کرنا ضروری ہے۔

سوم۔ ہمارے لئے بحیثیت مسیحی کارندوں کے اس مطالعہ کی ضرورت۔

کیا ہم چاہتے ہیں کہ دِقّتوں سے اور فکر اور اندیشہ سے بدمزاجی سے بری رہکر کام کریں؟ تو ہمیں چاہئے کہ اسی قسم کے بائبل کے مطالعہ میں مصروف ہوں۔ ایسی صورت میں شائد ہم بہت گھنٹوں تک کام نہ کر سکیں۔ لیکن ہمارا کام زیادہ نتیجہ پیدا کریگا۔ اور جب ہم کام کر چکینگے تو پھر وُہ ضائع نہیں ہوگا۔ اگر ہم پُوری توجہ سے دُعا کے ساتھ بائبل کا مطالعہ نہیں کرتے تو خطرہ ہے کہ ہمارا کام ایک بیجان کل کی طرح ہونے لگ جائے۔ ایسے مطالعہ سے ہمیں تازہ تازہ اور نیا اور گہرا تجربہ حاصل ہو سکیگا۔ اور اسی سے ہمارے ایمان کی حقیقتیں ہم پر کھُل جائینگی۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہم کام کے بندے نہ ہو جائیں بلکہ اپنے کام کو اپنے تابع میں رکھیں تو ضرور ہے کہ ایسے مطالعہ کے ذریعہ سے اپنے اندر ایک پُرزور اور ہمیشہ بڑھنے والی اندرونی زندگی قائم رکھیں۔ علاوہ ازیں مسیحی کام میں ہمارا پھلدار ہونا کلیتہً ہمارے کلام میں قائم رہنے پر مبنی ہے۔ سب سے زیادہ ایسے مطالعہ کی ضرورت اِس لئے ہے کہ بغیر بائبل کے مطالعہ کے خُدا کے رُوح کی طاقت کو متواتر لئے رہنا ہمارے لئے ناممکن ہے خداوند کا کام کرنے کے واسطے ہمارے پاس خداوند کی قوّت ہونی چاہئے اور خداوند کی قوّت حاصل کرنے کے لئے ہمیں خُدا کی رُوح ملنی چاہئے۔ اور اس رُوح کے ہماری زندگی میں آنے کے لئے خُدا کا کلام ایک خاص ذریعہ ہے خُدا کی روح سے معمور آدمی ہمیں انہی لوگوں میں نظر آتے ہیں جو بائبل

بیبل کے مطالعہ کرنے والے ہیں۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ خدا کی روح سے بھرپور ہو جائیں اور اس معموری کو قایم رکھیں اور اس کے زیادہ دزیادہ لینے کی قابلیت حاصل کریں تو ہمیں بیبل کے مطالعہ کا شوق حاصل کرنا ضروری ہے۔

چہارم۔ ہمارے لئے سچی راہبر بننے کے لئے بیبل کے مطالعہ کی ضرورت۔ جن لوگوں کو خدا نے ہمارے تحت میں رکھا ہے۔ اگر انکا روحانی بننا ضروری ہے تو واجب ہے کہ ہم جو انکے رہبر ہیں روحانی ہوں۔ ندی اپنے سوتے کے سرچشمے سے کبھی زیادہ اوپر نہیں چڑھتی۔ علاوہ اس کے اگر ہم انکی رہبری میں انکو خطروں سے محفوظ رکھنا چاہتے ہیں تو ہمارے لئے اپنے کاموں اور مشکلاوں کی بابت خدا کی مرضی کو بابت ٹھیک طور پر دریافت کرنا لازمی ہے اور خدا کی یہ مرضی سب سے زیادہ بیبل میں نظر آتی ہے۔ سب باتوں سے بڑھکر یہ بیبل کے مطالعہ کے لئے ہے۔ کہ اگر ہم سچی راہبر ہونے کے سچے معنے اور اس کی سچی حقیقت دریافت کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں چاہئے کہ بڑی توجہ کے ساتھ سارے رہبروں کے رہبر کی زندگی کا مطالعہ کریں جس طور پر کہ وہ خدا کے کلام میں پیش کی گئی ہے +

بادوعا بیبل کا مطالعہ کرنے میں کیا دقتیں پیش آتی ہیں۔

سب سے پہلے ہم وقت کی کمی کی شکایت کا جواب دینگے۔ جو بہت لوگوں کے خیال میں اس کام کے لئے ایک بھاری رکاوٹ ہے۔ ہر ایک ملک میں جہاں میں گیا ہوں۔ طالب علم اور مسیحی کارندے یہی کہتے ہیں کہ اور سارے ملکوں کے کارندوں کی نسبت ہمیں زیادہ کام کرنا پڑتا ہے۔ گذشتہ پندرہ مہینے کے عرصہ میں کم از کم پندرہ مختلف ملکوں کے لوگوں نے مجھے اسی بات کا یقین دلایا۔ بعض لوگ میری نظر میں ایسے ہیں جو فی الحقیقت یہ خیال کرتے ہیں کہ انکو بیبل کے مطالعہ کے لئے

دِن بھر میں آدھا گھنٹہ بھی میسّر نہیں ہو سکتا۔ اس دِقّت کے رفع کرنے کے لئے مَیں دو طریقوں کا بیان کرتا ہوں۔ ہم اِس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ خُدا اپنی مرضی کے پُورا کرنے کے لئے ہمیں وقت دیتا ہے۔ اب کیا یہہ خُدا کی مرضی ہے کہ مَیں رُوحانی ترقّی کروں؟ ہاں یہہ اُس کی مرضی ہے۔ کیُونکہ وُہ میرا بالکل جسمانی بنجانا یا ایک ہی جگہہ پر کھڑا رہنا نہیں چاہتا۔ اب یہہ سوال لازم آتا ہے کہ آیا سوائے بیبل کے مطالعہ کے کبھی کسی آدمی نے رُوحانی ترقی کی ہے؟ مجھے کوئی آدمی ایسا نہیں ملا۔ کیا آپ کو کوئی ایسا شخص ملا ہے؟ اگر نہیں تو اس دلیل سے یہہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہماری اپنی رُوحانی ترقّی کے لئے بیبل کا روزانہ مطالعہ کرنے کو ہمیں ضرور وقت مِل سکتا ہے۔ شائد آپ کہیں کہ یہہ دلیل منطق کے رُو سے تو ٹھیک ہے لیکن عمل میں نہ آسکتی ہو۔ اِس صُورت میں ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ ایک مہینہ کے واسطے دِن کا پہلا آدھہ گھنٹہ بیبل کے مطالعہ میں صرف کرنے کی عادت ڈالیں۔ اور مہینہ کے ختم ہونے پر ہمیں بتائیں کہ اس سے آپ کے کام کی باقاعدگی یا کارگذاری میں کوئی فرق تو نہیں آیا؟ دُنیا کے مختلف حصّوں میں سیکڑوں لوگوں نے اس بات کی آزمائش کرنی منظور کی ہے۔ اور اب تک کِسی نے یہہ شہادت نہیں دی کہ اِس مطالعہ سے اُس کے کام اور کارگذاری میں ایک ذرّہ بھر بھی نقصان ہوا ہو۔ برخلاف اسکے بہت لوگوں کی یہہ شہادت ہے کہ اس قسم کے مُطالعہ سے وُہ پہلے سے زیادہ اور بہتر طَور پر کام کر سکتے ہیں۔ پس کیا یہہ ہم میں سے کِسی کے لئے مناسب ہے کہ اِس مطالعہ کو آزمائے بغیر ہم کہدیں کہ یہہ ہم سے نہیں ہو سکیگا۔

بعض لوگ اِس قسم کے بیبل کے مطالعہ سے اس لئے رُک جاتے ہیں کہ پہلے ہی وُہ کِسی اَور مطلب کے لئے بیبل کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ مثلاً بعض طالب علموں نے کہا ہے کہ "ہم کالج کے دستور العمل کے مطابق بیبل کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ کیا

مذہبی مطالعہ اس قسم کے مطالعہ کا کام نہ دیگا۔ نہیں وُہ مطالعہ ہرگز یہہ مطلب پُورا نہیں کرسکتا اور اس کا سبب ظاہر ہے کہ ہر ایک طالب علم کی اپنی اپنی ضرورتیں اور اپنی اپنی آزمائشیں ہیں۔ جو اُستاد کو معلوم نہیں ہوسکتیں اور اگر معلوم ہو بھی سکیں تو جماعت میں رفع نہیں ہوسکتیں۔ ہر ایک طالب علم کے واسطے ضروری ہے کہ ہر روز خود اس کے ساتھ خُدا آپ کلام کرے۔ ایسا ہی بعض لوگ کہتے ہیں کہ "ہم بائبل کی جماعتوں کو پڑھا رہے ہیں۔ کیا اس پڑھائی کے واسطے تیاری کرنے میں بائبل کے اس خاص مطالعہ کا مطلب پُورا نہ ہوجائیگا" ہم اس صُورت میں بھی وہی جواب دینگے جو پہلی حالت میں دیا ہے۔ یعنے ہر ایک اُستاد کی اپنی خاص ضرورتیں ہیں جو اس کے شاگردوں کی ضرورتوں سے علیحدہ ہیں۔ اس لئے اس کو بھی ضرور ہے کہ ہر روز خدا کی آواز کو **خاص** اپنی رُوح کے ساتھ مخاطب ہوتے ہوئے سُنے۔

بہت سارے مسیحی صدق دل سے اس بات کو ٹھیک جان کر یہہ سوال کرتے ہیں کہ "کیا بائبل کی بجائے اور رُوحانی کتابوں کا مطالعہ کافی نہ ہوگا"؟ ہمارا پختہ یقین ہے کہ اس زمانہ کے مسیحیوں میں کم رُوحانی ہونے کی ایک بڑی وجہ یہہ ہے کہ وُہ خُدا کے کلام کا علم دُوسری کتابوں سے حاصل کرتے ہیں۔ ہمارے اس بیان سے کوئی آدمی غلط مطلب نہ سمجھ لے۔ کیونکہ ہم اس بات کو مانتے ہیں کہ دُوسری رُوحانی کتابوں سے بھی ہمیں بہت سا فائدہ پہنچا ہے۔ مثلاً ایسی کتابوں سے جیسے مقدس آگسٹین کی اقرار اور ٹامس اے کیمپس صاحب کی کتاب مسیح کی پیروی اور فینلن صاحب کے رُوحانی خطوط اور جرمنی ٹیلر صاحب کی دو مشہور رُوحانی کتابیں۔ ایسا ہی وُہ کتابیں جو زمانہ حال میں لکھی گئی ہیں مثلاً مرے صاحب اور مائر صاحب اور مول صاحب اور مس ھورگل صاحبہ کی کتابیں۔ لیکن سوال تو یہہ ہے کہ ان کتابوں کے سب سے پہلے سرچشمے کے پاس ہم کیوں نہ جائیں۔ ایک شخص نے

ان کتابوں میں سے بعض کی نسبت یہہ رائے دی ہے کہ اُنکے نہائت زورآور مضمون وُدہ ہیں جن میں بئبل کی آوازیں۔ گونجتی ہوئی سُنائی دیتی ہیں۔ الغرض بئبل کا پڑھنا ہمارے لئے پہلے ضروری ہے اور دُوسری کتابوں کو بھی نہیں چھوڑنا چاہئے۔

بعض لوگ بئبل کے بادُعا مطالعہ سے اس واسطے باز رہتے ہیں کہ وُہ اس کے نتیجوں سے ڈرتے ہیں۔ تھوڑے دن ہوئے مُلک شام میں دو جوانوں نے مجھ سے کہا کہ "اگر ہم اس طور پر بئبل کا مطالعہ کریں تو یہہ مطالعہ ہمیں گورنمنٹ کی ملازمت میں جانے کے ارادے سے باز رکھیگا اور مسیحی کام میں ہمیں اپنی زندگی بسر کرنی پڑے گی"۔ ایسا ہی مصر میں ایک مُسلمان طالب علم نے مجھ سے بیان کیا کہ "اگر میں بئبل کو اس طور پر پڑھوں تو مجھے عیسائی ہونا پڑیگا"۔ اسی طرح ایک کالج میں ایک نوجوان نے بیان کیا کہ اس قسم کے مطالعہ سے مجھے ایک بُری عادت چھوڑنی پڑیگی۔ روشنی سے ایسا خوف! افسوس اس میں کیسی نادانی اور بےعلمی اور بُزدلی پائی جاتی ہے۔

بعض لوگوں کے بئبل کو بادُعا مطالعہ نہ کرنیکی یہہ وجہ ہے کہ انکو کوئی عُمدہ طریقہ مطالعہ کا معلوم نہیں۔ اس بات کے بارہ میں ہم اب ذکر کرینگے۔

بادُعا بئبل کا مطالعہ کرنے کے چند ایک طریقے

اگر ہم میں سے ہر ایک آدمی ساری بئبل اور اس کی مختلف کتابوں۔ انکی باہمی ترتیب۔ اُنکے مضامین۔ اور مطلب کا مطالعہ کرتا۔ تو نہائت ہی اچھا ہوتا۔ اس قسم کا مطالعہ جتنا زیادہ ہم کرسکیں۔ اتنا ہی زیادہ اچھے طور پر ہم بئبل کو دُعا کے ساتھ پڑھ سکیں گے۔ لیکن اس قسم کے مطالعہ کرنے کے لئے ساری عمر درکار ہے۔ اور یہہ خوش قسمتی کی بات ہے۔ کہ رُوحانی غذا کی خاطر بئبل کا مطالعہ کرنے کے لئے یہہ ضروری نہیں ہے۔ کہ ہم ساری بئبل کو عالمانہ نکتہ چینی کے ساتھ پڑھیں۔ ایک طریقہ بئبل کے مطالعہ کا یہہ ہے کہ اس کی زیادہ روحانی

کتابوں کو پڑھ لیا جائے۔ بائبل کی بعض کتابیں۔ بعض دوسری کتابوں کی نسبت
رُوحانی زندگی کو زیادہ مدد دیتی ہیں۔ برطانیہ کے بائبل پڑھنے والوں میں سے ایک
سب سے بڑے طالب علم کی یہ رائے ہے۔ کہ رُوحانی ترقی کی غرض سے ہمیں ذیل کی
کتابیں پہلے پڑھنی چاہئیں۔ اور ترتیب ذیل کے مطابق یعنی پہلے اناجیل۔ پھر فلپیوں کا
عبرانیوں کا خط۔ زبور۔ یسعیاہ۔ استثنا۔ میں نے اس مذکورہ فہرست کو امریکہ کے ایک بڑے
بائبل پڑھنے والے کے سامنے پیش کیا۔ اس نے صرف ایک بات پر اختلاف رائے ظاہر کیا۔
یعنے یہ کہ استثنا کی کتاب یسعیاہ سے پہلے ہونی چاہیئے۔ میرے خیال میں ہمارے ہندوستانی
مسیحی کارکنوں کے مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اعمال کی کتاب اناجیل کے بعد پڑھی
جائے۔ بائبل کی کسی کتاب کا باقاعدہ مطالعہ کرنے کے لئے کئی ایک طریقے اختیار کئے جا سکتے
ہیں۔ ذیل کی تین کتابوں سے اس مضمون کے بارے میں کئی ایک فائدہ مند باتیں معلوم
ہوں گی۔ یعنے لوقا کی انجیل کے مطالعہ کرنے کی ترتیب اور اعمال کی کتاب کے مطالعہ کرنے
کی ترتیب جو مصنفہ رابرٹ سپیر صاحب اور ڈاکٹر وائٹ صاحب کی یوحنا کی انجیل کے مطالعہ
کرنے کا نقشہ۔

کئی ایک لوگوں کو ایک اور ترتیب کے ساتھ بائبل کا مطالعہ کرنے سے بہت فائدہ ہوا ہے
یعنی یہ کہ خطوط کا مطالعہ کیا جائے اس غرض سے کہ ان سے مجھے اپنے لئے کیا پیغام ملتا ہے
اس ترتیب کی بابت بتلانے کے لئے میں کیمبرج کے ڈاکٹر مول صاحب کا ممنون ہوں۔ وہ ترتیب ذیل
سے خطوط کا مطالعہ کرنیکی تجویز پیش کرتے ہیں۔ جو ہر ایک خط کے مطالعہ میں استعمال ہوسکتی ہے۔
(۱) مسیح کی زندگی کا احوال (الف) اسکی انسانی زندگی کے واقعات (ب) اسکی الٰہی زندگی
کے واقعات (ج) اس کا رشتہ اپنے پیروؤں کے ساتھ (۲) مسیحی زندگی کی کیفیت (الف) اندرونی
زندگی (ب) بیرونی زندگی (۳) خط کے مصنف کی اپنی مسیحی زندگی کا حال۔ اس مطالعہ کے
لئے ہم یہ صلاح دیتے ہیں۔ کہ چھوٹے چھوٹے خطوط کو مطالعہ کے لئے لیا جائے۔

روحانی زندگی کو بیبل کی سوانح عمریاں پڑھنے سے بھی بڑا فائدہ پہنچتا ہے۔ مثلاً روحانی ترقی کے لئے ذیل کے آدمیوں کی زندگی کا بغور مطالعہ کرنا بہت سودمند ثابت ہوگا۔ یعنے یوسف کی زندگی۔ موسیٰ کی زندگی۔ ایلیا۔ دانیال۔ یوحنا بپتسمہ دینے والا۔ یوحنا خداوند کا شاگرد پطرس استیفان اور پولوس کی زندگی۔ اس مطالعہ میں ہم مندرجہ ذیل ترتیب کو استعمال کر سکتے ہیں۔ یعنے یہہ کہ اس خاص شخص کو اپنی زندگی کی تیاری کرنے کے لئے کیا موقعہ ملا۔ اس کی قابلیتیں کیسی تھیں۔ کیا کیا تکلیفیں اسے پیش آئیں۔ کیسی کامیابی اس کو ہوئی اور اس کی زندگی کی کامیابی کا بھید کیا تھا۔

کسی خاص مضمون کے متعلق بیبل کا مطالعہ کرنا بھی ایک فائدہ مند طریقہ ہے۔ موڈی صاحب ہر سال نارتھ فیلڈ میں اس بات پر زور دیا کرتے تھے۔ کہ کم از کم ایک ایک مہینہ بیبل کی ہر ایک بڑی تعلیم پر غور کرنے میں خرچ کیا جائے۔ مثلاً یہہ دریافت کیا جائے کہ گناہ کی بابت۔ کفارہ اور نئی پیدائش کی بابت اور ایمان کی بابت بیبل کی کیا تعریف ہے۔ جب میں کالج میں تھا۔ تو ہم دو شخص ملکر بیبل کا مطالعہ کیا کرتے تھے۔ ہمارا مدعا یہہ تھا کہ فلسفہ کے شکوک رفع کرنے کے لئے ہم کوئی مطالعہ کریں۔ چنانچہ ہم نے روح القدس کے مضمون پر غور کرنا شروع کیا۔ اور یہہ سمجھا کہ ہم تین مہینے میں اسے ختم کر لینگے۔ لیکن ہمارا سارا سال ختم ہو گیا۔ اور پھر بھی ہمیں یہہ معلوم ہوا کہ ہم نے اس مضمون کا ابھی آغاز کیا ہے۔ اس مطالعہ سے ہمیں ایک بڑا فائدہ یہہ پہنچا کہ اس سے بیبل کے بادعا مطالعہ کا بھید ہم پر کھل گیا۔ اسی طرح دعا کے مضمون کے بارے میں یا آسمانی بادشاہت کے بارے میں مطالعہ کر سکتے ہیں۔ ایسے مضمونوں کی فہرست کے لمبا کرنے کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔ آخر میں ہم بیبل کے مطالعہ کے اس طریقہ کا ذکر کرتے ہیں۔ جو سب سے زیادہ مفید ہوگا۔ یعنے یسوع مسیح کی زندگی کا مطالعہ۔

میں نے شہر ایڈنبرا میں پروفیسر ڈرمنڈ صاحب سے کہا۔ کہ بیبل کے مطالعہ کے کونسے
طریقے بتائے جائیں۔ جو طالب علموں کو رُوحانی ترقی میں مدد دیں۔ چند لحظہ تک غور کرنے کے
بعد انہوں نے جواب دیا کہ میری دانست میں طالب علموں کو چاہئے۔ کہ پہلے یسوع مسیح
کی زندگی کا مطالعہ کریں۔ اور پھر یسوع مسیح کی زندگی کا مطالعہ۔ اور پھر بھی یسوع مسیح کی
زندگی کا مطالعہ۔ یہہ انہوں نے بہت ٹھیک کہا۔ یہہ مطالعہ بیبل کی جان ہے۔ رُوحانی
زندگی کے واسطے سب سے پہلے اور سب سے ضروری یہی ہے۔ کہ مسیح کی اپنی زندگی کا
باقاعدہ مطالعہ بار بار کیا جائے۔ ہم یہہ صلاح دیتے ہیں۔ کہ اِس مطالعہ میں ذیل کے مضمونوں
پر غور کیا جائے۔ یعنے مسیح کی سیرت۔ اسکی اُلوہیت۔ اسکی تعلیم۔ اسکے احکام۔ اس کا
کام کرنے کا طریقہ۔ اس کا دُعا مانگنے کا طریقہ۔

جب مطالعہ کے بہت سارے طریقے بتائے جاتے ہیں۔ تو ممکن ہے۔ کہ ہم میں
سے بعض تامل اور سوچ میں پڑ جائیں۔ کہ ہم ان مختلف طریقوں میں سے کونسا طریقہ
چُن لیں۔ اور آخر میں اُن میں سے کوئی بھی نہ چنیں لیکن یاد رکھنا چاہئے۔ کہ اس بات
کا کوئی مضائقہ نہیں کہ ہم کونسا طریقہ اختیار کریں۔ بڑی بات یہہ ہے۔ کہ ہم ایک طریقہ
کے بارے میں فیصلہ کر لیں۔ اور اُس کے مطابق چلتے جائیں تا وقتیکہ ہماری زندگی
اور کام میں اسکا پھل نظر آئے۔ (باقی آیندہ)

نیکی کا بدلہ۔ چکاگو میں ایک دفعہ آگ سے بہت نقصان ہُوا اور مُوڈی صاحب غریبوں کی
مدد کیلئے نیویارک کے ایک دولتمند سے چندہ مانگنے گئے۔ اُس نے دریا دلی سے ایک معقول رقم عطا
کی اور پھر اپنے ساتھ گاڑی پر سوار کرکے اَور دوستوں کے ہاں لے گیا۔ اور اُنہوں نے بھی
مدد کی۔ رخصت ہوتے وقت موڈی صاحب نے کہا کہ اگر آپ کا چکاگو میں آنا ہو تو مجھ سے ضرور
ملئے اور میں آپ کی اس مہربانی کا بدلہ دُونگا۔ اس پر اس دولتمند نے کہا کہ آپ میرا انتظار نہ کیجئے
بلکہ جو پہلا شخص آپکو ملے اُسی سے یہہ مہربانی کیجئے اور موڈی اس بات کو کبھی نہ بھولا۔

جلوت کی دُعا

از جوئیل واعظ لعل ایم۔ اے

دُوسری اور تیسری صدی کے مسیحی عام عبادت میں جس طرح سے دُعا کرتے تھے اس کا تھوڑا سا حال ذیل میں دیتا ہوں۔

عبادت کی دُعا اور خانگی دُعا میں بالکل فرق نہ تھا جسطرح سے اپنے گھروں میں خُدا سے التجا کرتے اسی طرح سے مسیحی مجمعوں میں بھی صفائی اور سچائی کے ساتھ دِل کا اصلی حال اس خالق بے نیاز کے آگے دھرتے۔ طرز اور ڈھنگ دونوں کا ایک ہی تھا۔ دُعا برابر گھٹنے ٹیک کر کرتے۔ ہمارے خُداوند کے بھائی یعقوب کے بارہ میں تواریخ میں مسطور ہے کہ وُہ اوروں کے لئے اسقدر خداوند کریم سے دُعا کرتے کہ اُنکے گھٹنے اکثر اوقات زمین پر ٹکے رہنے سے ٹیڑھے ہو گئے تھے۔ اتوار کو اور عید اور پنتکوست کے درمیان کے دنوں میں دُعا کھڑے ہو کر مانگتے تھے۔ اس خیال سے کہ حتی الامکان مسیح کی قیامت کو تعظیم دیں۔ کبھی کبھی ماتم اور رنج عظیم کے موقعہ پر زمین پر اُوندھے ہو کر اپنی صدائے الحاح بلند کرتے۔ بیٹھکر دُعا کرنیکی قطعی ممانعت تھی۔ دُعا ختم ہونیکے بعد کچھ عرصہ تک جیوں کے تیوں سربسجود رہتے تا ایسا نہ ہو کہ دُعا کا فرشتہ یہہ خیال کرے کہ یہہ لوگ خداوند کی عبادت سے بہت جلد تھک جاتے ہیں۔ دُعا کرتے وقت سر نہیں ڈھانپتے جیسا یہودی اور اینیائی قومیں کرتی ہیں۔ پر جس طرح بچے اپنے باپ کے رُوبرو ننگے سر جاتے۔ ویسے ہی وُہ بھی اپنے سروں کو برہنہ کرکے آسمانی باپ کے قدموں پر دھرتے۔ عورتیں سر پہ چادر رکھتیں۔ اوّل یہہ ظاہر کرنیکو کہ وُہ اپنے شوہروں کی ہیں۔ دوئم اس خیال سے کہ لوگوں کی توجہ انکی طرف نہ ہو۔ کنواریوں کے چہروں پر نقاب پڑی ہوئی تھی۔ جب تک دُعا ہوتی رہتی۔ سبھوں کے ہاتھ اُوپر اُٹھے ہوتے اس امر کے اظہار کے لئے کہ انکی رُوحیں خُداوند کی آرزومند ہیں کہ وُہ اُسکے پاس کبوتروں کی طرح اُڑ کر جانے کو تیار ہیں۔ اور اکثر ہاتھوں کو دہنی اور بائیں طرف سیدھا پھیلا بھی لیتے اور اس سے

وُہ اپنے پیارے خداوند کی صلیبی حالت کو یاد کرتے تھے۔ جب عبادت ختم ہونے پر آتی تو سب خادم الدین سے برکت کے کلمے سُننے کے لئے سروں کو جھکاتے۔

دُعا میں عجیب سلاست اور سادگی ہوتی۔ مضمون کی نگارش۔ عبارتوں کی رنگینی۔ ترکیب کی حسن پیچیدگی اور بندش کی خوش وضعی کا بالکل خیال نہ تھا۔ دِل کی التجا آرزو چھوٹے چھوٹے لفظوں میں ظاہر کیا کرتے تھے۔ رُوم کے سرکس والوں کی طرح آتش زبانی سے غرض نہ تھی۔ قومی دربار کے فصیح و بلیغ خطیبوں کی سی شیوہ بیانی انہیں آتی نہ تھی۔ عالمانہ شیریں کلامی اور شاعرانہ نازک خیالی سے کسی قسم کا سروکار نہ رکھتے۔ بلکہ بڑی عاجزی اور انکساری کے ساتھ۔ جس طرح مریض اپنے حال کو طبیب سے بیان کرتا ہے۔ وُہ اپنی حاجتیں خدا کو بتلاتے۔ اکثر پاک کلام کی عبارتیں بھی اقتباس کرتے اور جملے بھی ایسے زیادہ استعمال کرتے جن میں کتاب مقدس کے مضمون کی طرف کنایہ ہوتا۔ تشبیہیں سیدھی اور استعارات سادہ ہوتے زبان عام فہم ہوتی۔ انکی رُوحیں گویا قالب سے نکلکر عقاب برق رفتار کی طرح مسندِ فضل تک پرواز کرتیں۔ جملے بہت لمبے نہیں ہوتے۔ اور دُعا کرتے وقت ایک ہی بات کو کئی دفعہ دہراتے اس سے وہ بات دلوں میں کھُب جاتی اور بخوبی خاطر نشین ہوجاتی۔ رائج الوقت زبان اور روزمرہ کے محاورے سے کام لیتے۔ پنتی کوست کے دن رسُول طرح طرح کی زبان بولنے لگے۔ پر کسی خاص زبان کو دُوسری پر فوقیت نہ تھی۔ جو عید میں جمع ہوئے تھے ان میں سے ہر ایک اپنی اپنی زبان میں خُداوند کے کلام کو سُنتا تھا اور انجیل کی زندگی بخش بشارت کو گوش ہوش سے مسموع کر رہا تھا۔ اگر ترجیح دیجاتی تو عبرانی یا آرامی کو۔ لیکن برعکس اسکے مدینۃ الکلا کی زبان میں اکثر انجیلیں مرتّب ہوئیں۔ اور جب رُوم کی کلیسیا زبردست ہوئی تو اُس نے مذہب کے جواہر ہی سپاہیانہ لغت میں دکھائے۔

خاص خاص بنائی ہوئی دُعائیں معیّن نہیں تھیں۔ اور نہ کوئی ایسی نماز کی کتاب تھی جس سے دُعائیں پڑھی جاتی تھیں۔ ترتولیان کی ایک مشہور کہاوت تھی "ڈی پیکٹوری اورمیس"

جسکے معنے ہیں" ہم اپنے دل سے دُعا مانگتے ہیں"۔ اسمیں کچھ شک نہیں کہ رسُولوں کے
وقت کی نماز کی چھوٹی چھوٹی کتابیں پائی جاتی ہیں جنکو انگریزی میں لٹرجی کہتے ہیں۔
پر یہہ کتابیں عام عبادت میں کام نہیں دیتی تھیں۔ اور نہ مقرر شدہ الفاظ تھے کہ جن کا
استعمال کرنا ضروری تھا۔ دُعا گو جو کچھہ اُس کی اصلی خواہش ہوتی اُسے اپنے ہی لفظوں
میں ظاہر کرتا۔ اور نہ یہہ اُن پر فرض تھا کہ عبادت کرتے وقت خاص دو موقعوں پر دُعا
مانگیں۔ مثلاً چند دُعائیں وِردوں کے پیشتر۔ چند وعظ کے پیشتر۔ اور کچھ وعظ کے بعد۔
بلکہ جب موقعہ دیکھتے اور چاہتے دُعا مانگتے۔ ایسی دو پابندیاں ٹولیڈو کی کونسل نے
۶۳۳ء میں مقرر کیں اور جب سے آج تک وہ جاری ہیں۔ اس سے ہیشتر کو پٹک کونسٹیٹوشن
میں واضحًا اجازت دی ہوئی تھی کہ اگر کوئی اپنی دُعا کرنے چاہتا ہو۔ کرے۔ پر اگر کوئی
اپنے لئے خاص دُعائیں چاہتا ہو تو نماز کی کتاب میں سے پڑھے۔ چنانچہ دُوسری اور
تیسری صدی کے بعد بھی لوگ اکثر مُنہہ زبانی دُعا کرتے تھے۔ اور یہی شائد منجملہ اور وجوہات
ایک وجہ تھی جس سے اُن کے ایمان کا پھل گویا جنّت کا میوہ تھا اور اُنکی خصلت و
سیرت ایسی پاکیزہ اور نُورانی تھی۔ وہ سکھائے ہوئے طوطوں کی طرح آموختہ لفظوں کو
نہیں دہراتے تھے۔ پر گویا سینہ پھاڑکر اور کلیجہ چیر کر اپنے خداوند کے روبرو دھر دیتے۔
آزادگی کے ساتھ فی البدیہہ دُعا کرنے کو اس قدر بیش قیمت سمجھتے تھے کہ خُداوند کی
دُعا بھی عام عبادت میں نہیں پڑھتے تا ایسا نہ ہو کہ وہ عبادت جھوٹی رسم پرستی ہو جائے۔
مُردوں کی طرح بیجان خُدا ترسی کی کھوکلی ہڈیوں کو مدفون کرکے مقبرے تیار کرنا اور
مجاوروں کی طرح شب و روز انپر جھاڑو لگانا۔ پھول چڑھانا۔ پچھلی صدیوں میں وقوع
میں آیا۔ جس عہد کا بیان یاں ہے۔ اس وقت مسیحیّت کی تعلیم میں یہہ گھُن نہیں لگا
تھا۔ تیسری صدی سے یہہ دستور نکلا کہ خُداوند کی دُعا کو وہ مسیحی جو بپتسمہ پاکر یسُوع کی
موت اور قیامت میں شامل ہوتے۔ پانی سے باہر نکلتے ہی پڑھتے تھے۔ اور عشاء ربانی

سے وقت بھی اسی دُعا کو پڑھکر مائدہ پر آکر روٹی اور انگوری مے کو تقدیس کرتے ۔ چوتھی صدی سے
اُسے عبادت میں استعمال کرنے لگے ترتولیان اور سپریئن خُداوند کی دُعا کو انجیلی
تعلیم کا خلاصہ اور مسیحی مناجات کا سانچہ سمجھتے تھے ۔ کوہ سینا کی چوٹی پر خداوند کالی گھٹا
کی چادر لپیٹے بجلی کی چمک اور رعد کی کڑک کے ساتھ یہوواہ آدہونے کے نام سے ظاہر
ہُوا ۔ پر کلوری کے اوپر وُہی خُدا باپ کے نام سے ظاہر ہوکر اپنی محبت کی ٹھنڈی
جھلک سے تمام عالم کو درخشاں کرتا ہے ۔ بیت المقدس کی نیویں معدوم ہوگئیں ۔ اور
شاید انہدام روزگار سے رُوم اور لنڈن کے کھنڈل کے آثار بھی کسی دن بے نشان ہوجائینگے
پر وُہ دل جس کے اندر رب الافواج سکونت کرتا ہے تاقیامت تازہ رہیگا ۔ ایسا کہ سوسن
بیتیلی اور سدا گلاب کی سرسبزی اور شادابی بھی اسے مات نہ دے سکیگی ۔

اس عہد کے مقدس خُداوند یسوع مسیح سے دُعا مانگتے تھے ۔ چنانچہ سمرنا کے مسیحی برابر
یہہ کہتے تھے کہ ہم خداوند یسوع سے دُعا اس لئے مانگتے ہیں کہ وُہ خُدا کا بیٹا ہے اور
شہیدوں کو اس سبب سے پیار کرتے ہیں کہ وُہ یسوع کے شاگرد ہیں ۔ جب سلسس نے جو
مسیحیوں کا بڑا مخالف تھا ۔ اُن پر یہہ اتہام لگایا کہ وُہ ایک آدمی کو الوہیت کے درجہ پر
سمجھتے اور مانتے ہیں تو اوریجن نے جواب میں یہہ کہا کہ ہم بیٹے کے ذریعہ سے جو باپ کی
ماہیت کا نقش اور تصویر ہے آسمانی باپ کے حضور اپنی دُعاؤں کو پیش کرتے ہیں ۔
یسوع ہمارا سردار کاہن ہے جو فضل کے تخت کے سامنے کھڑا ہے اور ہماری شکرگذاریوں
اور مناجاتوں کو گویا اپنی ہتھیلیوں پر لیکر نہایت سفارش کے ساتھ باپ تک پہنچاتا ہے
لہذا ہم اسی سبب سے اپنی عرض گذاری مسیح سے کرتے ہیں ۔ وُہ باپ سے بھی دُعا مانگتے
اور رُوح القدس سے بھی ۔ چوتھی صدی تک کسی فرشتہ یا مقدس کا نام کلیسیا کی دُعاؤں
میں شامل نہیں ہُوا ۔ یعنی اُن میں سے کسی کے نام کو لیکر وُہ اُس سے دُعا خواہ نہ ہوئے ۔
اس عہد میں خُداوند مسیح کی ماں ۔ مریم کے نام پر بھی کوئی دُعا نہیں ہوئی ۔ بیت اللحم کی

کنواری کو دونوں زمانہ مقدسہ میں سب سے زیادہ پاک اور عصیمہ اور عفیفہ سمجھتے تھے۔ اور اس سے بڑھکر کبھی آں ماجدہ مطہرہ کو عزت نہ دی۔

جماعت کے شرکا عبادت میں بہت زیادہ حصہ نہ لیتے گو کہ ہر ایک کو دعا مانگنے اور نصیحت کرنیکا پورا مجاز تھا۔ آمین کا لفظ موسوی شریعت سے لیا گیا ہے اور چونکہ رسولوں نے اسے جاری کر دیا تھا اس وجہ سے کلیسیا میں بھی مروج ہو گیا۔ **ہللویاہ** کا لفظ گو کہ بہت ہی قدیم سے تھا پر وہ اسے بڑی تعظیم کے ساتھ لیتے۔ کلیسیائے روم فقط ایسٹر کے دن اور کلیسیائے یونان ایسٹر اور پنتیکوست پر اسے لیتیں۔ اس کا ترجمہ کرنا بھی گناہ سمجھتے تھے۔ ھوسعنا کا لفظ سب سے پہلے ۱۱۸ زبور میں آیا ہے۔ اسکے معنے ہیں "ہم کو بچا" جب خداوند اپنی موت سے پہلے یروشلم جاتا تھا تو لوگوں نے اسی لفظ سے اپنی عمبار کیا و شروع کی۔ کلیسیا میں سب سے پہلے یہ لفظ اسوقت مستعمل ہوا جب یعقوب نے جن کو منصف مزاج کا لقب ملا تھا وفات پائی۔ مقدس اگستین کے وقت میں یریحو کے اس اندھے کی دعا جو بچا کر یسوع سے کہتا تھا کہ اے ابن داود مجھ پر رحم کر قدرے بدلی ہوئی صورت میں استعمال کیجاتی تھی۔ اِسکے علاوہ فرشتوں کی غزل تحمید اور اور دعائیہ کلمے بھی کلیسیا کی دعاؤں میں شامل ہو گئے تھے۔

الغرض مسیحی تعلیم کا اثر ان پر ایسا ہوا کہ وہ فی الحقیقت خدا کے فرزند ہو گئے۔ اور روح القدس کی صداقت اور قدرت نے ان کی کچھ ایسی یاوری کی کہ انکی روحانی زندگی قدم قدم پر نیا بہروپ دکھانے لگی۔ کیا تعجب ہے کہ ایسی حالت میں ان میں سے ہر ایک مسیح سے لَوْلَاکَ مَا کُنْتُ کہے اور اپنے دل کے سارے تاروں کو ایک ہی دم چھیڑ کر سچی شکر گذاری کے تان اڑا دے اور حقیقی منقبت خوانی کی جھڑی باندھ دے +

THE
MASIHI.
AMRITS
جلد ۴ مسیحی نمبر ۹
امرتسر
۱۵-ستمبر ۱۸۹۹ء
فہرست مضامین
ووٹ اور رائیں - - ۲۵۷
مسیحی مذہب کی صداقت
کے ثبوت - - ۲۶۱
عکس - ۲۶۵
چارلس ہیڈن سپرجن - ۲۷۴
بائبل کا مطالعہ ۲۸۴
نئی اور پرانی چیزیں - ۲۸۷
غزل و گلدستہ اخبار پشت ٹائیٹل
مطبوعہ مشن پریس
امرتسر (پنجاب)
C.M.

گلدستہ اخبار

یہہ موقعہ ہاتھ سے نہ جائے مسیحی کا جو نیا خریدار ۱۹۰۰ء کی قیمت اب ادا کرے اُسے اکتوبر تا دسمبر ۱۸۹۹ء کے پرچے مفت ملینگے۔ امریکہ کے مشہور مبشر ڈی ایل موڈی صاحب نے ایک سلسلہ نہائت اعلیٰ درجہ کی کتابوں کا شائع کیا ہے جو موڈی لائبریری کے نام سے مشہور ہے۔ اس نئے سلسلہ میں ۲۰ کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ موڈی صاحب انتظام کر رہے ہیں کہ کئی ہزار کتابیں ہند میں بھیجیں۔ یہ پچاس کتابیں دفتر مسیحی میں موصول ہوئیں۔ ان میں سے کئی ایک راقم اور اُسکے دوستوں نے پڑھا اور نہائت دلچسپ اور مفید پایا۔ پادری احسان اللہ کا پتہ:۔ ۸۱۵ سمر سٹریٹ۔ برلنگٹن۔ جو وا۔ یو ایس امریکہ ہے بنگال کرسچن فیملی پنشن فنڈ ۱۸۵۹ء میں قائم ہوا۔ اس وقت ۳۲ چندہ دہندگان اور ایک سو سے کم ماہواری آمدن تھی۔ ۱۸۹۸ء کے آخر میں ۲۰۵ چندہ دہندگان اور ۲۶۳۰ ماہواری آمدن ہے اور ۳۷۸۲۸۱ روپیہ دس آنہ ۶ پائی سرمایہ جمع ہے اور ایک سو بیوہ اور یتیم ۱۱۰۰ روپیہ ماہواری مدد پاتے ہیں۔ تمام دیسی مسیحیوں کو اس میں شامل ہونا چاہئے مفصل حالات کے لئے پادری این ایل داس سکرٹری بھوانی پور کلکتہ سے خط و کتابت کرو۔ مدراس میں بھی ایک نیٹو کرسچن پرو ویڈنٹ فنڈ ۱۵ برس سے قائم ہے۔ اُسکے چندہ دہندگان کی تعداد ۵۹۸ ہے اور ۱۵ سال کے عرصہ میں ۲۲۹۲۵ روپیہ بیواؤں اور یتیموں کو بطور مدد کے دیا گیا ہے۔ پادری آرتھر تھیوفلس آنریری سکرٹری مدراس سے پراسپکٹس منگواؤ۔ مسیحی کی سالانہ قیمت صرف ڈیڑھ روپیہ معہ محصول ڈاک ہے + خط و کتابت متعلقہ اخبار بنام مینجر مسیحی۔ اور مضامین وغیرہ بنام ایڈیٹر آنے چاہئیں +

۱۵ ستمبر ۱۸۹۹ء

نوٹ اور رائیں

ہندوستان میں اتوار کے دن کو کیوں ماننا چاہیئے۔ ماہ گذشتہ میں کلکتہ کے بشپ ویلڈن صاحب نے اس مضمون پر ایک نہایت برجستہ تقریر کی جس میں آپ نے فرمایا کہ مسیحی اتوار کو یہودی سبت کے ساتھ ملانا سخت غلطی ہے۔ کیونکہ اول تو مسیحیوں کے لئے یہودی قانونِ سبت کی پابندی ضرور نہیں اور نہ کبھی مسیحیوں نے سبت کو کسی صورت میں مانا ہے جیسا کہ یہودیوں کو حکم تھا۔ دوم ہمارا خداوند جو موسوی شریعت کی محافظت کو مدِ نظر رکھتا تھا خود سبت کے روز ایسے کام کیا کرتا تھا جو ہفتے کے باقی ایام میں ہوسکتے تھے اور جس سے یہودی ٹھوکر کھاتے تھے لیکن اُس نے یہودیوں کو قائل کیا کہ سبت انسان کے لئے ہے اور ابنِ آدم سبت کا بھی خداوند ہے۔ سوم ابتدائی کلیسیا نے بجائے یہودی سبت کے اتوار کا دن ماننا شروع کیا۔ یہہ تبدیلی ضرور خدا کی ہدایت سے کیگئی ہوگی اور یہہ یہودی قانون سبت سے چھٹکارے کا نشان تھا۔ کیونکہ وہ سبت خدا کے آرام کا یادگار تھا لیکن اتوار مسیح کے جی اٹھنے کا دن ہے۔ بشپ صاحب موصوف کے خیال میں انگلستان کی طرح

ہندوستان میں اتوار مانا نہیں جاسکتا کیونکہ وہاں یہی آبادی ہے اور دوسرا اس ملک کی آب وہوا ایسی ناقص ہے کہ اگر کوئی شخص جو چھ روز تک کاروبار میں مشغول رہتا ہے اتوار کے دن کسی قسم کی جسمانی ورزش کرے تو اس میں کوئی عیب نہیں ہوسکتا بشرطیکہ دینی فرائض کے ادا کرنے میں کسی قسم کا ہرج نہ ہو۔ اتوار کے دن عبادت میں شامل ہونیکی عادت ڈالنا چاہیئے۔ خصوصاً اس ملک میں اتوار کا ماننا نہائت ضرور ہے کیونکہ غیر قوموں کے سامنے ایک گواہی اور نمونہ ہے۔ اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر چند ہم میں اختلاف ہیں لیکن دراصل ہم اپنے مذہبی فرائض میں متفق ہیں۔ یہہ بھی ضرور ہے کہ اس دن میں عام عیش و طرب یا تفریح کا سامان نہ کیا جائے جس سے اس روز کا اصلی مدعا زائل ہوجاتا ہے۔ اور جہانتک ممکن ہو کوئی کاروبار یا سفر اتوار کے روز نہ کیا جائے۔ آخر میں آپ نے فرمایا کہ یہہ درست نہیں کہ مسیحی کلیسیا ہر ایک کام کو جو درخود قابل چشم پوشی یا جس میں کوئی برائی نہ ہو معیوب ٹھہرائے اور یہہ بھی ضرور نہیں کہ جو کام باقی ایام میں جائز ہے وہ اتوار کے روز ناجائز ہے۔ اصلی سوال یہہ ہے کہ کیا میری زندگی اس طرح گذرتی ہے جس سے خدا کا جلال اور ہندوستان کے لوگوں کی بہبودی مطلوب ہے ؎

محنت کی جزا۔ جو شخص کام کرتا ہے اسکا ایک ضروری نتیجہ یہہ ہے کہ اسکو کام کرنے کی زیادہ طاقت حاصل ہوتی ہے چنانچہ عادت کا زبردست اثر اور تجربہ کی پختگی اسی اصول پر مبنی ہیں۔ ریل گاڑی کا انجن اس کی ایک عمدہ مثال ہے۔ جس شخص نے سرسری نظر سے بھی اس کل کو دیکھا ہوگا اُس نے معلوم کیا ہوگا کہ جس وقت بھاپ (سٹیم) زور سے اُوپر کو نکلتی ہے وہ ایک سلسلہ ہوا کا قائم کرجاتی ہے جس سے انجن کے کوئلے سلگنے لگتے ہیں اور اس آگ کی تیزی کا نتیجہ یہہ ہوتا ہے کہ اور زیادہ بھاپ پیدا ہوتی ہے غرض جسقدر زور سے انجن چلتا ہے اُتنی ہی اُس کی طاقت اور رفتار بڑھتی ہے جب تک کہ اندرونی سٹیم کی مقررہ حد تک نہ پہنچے۔ مقدس متی کی انجیل میں توڑوں کی تمثیل میں بھی

بھی حصول پایا جاتا ہے۔ چنانچہ پانچ اور دو توڑے والوں کو جنہوں نے اَور توڑے پیدا
کئے تھے بہت چیزوں پر اختیار دیا گیا۔ اور پولوس رسول فلپیوں کی طرف لکھتے ہوئے
ترجمہ مزدور اپنی محنت کا پھل سمجھتا ہے۔ یہ قاعدہ ہر قسم کی خدمت کے لئے درست
ہے اور اپنے اپنے حالات کے مطابق اسکا اطلاق ہو سکتا ہے +

سائنس اور مسیحی ایمان۔ جن صاحبوں نے زمانہ کی رفتار کا بغور ملاحظہ کیا ہے۔
انہوں نے ایک بات خاص طور پر معلوم کی ہوگی کہ مسیحی مذہب کے خلاف مخالفت کا طرز بالکل
بدلا ہوا ہے۔ تعلیم کی ترقی کے ساتھ اعتراضوں کا رخ بھی یورپ کے ملحدوں یا دہریوں کی
طرز پر پلٹ گیا ہے۔ مگر اب تک ہمارے تعلیم یافتوں میں بھی حد درجہ کی جہالت پائی جاتی ہے۔
وہ بڑے وثوق کے ساتھ کہا کرتے ہیں کہ یورپ اور امریکہ میں کوئی عالم یا عاقل شخص مسیحی نہیں ہے
اور جہلا ان کے دعوے کو بمنزلہ الہام کے سمجھتے ہیں۔ انگلستان میں اس وقت علم ریاضی کے
فاضل اجل سر جارج سٹوکس صاحب بالقابہ ہیں۔ گزشتہ پچاس سال سے آپ مشہور ریاضی دان
فخر انگلستان سر آئزک نیوٹن صاحب کے مسند ریاضی پر علامہ دہر مانے جاتے ہیں۔ ریاضی وہ
دریائے بے کران ہے کہ جس کو عبور کرنے والا دنیا کی تعریف اور تحسین کا مستحق ہوتا ہے۔ ایک
ہندوستانی طالب علم نے حال میں ریاضی کا اول امتحان پاس کیا اور ہندوستانی مارے خوشی
کے پھولے نہیں سماتے۔ سر جارج سٹوکس صاحب سب دنیا کے ریاضی والوں کے مانے ہوئے
گرو اور استاد ہیں اور لطف یہ کہ انکا مسیحی ایمان بھی قابل تعریف ہے۔ چنانچہ آپ وکٹوریہ
انسٹیٹیوٹ کے بھی پریزیڈنٹ ہیں جس کا مدعا یہ ہے کہ مسیحی مذہب کو سائنس والوں کے
حملوں سے بچائے اور اس کی صداقت کے ثبوت پیش کرے۔ صاحب موصوف نے کچھ
عرصہ ہوا فرمایا کہ ہندوستان کے بعض اخبارات کے اس دعوے کی طرف مجھے توجہ دلائی
گئی ہے کہ مغربی اقوام پر مسیحی مذہب کی گرفت ڈھیلی ہوتی جا رہی ہے۔ کہ اب فقط جاہل
اور کم علم لوگ اس کو مانتے ہیں۔ اور کہ سائنس والے اس کو بالکل ردی سمجھتے ہیں۔ مجھے

اپنے موجودہ عہدہ اور مذاق کے باعث اکثر سائنس دان عالموں کے ساتھ رابطہ پڑتا ہے اور انمیں سے بہت میرے دوست بھی ہیں۔ مَیں اپنے مشاہدہ سے کہہ سکتا ہوں کہ مُندرجہ دعویٰ راستی سے کوسوں دُور ہے۔ مَیں موجودہ عالموں کا نام ظاہر کرنا نہیں چاہتا اگرچہ میں بخوبی انکی نسبت کہہ سکتا ہُوں لیکن سلف میں سے فیرڈے پارکر وغیرہ مسیحی ایمان کو اپنا جزوِ جان سمجھتے تھے مجھے معلوم ہے کہ بعض سائنس والے مسیح خُداوند کی اخلاقی تعلیم کو پسند کرتے لیکن معجزہ کے منکر ہیں میرے خیال میں معجزہ ایک ضروری امر ہے اور اکثر بہت سے سائنس والوں کی بھی یہی رائے ہے +

دُنیا کے مُعاملات میں خُدا کا ہاتھ ہے۔ شائد اکثر لوگ اخبارات دل بہلانے یا وقت کاٹنے کے لئے پڑھتے ہیں۔ بعض کسی خاص قسم کے مُعاملہ میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ لیکن بہت کم پڑھنے والے ہیں جو وسیع نگاہ رکھتے یا اپنے مطلب اور وقت کُشی کے حلقہ کی حدُود کے باہر نظر دَوڑاتے ہیں۔ جیسا گذشتہ تواریخ کے واقعات میں خُدا کا ہاتھ تھا اب بھی سلطنتوں اور مملکتوں پر وُہی حکمراں ہے۔ آجکل جنُوبی افریقہ میں جنگ کی تیاریاں اور مُلک فرانس میں انقلاب کے آثار۔ یا ہندوستان میں کال اور وبا کی آفتیں اور دیگر اسی قسم کے حالات محض گُذرتے ہوئے سایہ کی مانند یا دل لگی کے سامان نہیں ہیں۔ انکا اثر دُنیا پر باقی رہیگا۔ مسیحی ناظرین کو لازم ہے۔ کہ ملکی مُعاملات کا حال پڑھتے وقت خُدا کے ہاتھ کو دیکھیں کہ وُہ کیونکر ایک کو اُٹھاتا اور دُوسرے کو گراتا یا مصیبتوں سے پست کرتا ہے۔ اور جب پڑھ چکیں تو چاہئے کہ اندرونی دُعا کا تیر آسمان کی طرف اُڑے تاکہ اِن سب انقلابات اور آفات سے خُدا کا جلال ظاہر ہو اور وُہ دن جلد آئے جب لڑائیاں موقوف ہُوں اور دُکھ بیماری کا نام دُنیا سے معدوم ہو جائے +

خاموشی کے وقت اپنے قصُوروں پر غور کرو۔ اور گفتگو کرتے وقت دُوسروں کے قصُوروں کو نظر انداز کرو +

مسیحی مذہب کی صداقت کے ثبوت

آرچ بشپ وٹیلی صاحب نے اپنی ایک نادر کتاب کو جو خصوصاً مسیحیوں کے لئے تصنیف کی گئی اس سوال سے شروع کیا ہے۔ کہ تم کیوں مسیحی ہو؟ کیا اس لئے کہ تمہارے والدین مسیحی تھے۔ کہتے ہیں۔ اگر تمہارے ہاتھ میں مسیحی مذہب کی صداقت کی یہی دلیل ہے تو بُت پرستوں میں اور تم میں کیا فرق ہے۔ اس لئے ضرور ہے کہ ہر ایک مسیحی کوئی ایسی دلیل رکھتے جس سے مخالفوں کے سامنے دلیری اور صفائی کے ساتھ مسیحی مذہب کی صداقت کا اظہار کر سکے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ دلائل سے عقل اور دماغ قائل ہو سکتا ہے لیکن رُوح کو قائل کرنا فقط خدا کی رُوح کا کام ہے۔ اِس لئے جب ہم غیر مسیحیوں کے سامنے مسیحی مذہب کے ثبوت پیش کرتے ہیں تو ہم فقط اُنکی توجہ راستی کی طرف پھیر رہے ہیں باقی حصہ خدا کے ہاتھ میں ہے ہم اسوقت چند دلائل مختصراً پیش کرینگے جن سے یہ قیاس کرنا آسان ہوگا کہ مسیحی مذہب کے عالمگیر ہونے اور اس کی ہر مالب پر غالب آنیوالی طاقت کا کیا راز ہے۔ ہم کوئی نئی بات پیدا کرنے کا دعویٰ نہیں کرتے اور جو کچھ ہم کہینگے اِس خیال سے کہینگے کہ ان سطور میں شاید ناظرین کو کوئی ایسا اشارہ مل جائے جو وقت پر اُنکے ہاتھ میں عمدہ ہتھیار نکلے۔

ہم یہاں اسقدر بطور دیباچہ کے لکھنا ضرور سمجھتے ہیں کہ ہم مسیحیوں کے لئے ایک اور قسم کا ثبوت ہونا چاہئے جس سے ہمارے دل میں مسیح کے مذہب کی صداقت کی نسبت اطمینان اور تسلی ہو۔ ہر قسم کے اندرونی و بیرونی دلائل اپنی اپنی جگہہ پر مفید ہیں لیکن جو مسیح پر ایمان لے آیا ہے اُس کے لئے تجربہ کی شہادت ایسی مضبوط دلیل ہے جسکا مقابلہ خود شیطان بھی نہیں کرسکتا۔ یوحنا رسُول فرماتا ہے کہ جو بیٹے پر ایمان لاتا ہے وُہ گواہی اپنے

میں رکھتا ہے۔ اسکا کیا مطلب ہوسکتا ہے سوائے اسکے کہ جو شخص مسیح کو برحق خدا اور نجات دہندہ مانتا ہے۔ اسکی روح کی گہری تاریں اس کے دل اور دماغ کے ساتھ ہم نوا ہوکر سُر ملاتی ہیں۔ اور جس طرح بھوکا روٹی سے سیر ہونے کا تجربہ رکھتا ہے اُسی طرح مسیح پر ایمان لانیوالا اپنے اندر رُوحانی سیری کا ثبوت رکھتا ہے کیسی غلطی پر ہیں وہ لوگ جو محض لفظی جوڑ توڑ سے مسیح کی اُلوہیت کی نفی ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ انسانی رُوح ایسے لفظی تماشہ سے اطمینان حاصل نہیں کرسکتی۔ اس لئے کونسا تعجب ہے کہ جو رسالے یا مضامین مسیح کی اُلوہیت کے خلاف لکھے گئے اُنہوں نے مسیحی تجربہ کے مقابلہ میں فروغ نہیں پایا اور ہم یقیناً کہہ سکتے ہیں کہ آئندہ بھی اس قسم کی ہر ایک کوشش ناکامیاب ہوگی +

مسیحی مذہب اسوقت دُنیا کی تمام مہذب اقوام کا مذہب ہے اگر اس کو جھوٹا سمجھا جائے تو یہہ دکھانا مخالفوں کے ذمہ ہے کہ اس کے عالمگیر ہونے کا کیا راز ہوسکتا ہے۔ ساتھ اسکے یہہ بھی یاد رکھنا ضرور ہے کہ کسی مذہب کا دُنیا کی حدود تک پھیل جانا اسوقت اُس کی صداقت کی دلیل ہوسکتا ہے جب وہ پھیل چکے۔ اِس حد تک پہنچنے سے پیشتر کوئی ایسی جہانلاتی طاقت اور خصوصیت اُس میں ہونی چاہئے جو دُنیا کو گرویدہ کرکے اپنا مطیع بنالے۔ تواریخ اس موقعہ پر ہماری مدد کے لئے بڑا میگزین ہے لیکن افسوس ہے کہ اس ملک میں مذہبی تواریخ کے ساتھ فسانہ اسقدر ملا ہوا ہے کہ صحیح تواریخ کی ضرورت اور منزلت کا امتیاز ہی مفقود ہے اور تواریخی ثبوت چنداں وقعت نہیں رکھتا۔ یقین ہے کہ تعلیم کا رواج آہستہ آہستہ اس مشکل کو رفع کریگا +

کلیسیا کی ابتدائی تواریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیحی مذہب نے تھوڑے عرصہ میں ایسی نمایاں ترقی کی کہ کوئی رکاوٹ اُس کی سدِراہ نہیں ہوسکی۔ اُس نے قدیم دیوتاؤں جوپٹیر اور بعل وغیرہ کے مندروں کو تسخیر کرکے اپنا علم اُنکے کھنڈرات کے اُوپر نصب کیا۔ اور رُوما اور یُونان کی تاریکی اسکی کرنوں کے سامنے ہوائی بادلوں کی طرح منتشر ہوگئی۔ اگر

جس مذہب میں کوئی اخلاقی فضیلت نہ تھی تو یہ معجزہ کیونکر واقع ہوا۔ یہی اخلاقی طاقت اسکی صداقت کا ایک بڑا بھاری ثبوت ہے۔ بڑے سے بڑے گنہگار کی زندگی مسیح پر ایمان لانے سے کیسی بدل جاتی ہے۔ جو مسیح کو قبول کرتا ہے وہ حقیقت میں سر نو پیدا ہوتا ہے۔ اسکی سرشت میں ایک عجیب انقلاب پیدا ہوجاتا ہے قدیم زمانہ میں بہت بہت لوگ باوجود سخت مخالفت کے مسیحیوں کی محبت اور بردباری کا انکار نہ کرسکے۔ اور انکو اس نئی قوم میں وہ اخلاقی صفات نظر آئیں جن سے باقی دنیا بے بہرہ تھی۔ اور ابتدائی مسیحی اس عجیب تبدیلِ قلب اور عادات کو اپنے مذہب کی صداقت کو ثابت کرنے کے لئے گواہ لایا کرتے تھے۔ چنانچہ انکی تصانیف میں سے عبارت نکالے اب تک موجود ہیں۔ پولس رسول بھی جابجا اپنے خطوط میں اس نئی زندگی کی تاثیرات کا ذکر کرتا ہے۔ آجکل بھی جہاں کہیں مسیح کے حقیقی پیرو ہیں وہاں مسیحی صفات روزِ روشن کی طرح عیاں ہیں جنکا مقابلہ کوئی کوتاہ بین شپرہ چشم بھی کرسکتا ہے۔

ایک اور امر قابلِ غور ہے کہ جس جس زمانہ میں عوام مذہب کی نسبت غافل ہوگئے اور دنیا کی اقوام پر چھا گئی اسوقت مسیحی مذہب نے دنیا کو راہِ راست پر لانے اور بحال کرنے میں یہی عجیب طاقت ظاہر کی۔ اصلاح کرنے والوں کا حال پڑھکر دیکھو کہ زمانہ کو انکی کیسی ضرورت تھی۔ جب شہنشاہوں کے ظلم و تعدی سے دنیا کراہ رہی تھی اور فلسفہ انسانی روح کو بہتر کرنے سے عاجز آگیا اسوقت اسی آسمانی مذہب نے دنیا کی کشتی کو تلاطم سے نکالکر ساحلِ امنیت پر پہنچایا۔ کیا کبھی مسیحی مذہب کے احاطہ سے باہر بھی اسقدر زندگی پائی گئی۔ پھر ایک اور بات اس زندگی کے متعلق ذکر کے قابل ہے کہ شروع سے سخت حملوں کے مقابل یہی مذہب سینہ سپر رہا ہے۔ کونسی مخالفت ہے جس نے مسیح کے مذہب پر وار نہیں کیا۔ رومی سلطنت اس کے خلاف کمربستہ تھی۔ اور شہنشاہوں نے ابتدائی کلیسیا کی ایذارسانی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ مسیحی شہیدوں کی

سرگذشت عجیب دلچسپ اور کافی ثبوت اِن حالات کا ہے۔ جب زور بازو غالب نہ آیا تو فلسفہ اور منطقی مغالطوں نے سر اُٹھایا۔ مگر منہ کی کھا کر بیٹھ گئے باوجود اس درجہ کی مخالفت کے مسیحی مذہب آج کے دن بھی ویسا ہی نوجوان ہے جیسا کہ ابتدا میں تھا۔ باقی مذاہب ایک زمانہ میں اپنا اپنا جوش دکھا چکے اور اب مُردہ پڑے ہیں۔ مگر آسمانی تازگی فقط مسیحی مذہب کا حصہ ہے۔ ایک اور دلیل بھی کارآمد ہو سکتی ہے کہ جب دیگر مذاہب بالعمو اور عالموں کے لئے وضع کئے گئے ہیں مسیحی مذہب بچوں اور ناداںوں کی بھی فکر کھتا ہے۔ تعلیم اور تہذیب اسکی اردل میں جاتی ہیں۔ اور اس میں وُہ طاقتیں ہیں جو ہر قسم کے انسانوں پر اثر ڈال سکتی ہیں۔ سب سے بڑھ کر گنہگار کے لئے اس مذہب میں نجات کی خبر ہے جو وُہ اور جگہہ عبث تلاش کرتا ہے۔ دُعا اور دھیان اور باہمی محبت کا سلوک اپنا اپنا اثر کئے بغیر نہیں رہتے۔ غرض جو شخص دُنیا کے شور و غل سے ایک طرف ہو کر ذرا ان باتوں پر سوچے گا اُسکو مسیحی مذہب کی راستی میں کبھی شُبہہ ہو نہیں سکتا +

ہم اس مضمون کو ختم کرنیسے پیشتر ناظرین کی توجہ ایک ضرورت کی طرف دلانا چاہتے ہیں۔ ہماری کلیسیا کو مسیحی مذہب کے دلائل کی ایک عُمدہ کتاب کی ضرورت ہے۔ ایک زمانہ تھا جبکہ مُباحثہ اور مناظرہ کی کُتب مطلوب تھیں۔ آجکل رُوحانی زندگی کو ترقی دینے والی تصانیف کا زور ہے اور اسکے مُفید ہونے میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا۔ لیکن جبکہ انگریزی زبان میں کثیر التعداد تصانیف مسیحی مذہب کی صداقت کے دلائل میں موجود ہیں ہمارے پاس شائد سوائے خطوط بنام جوانانِ ہند یا اور دو ایک کتابوں کے کوئی ایسی مختصر اور دلچسپ کتاب پائی نہیں جاتی جو علم الٰہیات کے طلبا اور عام واعظین کے لئے گویا ایک ہینڈ بک کا کام دے سکے۔ یہہ مضمون ابتک ایک طرح سے اچھوتا پڑا ہے اور ہم اپنے لائق مسیحی مصنفوں اور ہونہار جوانوں کی توجہ اس ضرورت کیطرف پھیرتے ہیں +

عکن

از پادری طالب الدین۔ بی۔ اے

لیکن بنی اسرائیل نے کسی حرم چیز کی بابت بیوفائی کی اس واسطے کہ عکن بن کرمی
بن زبدی بن زارح نے جو یہوداہ کے فرقے میں سے تھا اُن حرم چیزوں میں سے کچھ لیا۔
و خداوند کا قہر بنی اسرائیل پر بھڑکا۔ تب یشوع نے یریحو سے عی کو جو بیت آون کے نزدیک
بیت ایل کی پورب طرف ہے لوگ بھیجے اور اُنہیں یہ کہکے فرمایا۔ چڑھ جاؤ اور اُس ملک
کی جاسوسی کرو۔ چنانچہ وے لوگ گئے اور عی کی جاسوسی کی اور وے یشوع پاس پھر آئے
اور اُسے کہا۔ سارے لشکر کو مت بھیج۔ فقط دو تین ہزار مرد روانہ ہوں کہ چڑھیں اور عی
کو ماریں اور سب لوگوں کو بھیج کے تکلیف مت دے کیونکہ وے تھوڑے سے ہیں۔ چنانچہ
لوگوں میں سے تین ہزار کے قریب مرد چڑھ گئے۔ اور عی کے لوگوں کے سامنے سے بھاگ
آئے۔ اور عی والوں نے ان میں چھتیس آدمی مار لئے۔ کہ وے پھاٹک کے مقابل سے لیکر
شبریم تک اُنہیں رگیدے آئے۔ اور اُنہوں نے اُتار پر اُنہیں مارا۔ سو لوگوں کے دل گھل
گئے اور پانی کی طرح ہو گئے۔ یشوع ۷: ۱-۵ (سارا باب پڑھنا چاہئے)

اس شکست فاش سے چند دن پہلے بنی اسرائیل یریحو جیسے عالیشان شہر کو نابود اور مسمار
کر چکے تھے۔ آس پاس کے لوگوں اور قوموں کے دل دہشت اور ہیبت کے مارے دہل گئے
ہونگے۔ یریحو کے عجیب وغریب محاصرہ اور معجزانہ طور پر مسخر ہونے کو دیکھکر وہ کہتے ہونگے کہ خداوند
ان لوگوں کے ساتھ ہے۔ کون ان کے مقابلہ کا دم مار سکتا ہے۔ یہ فتح نصیب جدھر رُخ
کرینگے۔ اُدھر ہی اپنے مخالفوں کو نیچا دکھائینگے۔ اور اپنے دشمنوں کو پس پا کر ڈالینگے اور
بنی اسرائیل کے جنگی جوان بھی اس عجیب معجزہ کو دیکھ کر یہ اطمینان رکھتے تھے کہ وہ جو
ہمیں یہاں لایا ہے ضرور ہم کو فتح پر فتح بخشیگا۔ ہاں اُنکے حوصلے بلند اور اُن کی ہمت مضبوط
ہوئی تھی۔ چنانچہ عی پر دھاوا کرنیکے وقت وہ یشوع کو یہ صلاح دیتے ہیں کہ سارے لشکر کو

جیسا [illegible] ہے۔ [illegible] کو قبضہ میں لانے کے لئے صرف دو یا تین ہزار آدمی کافی ہیں
وہ خیال کرتے تھے کہ خداوند کے لشکروں کا سردار اپنی تلوار سے ہمارا معاون و مددگار
ہے۔ جو کام بارود اور گولہ سے نہیں ہوسکتا وہ ہمارے نرسنگے کر لیتے ہیں۔
لیکن ناظرین یریحو جیسی بے نظیر فتوحات اُسی وقت نصیب ہوتی ہیں جبکہ خداوند کے
لشکروں کا سردار ساتھ ہو۔ عی کے پہلے معرکہ میں وہ ساتھ نہ تھا۔ اس کی وجہ ہم آگے
بیان کرینگے۔ یہاں ہم صرف اتنا لکھیں کہ مسیحی مذہب کی ترقی کا علم اُسی وقت آگے بڑھتا
ہے۔ بادشاہتیں اور قومیں اُسی وقت مغلوب ہوتی ہیں جبکہ اس نادیدنی سپہ سالار کی نادیدنی
فوجیں میدان جنگ میں آکر ہماری مدد کرتی ہیں۔ اور ہماری شخصی مسیحی زندگی میں بھی جو
اِس دنیا میں جنگی زندگی سے تشبیہ دی گئی ہے فتح خدا کی حضوری اور الٰہی قدرت کی تائید
سے نصیب ہوتی ہے "نہ زور سے اور نہ توانائی سے بلکہ میری روح سے رب الافواج فرماتا ہے"
ہماری [illegible] ہماری تلوار۔ ہمارا بھالا اور ہمارا نیزہ۔ ہمارے خدا کی روح ہے۔ ہم خواہ آہنی
اور فولادی ہتھیاروں سے آراستہ ہوں۔ [illegible] اخلاقی اصلاح سے مسلح۔ پر اگر خدا کی روح
[illegible] کی توانائی ہمارے شامل حال نہ ہو تو ہمارے سارے جنگی سامان بے فائدہ اور لاحاصل ٹھہرینگے
[illegible] جبکہ بنی اسرائیل اپنے خدا کو اپنے ساتھ لے کر گئے انہوں نے یریحو جیسے شہر کی
[illegible] اور موٹی دیواروں کو محض نرسنگوں کی آواز سے خاک سیاہ کر ڈالا اور آج [illegible]
[illegible] ہتھیاروں سے مسلح ہو کر عی پر حملہ آور ہوتے ہیں مگر شکست فاش کھاتے ہیں۔ آج خدا ساتھ
نہیں۔ آپ شاید یہ سوال کرینگے کہ خدا کے ساتھ ہونے یا اُس کو ساتھ لے جانے کا کیا مطلب
کیا وہ جو حاضر و ناظر ہے۔ یریحو کی مہم میں عی کے معرکہ کی نسبت زیادہ ساتھ تھا۔ ہرگز نہیں کیونکہ اگر
ہمارا سپہ سالار ہمارے ساتھ ہو اور ہم اُس کی بات کو نہ مانیں تو اُس کا ہونا اور نہ ہونا یکساں
ہے۔ اگر ہم اُن احکام کی جو اُس کی ذات سے نافذ اور صادر ہوتے ہیں فرمانبرداری کرتے ہیں
تو ہم یہ ثابت کرتے ہیں کہ وہ ہمارے ساتھ ہے۔ پر اگر اُس کے احکام و ہدایات کی فرمانبرداری

خیمہ میں گاڑی جاتی تو ہم عملی طور پر یہ ظاہر کرتے ہیں کہ وہ ہمارے ساتھ نہیں۔ یریحو کے محاصرے کے
وقت حکم دیا گیا تھا کہ حرم کی ہوئی چیزوں میں سے کسی چیز کو کوئی سپاہی ہاتھ نہ لگائے اور
اگر لگائے تو وہ اور اس کا خیمہ یعنی جو کچھ اس خیمہ کے اندر ہے۔ اس کا گھرانا۔ اس کا مال و
اسباب۔ اس کے مویشی غرضیکہ اس کا سب کچھ اس حرم کی ہوئی چیز کو چھونے کے سبب سے
حرم کیا جائیگا۔ یشوع کا لشکر بڑی تحسین و آفرین کے لائق ہے۔ کیونکہ اس میں صرف
ایک آدمی ایسا نکلا جس نے اپنے خدا اور سپہ سالار کے حکم سے انحراف کیا۔
مگر اس ایک آدمی کی سرکشی نے تمام لشکر میں تباہی برپا کر دی۔ ہاں ایک آدمی کی
نافرمانی نے ساری قوم کا حوصلہ پست کر دیا تمام گروہ کو بزدل بنا دیا۔ بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ تمام
جماعت کو مجرم اور سزا کا مستوجب ٹھیرا دیا۔ دیکھئے کیا لکھا ہے "لیکن بنی اسرائیل نے کسی چیز
کی بابت بے وفائی کی اس واسطے کہ عکن بن کرمی بن زبدی بن زارح نے جو یہوداہ کے
قبیلہ میں سے تھا ان حرم چیزوں میں سے کچھ لیا۔ اور خداوند کا قہر بنی اسرائیل پر بھڑکا" دیکھ
اس گناہ کا مرتکب تو ایک شخص عکن بن کرمی تھا مگر ارتکاب فعل ساری قوم سے منسوب کیا جاتا ہے
"بنی اسرائیل نے کسی چیز کی بابت بے وفائی کی" ساری قوم مجرم قرار دی جاتی ہے اور ساری
قوم پر اس کا قہر بھڑکتا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے "خداوند کا قہر بنی اسرائیل پر بھڑکا" لوگ بائبل
کی اس تعلیم پر "ایک شخص کی نافرمانبرداری کے سبب بہت لوگ گنہگار ٹھیرے وغیرہ"۔
اعتراض کرتے ہیں مگر یہ وہ تعلیم ہے جو بارہا ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہمارے تجربوں
میں پوری ہوتی ہے۔ ان کے شاعر اس اصول کی سچائی پر شہادت دیتے ہیں چنانچہ
کسی نے کہا ہے۔ چو از قومے یکے بیدانشی کرد * نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را
بارہا ایک شخص اپنے سارے گھرانے۔ اپنی ساری سوسائٹی اور اپنے مذہب کی بےعزتی
اور ذاتی نقصان و زیان کا باعث ہوا ہے۔ کئی دفعہ ایک نافرمانبرداری نے سیکڑوں
[illegible] آفات کے طوفان میں ڈالا ہے۔ مگر خدا کا شکر ہو کہ اس نے اس اصول

کے تاریک پہلو کے مقابلہ میں ایک زرّین اور خوبصورت پہلو بھی رکھا ہے۔ کیونکہ جیسے ایک کی نافرمانبرداری سے بہت لوگ گنہگار ٹھہرے ویسے ہی ایک کی راستبازی سے بہت لوگ راستباز ٹھہرتے ہیں۔ ہاں پُرانے آدم کے مقابلہ میں نیا اور دوسرا آدم۔ عکن اور یونہ کے جواب میں یشوع جدعون اور ایلیا جیسے وفادار اور اولوالعزم بہادر بھی موجود ہیں جن کی سرکردگی میں قوم فتح اور نصرت کا جھنڈا اُٹھائے ہوئے۔ آگے آگے۔ آگے بڑھتی جاتی ہے۔

خدا کے بندوں کا باہمی رشتہ اُس رشتہ سے تشبیہ دیا گیا ہے جو بدن کے اعضا میں پایا جاتا ہے جس طرح بدن کے اعضا ایک دُوسرے سے وابستہ ہیں اسی طرح خداوند یسوع مسیح کے بدن یعنی کلیسیا کے شرکاء ایک دوسرے سے مرلوط ہیں اور اِس پُراسرار روحانی بدن کی ترقی بھی مادی جسم کی مانند دو قسم کی ہے۔ ایک شخصی اور ایک اجتماعی جس طرح بدن کا ہر ایک عضو اپنی اپنی جگہ پر اپنے انداز کے مطابق نشوونما پاکر بڑھتا ہے اسی طرح اس بدن کے ہر ایک عضو کا حال ہے۔ اور پھر جس طرح جسم کے سارے اعضا مناسب طور پر نشوونما پاکر کُل کو بڑھاتے اسی طرح مسیح کی کلیسیا کے شرکا تمام کلیسیا کی بہتری اور بہبودی کا باعث ٹھیرتے ہیں۔ پر اگر بدن کے جداگانہ اعضا کمزور اور ضعیف ہوں۔ اگر اُنمیں سے کوئی عضو کسی مرض میں مبتلا ہو کر قوتِ نمو کھو بیٹھے تو سارے جسم کی ترقی ماری جاتی اور کُل اپنی معمولی مناسبت کے موافق تکمیل نہیں پاتا۔ عزیز بھائی یسوع مسیح کی کلیسیا کی ترقی اور تنزل اُس کی نیک نامی اور بدنامی۔ اُس کی عزت اور بے عزتی کا ذمہ وار ہر ایک مسیحی ہے آپ ہیں اور مَیں ہوں۔ ہاں اِس جسم میں میرا اور آپ کا رشتہ اِس قسم کا ہے کہ یا تو وہ اسے اس کے کمال کی طرف بڑھائیگا یا اُس کی ترقی کو روکیگا۔ اس کی شکست کا باعث اور اُسکی تحقیر و تکفیر کا موجب ہوگا۔ ہم کونسا پہلو اختیار کریں۔ کیا وہ جو یسوع مسیح کے نام پر دھبہ لگاتا اور اُسکی کلیسیا کی رفتار کو روکتا ہے۔ یا وہ پہلو اختیار کریں جہاں ہم اُس کے جلال کے لئے نمایاں ہو سکتے ہیں ❖

مناسب ہے کہ ہم اپنے لئے ان دونوں جگہوں میں سے جلد ایک جگہ چن لیں کیونکہ
اگر ہم دیر کریں تو ہمارا نقصان ہوگا۔ کیونکہ وقت آئیگا۔ اگر آج نہیں تو کل جبکہ خداوند اپنی
کلیسیا کے ننگ و ناموس کا غیرتمند ہو کر ہم کو اگر ہم اُس کی بے عزتی کا باعث ہیں مثل ایمرایا
سے الگ کریگا۔ کیا آپ یہ سوچے بیٹھے ہیں کہ بنی اسرائیل ہمیشہ ہمارے گناہ اور ہماری کجروی
کے سبب سے شکست کھاتا رہیگا؟ کیا خدا کے لوگ ہماری بدذاتیوں کے باعث ہمیشہ خوار ہونگے
اور رنگ اُٹھائینگے؟ ہرگز نہیں۔ یہ سچ ہے کہ ہمارے سبب سے اُن پر تکلیفیں آئنگی۔ ہماری سزا
کی آنچ اُن کو کسی قدر جلائیگی مگر اُن کے حق میں یہ تکلیفیں وہی کام کرینگی جو آگ سونے کے ساتھ کرتی
ہے کہ اُس کو تاکر اُسے تمام غلاظت اور میل سے آزاد کر دیتی ہے۔ عکن کی شکست بنی اسرائیل
کی صفائی اور پاکیزگی کا باعث ٹھیری۔ اور پھر خداوند کے بہتیرے غیرتمند خادم ہر زمانہ اور ہر جگہ
میں پائے جاتے ہیں جو اپنے گھٹنوں پر گر کر اُس کے جلال اور اُس کی کلیسیا کی عزت اور آبرو
کے لئے آہ و زاری کے ساتھ دعا کرتے ہیں اور وہ اُن کی دعاؤں کو سن کر اُن کو یہ تسلی دیتا کہ
میں نے تم کو نہ چھوڑا۔ انہیں اُٹھو اُٹھو اُن اسباب کو جو میرے بدن کے نشو و نما کو روکتے ہیں دور کریں
افسوس اگر وہ اسباب مجھ میں یا اے ناظر آپ میں پائے جائیں۔
اٹھو۔ اٹھو اے پڑھنے والے قبل اس کے کہ یہ حکم صادر ہو کہ ایک ایک فرقے اور ایک ایک گھرانے
اور ہر گھرانے کے ایک ایک شخص کو میرے سامنے لاؤ تاکہ میں اُس مجرم اور اُس قصوروار کو جو
میرے بدن کی تذلیل کا موجب ہے گرفتار کر دوں۔ کون ایسی تلاش اور ایسے تعاقب سے
بچ سکتا ہے؟ کون اپنے تئیں چھپا سکتا ہے جبکہ ایسا سخت اور کڑا الٰہی وارنٹ اُس کے
پکڑنے کو اُس کے پیچھے لگا ہوا ہو۔ آسمان میں اور پاتال میں اُس کے لئے چھپنے کی
کوئی جگہ نہیں۔ پس پیشتر اسکے کہ قرارداد جرم ہمارے ہاتھ میں دیجائے۔ آؤ ہم عکن کے پاس چلیں
اور اس سے دریافت کریں کہ وہ کونسے اسباب ہیں جنکے سبب سے تجھ پر الٰہی قہر بھڑکا۔
کن وجوہ سے اسرائیل نے شکست کھائی اور پھر اپنے دل کی کتاب کھول مقابلہ کریں

اور اپنے یسوع سے کہیں کہ ہیں ان باتوں میں تیرے غضب کا سزاوار ہوں۔ مجھے بچا۔ کیونکہ ہمارا یسوع نہ صرف دعا کرتا۔ بلکہ بچانے کے لئے قادر ہے۔ آؤ ہم اُن اسباب کو دور کریں ورنہ وہی اسباب وہی نتائج ضرور پیدا کرینگے۔ یہ فطرت کا اور آسمان کا قانون ہے۔

اگر ہم عکن سے پوچھیں تو وہ ہم کو وہی جواب دیگا جو اُس نے یشوع کو دیا۔ اور اگر ہم اُس سے پھر کہیں کہ نہیں عکن ہم کو اس سے بھی مختصر جواب دے تو وہ شائد ہم کو یہ جواب دے کہ بھائی مجھ کو میری آنکھ نے تباہ کیا۔ ڈاکٹر وائٹ صاحب کو عکن کا یہ جواب خوب سوجھا "میں نے سنار کا نفیس لبادہ اور دو سو مثقال چاندی اور پچاس مثقال وزن میں سونے کی اینٹ لوٹ کے مال میں دیکھی اور میں اُسے دیکھ کر للچایا۔ اِن چیزوں میں کوئی برائی نہ تھی برائی دل کے للچانے میں تھی۔ نیت میں تھی خدا کی نافرمانی میں تھی۔ یریحو کی بت پرستی کی آلائش میں تھی جس نے اِن چیزوں کو ناپاک کر دیا تھا۔ عکن کا جی ان چیزوں کو دیکھ کر للچا گیا۔ اُس کے منہ میں پانی بھر آیا۔ اُس نے پہلے ان چیزوں کو دیکھا۔ پھر اُن کو چھپایا۔ اور اپنے دل میں کہا کہ یہ لبادہ ایک ایسا لباس فاخرہ ہے جو میرے جسم کو سجائیگا اور یہ چاندی اور سونا ایک ایسی نعمت غیر مترقبہ ہے جو پیٹ کو آسودہ کریگی۔ ذرا لڑائی کا شور وغل فرو ہو جائے۔ پھر یہ سب چیزیں اپنی ہیں۔ کسی بزرگ نے خوب کہا ہے کہ آزمائش کی کئی منزلیں ہیں۔ (۱) ہم کسی شئے کو دیکھتے (۲) پھر اُس کے حصول کی تمنا ہمارے دل میں پیدا ہوتی (۳) اُس کی دل فریب شکل قرطاسِ دل پر تصویر کی طرح کھنچ جاتی۔ (۴) پھر اس میں سے چاشنی اور شیرینی کی بوندیں مثل شہد کے قطرات کے دل میں ٹپکتی ہیں (۵) اور آخر کار آدمی اُس کا غلام ہو جاتا ہے۔ ایک اَور صاحب فرماتے ہیں کہ ہماری آنکھیں۔ ہمارے ہاتھ۔ ہمارے کان اور ہماری زبان۔ گویا ہمارے تمام حواس خادموں کی مانند ہیں۔ اور اِن کا یہ کام ہے کہ فطرت یعنی نیچر کی گوناگون اشیا کی دید سے جو کچھ خدا کی خدائی اور قدرت کی بابت معلوم ہوتا ہے۔ اُسے جسم کے اندر لے جائیں اور وہاں اُن تصورات اور اخبار کو اِس مسکن

کی ساکن یعنی روح کے سپرد کردیں۔ اور جو کچھ خدا کی نسبت روح کی جبلت سے ٹپکتا ہے۔
اُسے باہر لاکر اپنے ابنائے جنس کے حوالہ کریں۔ مگر ہماری واژگونی کو ملاحظہ فرمائیے کہ ہم نے
اس منشا کو کیسا اُلٹ دیا ہے۔ ہم نے اپنے حواس کے سپرد اَور کام کر دیئے ہیں۔

عزیز بھائی یسوع مسیح کا کچھ مطلب تھا جب اُس نے یہ کہا کہ اگر تیری آنکھ تجھے ٹھوکر کھلائے
تو اُسے نکال ڈال اور پھینک دے۔ اُس کا کچھ مطلب تھا جب اُس نے کہا کہ اگر تیرا ہاتھ
یا پاؤں تجھے ٹھوکر کھلائے تو اُسے کاٹ ڈال اور اپنے پاس سے پھینک دے۔ آؤ اس سے
بیشتر کہ ہمیں اپنی آنکھ نکالنے کی ضرورت یا ہاتھ کاٹنے کی مصلحت نظر آئے ہم اپنی آنکھیں
نیچے کرکے اور اپنے ہاتھوں کو قابو میں رکھ کر اور اپنی زبان کو لگام دے کر چلیں پھریں۔ یشوع
کی افواج کی فتحمندی کا یہی راز ہے۔ انجیل کی منادی خداوند کی بادشاہت کو پھیلانے
کا الٰہی آلہ ہے۔ مگر یہ بھی سچ ہے کہ انجیل کی منادی انجیل کے ماننے والوں کے نمونہ کے ساتھ
مل کر دنیا کو بہت جلد فتح کرتی اور کرسکتی ہے۔ کیا آپ ہند کو مسیحی کرنا چاہتے ہیں۔ میرے
پیارے بھائی خدا کے لئے ذرا غور کرو اور انصاف سے جواب دو کہ ہند کے مغلوب کرنے
میں جو دیر ہو رہی ہے کیا وہ ہمارے بدنمونہ کے سبب سے نہیں ؟ یسوع مسیح کی زندگی یسوع
مسیح کی خاکساری۔ یسوع مسیح کی پاکیزگی۔ ہاں یسوع مسیح ہندوستان کو مغلوب کرسکتا ہے
اُسے اپنے اندر پھر پیدا کرو۔ وہ جیتے گا۔ اُس نے کہا ہے کہ میں نے دنیا کو جیتا ہے۔ ورنہ ہم
اپنے مخالفوں کے سامنے ڈر کر بھاگ نکلینگے +

شنعار کا نفیس لبادہ۔ یریحو کی یادگار اپنے دلوں سے نکالو تب کھیت ہمارا ہوگا۔ کبھی کبھی
مناسب ہے کہ ہم انجیل کی رفتار کی کمی کو دیکھ کر۔ اپنے خیموں اور اپنے گھروں کی تلاشی لیں
اور خدا کے سامنے اوندھے منہ گر کر اُس سے دریافت کریں کہ اے خدا تیرا مذہب ترقی کیوں
نہیں کرتا۔ تیری فوجیں آگے کیوں نہیں بڑھتیں ؟

ذرا یشوع اور یشوع کے لوگوں کی طرف دیکھو کہ وہ کس طرح اپنے کپڑے پھاڑتے اور خاک

سر پر ڈالے صبح سے شام تک عہد کے صندوق کے سامنے پڑے ہیں اور یشوع بار بار یہ کہہ رہا ہے "ہائے مالک۔ خداوند تو اس قوم کو کس لئے یردن پار لایا۔ کیا اس لئے کہ ہم کو اموریوں کے ہاتھ میں گرفتار کرے تاکہ وہ ہم کو نابود کریں۔ اے کاشکہ ہم قناعت کرتے اور یردن کے اُس پار رہتے۔ اے میرے خداوند جس حال میں کہ بنی اسرائیل اپنے دشمنوں کے آگے پیٹھ پھیرتے ہیں مَیں کیا کہوں۔ کیونکہ کنعانی اور اِس زمین کے سارے بسنے والے سُنینگے اور ہم کو گھیر لینگے۔ اور ہمارا نام زمین پر سے مٹا ڈالینگے اور تو اپنے بزرگوار نام کے لئے کیا کریگا" وہ پہلے اپنے دکھڑوں کو بیان کرتا مگر آخر میں گویا یہ کہتا ہے۔ خیر ہمارا نام و نشان اگر اس زمین پر سے مٹ جائے تو چنداں مضائقہ نہیں۔ مگر بتا۔ اے خدا تو اپنے بزرگوار نام کے لئے کیا کریگا؟ ہمیں اپنے نام کا اتنا فکر نہیں جتنا تیرے نام کا ہے۔ سچ کہو دوست کیا ہم میں یہ غیرتمندی پائی جاتی ہے؟ کیا اس کا عشر عشیر بھی ہم میں ہے؟

(۱) ہم کب اُس کے نام کی غیرت سے خاک اپنے سر پر ڈالتے؟ کب ہم اُس کی عزت پر بٹہ لگتے دیکھ کر اپنے کپڑے پھاڑتے ہیں؟ کب شام تک بے خور و نوش روتے کی سی حالت میں اُس کے سامنے اوندھے منہ گرے پڑے رہتے ہیں؟ کلیسیاؤں کے افسر و یشوع سے سیکھو کہ کبھی کبھی خدا کے لئے کپڑے پھاڑنا اور اپنے سروں پر خاک ڈالنا۔ اور روزہ رکھنا نہایت مفید ہے۔ اسی خیال پر اکتفا نہ کرو کہ ہم خود نجات یافتہ ہیں۔ خدا نے اِس سے کہیں زیادہ خدمت اور کارآمدگی کے مواقع آپ کے سامنے رکھے ہیں۔ ہندوستان کی فتح کا امکان اور موقع آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اُس کے سامنے گرو۔ تب اپنے آپ کو۔ اپنے گھرانوں کو۔ اپنی سوسائٹی کو آزمانے اور چھاننے کی روح پیدا ہوگی۔ تب عکن اور عکن کے نفیس چھپائے ہوئے لبادے ظاہر ہونگے۔ تب بنی اسرائیل کی صفائی ہوگی اور تب عے اور ہند اور چین اور افریقہ فتح ہونگے۔

اے عکن کے ہم طبع بھائیو۔ تم باہر آؤ۔ یسوع کے سامنے اقرار کرو۔ تمہارے لئے پتھراؤ

کے پتھر جمع نہیں۔ تمہارا یسوع معاف کرنے کو تیار اور معاف کرنے پر قادر ہے۔ وہ صاحب تلوار یشوع تھا۔ تمہارا یسوع صاحب محبت ہے سوہ عکن کو قتل کرنے والا تھا۔ یہ یسوع تمہارے لئے قتل کیا گیا۔ کیا تم اس یسوع کے سامنے بھی اقرار کرتے ہوئے شرماتے ہو؟ اپنے اباوے اس کے سامنے لاکر رکھو اور نجات پاؤ۔ تاکہ اسرائیل کے لشکر آگے بڑھیں اور ے کو فتح کریں۔ گو اس بیان سے بہت سی نصیحتیں اخذ کی جا سکتی ہیں مگر ہم صرف اُنہیں باتوں کو جن پر ہم زور دیتے آئے ہیں۔ ایک دو تین کی شکل میں پیش کرتے ہیں تاکہ فوائد اور نصائح حافظہ پر نقش رہیں۔

(۱) گناہ خدا کی ناراضی اور انسان کی بربادی کی جڑ ہے۔

(۲) یہ وہ آگ ہے جو نہ صرف ایک کو بلکہ کئی اور کو اپنے شعلوں سے جلاتی ہے۔

(۳) اس بلا سے بچنے کا عمدہ طریقہ یہ ہے کہ ہم یسوع میں ہو کر اپنے عضووں کو جو اس زمین پر ہیں۔ حرامکاری اور ناپاکی اور شہوت اور بُری خواہش اور لالچ جو بُت پرستی ہے کشتہ کریں کہ انہیں کے سبب سے خدا کا غضب نافرمانی کے فرزندوں پر پڑتا ہے" کیا اس آیت کے اِن دو چار الفاظ میں عکن کی ساری سرگزشت نظر نہیں آتی؟ "لالچ"۔ "نافرمانی" "خدا کا غضب"۔ اُس کے لالچ سے نافرمانی پیدا ہوئی۔ اور نافرمانی کے سبب سے خدا کا غضب اُس پر نازل ہوا۔ اس کا علاج یہی ہے کہ ہم اِن عضووں کو کشتہ کریں۔

(۴) کلیسیا کے عہدہ داروں کا فرض ہے کہ وہ اُن اسباب کو جو مسیح کی بادشاہت کی ترقی کو روکتے ہیں ڈھونڈیں۔ رو کر۔ خاک ڈال۔ کپڑے پھاڑ کر اور روزہ رکھ کر ڈھونڈیں اور اُنہیں تلاش کر کے نکالیں اور پھینکیں۔

شہر برائیٹن میں ایک دھوپ گھڑی کے ستون پر یہ الفاظ کندہ ہیں کہ "دنیا میں ہمیشہ کہیں نہ کہیں صبح ہوتی ہے"۔ چاہئے کہ ہماری روح کا رخ ہمیشہ سورج کیطرف ہو تاکہ زندگی کے ایام میں ہمارے دلوں میں ہمیشہ صبح رہے۔

چارلس ہیڈن سپرجن

چارلس ہیڈن سپرجن انگلستان کے صوبہ ایسیکس کے ایک چھوٹے سے گاؤں کیلویڈن نامی میں ۱۹ جون ۱۸۳۴ء کو پیدا ہوا۔ اُس کا باپ جان سپرجن وہاں کی ایک چھوٹی سی کلیسیا کا پاسٹر تھا۔ اور اُس کے علاوہ وہ اپنا کاروبار بھی کیا کرتا تھا۔ یہ شخص بڑا دیندار تھا اور اپنے فرائض کی بجا آوری میں بڑا سرگرم تھا۔ چارلس کی ماں بھی بڑی دیندار تھی اور اپنے بچوں کی تربیت کا بہت خیال رکھتی تھی۔ یہانتک کہ اُن کے ساتھ مل کر اُن کے لئے نام بنام دعا مانگا کرتی تھی۔ چارلس کے بعد کی کامیابی بلاشبہ اُس کی بیش قیمت دعاؤں اور عمدہ نمونہ کا نتیجہ تھی +

چارلس کی عمر ابھی چودہ مہینہ کی تھی کہ اُس کا دادا مسٹر جیمس سپرجن اُس کو سٹمبورن میں جہاں وہ پاسٹر تھا لے گیا۔ اور وہاں اُس نے چھ سال کی عمر تک ایک کنواری پھوپھی کی زیرِ حفاظت پرورش پائی۔ اس کے بعد وہ کولچسٹر میں جہاں اُس وقت اُس کے والدین رہتے تھے تعلیم کی غرض سے چلا گیا +

مسٹر سپرجن ابتداءِ عمر ہی سے ہونہار معلوم ہوتا تھا۔ اَور لڑکوں کی طرح اُس کو کھیل کود کا مطلق شوق نہ تھا۔ کبوتر بازی آوارہ گردی اور شوخی و شرارت جس کے لڑکے بہت شایق ہوتے ہیں اُسے خوش نہ آتی تھی۔ اس ابتدائی عمر میں بھی اُس کو کتابوں سے بہت الفت تھی بیبل کے قصّے تو اُسے ازبر یاد تھے۔ اور تذکرۃ الشہدا اور مسیحی مسافر کا حال اور اِسی قسم کی اَور کتابیں اُسے بہت پسند تھیں۔ لیکن اگرچہ وہ کھیل کود کا شایق نہ تھا تو بھی اُسکی صحت عمدہ تھی۔ اور اُس کا جسم کمزور نہ تھا۔ اس کی طبیعت میں اُسی زمانہ سے ایک طرح کی خودسری پائی جاتی تھی اور ارادہ کا ایسا مضبوط تھا کہ اُس کی مرضی کو روکنا مشکل تھا۔ بچپن کی عمر میں بھی وہ کسی بات میں مخالفت کو گوارا نہیں کرتا تھا

اُس کی طبیعت ابتدا ہی سے مذہبی باتوں کی طرف بہت مائل تھی۔ اس کو دعا مانگنے کا بہت شوق تھا۔ اور اکثر چھپ چھپ کر دعا مانگا کرتا تھا۔ راست گوئی تو گویا اُس کے خمیر میں تھی اس کے علاوہ وہ بڑا دلیر اور نڈر تھا۔

وہ لڑکپن ہی سے غور و فکر کا عادی تھا۔ اور ہر ایک بات کی تہ کو پہنچنے کی کوشش کرتا تھا۔ وہ بعض وقت اِس قسم کے سوال کر بیٹھتا تھا کہ سننے والے حیران ہو جاتے تھے اور اُس کے والدین کو اُسکے جواب دینے میں دِقت واقع ہوتی تھی ۱۸۴۴ء میں جبکہ چارلس کی عمر ٹھیک دس برس کی تھی۔ وہ اپنے دادا کے گھر میں گرمی کی چھٹیاں کاٹ رہا تھا۔ اُنہیں دنوں میں مسٹر رچرڈ نل جن کا نام دینداری اور خدا پرستی اور انجیلی خدمت کے سبب بہت مشہور ہے ایک دفعہ لندن مشنری سوسائٹی کی طرف سے وعظ کرنے کے لئے وہاں تشریف لائے اور مسٹر جیمس سپرجن کے مکان پر فروکش ہوئے۔ اِن کو بچوں سے خاص اُلفت تھی۔ اور جب اُنہوں نے چارلس کی ذہانت اور اپنی عمر سے بڑھ کر ہوشیاری اور دینداری کو ملاحظہ کیا تو اُن کا دِل خود بخود اُس کی طرف کھنچ گیا۔ جتنے روز تک مسٹر نل وہاں رہے ہر روز بلا ناغہ اُس کے ساتھ مذہبی گفتگو اور دعا و مناجات کرتے رہے لیکن جس دِن وہ روانہ ہونے کو تھے اُنہوں نے ایک عجیب پیشینگوئی فرمائی سارے کنبہ کے سامنے اُنہوں نے چارلس کو اپنی گود میں لیکر یہ فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ اِس کی کیا وجہ ہے مگر میرے دل میں یہ خیال جاگزین ہو رہا ہے کہ یہ بچہ ہزارہا لوگوں کے سامنے انجیل کی منادی کریگا اور خدا اُسکے ذریعہ سے بہت سی روحوں کو بچائیگا ✦

یہ کہنا کہ مدرسہ میں چارلس نے بڑی محنت اور شوق سے تعلیم حاصل کی بالکل زائد ہے۔ وہ علاوہ معمولی تعلیم کے کچھ عرصہ کے لئے فنِ زراعت کے مدرسہ میں بھی پڑھتا رہا۔ اور علم ہندسہ اور لاطینی زبان میں خصوصاً خوب ماہر تھا۔ تعلیم کے ابتدائی زمانہ سے اُس کی گفتگو اور تقریر ایسی فصیح اور شستہ تھی کہ تھوڑے عرصہ میں اس کی مدرسہ میں بڑی شہرت ہو گئی۔ بحث مباحثہ میں اُسکی

طبیعت خوب لڑتی تھی یہانتک کہ جب لڑکوں کے درمیان کوئی مضمون مقرر ہوجاتا تھا تو ہکی
مدد کی ایک یا دوسری جانب کو ضرور حاجت پڑا کرتی تھی- اُس کی قوت مباحثہ ایسی زبردست
تھی کہ کسی کو اُس کے مقابلہ میں کھڑا ہونا مشکل تھا اور آخرکار یہ قاعدہ ہوگیا کہ وہ دونوں جانب سے
گفتگو کرتا تھا- اور خود اُسی کو اُس کے مقابلہ میں کھڑا کیا جاتا تھا-

ہم دیکھ چکے ہیں کہ اُسکی طبیعت پہلے ہی سے دینداری کی طرف بہت مائل تھی وہ ابتدا
ہی سے دعا کا عادی تھا اور کئی ایک مسیحی خوبیاں لڑکپن ہی سے اُس میں صفائی کے ساتھ
جلوہ گر تھیں- مگر ایک زمانہ آیا جب کہ اُس کو بھی اپنی سرکش طبیعت اور گناہگار مزاج کے ساتھ
جنگ کرنی پڑی +

ایک موقع پر وہ اپنے دل کی تبدیلی کا بیان کرتا ہے کہ جب خدا نے میرے بُرے دل کو گناہ
سے قائل کیا تو میری حالت نہایت مصیبت ناک تھی کسی بات سے مجھے تسلی نہ ملتی تھی اور
کوئی امید نظر نہیں آتی تھی- میرے دل میں ہر وقت یہ خیال آتا تھا کہ خدا مجھے کبھی نہیں بخشیگا-
اسی طرح میری حالت بد سے بدتر ہوتی گئی اور میرا دل مارے غم کے پاش پاش ہوا جاتا تھا- چھ ماہ
تک میں متواتر سارے دل سے اور بڑی جانکاہی کے ساتھ دعا مانگتا رہا- مگر کچھ جواب نہ پایا
میں بہت سے گرجاؤں میں پھرا اور بہت سے مشہور واعظوں کے وعظ سنے مگر کہیں سے تسلی نہ ملی-

وہ بلاشبہ عمدہ عمدہ وعظ کرتے تھے اور اعلےٰ اعلےٰ سچائیاں بیان کرتے تھے جو روحانی مزاج
لوگوں کے لئے فایدہ مند ہیں- مگر میں یہ جاننا چاہتا تھا کہ میرے گناہ کس طرح معاف ہوسکتے
ہیں- اور یہ بات کوئی شخص نہیں بتاتا تھا- آخرکار جنوری ۱۸۵۰ء کی ایک اتوار کو ایسا اتفاق ہوا
کہ بسبب سخت برف باری کے میں اپنے باپ کے ہمراہ اُس کے گرجے کو نہ جاسکا بلکہ رستہ
میں میتھوڈسٹ لوگوں کے ایک چھوٹے سے چیپل میں جا گھسا- وہاں چند آدمی عبادت
کے واسطے جمع تھے- پادری صاحب نے آنے میں بہت دیر کی- آخرکار ایک دُبلا پتلا آدمی
ممبر پر چڑھا اور اپنی بیبل کھول کر یہ آیت پڑھی " میری طرف نظر کرو اور نجات پاؤ- اے زمین

حالاتِ ابتدائی اور دینی خیالات

کے تمام کنارو۔" یہ آدمی غریب اور کم علم معلوم ہوتا تھا کیونکہ اس کا تلفظ بھی درست نہ تھا
وہ بار بار اسی آیت کو دُہراتا تھا کیونکہ اور کچھ بیان کرنا نہ جانتا تھا۔ مگر اس آیت کا مطلب
نہایت سادہ طور سے بیان کرکے وہ دفعتاً میری طرف متوجہ ہوا۔ اور کہنے لگا "نوجوان! تو
کچھ مصیبت زدہ معلوم ہوتا ہے۔" فی الحقیقت میں مصیبت میں تو تھا۔ اور وہ بولا۔ "تو کبھی اس سے
چھٹکارا نہیں پائیگا جب تک تو مسیح کی طرف نظر نہ کریگا۔" اور پھر اپنا ہاتھ اُٹھا کر کہنے لگا
"دیکھ۔ دیکھ۔ دیکھ" اور پھر آواز بلند کرکے "نوجوان یسوع مسیح پر نظر کر۔ ہاں ابھی نظر کر"
اور اُسی وقت میں نے مسیح کی طرف نظر کی اور میری تمام تکلیف یکلخت رفع ہوگئی +
اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد مسٹر سپرجن نے نیو مارکٹ میں ایک سکول کی معلمی اختیار کرلی۔
اس وقت سے ہم مسٹر سپرجن کی زندگی میں اُن اعلیٰ ذہنی اور روحانی طاقتوں کا جو اُس نے
بعد ازاں ظاہر کیں کچھ کچھ نشان دیکھنا شروع کرتے ہیں۔ دل کی تبدیلی کے وقت سے
نہ صرف مذہبی باتوں کا بلکہ اُس مالک کی خدمت کا بھی جس نے اسکو اس بے دینی اور بے چینی
کے تاریک گڑھے سے نکالا اس کو زیادہ شوق ہوتا گیا۔ بیبل کے مطالعہ اور مذہبی مسائل کی
تحقیقات سے اُس کے دل کو رغبت لگا و تھا۔ مسٹر سپرجن اسی مقام میں سنڈے سکول
کی ایک جماعت کو بھی پڑھایا کرتا تھا۔ ایک دن یہ تجویز کی گئی کہ سنڈے سکول کے معلّم
سبق کے ختم ہونے پر سپرنٹنڈنٹ کے ساتھ باری باری سبق کے مضمون کے متعلق ایک مختصر
تقریر کیا کریں چنانچہ اس قاعدہ کے مطابق جب مسٹر سپرجن کی باری آئی تو اُس نے بھی
تقریر کی جس کا اثر یہ ہوا کہ تقریر کے خاتمہ پر سپرنٹنڈنٹ نے آکر اُس سے درخواست کی
کہ آئندہ ہفتہ کو اس کی جگہ بھی وہی تقریر کرے۔ اور جب اس موقع پر بھی تقریر کر چکا تو سپرنٹنڈنٹ
نے یہ خواہش ظاہر کی کہ چونکہ وہ اس کام کو نہایت خوبی سے انجام دیتا ہے اسلئے بہتر ہوگا
کہ ہر ہفتہ وہی تقریر کیا کرے۔ مگر اُس نے اس بات کو منظور نہ کیا۔ تاہم وہ اپنی باری کے
علاوہ ہر تیسرے اتوار کو سپرنٹنڈنٹ کی جگہ تقریر کرتا رہا۔ تھوڑے عرصہ میں اُسکی شہرت

اِس قدر پھیل گئی کہ لڑکوں کے علاوہ اَور لوگ بھی سنڈے سکول میں آنے شروع ہو گئے
یہانتک کہ سنڈے سکول بھی ایک چیپل معلوم ہونے لگ گیا

ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ مسٹر سپرجن کو ابتدا ہی سے مذہبی تحقیقات کا بہت شوق تھا وہ
ہر ایک امر میں نہ صرف خدا کے احکام کو معلوم کرنا ہی چاہتا تھا بلکہ اُنکی پیروی کو بھی تیار رہتا
تھا چنانچہ انہیں دنوں میں پاک کتاب کے مطالعہ سے اُس کے دل میں یہ خیال جم گیا۔
کہ بپتسمہ کا صحیح طریق جسکی انجیل میں تعلیم ہے یہ ہے کہ بجائے صرف پانی چھڑکنے کے غوطہ دیا جائے
اور اُس نے اِس حکم کی اطاعت کرنیکا مصمم ارادہ کر کے اپنے باپ کو اطلاع دی۔ اُس کا ہرگز
یہ اعتقاد نہیں تھا کہ وہ خاص بپتسمہ کی رسم میں یا پانی میں کوئی خاص فضیلت سمجھتا ہے۔ بلکہ
صرف یہ کہ اُس کا فرض ہے کہ انجیل کی تعلیم کی اپنی سمجھ کے مطابق پورے طور پر پیروی کرے
یہ دیکھ کر کہ وہ اپنے خیال پر قائم ہے اُسکے باپ نے بھی اُس کو اجازت دیدی۔ اور اُس نے
۳ مئی ۱۸۵۰ء کو دریائے لارک کی ایک گھاٹ اسلھم نامی پر جو نیو مارکٹ سے چند میل کے
فاصلہ پر واقع تھی ریورنڈ ڈبلیو کینٹلو نامی ایک بپٹسٹ پادری کے ہاتھ سے بپتسمہ پایا +

۱۸۵۱ء کے شروع میں مسٹر سپرجن نے کیمبرج کے ایک سکول میں علمی کی آسامی قبول
کر لی۔ اور وہاں کے بپٹسٹ چرچ کا ممبر ہو گیا۔ اُسی زمانہ کی نسبت ایک لطیفہ مشہور ہے جس سے
مسٹر سپرجن کی خصلت کا ایک اَور پہلو نہایت صفائی کے ساتھ دکھائی دیتا ہے اور
معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسیحی رفاقت اور محبت کی تعلیم کو اور اِس مسئلہ کو کہ کل مسیحی مسیح کے جسم کے
عضو ہیں صرف ایک زبانی ماننے کی بات نہیں سمجھتا تھا بلکہ اُس کے عملی طور پر صحیح ہونے کا بھی
یقین رکھتا تھا کیمبرج کی کلیسیا کے لوگ اگرچہ بڑے دیندار اور با اخلاق تھے مگر ظاہری
تکلفات اور سوسائٹی کے آداب کا بہت خیال رکھتے تھے اور اِس لئے جب وہ اُس کلیسیا
میں شامل ہوا تو پہلے پہل اُس سے کسی نے کلام تک نہ کیا۔ ایک اتوار کو عشائے ربانی
کی بندگی کے وقت مسٹر سپرجن اور ایک اور شخص ایک ہی بنچ پر بیٹھے تھے جب عبادت

ختم ہو چکی تو مسٹر سپرجن اُس شخص کے پاس گیا اور کہنے لگا "صاحب۔ میں امید کرتا ہوں آپ کا مزاج اچھا ہے"۔ مگر اُس شخص کو اِس دیہاتی نوجوان کا با وجود نا واقفیت کے اس بے تکلفی سے اُس سے ہمکلام ہونا پسند نہ آیا۔ اور اُس نے بے توجہی سے جواب دیا "آپکی مہربانی مگر میں آپ کو نہیں جانتا"۔ "آپ مجھکو نہیں جانتے؟ میں تو آپ کا بھائی ہوں"۔ "میں آپ کا مطلب بخوبی نہیں سمجھا"۔ "مگر جب ہم اندر روٹی اور دین لے رہے تھے جو اس بات کا نشان ہے کہ سب مسیحی جو خداوند مسیح میں ایک ہیں اُس وقت میرا تو ان کے لینے سے یہی مطلب تھا کہ ہم سب بھائی ہیں۔ کیا آپکا یہ مطلب نہیں تھا؟" وہ شخص جو اُس سے عمر میں بہت بڑا تھا۔ اِس دیہاتی نوجوان کی سادہ مزاجی اور نیک دلی سے بہت متعجب ہوا۔ اُس وقت سے تکلفات کی دیوار درمیان سے اُٹھ گئی اور دونوں میں ایسی دوستی پیدا ہو گئی جو زندگی کے آخر تک قایم رہی ◆

سنہ ۱۸۵۲ء میں جب مسٹر سپرجن کی عمر اٹھارہ برس کی تھی واٹر بیچ نامی ایک گاؤں میں جو کیمبرج سے ۶ میل کے فاصلہ پر تھا ایک چھوٹی سی کلیسیا کی پاسٹری پر اُسکی دعوت کی گئی اس وقت معلوم ہوتا ہے کہ اُس کا ہرگز یہ ارادہ نہیں تھا کہ دینی خدمت کو بطور پیشہ کے اختیار کرے۔ کیونکہ انہیں دنوں میں اُس نے ایک اشتہار چھپوا کر اپنے دوستوں میں شایع کیا تھا۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ لڑکوں کی تعلیم کے لئے اپنا ایک مدرسہ جاری کرنا چاہتا تھا مگر جب خداوند نے خود بخود یہ رستہ کھول دیا تو اس کو واٹر بیچ کی پاسٹری قبول کرنی ہی پڑی۔ اِس کلیسیا کی حالت اُس وقت بالکل شکستہ ہو رہی تھی۔ صرف چند ایک آدمی گرجا میں آتے تھے مگر مسٹر سپرجن کے کام پر خداوند نے اس قدر برکت نازل کی کہ تھوڑے ہی عرصہ میں لوگ اس کثرت سے آنے لگے کہ گرجا میں جگہ مشکل سے ملتی تھی ◆

اِسی زمانہ میں ایک اور واقعہ ہوا جسکو مسٹر سپرجن کی زندگی میں نہایت قابل یادگار اور پُر معنی سمجھنا چاہئے۔ اُسکی لیاقت اور قابلیت کو دیکھ کر اُس کے بعض دوستوں نے اس کو سخت ترغیب دینی شروع کی کہ اُس کو ڈونٹی کالج میں اپنی تعلیم کی تکمیل کرنی چاہی۔ کیونکہ ان کا خیال

تھا کہ اس طور سے وہ منسٹری کے کام کے زیادہ لایق ہو جاویگا۔ مسٹر سپرجن نے بھی اس
خیال سے کہ علم حاصل کرنا فائدہ سے خالی نہیں اس بات کو منظور کر لیا۔ انہیں دِنوں میں
ڈاکٹر اینگس جو کئی مشہور کتابوں کے مصنف اور عالم علم الٰہی ہیں اور جو اُن دنوں کالج میں
پروفیسر تھے کیمبرج میں آئے ہوئے تھے چنانچہ اس موقع پر اُنکے ساتھ مسٹر سپرجن کی ملاقات
کا بندوبست کیا گیا۔ مسٹر سپرجن ٹھیک مقررہ وقت پر اُس مکان پر جہاں وہ اُترے
ہوئے تھے اُن سے ملنے گیا۔ گھر کے خادم نے اُس کو ایک کمرہ میں بٹھا دیا۔ اور وہ وہاں بیٹھکر
ڈاکٹر صاحب کے آنے کا دو گھنٹہ تک انتظار کرتا رہا مگر وہ نہ آئے۔ آخرکار اُس نے تنگ آکر
گھنٹی بجائی تو معلوم ہوا کہ ڈاکٹر صاحب دوسرے کمرہ میں تھے مگر چونکہ خادمہ نے اُسکے آنے کی اُنکو
اطلاع نہیں کی وہ دیر تک انتظار کرکے لندن کو روانہ ہو گئے۔ مسٹر سپرجن اِسکے بہت عرصہ بعد
لکھتا ہے کہ "اُس وقت تو مجھے اِس بات سے سخت افسوس ہوا مگر میں نے ہزاروں دفعہ خدا کا شکر
کیا ہے کہ اُس نے میرے قدموں کی ایسی عجیب طور سے دوسرے راستہ کی طرف جو اُس سے بہتر تھا
رہنمائی کی۔ کالج جانے کا خیال ابھی تک میرے دل میں قایم تھا اور میں نے ارادہ کیا کہ تحریری
درخواست اُن کی خدمت میں بھیجدوں مگر یہ بات ہونی نہیں تھی۔ اُسی دن سہ پہر کو مجھے پاس کے
ایک گاؤں میں منادی کی غرض سے جانا تھا۔ میں آہستہ آہستہ جاتا تھا اور اسبات کو بھی سوچتا تھا
کہ مجھے معلوم ہوا کہ گویا کوئی شخص بلند آواز سے کہہ رہا ہے "کیا تو اپنے لئے بڑی بڑی چیزیں ڈھونڈتا
ہے؟ مت ڈھونڈ۔" میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ صرف وہم و خیال تھا مگر کچھ ہی ہو۔ میرے دل میں اُس وقت
پکا یقین تھا کہ میں نے یہ الفاظ صاف صاف سُنے ہیں۔ غرضکہ اُس وقت مجھے اِس معاملہ پر
دوبارہ غور کرنے کا خیال پیدا ہوا اور جب میں نے اُن روحوں کا جو میرے سپرد تھیں خیال
کیا تو میرے دل نے اپنے کام کو چھوڑنا گوارا نہ کیا۔ اگرچہ بظاہر کوئی عمدہ صورت نظر نہیں آتی
تھی اور اِس حالت میں بجز گمنامی اور مفلسی میں زندگانی بسر کرنے کے سوا سامنے اَور کچھ دکھائی
نہیں دیتا تھا تو بھی میں نے اُسی وقت اور اُس جگہ کالج جانے کے ارادہ کو ترک کر دیا۔ اگرچہ

کلمات اُس وقت میں نہ سنتا تو غالباً اُس جگہ جہاں میں اب ہوں نہ ہوتا؎

لندن میں آمد

اب ہم مسٹر سپرجن کی زندگی کے اس حصہ کا ذکر کرتے ہیں جب کہ آخر کار خداوند نے اُس کو اس مقام میں پہنچا دیا جس کے لئے اُس نے اُس کو ماں کے پیٹ ہی سے الگ کیا تھا مسٹر سپرجن کی عمر اُس وقت صرف بیس برس کی تھی جس سے ہم کو اِس بات پر اَور بھی تعجب ہوتا ہے۔ اور اسی تعجب کی وجہ سے ہم یقینی طور پر یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ وہ قوموں کے سامنے خداوند کا نام ظاہر کرنے کے لئے ایک چُنا ہوا وسیلہ تھا۔

لندن کی نیو پارک سٹریٹ میں بپٹسٹ لوگوں کی ایک بہت بڑی کلیسیا تھی۔ جو نہ صرف قدامت کے بلکہ تعداد کے لحاظ سے بھی معزز اور نامی سمجھی جاتی تھی۔ ساڈ برس تک نامی گرامی عالم و فاضل اصحاب وقتاً فوقتاً اس کلیسیا کی پاسٹری کو رونق دے چکے تھے۔ مگر اِس وقت اس کی حالت نہایت نازک ہو رہی تھی۔ جماعت کی تعداد بہت کم ہو گئی تھی۔ اور وہ بھی مذہبی باتوں سے بالکل بے پرواہ تھی۔ گرجا بالکل شکستہ اور تباہ حالت میں تھا اور اُسکی مجموعی حالت ایسی خراب تھی کہ ایک چھوٹی سی دیہاتی کلیسیا کا پاسٹر بھی اس کے ساتھ اپنی جگہ تبدیل کرنے کی خواہش نہ کرتا۔ ان سب خرابیوں کی وجہ یہ تھی کہ گذشتہ چند سالوں میں اُس کلیسیا کو نہ تو کوئی لائق پاسٹر ہی ملا۔ اور جو ملا بھی تو دیر تک نہ ٹھیرا۔ چنانچہ اِس وقت بھی یہ کلیسیا پاسٹر کی ضرورت کے سبب بے سروسامان حالت میں تھی) کلیسیا کے ڈیکن اِدھر اُدھر نظر دوڑاتے تھے مگر کوئی شخص ایسا دکھائی نہیں دیتا تھا جو اس اہم خدمت کا بوجھ اُٹھانا قبول کرے۔

۱۸۵۳ء میں کیمبرج کے سنڈے سکول یونین کے سالانہ جلسہ میں مسٹر سپرجن کو ایڈریس دینے کا اتفاق ہوا اُسوقت مسٹر گولڈ نامی ایک شخص جو کسی اور بپٹسٹ کلیسیا کا ڈیکن تھا موجود تھا مسٹر سپرجن کے ایڈریس نے اُسکے دل پر اِس قدر تاثیر کی کہ اُس کو یقین ہو گیا کہ یہ نوجوان کوئی معمولی آدمی نہیں ہے۔ اور اُس کی واٹر بیچ کی پاسٹری اور دیگر مقامات کی منادی کا حال سن کر اُس کا یہ خیال بالکل پختہ ہو گیا۔ انہیں دنوں میں اُس کو لندن کی

کلیسیا کے ایک ڈیکن مسٹر ٹامس اولنی سے ملنے کا اتفاق ہوا جس نے اُسکے سامنے کلیسیا کی تباہ حالت اور ایک لایق پاسٹر کی عدم دستیابی کا ذکر کیا۔ اسپر مسٹر گولڈ نے اُس کو مسٹر سپرجن کا حال سنایا اور یہ صلاح دی کہ اُس کی رائے میں ایسا شخص ضرور کلیسیا کو دوبارہ سرسبز اور اپنی سابقہ حالت پر بحال کرنے میں کامیاب ہوگا +

مسٹر اولنی کے دل میں بھی اُس کا کچھ خیال پیدا ہوگیا۔ آخر کار اُس نے اپنے دیگر رفقا سے اِس امر کے متعلق صلاح و مشورہ کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسٹر سپرجن سے خط و کتابت شروع کی گئی اور اس کو لندن کی کلیسیا کے سامنے ایک اتوار کو وعظ کرنے کے لئے بلایا گیا +

مسٹر سپرجن نے دسمبر ۱۸۵۳ء میں پہلی دفعہ لندن میں وعظ کیا اور حسب معمول بڑی دلیری اور آزادی سے انجیل کا پیغام سنایا جس سے لوگوں کے دلوں پر بہت تاثیر ہوئی۔ شام کے وقت لوگ اور بھی زیادہ آئے۔ واعظ کی کم عمری۔ اور اُسکے وعظ کی نئی اور مؤثر طرز اُسکی گرمجوشی اور صدق دلی کو دیکھ کر لوگوں کو نہائت تعجب ہوتا تھا اور اُنکے دل خواہ نخواہ اُسکی طرف کھنچے جاتے تھے

اِس کے بعد جنوری ۱۸۵۴ء میں بھی متواتر تین ہفتے مسٹر سپرجن نے حسب دعوت لندن کے گرجا میں وعظ کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۲۵ جنوری ۱۸۵۴ء کو باقاعدہ طور پر کلیسیا کی طرف سے اُس کو اِس مضمون کی دعوت دیگئی کہ وہ آزمایشی طور پر چھ ماہ کے لئے کلیسیا کے منبر کو قبول کرے مسٹر سپرجن نے تین ماہ کے لئے اِس کام کو قبول کیا۔ مگر تھوڑے ہی عرصہ میں اُسکی شہرت اس قدر پھیل گئی کہ ابھی یہ زمانہ ختم ہونے بھی نہیں پایا تھا کہ کلیسیا کے بہت سے ممبروں نے بڑے اصرار کے ساتھ یہ تجویز پیش کی کہ اُس کو مستقل طور پر کلیسیا کی پاسٹری پر مقرر کردیا جائے چنانچہ ماہ اپریل کے آخر میں جبکہ اُس کی عمر بیس برس کی بھی نہیں تھی وہ بپٹسٹ لوگوں کی سب سے بڑی کلیسیا کا جو لندن جیسے عظیم شہر میں تھی پاسٹر مقرر ہوگیا +

اُس کو لندن میں آئے ہوئے ابھی تین ماہ بھی نہیں ہوئے تھے کہ ہر طرف سے سپرجن سپرجن کی آوازیں آنی شروع ہوگئیں۔ لوگ ایک دوسرے سے سوال کرتے تھے کہ سپرجن کون ہے؟ اور

جیسے عموماً ملاقات کے وقت مزاج پرسی کی رسم ہے ویسے ہی یہ سوال کیا جاتا تھا کہ کیا تم نے سپرجن کا وعظ سنا ہے؟ اخباروں میں طرح طرح کی خبریں چھپتی تھیں - اور عجیب عجیب طرح کی روائتیں لوگوں کی زبانوں پر تھیں جیسا کہ عام قاعدہ ہے شہرت کے ساتھ رشک و حسد کی زبان بھی خاموش نہیں تھی - مگر جس قدر حاسد لوگ بُری بُری افواہیں مشہور کرتے تھے - اسی قدر لوگوں کے دل میں انکے دیکھنے اور سننے کا اشتیاق زیادہ پیدا ہوتا تھا جس قدر وہ اُسکے نقص ظاہر کرتے تھے اسی قدر اُسکی خوبیاں زیادہ نمایاں ہوتی اور لوگوں کو اپنا گرویدہ کرتی گئیں یہ وہ گرجا جس میں کبھی ایک چوتھائی جگہ بھی نہیں بھرتی تھی اب ہر ہفتہ لوگوں سے لبالب بھرنے لگا - یہانتک کہ اگر آدھ گھنٹہ پہلے نہ آویں تو جگہ ملنی مشکل تھی - لوگوں کا ہجوم اور اشتیاق زیادہ ترجیرت بخش اس وجہ سے بھی ہے کہ وہ گرجا نہایت بُرے موقع پر واقع تھا - یہانتک کہ وہاں جانے کے لئے راستہ میں دریا پر سے محصول دیکر گذرنا پڑتا تھا - شائقین کی تعداد میں روز بروز ترقی ہوتی جاتی تھی اور ابھی مسٹر سپرجن کو آئے ہوئے ایک سال بھی نہیں ہوا تھا کہ اُس گرجے کو بڑھانے کی ضرورت پیدا ہوئی - مگر لوگوں کا شوق اس پر بھی ترقی کرتا گیا - اور ۱۸۵۶ء میں صبح کی عبادت گرجے میں اور شام کی ایکسٹر ہال میں جو خاص لندن میں ایک بہت بڑا ہال ہے ہوا کرتی تھی - مگر تھوڑے عرصے کے بعد جب ہال کے متمول نے ہر ہفتہ کی عبادت کے لئے اُس کے دینے سے انکار کیا تو ایک اور بڑا گرجا بنانے کی تجویز کی گئی یہ فی الحال عبادت کے لئے ایک اور بڑا امکان جو سری میوزیکل ہال کے نام سے مشہور تھا کرایہ پر لیا گیا - یہ ہال نہایت وسیع تھا اور اس میں قریباً دس ہزار آدمی کی گنجائش تھی - بہت سے لوگ خصوصاً امراء و روسا جو گرجے میں داخل ہونے سے شرم کھاتے اس مقام میں کلام سننے کو آتے رہے + (باقی آئندہ)

خدا ہمیشہ ہمارے ساتھ ہمارا مددگار ہے - ہمارے جوئے کا نصف بوجھ اس پر ہے کیونکہ جوا دو کے لئے ہوا کرتا ہے - یہہ کیسا تسلی بخش خیال ہے +

بائبل کا مطالعہ

۴

ہماری اپنی روحانی ترقی کے لئے

(۱) سارے مضمون کو چھوٹے چھوٹے حصوں میں تقسیم کرو۔ جو ہر روز کے مطالعہ کے واسطے کافی ہوں۔ ایسا کرنے سے ہر روز کے واسطے ایک معین کام مل جاویگا۔ اور شروع کرتے وقت ورق پلٹنے میں قیمتی وقت ضایع نہ ہوگا۔ اگر ہم خدا کے کلام کی باتوں کی بھی تلاش کرنا چاہیں تو ہمارے دل میں وہ باتیں موجود ہونی چاہئیں۔ جن کی بابت تلاش کرنا چاہتے ہیں +

(۲) جس وقت ایسا مطالعہ کر رہے ہو تو جہانتک ممکن ہو تنہا بیٹھو۔ اس قسم کی تنہائی اکثر مشکل سے ملتی ہے لیکن پھر بھی کوشش کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ ہمیں ایسی جگہ پر بیٹھنے کی ضرورت ہے جہاں بلند آواز سے خدا کے ساتھ کلام کر سکیں۔

ڈیوڈ برینیرڈ صاحب کی بابت کہتے ہیں۔ کہ اُس کی عادت تھی کہ خدا کے کلام میں سے بعض حصے حفظ کر لیتا تھا۔ اور پھر شہر نیوہیون کی گلیوں میں یا نزدیک کے کھیتوں میں اکیلا پھرتا تھا اور یاد کی ہوئی آیتوں کو بار بار دُہراتا تھا اور اپنی زندگی کا مقابلہ اُن سے کرتا تھا۔ اسی طور پر خدا کے ساتھ کلام کیا کرتا تھا۔

(۳) بار بار یاد کرو کہ اس قسم کے بائبل کے مطالعہ کا مدعا کیا ہے۔ اس کا مدعا یہ ہے کہ میری روحانی ضرورتیں پوری ہوں نہ کہ کسی اَور شخص کی۔

اِس مطالعہ کی غرض میری زندگی کو زورآور کرنا ہے اور میرے خیالوں کو بلند کرنا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ میں اپنے خدا سے ملوں اور اُس کی آواز سنوں۔ مطالعہ کرنے میں مناسب ہے کہ بار بار اس مدعا کو ہم یاد کریں +

(۴) دل کو مستقل ارادے کے ساتھ اَور ساری باتوں سے الگ کرو۔ ہمیں چاہئے کہ جو کلام ہم نے ابھی کیا ہے اور جو کام بعد میں کرنا چاہتے ہیں۔ ان کا خیال دل میں آنے نہ دیں اور صرف خُدا اور اُس کے کلام کو اپنے دِل پر تصرف کرنے دیں خاصکر جب ہمارا وقت تھوڑا ہو تو اس بات کی اَور بھی زیادہ ضرورت ہے۔ مثلاً اگر ایسے مطالعہ میں صَرف کرنے کے لئے ہمیں صرف آدھ گھنٹہ ہر صبح ملتا ہے۔ تو ہم اس میں سے آدھا اس مضمون پر اپنے دل کو لگانے میں خرچ نہیں کر سکتے۔

(۵) مطالعہ کرنے میں اس مطالعہ کا سب سے بڑا مدعا بھول نہ جاؤ۔ اکثر طالب علم اس خطرہ میں پڑ جاتے ہیں۔ کوئی ایسی بات ہمارے مطالعہ میں آجاتی ہے جس کو ہم پطرس کی طرح سمجھ نہیں سکتے۔ اور ہم یہ خیال کرنے لگ جاتے ہیں کہ پہلے یہ دقت رفع ہو جانی چاہیئے پھر ہم آگے بڑھینگے۔ یہ خیال غلط ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ جو مشکل باتیں نظر آئیں اُن کو ایک کاغذ پر یادداشت کے طور پر لکھتے جائیں۔ پھر کسی اَور وقت میں جیسے طالب علموں کا قاعدہ ہے ان کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ اگرچہ علمی اور عقلی مطالعہ اپنی جگہ پر بڑا ضروری ہے لیکن اُس کی وجہ سے ہمیں اپنی روزمرہ کی رُوحانی خوراک سے محروم نہ رہنا چاہئے +

(۶) گہرے طور پر مطالعہ کرو۔ اکثر اوقات بائبل کا مطالعہ صرف سطحی طور پر کیا جاتا ہے سونے والی مٹی اکثر دریا کی سطح پر مل جاتی ہے لیکن ہیروں کے واسطے عموماً کانیں کھودنی پڑتی ہیں۔ ایسا ہی خدا کے کلام میں اس کلام کی گہری باتوں کو سمجھنے کے لئے گہری سُرنگیں نکالنی چاہئیں +

(۷) مطالعہ کے وقت غور اور خوض کرنے کی عادت کرو۔ یرمیاہ نبی اس بات کی یوں توضیح کرتا ہے "تیری باتیں مجھے ملیں اور مَیں نے اُن کو کھالیا" اس کا مطلب یہ ہے کہ مَیں خدا کی باتوں کو اپنے دل کے اندر قبول کرتا ہوں۔ ان کو حفظ کرلیتا ہوں۔ اُن کو بار بار

دہراتا ہوں۔ اور اپنی ضمیر کی ہدایت میں اُن کو استعمال کرتا ہوں۔ اور اپنی مرضی کو ان کے مطابق چلاتا ہوں۔ ان کو اپنی زندگی میں ہدایت کرنے کا استحقاق دیتا ہوں بلکہ اُن کو اپنے وجود کا ایک حصہ بنا لیتا ہوں۔ اور اپنے عملی تجربہ میں اس بات کو پاتا ہوں کہ "مسیح کی باتیں میرے لئے روح اور زندگی ہیں"۔

(۸) اپنے مطالعہ کے نتیجوں کی یادداشتیں لکھتے جاؤ۔ اگر ایک بات بھی روزمرہ لکھی جائے تو سال بھر میں تین سو سے زیادہ باتیں اکٹھی ہو جائینگی۔ اکثر لوگ اپنی آمد و خرچ کی یادداشت رکھا کرتے ہیں۔ اور سب کا قاعدہ ہے کہ جب کسی لکچر دینے والے کو سنیں تو لکچر کے نوٹ کر لیتے ہیں۔ پھر کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ ہم اُن باتوں کی یادداشت لکھ رکھیں جو خدا نے ہمارے ساتھ سلوک کرنے میں ہم پر ظاہر کی ہیں۔ میری عادت ہے کہ میں ہمیشہ بائبل میں یادداشتیں لکھنے کے لئے کاغذ کے پرچے رکھتا ہوں اور وہ یادداشتیں مجھے ایسی قیمتی معلوم ہوتی ہیں کہ اگر کسی بڑے مشہور لکچر دینے والے کے لیکچر کے نوٹ کھوئے جائیں تو اتنا مجھے افسوس نہ ہوگا جتنا کہ ان چھوٹے چھوٹے پرچوں کے کھوئے جانے سے ہو۔ کیونکہ ان میں میری روح کے روزمرہ کے جنگ کا حال اور میرے ساتھ خدا کے روزمرہ کے برتاؤ کا حال قلمبند ہوتا ہے +

صلیب بار بار کھڑی کیجاتی ہے۔ مسیح ہمیشہ صلیب پر چڑھایا جا رہا ہے۔ دنیا میں ہر ایک دُکھ اُس کا اپنا دُکھ ہے۔ جو تکلیف انسان کو دنیا میں آتے یا یہاں سے کوچ کرتے وقت دامنگیر ہوتی ہے۔ اُس کے دفن کرنے میں اُس کے خویش و اقربا کا قلق یا اس سے بڑھکر بہادروں کی خود انکاری۔ ان سب میں مسیح موجود ہے۔ اور مسیح دُکھ سہتا ہے ہماری ہر ایک مصیبت میں وہ ہمارے ساتھ ہے۔ ہم کبھی تنہا نہیں بلکہ ہر ایک آگ کی بھٹی میں ابن اللہ ہمارے ساتھ چلتا ہے +

نئی اور پُرانی چیزیں

"وہ اپنا کپڑا پھینک کے اُٹھا اور یسوع پاس آیا"۔ وہ ایک غریب آدمی تھا۔ شاید اُسکے پاس
وہی ایک میلا کچیلا کپڑا ہوگا جو اُس کی مفلسی اور ناداری کا گواہ تھا اور جس کو اوڑھ کر وہ
بھیک مانگا کرتا تھا اُس کے بغیر جاڑے کی سردی کا برداشت کرنا محال تھا۔ اور اگر وہ جاتا
تو اُس کے پاس کیا رہیگا۔ پھر وہ شخص نابینا تھا جب تک وہ کپڑا اُسکے ہاتھ میں تھا وہ
اُس کو قبضہ میں رکھ سکتا تھا۔ لیکن جب رستہ میں پھینک دیا گیا تو اُس کو تلاش کرکے پھر پانے
میں ہزار دقت ہوگی۔ مگر اُس اندھے نے کسی بات کا خیال نہ کیا۔ اپنی کل جائداد پھینک کر
یسوع پاس اپنی آنکھیں حاصل کرنے کے لئے آیا۔ اگر کسی دوست کے سپرد کرتا تو شاید
اُسے کو پھر مل جاتا۔ مگر اب اتنی بھیڑ میں اُس کپڑے کا کیا پتہ لگ سکتا ہے۔ مگر اندھے
کو نور کی سوجھ رہی ہے۔ پولس رسول نے بھی اپنے نفع کی چیزوں کو مسیح کی خاطر نقصان
سمجھا اور وہ اپنی راستبازی کو جسے وہ "بے داغ" سمجھتا تھا پھینک کر مسیح پاس آیا +
مسیح جہان کا نور ہے۔ اسلئے (۱) وہ دل کے اندر آنے کو کیسا تیار ہے۔ روشنی کو کمرے
کے اندر لانے کے لئے سخت کوشش یا منت اور خوشامد کی ضرورت نہیں ہوتی۔ دل کا دروازہ
کھول دینا کافی ہے۔ وہ دروازہ پر کھڑا ہے اور اگر کوئی شخص دروازہ کھولے تو وہ اندر
آئیگا۔ (۲) اُس کو پرے ہٹانا کیسا دشوار ہے۔ روشنی کو اندر آنے سے روکنے کے لئے
ہر ایک دراز اور سوراخ کو بند کرنا پڑیگا۔ مسیح بھی خردل کے دانہ کے برابر ایمان کافی سمجھتا
ہے اور وہ نہایت تنگ راستہ سے اندر آکر عجیب کام کریگا (۳) وہ کسی کی رعایت نہیں
کرتا۔ وہ اپنے سورج کو نیکوں اور بدوں پر طلوع کرتا ہے۔ وہ چھدام ڈالنے والی بیوہ
کی بھی ویسی ہی تعریف کرتا ہے جیسی مالدار زکی کی جو محصول لینے والوں کا سردار تھا
[illegible] جھوٹے سے ویسی ہی رفاقت رکھتا ہے جیسے یہودیوں کے سردار نیقودیمس سے۔

اپنی سلامتی میں تمہیں دیتا ہوں۔ نہ جس طرح سے کہ دُنیا دیتی ہے میں تمہیں دیتا ہوں"۔ دنیا ظاہری سلامتی دینے کی کوشش کرتی ہے۔ مسیح اندرونی سلامتی دیتا ہے دنیا جنگ سے آرام دینا چاہتی ہے۔ مسیح جنگ کے درمیان آرام دیتا ہے +

برٹش میوزیم میں ایک لاکھ اسوری کتبے موجود ہیں جن میں سے بیس ہزار کتبے پڑھے گئے ہیں اور باقیوں کو پڑھنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ اب تک کتابِ مقدس میں سے طوفان کے قصے اور سنحریب کے تذکرہ اور دانیل کے حالات کی تصدیق ہو چکی ہے۔ اور مصری کتبوں سے یوسف کا قصہ اور بنی اسرائیل کا مصر سے نکلنا ثابت ہوا ہے

مسیح زندگی کی روٹی ہے اَور چیزیں کھانے سے انسان کی طبیعت سیر ہو جاتی ہے مگر روٹی سے کبھی سیر نہیں ہوتی اور یہ روٹی زندہ ہے کبھی باسی نہیں ہو سکتی۔ وہ جیسی مسیح کے وقت میں تھی اب بھی ویسی ہی تازہ ہے +

ہفتہ بھر خود غرضی میں لگے رہنے اور اتوار کا روزہ دعا و مناجات میں صرف کرنے سے انسان مسیحی تو نہیں لیکن اچھا فریسی بن سکتا ہے

بائبل زیادہ تر کتابِ زندان ہے جس کو ایسے مقدس اشخاص نے قیدخانہ میں لکھا جو ملزم تھے مگر مجرم نہ تھے یوسف اور شمسون اور یرمیاہ اور سیکڑوں اَور لوگ کیا تھے۔ اسرائیل کا مصر میں اور فلسطیوں کے تابع اور بابل کی نہروں کے کنارے اور یونانی اور رومی بند میں کیا حال تھا۔ پطرس اور یوحنا پولس اور سیلاس کا حال قیدخانہ میں دیکھو۔ پولس کا دستخط "یسوع مسیح کا قیدی" تھا خود جلال کا خداوند ملزم تھا لیکن مجرم نہ تھا۔ ان حالات پر غور کرنے سے کیا تعجب معلوم ہوتا ہے کہ بائبل کا خلاصہ ایک لفظ میں چھٹکارا یا نجات ہے۔ کفارے کے مسئلے میں اصل یہی خیال پایا جاتا ہے یسوع مسیح اسی لئے ظاہر ہوا کہ شیطان کے کاموں کو نیست کرے یا کھولدے۔ ساری مقدس کتاب چھٹکارے کے خیال سے معمور ہے۔ مسیح عبادت خانہ میں پُرانے عہدنامہ کی تہ تک پہنچ گیا۔ جب اُسنے قیدیوں کے چھٹکارے کی منادی کی +

زبور نوزدہم

فضا میں صنعت حق پر خیال کرتے ہیں
فلک بیان خدا کا جلال کرتے ہیں

شب ایک دوسری شب کو ہے معرفت دیتی
یہ دن بھی دوسرے دن سے مقال کرتے ہیں

دہان و لہجہ و لب نطق گو نہیں اُن کے
زبانِ حال سے یہ قیل و قال کرتے ہیں

صدائیں گونجتی ہیں اُن کے تا کی ہر سو
عجیب ٹھاٹھ سے ذکرِ جمال کرتے ہیں

کیا ہے اُس میں کھڑا اُس نے خیمہ سورج کا
جو دوربین ہیں وہ اِس کا خیال کرتے ہیں

دُولہے کی شکل نکلتا ہے آفتاب سپہر
نشا نجم ہیں بدر و ہلال کرتے ہیں +

چھپی نہیں ہے کوئی چیز اُس کی گرمی سے
نظر جنوب سے ہم تا شمال کرتے ہیں

ہوا میں نغمہ سرا طائران خوش الحان
ترا ہی ذکر یہ اے ذو الجلال کرتے ہیں

زبان برگ سے منت ثنائے حق کر کے
درخت سبزہ زاروں کو نہال کرتے ہیں

مسیح رہائی دہندہ

رہائی دی ہمیں قیدِ شریعت سے مسیحا نے
کیا آزاد زندانِ مصیبت سے مسیحا نے

شریعت کے تقاضے جو اُدھورے رہ گئے ہم سے
وہ پورے کر دیئے سب اپنی رحمت سے مسیحا نے

نہ تھے ثابت قدم راہِ شریعت میں کوئی لیکن
سنبھالا بیکسوں کو دستِ قدرت سے مسیحا نے

خدا کے روبرو تب سرخرو ٹھہرے ہیں ہم عاصی
بہایا خون جب اپنا محبت سے مسیحا نے

صلیبی موت کی ایذا اُٹھائی جان پر اپنی
چھڑایا لعنتی خود ہو کے لعنت سے مسیحا نے

مسیحی ہو کے سب لائق ہوئے یہ وجہ ہے اسکی
لیاقت بخش دی اپنی لیاقت سے مسیحا نے

نگاہوں میں خدا کی ہم ہوئے جب پائے صادق
اشارہ کر دیا چشمِ مروت سے مسیحا نے

اُٹھائیں ہیں سبھی دست و پا میں جتنے بھی دکھ
اُٹھائے زخم کس مردانہ ہمت سے مسیحا نے

تسلی کیوں نہ ہو روح القدس پائی ہر ساعت
کیا ہے وعدۂ تقدیس منت سے مسیحا نے

THE MASIHI,

AMRITSAR.

Vol. IV. SEPTEMBER 1899. *No. 9.*

C. H. SPURGEON.

THE
MASIHI
AMRI
جلد ۴ مسیحی نمبر ۱۰
امرتسر
۱۶ - اکتوبر ۱۸۹۹ء
فہرست مضامین
نوٹ اور رائیں ۲۸۵
سٹوڈینٹس کانفرنس منعقدہ
مقام بیاس ۵ تا ۸ اکتوبر ۱۸۹۹ء ۲۹۳
پیریسن صاحب کا ایڈریس ۲۹۷
بیبل کا مطالعہ ۲۹۹
چارلس ہیڈن سپرجن ۳۰۵
مسیحی زندگی نورانی زندگی ۳۱۲
گلدستہ اخبار و غزل وغیرہ ٹائٹل کی
پشت پر۔
مطبوعہ مشن پریس
امرتسر (پنجاب)
C.M.

گذشتہ اخبار

یہ نہ دیکھو کیوں کھو رہے ہو۔ ایک سال کی قیمت ادا کرو اور اب سے لیکر ۱۹۰۰ء کے آخر تک مسیحی برابر لئے جاؤ۔ اگلے مہینے آنریبل کالی چرن بنرجی کے واقعاتِ زندگی معہ تصویر شائع ہونگے جس صاحب کی تصویر سرورق پر دیکھو۔ سمجھ لو کہ اگلے مہینہ انکے حالاتِ زندگی چھپیں گے اور تصویر الگ کاغذ پر دیجائیگی۔ سٹوڈنٹس کانفرنس بابس کے ممبران کی چھ سات مختلف قسم کی تصویریں تیار ہیں مینجر مسیحی کو ۴ بھیجکر گروپ تصویر ضرور منگوائے۔ لیفرائے صاحب کی رسمِ تقدیس بمقام لاہور یکم نومبر کو عمل میں آئیگی غالباً ۴ بشپ صاحبان حاضر ہونگے۔ جاپان میں ۱۸۹۸ء کے آخر میں ۴۰۹۸۱ پروٹسٹنٹ مسیحی تھے یعنی سال ماقبل سے ۴۰۲ زیادہ۔ حال میں گلاسگو کے ایک باشندہ نے ساڑھے دس لاکھ روپیہ ان عورتوں کی مدد کے لئے دیا ہے جو مشنری کام اختیار کریں۔ آرمینیا کے مسیحی شہیدوں کا کچھ اندازہ اس امر سے لگ سکتا ہے کہ اسوقت ڈیڑھ لاکھ بچے یتیم ہیں۔ پادری ایف بی مائر جو گذشتہ جنوری میں پنجاب میں آئے لکھتے ہیں۔ انگلستان یا امریکہ کے مشنری ہندوستان کو مسیح کے لئے کبھی فتح نہ کر سکینگے لیکن وہ برگزیدہ روحوں اور اعلیٰ تعلیم یافتہ مسیحی ہندوستانیوں کو مسیح کی طرف پھیرینگے اور پھر یہ شخص ہند کو فتح کرینگے۔ جہاں کہیں میں گیا میں نے یہی سُنا کہ اس ملک کے لوگ اپنے دیوتاؤں پر اپنا اعتقاد کھو بیٹھے اور حقیقی روشنی کی تلاش میں ہیں اور شریف اور صلح پسند اور پاک زندگیاں گذار رہے ہیں اور انہیں مسیح کی طرف لانے کے لئے صرف ایک جنبش درکار ہے۔ ریاست میسور میں دیسی مسیحی تعلیم میں گوئے سبقت لیگئے ہیں۔ پچھلے سرکاری سال کے اختتام پر ۳۷۹۵ مدرسے تھے جنمیں ۱۱۰۹۷۰ طالبعلم تھے۔ انمیں دیسی مسیحی لڑکوں کی نسبت ۲،۶۱۴،۷ اور لڑکیوں کی ۹۰۹،۵،۴ ہے اور ہندوؤں کی نسبت صرف ۱۳۴۶،۱ ہے۔

مسیحی کی قیمت صرف ڈیڑھ روپیہ سالانہ معہ محصولڈاک ہے۔ اگر آپنے مسیحی سے کچھ فائدہ اٹھایا ہے تو کیا آپکا فرض نہیں کہ آپ اوروں کو بھی اسکے خریدنے کی ترغیب دلائیں۔

اکتوبر ۱۸۹۹ء

نوٹ اور رائیں

دارجیلنگ کا حادثہ جانکاہ۔ دارجیلنگ بنگال گورنمنٹ کا گرمائی قیام گاہ ہے جو سرسبز اور پرفضا پہاڑ ہونیکے باعث سیر و سیاحت اور تبدیل آب و ہوا کرنے والوں کے لئے عمدہ مقام سمجھا جاتا ہے۔ علاوہ دیگر عمارات کے میتھوڈسٹ اسکوپل چرچ کا ایک سکول بھی وہاں موجود ہے۔ ۲۳۔ ماہ گذشتہ کی شام کو اس پہاڑ پر نہایت شدت کا طوفان باران آیا اور قریباً لگاتار تیس گھنٹوں تک پانی برستا رہا۔ اس عرصہ میں [illegible] انچ بارش ہوئی۔ رات کی سخت ہیبت ناک تاریکی اور طوفان کے زور و شور اور اس سے زمین اور آسمان میں قیامت کا سماں تھا۔ مشرقی جانب کے مکانات اور سینے پھسل کر لحظہ میں گرنے شروع ہوگئے۔ ایسے نازک وقت میں کوئی بھاگ کر کہاں جاتا۔ طوفان سے جو نقصان ریل اور تار اور چاء کے باغوں اور بیشمار عمارات کا ہوا وہ تو ہوا۔ اس بربادی بخش "جنگِ عناصر" میں بہت سے گھر بے چراغ ہو گئے ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ قریب پانسو دیسی لوگ جنمیں مسیحی بھی شامل ہیں اور میتھوڈسٹ سکول کی نو لڑکیاں اور لڑکے مکانات کے نیچے دب کر مرے ہیں۔ ان موخر الذکر نوجوانوں کے تلف ہونے کا اسیفہ متصل بیان انگریزی اخبارات میں مندرج ہے جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کلکتہ میتھوڈسٹ مشن کے پادری لی صاحب کی چار لڑکیاں اور ایک لڑکا علاوہ ان کے تھے۔ ایک لڑکا ان پانچوں کا بھائی بصد مشکل کھود کر زندہ نکالا گیا مگر

چند روز تک ضربات کے نتائج سہکر وہ بھی اپنے بھائی بہنوں کے ساتھ آرام میں داخل ہُوا۔ پادری لی صاحب اور انکی میم صاحبہ کے رنج و غم کو کون شخص قیاس میں لا سکتا ہے۔ سات بچوں کے ہرے بھرے خاندان میں سے فقط ایک چند ماہ کا بچہ گود میں باقی رہگیا اور باقی چھ ایک ہفتہ کے اندر نظروں سے غائب ہو گئے۔ اِس میں بھی خدا کی کوئی حکمت ہے۔ وہ اُسی کا مال تھے اور اُسی نے انکو بہتر مکان میں اپنے پاس بُلا لیا۔ ایک بات ان بچوں کی بابت نہایت تسلی بخش ہے کہ جو بڑے تھے انہوں نے اپنی زندگیاں خدا کو نذر کر دی تھیں۔ جب اُس رات میں اِدھر اُدھر مکانات کے گرنے کا شور برپا تھا ان بچوں نے کئی مرتبہ ملکر خدا کے سامنے اپنے گھٹنے ٹیک کر دعائیں مانگیں اور گیت گائے۔ دو دفعہ چھوٹے لڑکوں اور لڑکیوں نے کسی محفوظ جگہ میں پناہ لینے کی کوشش کی مگر سب سے بڑی لڑکی نے بار بار یہی کہا کہ میں نے ابا جان سے وعدہ کیا ہے کہ تمہاری حفاظت کرونگی۔ اگر ہم ایسے نازک وقت میں اِدھر اُدھر جائیں تو ہم ضرور جُدا ہو جائینگے اور میں تمہاری خبر نہیں لے سکونگی یا تو ہم سب بچ جائینگے اور یا ملکر آسمان میں پہنچینگے۔ جیسا خدا کو منظور ہو۔ کھنڈرات میں سے فقط پانچ بچوں کی لاشیں دستیاب ہوئیں اور کھود کر نکالی گئیں اور انکا جنازہ نہایت دھوم دھام اور سنجیدگی کے ساتھ ہُوا۔ دفن کے وقت سکول کے باقی لڑکے اور لڑکیوں نے "سلامِ مسیح کی گود میں" گایا جو نہایت رقت خیز اور سوزناک تھا۔ مسٹر اور مسز لی کو جناب لیڈی کرزن نے اپنے رنج اور ہمدردی کا پیغام بذریعہ تار برقی بھیجا اور ہر ایک دوست اس آفت زدہ والدین کے غم میں شریک ہُوا ہے۔ مگر سب سے بڑی بات یہہ ہے کہ وہ جو لعذر کی قبر پر رویا تھا خود اپنی تسلی کا ہاتھ اُنکے سر پر رکھے ہوئے ہے +

حادثۂ دارجیلنگ کے سبق۔ دُنیا میں شائد کوئی واقعہ ایسا نہیں ہوتا جس سے کوئی نہ کوئی سبق اخذ نہ کیا جائے۔ شائد ایک سبق گزشتہ خوفناک حادثہ کا یہہ ہے کہ آئندہ پہاڑی مکانات کے موقعہ تجویز کرنے اور عمارات بنانے میں زیادہ احتیاط کیجانی چاہئے۔ بعض لوگ پہاڑوں کو محفوظ اور دُکھ مصیبت کے مسکنوں سے بالا سمجھتے ہیں شائد اُنپر ثابت ہو جائیگا کہ اگر میدان میں بارش کے

نہ ہونے سے تکلیف ہوتی ہے تو پہاڑ میں کثرت بارش سے بھی بُری نتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔ خاص الخاص
کے بچوں کی موت میں بھی ہمارے لئے کچھ پیغام ہے۔ بیاس کانفرنس کے موقعہ پر لاہور مشن کالج کے پروفیسر
فلیمنگ صاحب نے جو اُس ہیبت ناک شب میں کئی ایک مصیبت زدوں کے مددگار تھے فرمایا
کہ ان چھ بچوں کا پیغام جو گویا خدا کے فرزند تھے یہہ ہے کہ ہم خُدا کی خدمت پر کمر بستہ تھے لیکن
ہم کو ایک بہتر مُلک میں بُلا لیا گیا ہے اب تم جو باقی ماندہ اور زندوں کی زمیت میں ہو اُس رخنہ کو
جو ہماری موت سے پیدا ہُوا پُر کرو ٭

انتقال پُر ملال۔ ہمیں بھنڈارہ سے یہہ افسوسناک خبر ملی کہ مولوی صفدر علی صاحب
ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر (پنشنر) بھنڈارہ نے ۲۰ ماہ گذشتہ کو انتقال کیا۔ مولانا موصُوف پنجابی کلیسیا
کے بڑے بھاری رُکن اور مسیحیوں کے خیر خواہ تھے۔ آپ حتی المقدور اپنے دیسی بھائیوں کو تعلیم
کی طرف توجہ کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ہمارے لاہور کی کرسچن ایسوسی ایشن جو مسیحیوں میں اعلیٰ
تعلیم کو رواج دینے کے لئے قائم ہوئی ہے ایک طور پر انہیں کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا ہے۔ خدا نے
اُنکے قلم میں بہت طاقت دی تھی آپکے سادہ وضع خوش اخلاق اور مسیحی چلن ہر ایک شخص کو
گرویدہ بنا لیتے تھے۔ محمدی لوگ باوجود سخت درجہ کی مخالفت کے آپکی کتاب نیاز نامہ کی طرز تحریر
جو فروتنی کو لئے ہوئے ہے نہائت پسند کرتے ہیں۔ غذائے رُوح کی تالیف سے آپ نے ہندوستان
کی کلیسیا پر بڑا احسان کیا ہے۔ عُمدہ مضامین اور موزونوں کی غزلیں شائع کرانے سے آپ نے
دیسی علم راگ کو مسیحیوں میں مروّج کرنے کی کوشش کی۔ آپ کے مسیحی اشعار مُدت تک آپکا یادگار
رہینگے۔ اب وہ جو اس مین پر بڑے شوق کے ساتھ پڑھا کرتے تھے کہ

اے یسُوعِ ناصری مشتاقِ دیدار توام۔ عاشقِ زار توام۔ وز جاں خریدار توام

آسمانی گروہ کے ساتھ شامل ہو کر اپنے محبوب کی حمد وثنا گا رہے ہیں۔ خدا اُنکے متعلقین کو صبر عطا فرمائے۔

چند عملی تجاویز۔ ایک معزز نیٹو کرسچن صاحب بعنوان "مشن کے لئے مجموعہ قواعد کی ضرورت"
چند تجاویز مؤدبانہ مشنری صاحبان کی خدمت میں پیش کرتے ہیں جنکو ہم بڑی خوشی سے جگہ دیتے

ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ اب کنفرنس کا وقت نزدیک ہے۔ ہم ممبرانِ کنفرنس سے ملتمس ہیں کہ آپ مہربانی سے سب دیسی خادم الدینوں۔ کیٹی کسٹوں۔ چند مشہور سرخاندانوں ڈاکٹروں سکول ماسٹروں اور بعض دوستوں کی خدمت میں اپنی محبت کے انویٹیشن بھیجئے۔ اور دو چار بندگانِ خدا کو جن بھیجے جو عالمِ بالا کی قوت سے ملبس ہوں اور جنکے مخصوص وعظوں میں الہی ہاتھ ہو۔ اس سے کئی قسم کے روحانی فوائد نکلینگے۔ ایسی روحانی عید کا جلسہ کنفرنس کے اختتام پر ہونا چاہئے تاکہ مشنری صاحبان اسکی سالانہ کارروائی سے فارغ ہوکر اس عید کے آخر تک اطمینان کے ساتھ شامل ہوسکیں اور آخرکار ایک دوسرے کے ساتھ مسیحی محبت کا بوسہ لیکر اپنے اپنے اسٹیشن کو واپس آئیں۔ (۲) نیز یہہ مناسب معلوم نہیں ہوتا کہ باقی تمام سال ٹھنڈا پڑا رہے اسلئے اگر پردیسی اور دیسی خادم الدین ہر ماہ میں ایکبار باری باری ایک دوسرے کے اسٹیشن پر جاکر وعظ کریں۔ بھائیوں سے ملاقات اور دوستی پیدا کریں تو اس سے بھی بہت فائدہ ہوگا۔ کئی ایک نقص اور غلط فہمیاں رفع ہونگی۔ علاوہ ایک دوسرے کی مدد کے خود کلیسیاؤں کے لئے نئی شکل اور نئی قسم کی روحانی غذا بدہضمی کا باعث نہ ہوگی۔ (۳) ہم یہہ بھی بہتر سمجھتے ہیں کہ بزرگ پادری ہیڈمین صاحب کا کسی ایک خاص علاقہ کے ساتھ تعلق نہ ہو۔ بلکہ ایک دیسی پادری صاحب (جنکا نام ہم پیش کرسکتے ہیں) انکے ساتھی ہوں یہہ دونوں ملکر ہر ایک مشن سٹیشن اور انکے متعلق کلیساؤں میں جاکر اپنی روحانی خدمت اپنے تجربہ اصلاح و مشورہ سے بہت فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔ (۴) علاوہ ازیں اگر ممکن ہو تو سی۔ ایم۔ ایس کے بزرگ سکرٹری صاحب اپنے دورہ میں ضرور کسی دیسی مردِ خدا کو اپنے ہمراہ لیجایا کریں۔ معلوم ہوتا ہے کہ نیو کرسچن صاحب کی حدِ نگاہ چرچ مشن کے احاطہ کی چار دیواری تک محدود ہے۔ ہم اُس وقت کے منتظر اور مشتاق ہیں کہ جب مختلف مشن متفق ہوکر ہندوستانی کلیسیا کے فائدہ کے لئے اسی قسم کے قواعد مرتب کرینگے۔ جنسے اتحاد اور رفاقت و ہمدردی بڑھتی جائیگی +

"وہ انکو لیکے الگ ایک ویرانہ میں گیا"۔ ہمارا خداوند خود کچھ حصۂ وقت کا ویرانہ میں بسر کیا کرتا تھا اور گاہ بگاہ اپنے شاگردوں کو بھی دنیا کے شور و غل سے علیحدہ کرکے ستانے کیلئے اپنے ساتھ لیجایا کرتا تھا۔ اناجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ ویرانہ میں وہ خداوند سے سوالات کیا کرتے اور اپنا سارا حال اسکو بتایا کرتے تھے۔ وہ بھی انسے اسی نسبت سوالات کیا کرتا اور انکو خدا باپ سے دعا مانگنا سکھایا کرتا تھا۔ اور یہہ ایک اچھا قاعدہ ہے کہ مسیحی لوگ جب ممکن ہو دنیا سے نکلکر چند روز یا کم از کم کچھ حصۂ وقت کا خلوت میں مسیح کے ساتھ گفتگو

سٹوڈنٹس کانفرنس

بیاس کیمپ

از ۵ تا ۱۰ اکتوبر ۱۸۹۹ء

تجویز اس کیمپ کی تجویز اور ابتدا میں خدا کا ہاتھ بڑے زور سے نمودار ہوا ہے۔ آل لاہور کی ینگ مینز کرسچن ایسوسی ایشن میں بتاریخ ۴ جولائی سنہ حال مندرجہ ذیل تجویز پیش کی گئی۔ کہ چند سالوں سے مختلف ممالک کے طالبعلموں میں مسیحی خدمت کو انجام دینے کیلئے سٹوڈنٹس کیمپ یا کانفرنس نہایت مفید ذریعہ ثابت ہوا ہے۔ اس قسم کے کیمپ میں علاوہ معمولی جلسوں کے شریک کار ایک جگہ رہنے سہنے نشست برخاست خورد و نوش کھیلنے کودنے سے باہمی اختلاط اور ارتباط کا رشتہ تمام تر مضبوط ہو جاتا ہے اور اس طور پر گویا مسیحی فضا میں دن کٹتے ہیں۔ مقام مقررہ کی علیحدگی اس میں امداد دیتی ہوتی ہے۔ جو اشخاص اس میں شریک ہوں انکا خاص مقصد یہہ ہونا چاہئے کہ ہم اپنے خداوند و نجات دہندہ مسیح کے زیادہ نزدیک ہوتے جائیں تاکہ ہماری زندگی میں اسکا جلال زیادہ تر ظاہر ہو۔ اس کیمپ کی تجویز دریائے بیاس کے کنارے غربی ریلوے سٹیشن کے متصل میڈیکل مشن کے احاطہ میں کی گئی۔

تیاری یہہ تجویز معہ دیگر ضروری ہدایات و قواعد کے پنجاب کے مسیحی طالبعلموں میں مشتہر کی گئی۔ مگر منتظمین کو شبہہ تھا کہ کہاں تک کامیابی اس نئی قسم کی خدمت میں ہو سکتی ہے۔ ہندوستان میں اب تک اس کی کوئی نظیر موجود نہ تھی جس سے تجربہ حاصل کیا جائے۔ اور پھر بعض مشکلات درپیش تھیں مثلاً یہہ کیمپ کہاں پر منعقد کیا جائے۔ کیا مسیحی طلبا اسمیں شریک ہونا پسند کرینگے۔ اخراجات کا کیا انتظام ہوگا۔ مگر جس خدا نے کام شروع کیا تھا اُسی نے دعاؤں کا جواب دیا۔ اور اس کیمپ میں پوری کامیابی حاصل ہوئی۔ میڈیکل مشن کی شفقت سے ایک بنگلہ اور مدرسہ اور مشن احاطہ اس مجمع کے استعمال کیلئے بخوشی دیا گیا۔ بعض اصحاب نے ضروری سامان عاریتاً عنایت

فرمایا۔ کانفرنس کے شرکا کی تعداد اُمیدوں سے کہیں بڑھ کر تھی یعنی قریب ساٹھ اشخاص مختلف مقامات سے جمع ہوئے۔ جنمیں چار دیسی خادم الدین اور آٹھ مشنری صاحبان شامل تھے۔ دیگر مشکلات بھی بوجہ احسن حل ہو گئیں۔

چونکہ یہہ کیمپ اپنی قسم کی اوّل نظیر اِس ملک میں ہے اِس لئے اسکی کارروائی کا کسیقدر مفصل بیان کرنا ضرور ہے۔ ۵ اکتوبر کی شام کو افتتاحی میٹنگ تھی۔ منتظم کمیٹی کے چند ممبر پیشتر ہی موقعہ پر پہنچے ہوئے تھے۔ شام کی گاڑی میں ایک بڑی تعداد شرکا کی لاہور سے آگئی۔ ساڑھے چھ بجے پہلی میٹنگ ہوئی جس میں چیرمین صاحب نے اِس موقعہ پر جمع ہونے کے مقاصد کا مختصر بیان کیا۔ ہم اِس تقریر کا خلاصہ ناظرین کی خاطر اِس پرچہ میں شائع کرتے ہیں۔ جمعہ اور سنیچر کے روز یعنے ۶ اور ۷ تاریخ کو تقسیم اوقات میں چنداں فرق نہ تھا۔ صبح بعد چار نوشی کے دُعا و مُناجات کا مجمع ہوتا تھا بعدازاں دس بجے حاضری اور ۱۱ بجے صبح کا اجلاس۔ ایک بجے کے بعد فرصت بعدازاں قریب ۴ بجے تفریح مثلاً شطرنج بازی وغیرہ کی رونق لگی رہتی تھی۔ بعدازاں دوپہر کا ناشتہ اور پھر بعض لوگ دریا کی سیر کو جاتے اور باقی مختلف اقسام کی کھیل کود میں وقت بسر کرتے تھے۔ ساڑھے چھ بجے شام کو دُوسرا اجلاس ہوا کرتا اور قریب آٹھ بجے شام کا کھانا۔ دس بجے پر سارے کیمپ پر کم و بیش خاموشی کا عالم طاری ہوجاتا تھا۔ سنیچر کے روز لاہور کرسچن کالج کے پروفیسر پادری فلیمنگ صاحب نے دارجیلنگ کے حادثہ کا رقت خیز بیان سُنایا۔ اتوار کے دن علاوہ معمولی صبح کی عبادت عشاء ربانی اور شام کی بندگی کے دوپہر کے وقت ایک خاص اجلاس طالب علموں کے لئے منعقد ہوا جس میں مسیحی خدمت کرنیوالوں کیلئے ایک مختصر مقولہ تجویز کیا گیا۔ پیر کی صبح کو خاتمہ ہوا۔

یہہ کیمپ دُعا اور دھیان کا مجمع تھا۔ چنانچہ کم از کم تین مجمع ہر روز ہوتے تھے۔ سب سے پہلے تیاری کا ایک گھنٹہ صبح کیوقت مقرر تھا جسمیں زیادہ تر دُعائیں ہوتی تھیں۔ دوپہر اور شام کے وقت خاص مضامین پر تقریریں کیجاتی تھیں۔ تقریر کرنیوالوں میں عموماً ایک مشنری اور دو لاہور مشن کالج کے گریجوایٹ ہُوا کرتے تھے۔ جمعرات کی ابتدائی میٹنگ کا ذکر اُوپر کیا گیا ہے جمعہ

کے روز اول اجلاس میں خدا کے ساتھ چلنا" خاص مضمون تھا۔ جسپر لاہور ڈوٹی سکول کے پروفیسر
پادری وڈ صاحب نے ایک نہایت عالمانہ اور موثر تقریر کی۔ آپنے فرمایا کہ جیسا خدا بیٹے کا رخ
ازل سے خدا باپ کیطرف ہے اسی طرح اس رستہ میں ہمارا رخ خدا کیطرف ہونا چاہئے۔ تب اس
آفتاب صداقت کی کرنیں ہمارے چہرہ پر نمودار ہونگی۔ اور اس راہ میں مسیح خود ہمارے ساتھ ہے
اور اگرچہ ایک معنے میں ہم سب کی زندگی مختلف ہے تو بھی مسیح کے ساتھ ہونے سے ہمارا رخ ایک
ہی سمت کو ہوتا ہے۔ انکے نتائج ہماری اپنی زندگی میں اور اوروں کو مسیح کیطرف لانے میں
ظاہر ہوتے ہیں۔ بعد ازاں پروفیسر سراج الدین صاحب نے اس رستہ کی چند ضروری ہدایات
اور مشکلات کا ذکر کیا اور فرمایا کہ جو کچھ مسیح کو رستہ میں ملتا وہ اسکی طرف ایسی توجہ کرتا تھا کہ
گویا وہ اسکی مجوزہ زندگی کا ایک حصہ ہے۔ آپکی تقریر کا یہہ فقرہ بھی قابل یاد رکھنے کے ہے کہ
مسیح کی زندگی جذب ہونے کے لئے نہیں بلکہ انعکاس کے لئے ہے بعد ازاں ینگ مینز
کرسچن اسوسی ایشن کی انڈین نیشنل کونسل کے سکرٹری مسٹر میکانکی صاحب نے عموس ۳:۲ (سیاق)
کو پیش کیا کہ اگر دو شخصوں نے آپس میں عہد و پیمان نہ باندھا ہو تو کیا وہ ایک رستہ پر اکٹھے
چل سکتے ہیں۔ شام کے اجلاس میں راولپنڈی کالج کے پروفیسر پادری انڈرسن صاحب نے
طالبعلموں کی مشکلات کا ذکر کیا۔ انکے بعد مسٹر ارنسٹ میاداس نے اپنے تجربہ سے بتایا
کہ کس قسم کی مشکلات خصوصاً بلحاظ غیر مذاہب کے طلبا کے پیش آیا کرتی ہیں۔ ہم انکے سامنے
مسیح کا اقرار کرنے سے شرم کھاتے ہیں۔ پھر ہم اپنے کام کی ذمہ واری کو محسوس نہیں کرتے
اتوار کا دن کاٹنا بھی ایک عملی مشکل مسیحی طالبعلموں کی ہے۔ اور اپنی زندگی بسر کرنیکے
لئے کوئی مناسب پیشہ اختیار کرلینا بھی آسان معاملہ نہیں۔ مسٹر سراج الدین نے خصوصاً
مسائل کے متعلق مشکلات کا ذکر کیا۔ سینچر کی دوپہر کو بائبل کا مطالعہ" مقرری مضمون تھا
مسٹر مکانکی نے تین الفاظ میں خلاصہ ادا کیا یعنے تلاش۔ مقابلہ اور دھیان۔ بعد ازاں
مسٹر ارنسٹ دتا نے ایک عملی طریق پیش کیا کہ پڑھتے وقت چار باتوں کا خیال رکھنا چاہئے

کسی خاص باب کا عنوان یا مضمون خاص خیال تعلیم اور کوئی خاص آیت۔ اور فرمایا کہ تلاوت کیوقت تین چیزوں سے
دو کاغذ قلم اور دعا سے۔ اور بعض خاص سوالوں کو پیش کیا۔ اسی اجلاس میں ایک پنجاب ڈسٹرکٹ یونین کی تجویز پیش
کیگئی یعنی پنجاب کی ینگ مینس کرسچن اسوسی ایشن ہندوستان کی مختلف اسوسی ایشنوں کے ساتھ ملکر کام کرے
اسکے مقاصد مندرجہ ذیل ہیں (۱) وقتاً فوقتاً ڈسٹرکٹ کنونشنوں کا انتظام کرنا۔ (۲) اسوسی ایشنوں میں
باہمی ملاقات اور میل ملاپ کا رشتہ قائم کرنا۔ (۳) نئی نئی اسوسی ایشنوں کو قائم کرنا (۴) خط و کتابت اور
تحریر و تصنیف کے ذریعہ نیشنل کونسل کے ساتھ ملکر کام کرنا۔ پانچ ممبر خاص لاہور کی اسوسی ایشن میں سے اور ایک ایک
علاقہ کے مختلف مجمعوں میں سے اسکے ممبر ہونگے۔ پریذیڈنٹ سکرٹری اور خزانچی اسکے کارکن ممبر ہونگے جنکو کمیٹی منتخب
کیا کریگی۔ شام کے جلاس میں شخصی محبت پر چند خیالات پیش کئے گئے۔ اتوار کی دوپہر کو ہندوستان کو اسی پشت میں
انجیل سنانے کیلئے تحریک کیگئی۔ بظاہر یہ غیر ممکن معلوم ہوتا ہے لیکن خدا کے آگے سب کچھ ممکن ہے اسکے تمام احکام قدرت
کی طاقت کو لئے ہوئے ہیں۔ اس مقولہ کا یہ مطلب نہیں کہ سب لوگ مسیح پر ایمان لے آئینگے۔ لیکن یہ کہ وہ مسیح کی خبر
سن لینگے۔ اسلئے جو کچھ ہم کریں ہمارے مدنظر یہی ہو۔ یہ کوئی ایسا کام نہیں جو خاص مشنریوں ہی سے متعلق ہو۔
اتوار کے روز صبح کی عبادت اور عشاء ربانی کی ترتیب پریسبٹیرین دستور کے مطابق ہوئی۔ اور شام کی بندگی
چرچ آف انگلنڈ کے طریق پر کسی یگانگت اس انتظام سے مترشح ہوتی ہے۔ ہم خواہ کسی چرچ میں ہوں
سب ملکر مسیح میں ایک ہیں۔ ہمارے اصول ایک ہی ہیں فروعات میں فرق ہو تو ہم ایکدوسرے کے مخالف نہیں ہیں
اور ہمیں یقین ہے کہ جب ہمارا ہندوستانی چرچ ہوگا تو نہ یہ ہوگا نہ وہ ہوگا بلکہ کوئی اور ہی صورت ہوگی اسوقت ہم کو مناسب
ہے کہ جہانتک ہو سکے اپنے خفیف اختلافات کے خیالات کو برطرف کرکے اتفاق اور اتحاد پر زور دیں تاکہ
ایک ہی خداوند کا جلال ملکر ظاہر کریں۔

باقی انتظام کی نسبت یہہ کہنا ضرور ہے کہ کھانے پینے اور رہائش کا انتظام ایسا عمدہ تھا کہ کوئی کسی
قسم کی شکایت سننے میں نہیں آئی جنگل میں منگل کا سماں تھا تفریح کے سامان نہایت فرحت بخش اور برادرانہ
محبت کو بڑھانیوالے تھے۔ گویا سارا وقت ایسے بسر ہوتا تھا کہ ایک ہی خاندان کے بچے ہیں۔ علاوہ روحانی فائدہ
کے سب اس خیال کو لئے ہوئے روانہ ہوئے کہ بیشک ہم ایک ہی باپ کے فرزند اور ایک ایمان میں شریک ہیں اور سب
مشتاق تھے کہ آئندہ سال اس قسم کے مجمع ہوا کریں۔ جیسا دریائے بیاس میں سیراب کرنے کی طاقت ہے کہ چاروں طرف کی
خشک زمین کو سرسبز کرے اسی طرح پنجاب کا اول کیمپ اس پر ازیں تھا۔ ضرور ہے کہ ہم سب ایک ایک نہر کی طرح

سٹوڈنٹس کانفرنس

چیرمین صاحب کا ایڈریس

آج ہم سب خوش ہیں کہ ہم کو یہاں جمع ہونیکا موقعہ نصیب ہُوا ہے۔ شائد مناسب ہو گا کہ میں مختصر طور پر اِس کانفرنس کے مقاصد کا ذکر کروں۔ انگلستان کی سٹوڈنٹس کانفرنس نے اپنے اشتہار میں مندرجہ ذیل چار مقاصد کا بیان کیا ہے۔

اوّل۔ طالب علموں کی رُوحانی زندگی کو ترقی دینا۔ یقیناً ہمارے یہاں اکٹھے ہونے کا یہی مدعا ہے۔ ہماری آرزو ہے کہ جب ہم یہاں سے واپس جائیں تو زیادہ مضبوط اور مسیح کی صورت میں ہو کر جائیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ اِس جگہ آنے سے ہم میں کچھ فرق ہو جائے۔

دوئم۔ مختلف کالجوں اور مدارج اور فرقوں کے طالب علموں کو مسیحی رفاقت میں متحد کرنا۔ ہم مختلف مقامات سے یہاں آ کر جمع ہوئے ہیں۔ ہمارے خیالات میں بہت سے اختلاف ہیں لیکن ہم اِس امر پر زور دینا چاہتے ہیں کہ ایک بات میں ہم سب متفق ہیں ہم سب ملکر مسیح میں ایک ہیں۔

سوئم۔ کالجوں میں مسیحی خدمت کے مختلف طریقوں پر غور کرنا۔ ہم یہاں کچھ حاصل کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ تاکہ جو کچھ ہم سیکھیں اُس پر عمل کریں۔ جب ہم یہاں سے منتشر ہوں اُس وقت کانفرنس کا خاتمہ نہیں بلکہ شروع ہو گا۔ چاہیے کہ ہم نہ فقط اپنے اپنے کالج کی طرف سے اس کانفرنس میں شریک ہوں بلکہ یہہ کانفرنس ہمارے ساتھ ہمارے کالج میں جائے۔

چہارم۔ دُنیا میں انجیل سُنانے کی نسبت طالب علموں کی ذمہ داری پر زور دینا۔

یہ یہاں اکٹھے ہونے کے مندرجہ بالا چند مقاصد ہیں۔ لیکن ایک فقرہ میں ... ہے کہ اس کانفرنس سے انڈین سٹوڈنٹ موومنٹ کے کھڑا کرنے میں مدد ہو

سینکڑوں طالب علموں کو ہندوستان کے کالجوں کو مسیح کی خاطر فتح کرنے کے لئے تحریک کی۔
کیا اس قسم کی کوئی انجمن موجود ہے۔ یقیناً موجودہ کانفرنس اس امر کا ایک نشان ہے کہ
کم از کم اسکا آغاز ہو رہا ہے۔

اس قسم کی انجمن کا ایک بڑا بھاری راز ہے جو یوحنا ۷ باب کی ۳۷-۳۹ آیات میں
مندرج ہے "جو مجھ پر ایمان لاتا ہے۔ اُسکے بدن سے جیتے پانی کی ندیاں جاری ہونگی"
اس سال کے شروع میں مارٹ صاحب کا آخری ایڈریس اسی آیت پر تھا۔ ہم میں
سے بہت اس موقعہ پر اپنے پانوں پر کھڑے ہو گئے تاکہ ظاہر کریں کہ ہم روح القدس
حاصل کرنے کی آرزو رکھتے ہیں۔ کیا اس سال میں ہمارے بدن سے زندہ پانی
کی ندیاں جاری ہوئی ہیں۔ اگر نہیں تو کیا وجہ ہے۔ اس عجیب وعدہ کے ساتھ
ایک شرط لگی ہوئی ہے۔ یہہ وعدہ آج کے دن بھی راست ہے۔ جو طاقت کالجوں
کو مسیح کی خاطر حاصل کرنے کے لئے درکار ہے۔ وہ ہمارے ساتھ موجود ہے اور
وہ روح القدس ہے۔ لیکن روح القدس کو حاصل کرنے کے لئے اس شرط
کو پورا کرنا ضرور ہے۔ وہ کونسی ضروری شرط ہے۔ وہ ہے مجھ پر ایمان لانا۔ ایک
بیان سمجھتے ہیں کسی بات کو مان لینا اور ہے اور ایک شخص پر ایمان لانا دوسری بات ہے
شخص پر ایمان لانا یہہ ہے کہ ہم ضرورت کے موقعہ پر اُس سے امداد کی توقع رکھیں اور ساتھ
ہی جہاں کہیں وہ ہماری ہدایت کرے اُسکے پیچھے پیچھے چلے چلیں۔ اسلئے اگر ہم کالجوں
میں سٹوڈنٹس موومنٹ قائم کرنا چاہیں تو ضرورت ہے کہ مسیح پر ایمان لانا سیکھیں جو
مجھ پر ایمان لاتا ہے" یہہ کوئی خیالی مسیح نہیں ہے بلکہ وہ یقینی مسیح جو بائبل میں ہی [illegible]
میں ظاہر ہوا ہے۔ وہ ہم کو اسی کتاب میں ملتا ہے۔ اس لئے اگر ہم اسکو اسی طرح جانیں
جیسا وہ ہے اور اُس کی روح حاصل کریں تو ہم میں سے ضرور پانی کی ندیاں جاری
ہونگی جیسی کہ اُس میں سے ہوتی تھیں۔

بائبل کا مطالعہ

ہماری اپنی رُوحانی ترقی کے لئے

۵

بائبل کا باقاعدہ مطالعہ کرنے میں دل کی کیسی حالت ہونی چاہئے

(۱) یہ مطالعہ بڑی سرگرمی روح کے ساتھ کرنا چاہئے رسکن صاحب کا قول ہے کہ "اگر کوئی شخص کسی تصویر کو بخوبی سمجھنا چاہے تو اُسے ہمہ تن [illegible] جانا چاہئے"۔ اسی طور پر جو آدمی خدا کی گہری باتوں کو سمجھنا چاہتا ہے [illegible] چاہئے کہ اپنا سارا دل اُن میں لگائے ✢

(۲) مطالعہ کرنے کے وقت ہمارے دل کا سارا بھروسہ رُوح القدس [illegible] ہونا چاہئے۔ رُوح القدس کی بتائی ہوئی باتیں وُہی رُوح سمجھا سکتی ہے ✢

(۳) مذکورہ بالا بیان سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ مطالعہ کرنے کے وقت [illegible] رُوح سے بھرپور ہونا چاہئے۔ جارج مُلر صاحب اپنے بائبل [illegible] مطالعہ کا تجربہ یوں بیان کرتے ہیں کہ "جب سے مَیں نے تین گھنٹے گھٹنوں [illegible] بائبل پر خرچ کرنے شروع کئے تو مَیں نے یہاں تک ترقی کی کہ جو باتیں [illegible] حاصل کرتا تھا اُس سے زیادہ اِن تین گھنٹوں میں سیکھنے [illegible] سے خدا کا کلام مجھے پیارا معلوم ہونے لگا"۔ مُلر صاحب [illegible] انہوں نے اِن تین گھنٹوں کے عرصہ میں پہلے کئی سالوں [illegible] واقعات سیکھ لئے نہیں بلکہ اُن کا یہ مطلب ہے کہ انہوں [illegible] کی روشنی کو ساتھ لیکر خدا کے کلام میں ایسے طور پر وقت [illegible] کہ اُن پر خدا کی باتوں کا کوئی بھید کُھل گیا۔ اور اس بھید کے

کھلنے نے کئی ایک اَور بھیدوں کو بھی اُن پر روشن کر دیا۔ یہاں تک کہ خدا کی صداقت کا پورا چہرا اُن کو نظر آنے لگ گیا۔ اِس بات کی ہمیں اکثر ضرورت ہے کہ جب ہم خدا کے کلام سے نظر اٹھانے لگیں تو ہمارے دل سے یہ دُعا نکلے کہ "اے خداوند میری آنکھوں کو کھول دے کہ مَیں تیری شریعت کی عجیب باتوں کو دیکھوں" عام باتوں کو خدا کی خاص مدد کے بغیر بھی ہم دیکھ سکتے ہیں لیکن خدا کی عجیب باتوں کو محض انسانی عقل سے خواہ کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو۔ہم بالکل نہیں سمجھ سکتے۔

(۴) اِس مطالعہ کرنے میں ہمیں بچّوں کا سا دل لے کر جانا چاہیئے۔ بیکن صاحب اس بات پر زور دیتے ہیں کہ "جو آدمی نیچر کے علوم کے میدان میں قدم رکھے۔ اُس کو چھوٹے بچّے کی طرح بننا چاہیئے" خداوند مسیح نے اسی بات کی تاکید کی جب اُس نے کہا کہ "تا وقتیکہ تمہارے دل بدل نہ جائیں اور تم چھوٹے بچّوں کی طرح نہ بن جاؤ تب تک تم خدا کی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکتے" پس خدا کے گہرے بھیدوں کے سمجھنے کے لئے اس سے بھی کتنا اَور زیادہ درکار ہوگا؟

(۵) فرمانبردار دل کے ساتھ مطالعہ کرنا ضروری ہے۔ بائبل کی باتوں کا جو کچھ مطلب ہے ہمیں اس کو اپنی غرض کے لئے بدل نہیں ڈالنا چاہیئے بلکہ ضرور ہے کہ ہم اُس کی خاطر اپنی زندگیوں کو بدل دیں۔ خواہ ہمیں کتنا ہی نقصان اٹھانا پڑے۔ "روحانی باتیں سیکھنے کے لئے فرمانبردار دل ایک بڑا وسیلہ ہے"

(۶) بالآخر خدا کے کلام کا مطالعہ اُس پر عمل کرنے کی نیّت سے کرنا چاہیئے۔ یا جیسا خدا کے کلام میں اسی بات کو یوں بیان کیا ہے کہ "سب کچھ جو خداوند نے ہمیں فرمایا ہے۔ ہم اُسے کرینگے"۔ اگر ہم آج مصمم ارادہ کر لیں کہ بائبل کا مطالعہ کرنے میں جو احکام ہمیں ایسے نظر آئیں جن کو ہم نے ابھی تک نہیں

مانا تو اُن کو ہم اب سے لے کر خدا سے مدد پاکر مانینگے۔ یا اگر ایسی نصیحتیں ملیں جن کی ہم نے پہلے پروا نہیں کی۔ تو اب خدا سے قوت پاکر اُن پر چلینگے یا اگر۔ نیک زندگی کے ایسے نمونے نظر آئیں جن کی ہم نے پہلے پیروی نہیں کی۔ تو اب سے رُوح القدس کی برکت کے ساتھ اُن کی پیروی کرینگے۔ اگر ایسے ایسے ارادے ہم مصمم طور پر دل میں ٹھان لیں تو ہماری زندگیوں میں بڑی جلد اور نمایاں ترقی نظر آئیگی ؛

۶

بئیبل کے باقاعدہ مطالعہ کرنے کا وقت

(۱) اس مطالعہ کے لئے ایک وقت مقرر رکھنا چاہئے۔ مادی اور فارسی لوگوں کے مقرر وقتوں کی طرح ہمیں اس وقت کو کبھی بدلنا نہیں چاہئے۔ علم النفس کا یہ ایک مشہور قانون ہے کہ کسی عادت کے پختہ کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم مقرر قاعدے کو ہرگز ٹوٹنے نہ دیں ؛

(۲) مطالعہ کے لئے روزانہ وقت ہونا چاہئے مثلاً ہو سکتا ہے کہ ہم میں سے کسی کو ہفتہ بھر میں صرف ایک دفعہ مقرر وقت مل سکے لیکن یہ نہایت ہی بہتر ہوگا کہ ہر روز کچھ وقت اس کام کے لئے ہمیں ملے۔ دنیا ہمیں ہر روز اپنی طرف کھینچتی ہے شیطان اپنا جال ہمارے رستے میں دن بھر کے اندر ایک سے زیادہ دفعہ بچھاتا ہے۔ ہمارا نفس دن میں کئی دفعہ ہم پر غالب آنا چاہتا ہے پس ضرور ہے کہ دن میں کم از کم ایک دفعہ ہم اپنی زندگی کے لئے روحانی قوت حاصل کریں ؛

(۳) مطالعہ کے لئے اتنا کافی وقت ہونا چاہئے کہ شتاب کرنے کی ضرورت نہ پڑے۔ ہمیں یہ سبق سیکھنا ضروری ہے کہ وقت بھی کچھ معنی رکھتا ہے روحانی

بننے میں کچھ وقت ضرور خرچ ہوتا ہے۔ روحانیت اتفاق سے پیدا نہیں ہو جاتی۔ اس کے واسطے پہلے کافی اسباب موجود ہونے چاہئیں۔ اگر ہم چاہتے ہیں۔ کہ ہماری زندگیوں میں بڑے رُوحانی نتیجے نظر آئیں تو اس کے لئے پہلے کافی روحانی اسباب کا موجود ہونا ضروری ہے۔ عالمِ روحانی کی باتیں بھی قوانینِ قدرت کے مطابق چلتی ہیں۔ شائد اب کوئی پوچھے کہ اس مطالعہ کے لئے کافی وقت کتنا ہوگا؟ اس کے جواب میں ہم بڑے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ ہم میں سے کسی کے لئے بھی آدھ گھنٹہ روزانہ سے کم وقت لگانا کافی نہ ہوگا۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ ہم اتنا وقت مطالعہ میں لگائیں کہ مطالعہ کرتے ہوئے وقت کا خیال بھول جائے اور گھڑی کی طرف بار بار دیکھنے کا خیال نہ آئے۔ اور یہ بھی ضروری ہے کہ جو کام ہم ابھی کر چکے ہیں یا مطالعہ کے بعد کرنا چاہتے ہیں وہ بھی یاد نہ آئیں۔ غرض یہ کہ اتنا وقت ہو کہ ہم خدا سے مل سکیں۔ اور یقینی طور پر اُس کو اپنے ساتھ بولتے ہوئے سُن سکیں۔ ہم اس بات پر زور دیتے ہیں کہ یہ مطالعہ ایک رسمی بات نہ ہو۔ بلکہ ایسا ہو کہ اس کے ذریعے ہر ایک روح فی الحقیقت اپنے خدا کے ساتھ میل کر سکے۔

(۴) جو وقت دن بھر میں سب سے اچھا ہو۔ اُس کو بائبل کے مطالعہ میں صرف کرنا چاہئے۔ یہ وقت کونسا ہو سکتا ہے؟ کچھ عرصہ میں خیال کرتا رہا۔ کہ بائبل کا مطالعہ رات کو سب کاموں سے پیچھے کرنا چاہئے لیکن مجھے معلوم ہُوا۔ کہ اُس وقت میرا دل عموماً تھکا ہُوا ہوتا تھا۔ یا جو باتیں دن کو ہو چکی ہوں اُن کے خیال میں مصروف ہوتا تھا۔ پھر میں نے دوپہر کے وقت کو آزمایا لیکن اُس وقت بھی کئی خلل انداز باتیں اِس مطالعہ میں حارج ہو جاتی تھیں۔ آخرِ کار کئی سال کا عرصہ ہُوا جب میں کیمبرج میں تھا تو میں نے صبح کے وِرد کی بات سُنا جس کا یہ مطلب ہے کہ دن کا پہلا ایک یا آدھا گھنٹہ خدا کے حضور تنہائی میں

صَرف کیا جائے تب سے مَیں نے اِس طریقے کو اختیار کیا۔ مجھے پختہ یقین ہے اور آپ میں سے بھی بعض جو اِس طریقے پر چلتے ہیں۔ اِس بارے میں متفق ہونگے کہ یہی وقت دِن بھر میں سب سے اچھا ہے۔ اِس وقت دوسری باتوں میں دل مصروف نہیں ہوتا۔ اور ذہن عموماً صاف اور حافظہ تیز ہوتا ہے۔ اور شائد یہ بہتر ہوگا کہ مطالعہ کرتے وقت ہم اِن فائدوں کا بھی خیال نہ کریں ۔

مذکورہ بالا ساری باتوں کا خلاصہ ہم یُوں بیان کر سکتے ہیں کہ صبح کے وقت کا بائبل کا مطالعہ ہمیں نفس اور گناہ اور شیطان کے ساتھ لڑنے کے لئے تیار کر دیتا ہے۔ اور ہمیں لڑائی کے ہتھیار پہننے کے لئے دوپہر دن چڑھنے تک انتظار کرنا نہیں پڑتا۔ اس سے یہ نہیں ہوتا کہ پہلے بدمزاجی ہم پر غالب آجائے۔ یا کسی کو ہم سخت باتیں کہدیں۔ یا کوئی ناواجب خیال ہمارے دل میں آچکیں۔ یا کسی اُلجھانے والے گناہ میں ہم مبتلا ہو جائیں۔ اور پھر اپنی بائبل کا مطالعہ شروع کریں۔ نہیں بلکہ اِس طریقے کے اختیار کرنے سے پہلے ہی سے ہم ہوشیار اور مسلح ہوکر دن کا کام شروع کرتے ہیں۔ امتلاعِ متحدہ کے پریزیڈنٹ **جان کوئنسی آدم** صاحب اپنے روزانہ بائبل کے مطالعہ کی بابت اپنے روزنامچے میں لکھتے ہیں کہ "دن کے کاموں میں سے اِسی کام کو پہلے کرنے کا طریقہ مجھے سب سے اچھا معلوم ہوتا ہے"۔ **لارڈ کیرنس** صاحب جو برطانیہ کے سب سے زیادہ کام کرنے والے آدمیوں میں سے تھے۔ ہر روز پہلا ڈیڑھ گھنٹہ بائبل کے مطالعہ اور خلوت کی دعا میں خرچ کیا کرتے تھے۔ ہم میں سے بہتوں نے یہ بھی سُنا ہوگا کہ جب **گارڈن** صاحب سوڈان میں تھے۔ وہ ہر صبح اپنے خیمے سے باہر ایک نشان کھڑا کر دیتے تھے۔ جس کا یہ مطلب تھا کہ اُس وقت اُن کے خلوت کے کام میں کوئی خلل نہ ڈالے۔ حال ہی کا ذکر ہے کہ میرے ایک

دوست نے مقام ونڈسر پر ملکہ معظمہ کے کمرے میں گارڈن صاحب کی بائبل دیکھی۔ اور انہوں نے مجھے بتایا کہ اِس بائبل کے ورق جس کو صاحب مذکور صبح کے وقت پڑھا کرتے تھے اس قدر استعمال ہو چکے تھے کہ مشکل سے اُس کے لفظوں کو کوئی شخص پڑھ سکتا۔ اِن کی مثال سے ہمیں ہنری ہیوبلاک صاحب یاد آتے ہیں۔ جو اِس بات کو ہمیشہ مدِنظر رکھتے تھے کہ ہر صبح بائبل کے کسی حصے پر تنہائی میں غور کریں۔ جب کبھی اُن کو بھاری کوچ کرنا پڑ جاتا تھا جس کے واسطے اُن کو اپنی عبادت کے وقت سے پہلے جاگنے کی ضرورت پڑتی۔ تو اُس صورت میں وہ ایسا سویرے جاگتے کہ اپنی مقررہ عبادت کو بغیر خلل کے ادا کر لیتے۔ رسکن صاحب نے آکسفورڈ کے طالب علموں کو لکچر دیتے ہوئے کہا کہ "تمہارا صبح کا سب سے پہلا کام یہ ہو کہ بائبل کا کوئی حصہ اچھی طرح سے سمجھ لو۔ اور جو کچھ سمجھ لیا ہو۔ اُس کو دن بھر عمل میں لاؤ۔" فرینک۔ صاحب ہر روز پہلا گھنٹہ تنہائی کی عبادت میں مصروف کرتے تھے۔ ویسلی صاحب کا یہ قاعدہ رہا کہ اپنی زندگی کے اخیر چالیس برس میں ہر صبح چار بجے اُٹھ بیٹھتے تھے اور ایک سے دو گھنٹے تک بائبل کے مطالعہ اور دعا میں صرف کرتے تھے۔ ردرفورڈ صاحب کی عادت تھی کہ ہر صبح تین بجے جاگتے اور صبح کا سارا وقت دعا اور دھیان اور مطالعہ میں خرچ کرتے +

اِن ساری مثالوں سے بڑھکر ہمیں نہایت معتبر شہادت کے ذریعے معلوم ہے کہ مسیح دن چڑھنے سے بہت پہلے جاگا کرتا تاکہ خدا کے ساتھ ہمکلامی کرے۔ جب مسیح کو اس بات کی اتنی ضرورت تھی تو ہم کیونکر اُس کے بغیر رہ سکتے ہیں۔ رُوحانی بننے کے لئے کچھ قیمت ادا کرنی پڑتی ہے۔ کیا ہم اس قیمت کے ادا کرنے کے لئے تیار ہیں؟ + (تمام شد)

چارلس ہیڈن سپرجن

(۲)

یہ سال مسٹر سپرجن کی زندگی میں ایک اَور لحاظ سے بھی قابلِ یاد تھا کیونکہ اسی سال میں ۹ جنوری کو اس کی شادی مس سُوسَنّہ ٹامسن سے ہوئی جو اُس کی زندگی کی سچّی رفیق وہمدم تھی۔ وہ صرف خاوند کی چاہتی بیوی اور اُسکے سر کا تاج ہی نہیں تھی بلکہ وہ انجیلی بشارت کے کام میں بھی اُس کی مددگار تھی۔ اگرچہ اُس کو سخت بیماری کی وجہ سے اپنے کمرہ سے باہر نکلنے کا کم اتفاق ہوتا تھا مگر بک فنڈ کے ذریعہ جس کی وہ بانی تھی مسٹر سپرجن کی تصنیفات کی ہزارہا جلدیں اور لاکھہا وعظ دُنیا کے ہر ایک حصّہ میں سیکڑوں غریب واعظانِ انجیل اور دیگر شایقین کی کُتب خانوں میں پہنچ گئے۔ اور ہزاروں تسلّی آمیز خطوط جو اُس نے اپنے خلوت خانہ میں لکھے ہزارہا مصیبت زدہ اور غمناک اشخاص کی تسکین کا باعث ہوئے۔ مسٹر سپرجن کے ہاں صرف دو توام لڑکے پیدا ہوئے جن کے نام چارلس اور ٹامس ہیں۔ یہ دونوں بھی اپنے باپ کی طرح انجیلی خدمت میں سرگرم ہیں۔

ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ بوجہ تنگیٔ مقام اور ہجومِ خلقت کے یہ تجویز کی گئی تھی کہ مسٹر سپرجن کے لئے ایک خاص عبادتگاہ تعمیر کی جائے۔ چنانچہ اُسی وقت سے چندہ شروع ہوگیا اور قریباً ۳۱ ہزار پونڈ یا چار لاکھ روپیہ کے خرچ سے ایک بڑا عالیشان مکان تعمیر کیا گیا جو میٹروپولیٹن ٹیبرنیکل ؎ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ عمارت بڑی وسیع اور کشادہ ہے جس میں قریب ۶ ہزار آدمی کے بیٹھنے کی گنجایش ہے۔ اُس کے علاوہ اُسکے ساتھ اَور بھی کئی ایک مکان دوسرے دینی کاروبار کے لئے جو اُسکے متعلق جاری کئے گئے ہیں۔ یہ عالیشان عمارت ۱۸ مارچ ۱۸۶۱ء کو کھولی گئی۔ اور اُس وقت سے مسٹر سپرجن ہمیشہ اُسی میں ہر ہفتہ عبادت کرانے رہے اور لاکھوں لوگ انجیل کی حیات بخش خوشخبری کو سُن کر اُس کے چشمۂ فیض سے سیراب ہوئے

؎ چند سال ہوئے یہ مکان آتشزدگی سے تباہ ہوگیا

ہم صفحۂ دنیا پر کسی اور مکان کا نشان نہیں دے سکتے جس میں انجیل کی منادی روح کی برہان اور قدرت سے اس قدر عرصہ تک ہوتی رہے اور جس میں اس قدر جانیں تاریکی کی قید سے آزاد ہو کر اس آفتاب صداقت کی روشنی میں لائی گئیں +

مسٹر سپرجن اگر صرف وعظ ہی کرتا اور اُس کے سوا کسی اور کام کو ہاتھ نہ لگاتا تو بھی اُسکی شہرتِ دوام کے لئے کافی تھا۔ مگر اُس نے اِس سے بڑھ کر اور بھی بہت کچھ کیا۔ ہم جانتے ہیں کہ اُس کے وعظ سننے کے لئے آٹھ دس ہزار مرد و عورت ہر ہفتہ جمع ہوتے تھے۔ مگر یہ جماعت اُن اشخاص کی تعداد کے مقابلہ میں جو اُس کے کلام سے فیضیاب ہوئے بہت تھوڑی تھی مسٹر سپرجن کے لندن میں آنے سے چھ ماہ بعد اُس کے ہفتہ وار وعظ چھپنے شروع ہو گئے تھے اور اُس کی اشاعت ہزار دو ہزار جلد سے شروع ہو کر تھوڑے ہی عرصہ میں پچیس ہزار تک پہنچ گئی اور اُسکے مرتے دم تک قائم رہی۔ اُس کے وعظ اکثر مذہبی اخباروں اور رسالوں میں بھی نقل کئے جاتے تھے جن کو لوگ بڑے اشتیاق کے ساتھ دُنیا کے ہر حصے میں پڑھتے تھے۔ بہت سے دیندار لوگ جو اُن کی زندگی بخش تاثیر سے خوب واقف تھے اُن کی اشاعت میں ہر طرح سے سعی و کوشش کرتے تھے۔ ایک دولتمند شخص جو ملک آسٹریلیا کا باشندہ تھا اُنکے اثر کا اس قدر معتقد تھا کہ اکثر اُن کو وہاں پولیٹیکل اخباروں میں اشتہاروں کے طور پر چھپوایا کرتا تھا جس کے لئے اُس کو ہزارہا روپیہ خرچ کرنے پڑتے تھے صرف اِس غرض سے کہ جو بیدین لوگ کسی مذہبی کتاب یا اخبار کو ہاتھ لگانے سے بھی پرہیز کرتے ہیں شائد اِس طور سے یہ وعظ اُن کی نظر سے گذر جائیں اِس وقت صرف اُس کے ہفتہ وار وعظوں کی ۳۰ ضخیم جلدیں موجود ہیں۔ ان کے علاوہ سیکڑوں تقریریں اور وعظ ایسے ہیں جو اور اَور اخباروں میں یا جُدا جدا رسالوں کی صورت میں چھپ کر تقسیم ہو گئے۔ اُس کا ماہوار رسالہ موسومہ دی سورڈ اینڈ دی ٹروول (تلوار اور کانڈی) اُس کی وفات کے وقت ستائیسواں سال پورا کر چکا تھا۔ اُس کی تصنیفات کی تعداد سو جلد کے قریب ہے جو مختلف مضامین مثل شرح و تفسیر وعظ و نصیحت اور تاریخ و حکایات پر مشتمل ہیں۔ اِن میں سے کئی ایک کتابیں ایسی ہیں کہ جب تک انگریزی زبان کو دُنیا میں رواج

سے اُن کی شہرت کم نہ ہوگی۔ بعض کتابوں اور وعظوں کے ترجمے یوروپ اور ایشیا کی مختلف زبانوں میں بھی ہو چکے ہیں +

اُس کی سب سے بڑی تصنیف ٹریژری آف ڈیوڈ (مخزن داؤد) ہے جو بڑی تقطیع کی سات ضخیم جلدوں میں ہے۔ بجائے خود صرف یہی ایک ایسا عظیم کام تھا جو اس کے بیس سال شب و روز کی محنت سے تمام ہوا۔ کتب مقدسہ میں سے کوئی اور ایسی کتاب نہیں جس پر ایسی کامل اور ایسی ضخیم تفسیر کسی زمانہ میں لکھی گئی ہو۔ اس کتاب میں ہر ایک زبور کی آئت بہ آئت اور لفظ بلفظ شرح و تفسیر کی گئی ہے۔ اور اُسکے بعد قریباً ہر ایک آئت کی نسبت کل مذہبی لٹریچر میں سے مشہور و معروف علما و فضلا کے اقوال و خیالات نقل کئے ہیں جن کے جمع کرنے میں کتابوں کے دفتر کے دفتر اُلٹنے پڑے ہونگے۔ ہر ایک زبور کے خاتمہ پر واعظین کے فائدہ اور امداد کے لئے سیکڑوں وعظوں کے ڈھانچے جو اُس زبور کی آیات پر تیار ہو سکتے ہیں درج کئے ہیں جو بجائے خود وعظ و نصیحت کا ایک لازوال خزانہ ہے۔ جن لوگوں نے اِس کتاب کو دیکھا ہے وہی کچھ اس کتاب کی بیشمار خوبیوں کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اس کتاب نے اپنی خوبی اور فائدہ مندی کے سبب سے اِس قدر شہرت حاصل کی کہ مسٹر سپرجن کے ایام زندگی ہی میں اُس کی ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ جلدیں فروخت ہو گئی تھیں +

مگر اس کی زندگی کی محنت اور رفاہیت صرف منبر یا صفحہ کاغذ تک ہی محدود نہیں رہی بلکہ صفحہ دنیا پر اس کی ہمدردی اور محبت انسانی کا نشان مادی صورت میں بھی پایا جاتا ہے وہ صرف واعظ اور مصنف ہی نہیں تھا بلکہ خیر خواہ بنی آدم بھی تھا۔

پاسٹرز کالج جو اس غرض سے قائم کیا گیا تھا کہ انجیل کی منادی کے لئے سرگرم اور لائق منادوں کی ایک عمدہ جماعت بہم پہنچائی جائے۔ اُس کو سب سے زیادہ عزیز تھا۔ اِس کالج کا شروع سنہ ۱۸۵۶ء سے شمار کرنا چاہئے جب کہ مسٹر سپرجن کو صرف ایک مناد کی تعلیم کے لئے جو اسی کے وسیلہ سے مسیحی حقیقی کے گلہ میں شامل ہوا تھا بندوبست کرنا پڑا۔ اُس وقت سے رفتہ رفتہ طلبا کی تعداد بڑھتی گئی جس سے آخرکار ایک کالج قائم ہو گیا۔ بہت عرصہ تک مسٹر سپرجن

اس کالج کے تمام اخراجات اپنی گرہ سے ادا کرتا رہا اور اُسکے مطبوعہ وعظوں کی آمدنی کا بہت سا حصہ اسی پر خرچ ہوتا تھا لیکن جب مسٹر سپرجن نے امریکہ کی تجارتِ غلامی کے برخلاف بڑے زور شور سے وعظ شروع کیا تو اہلِ امریکہ نے ناراض ہو کر اُس کے وعظوں کو خریدنا چھوڑ دیا جس سے اُس کی آمدنی کو بہت صدمہ پہنچا اُس وقت سے اُسکے اخراجات چندہ وغیرہ کے ذریعہ سے چلتے رہے۔ چند سال ہوئے ۱۵ ہزار پونڈ کے خرچ سے میٹروپولیٹن ٹیبرنیکل کے قریب ایک عالی شان عمارت اس کالج کے لئے تیار کیگئی۔ اس کالج کا اس وقت سالانہ خرچ قریب ۶ ہزار پونڈ کے ہے۔ جو فائدہ اس کالج کے وسیلہ سے انجیلی خدمت کو پہنچا اس کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ اب تک ۹ سو سے زیادہ اشخاص اس کالج میں تعلیم پا چکے ہیں اور دُنیا کے ہر ایک حصہ میں خداوند کی خدمت میں مصروف ہیں +

اِس سے دوسرے درجہ پر سٹاکول کا یتیم خانہ ہے جس میں سینکڑوں لڑکے لڑکیاں پرورش پاتے ہیں۔ اس کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ چرچ اوف انگلینڈ کے ایک پادری صاحب کی بیوہ نے بیس ہزار پونڈ کی قیمتی جائداد یتیم خانہ قائم کرنے کی غرض سے مسٹر سپرجن کے حوالہ کی جس پر اُس نے اشتہار کے ذریعہ سے دیگر اشخاص سے بھی اِس کارِ خیر کے لئے مدد طلب کی۔ اور اگرچہ بعد ازاں اُس جائداد کے روپیہ کی وصولی میں کچھ وقت پیش آگئی لیکن مسٹر سپرجن کی ذاتی کوششوں سے اس قدر روپیہ جمع ہو گیا کہ اس رقم کے وصول ہونے سے پہلے یتیم خانہ کی عمارتیں قائم ہو گئیں پہلے یہ یتیم خانہ صرف لڑکوں کے لئے قائم ہوا تھا لیکن رفتہ رفتہ لوگوں کی فیاضانہ امداد سے اس میں اس قدر ترقی ہو گئی کہ علاوہ اور بہت سی تبدیلیوں کے اُس کے مقابل میں لڑکیوں کے یتیم خانہ کی عمارات بھی تعمیر ہو گئیں۔ اس یتیم خانہ میں سینکڑوں یتیموں کی ایسے عمدہ طریق و انتظام سے پرورش اور تعلیم و تربیت ہوتی ہے کہ اُس کو دیکھ کر مخالفین بھی اس امر کے معترف ہیں کہ درحقیقت مذہب عیسوی پاکیزگی۔ محبت اور انسانی ہمدردی پیدا کرنے میں بےمثیل ہے

اِن کے علاوہ اور بہت سے ہسپتال۔ غریب خانے۔ سکول اور مشن قائم ہو گئے اور واعظین اور مسیحی کارکنوں کی جماعتیں اُسکی کوششوں سے وجود میں آگئیں جن کے مفصل ذکر کی اس

مختصر بیان میں گنجائش نہیں ہے۔

قریباً چالیس برس تک مسٹر سپرجن کی زبان اپنے خداوند و منجی کی انجیل کا پیغام لوگوں تک پہنچانے میں مشغول رہی۔ اُس کی زندگی کا ہر ایک دن خیال سے قول سے فعل سے اپنے مالک کی خدمت میں صرف ہوتا رہا۔ اس عرصہ میں ہزارہا لوگوں نے اُس کا کلام سنا اور لاکھا اشخاص اُسکی تصانیف کے مطالعہ سے فیضیاب ہوئے جس قدر جانیں اُس کے ذریعے ہلاکت کے راستے سے پھر کر زندوں کی سرزمین میں داخل ہوئیں اُن کا اندازہ خود خدا ہی لگا سکتا ہے۔ اِس اثناء میں دُنیا کے بڑے بڑے جلیل القدر اشخاص اُس کا وعظ سننے کو آئے اور ملک کے عالی دماغ علماء و فضلا نے اُسکی غیر معمولی قابلیتوں اور دلکش تقریر کی تعریف کی ڈاکٹر لونگسٹن افریقہ کے مشہور و معروف سیاح نے اُس کا وعظ سن کر کہا کہ "میں اپنی ساری عمر میں کبھی کسی مجلس عبادت میں شامل نہیں ہوا جس سے میرے دل پر اس قدر تاثیر ہوئی ہو" اور جب اُس کی وفات کے بعد اُس کے اسباب کو دیکھا گیا تو اُس میں سے مسٹر سپرجن کا ایک مطبوعہ وعظ نکلا جس پر ڈاکٹر موصوف کے قلم کا لکھا ہوا تھا "بہت اچھا" امریکہ کا مشہور منادِ انجیل مسٹر موڈی اس کا دلی رفیق تھا اور اِس بات کا مقر تھا کہ اُس زمانہ سے لے کر جبکہ اُس کا دل تبدیل ہوا۔ وہ برابر مسٹر سپرجن کے مطبوعہ وعظوں اور کتابوں کے مطالعہ سے فیضیاب ہوتا رہا ہے۔ لامذہب لوگ بھی اُس کی زورآور تقریر اور پُرجوش کلام کو سُن کر اس بات کے قائل تھے کہ اُس کے اندر ایک غیر معمولی اور بالائے انسان طاقت کام کرتی ہے اِس قدر طویل عرصہ کی سخت دماغی اور جسمانی محنتوں سے اُس کی صحت میں بہت کچھ فرق آگیا تھا۔ اور وجع مفاصل کی مرض کے سبب اس کو چند سال سے موسم سرما فرانس کے جنوبی گرم حصے میں کاٹنا پڑتا تھا۔ ۱۸۹۱ء کے شروع میں اُس کی طبیعت نہایت ضعیف ہو رہی تھی کہ ۱۰ مئی میں انفلوانزا نے آگھیرا جس سے وہ تین ہفتہ تک سخت بیمار رہا۔ لیکن آخر اُسکو اس قدر افاقہ حاصل ہو گیا کہ ۷، جون کو ٹیبرنیکل میں اتوار کا وعظ کر سکا۔ اِسکے دوسرے دن وہ تبدیلِ ہوا کے لئے اپنے بچپن کی رہائش گاہوں کو دیکھنے کے لئے چلا گیا۔ مگر

بد قسمتی سے یہاں اُس کو سخت زکام ہوگیا۔ یہانتک کہ جون کے آخر میں اُس کی حالت نہائت بگڑ گئی۔ اور کچھ عرصہ کے لئے اُس کی زندگی سے مایوسی ہوگئی۔ آخرکار اس کو اتنا آرام ہوا کہ وہ اپنی معمولی موسم سرما کی رہائش گاہ یعنی مینٹون واقع فرانس کے جانے کے قابل ہوگیا۔ یہاں پہنچ کر اوّل اوّل تو اُس کی حالت بہت کچھ رُوبصحت ہوگئی۔ اور یقین کیا جاتا تھا کہ وہ بالکل تندرست ہو جاویگا۔ نئے سال کے ایڈریس سے جو اُس نے دوستوں کی ایک منتخب جماعت کے سامنے دیا اور نیز اُس کے بعض خطوط سے جو وسط ماہ جنوری میں لکھے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کو اپنی صحت کا کامل یقین تھا لیکن ۲۱ جنوری سے اُسکی حالت پھر ابتر ہونی شروع ہوگئی۔ اور آخرکار ۳۱ جنوری ۱۸۹۲ء کو اس بہادر سپاہی نے اپنے اسلحۂ جنگ رکھدئے۔ اور چُپ چاپ یسوع میں سوگیا۔

اُس کی لاش مصالح لگا کر انگلستان کو لائی گئی۔ اور اُس کا تابوت اُس پلیٹ فارم پر جہاں وہ اتنے سالوں تک بیش ازیں لئے کھڑا وعظ کرتا رہا تھا رکھا گیا۔ اور جو آئت اُسپر تحریر تھی وہ ونیلکے پہلے اولوالعزم مسیحی منادکے الفاظ میں اُس کی زندگی کے کام اور انجام کا صحیح فوٹو ہے "میں اچھی لڑائی لڑ چکا میں نے دوڑ کو تمام کیا میں نے ایمان کو بچا رکھا" پہلے دن یعنی منگل کے روز ۹ فروری ۱۸۹۲ء کو ساٹھ ہزار آدمی اس بزرگ واعظ کو آخری الوداع کہنے کے لئے جمع ہوئے۔ اور دوسرے دن چار ہزار خادمانِ دین اور قسیسوں نے حاضر ہوکر اپنے برادر واعظ کو رخصت کیا۔ ۱۱ فروری کو اُس کی لاش قبرستان کو لیجائی گئی۔ اُس کے جنازہ کے ہمراہ ہر ایک فرقہ اور جماعت اور ہر درجہ کے لوگوں کا بڑا ہجوم تھا۔ دفن کے وقت کئی ایک مشہور عالموں نے تقریریں کیں اور راچسٹر کے اسقف صاحب نے آخر میں برکت کے کلمات فرمائے۔

اب ہم مسٹر سپرجن کے نہائت پُرمضمون اور مناسب موقع الفاظ کے ساتھ اس مختصر سوانح عمری کو ختم کرتے ہیں جو اُس نے اپنی زندگی کے آخری لمحوں میں اپنے

چند احباب کے سامنے فرمائے ۔

"میری یہ خواہش ہے کہ جب میری زندگی کی تاریخ لکھی جائے تو جو کوئی اس کو پڑھے میری نسبت یہ نہ خیال کرے کہ مَیں نے جو کچھ کیا اپنی ہمت اور لیاقت سے کیا۔ بلکہ وہ مجھے خدا کی ایک کاریگری سمجھے جس میں اُس کے فضل کی بزرگی ہو۔ میری ذات میں لوگ مٹی کی طرف خیال نہ کریں بلکہ کمہار کے ہاتھ کی طرف۔ لوگوں نے ایک کی نسبت کہا کہ وہ عمدہ واعظ ہے لیکن دوسرے کے حق میں یہ کہا کہ ہم نہیں جانتے کہ وہ کس طرح وعظ کرتا ہے مگر اُس کا وعظ سن کر ہم کو ہمیشہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا بزرگ ہے۔

میری یہ خواہش ہے کہ میری تمام زندگی ایک قربانی اور خوشبو کی قربانگاہ ہو جس کا دھواں ہمیشہ قادرِ مطلق کے حضور اُٹھتا رہے" ۔ (تمام شد)

اگر ہم خود جنگ میں شریک نہیں ہو سکتے تو اَوروں کے حوصلہ پست کرنے کی کوشش نہ کریں۔ ملکِ سکاٹ لینڈ کے ایک فرقہ کا سردار شارف میود کی لڑائی میں زخمی ہو کر گر پڑا۔ اپنے سردار کی یہ حالت دیکھ کر فوج ہمت ہار گئی اور مخالفوں کے دل بڑھ گئے۔ اُس سردار کے زخموں سے خون جاری تھا مگر جب اُس نے اپنی فوج کی خستہ حالی اور خطرہ کو معلوم کیا تو سر اُٹھا کر اپنی کہنی کے بل بیٹھ گیا اور یُوں للکارا کہ میرے بچو۔ میرا دم اب تک مجھ میں باقی ہے اور مَیں دیکھ رہا ہوں کہ تم اپنا فرض کیونکر ادا کرتے ہو۔ یہ سُن کر اُن بہادروں کے رگ و ریشہ میں خونِ غیرت جوش زن ہوا۔ اور ہمت کے ایسے جوہر دکھائے جو انسانی طاقت سے بعید معلوم ہوتے تھے۔ اِسی طرح جب ہماری ہمت پست ہو جاتی اور ہمارا حوصلہ ہمارے اندر گرتا جا رہا ہے۔ تو ہماری نجات کا کپتان پکار کر ہم کو بلاتا ہے کہ دیکھو مَیں ہمیشہ زمانے کے آخر تک تمہارے ساتھ ہوں۔ مَیں تجھے کبھی ترک نہ کرونگا ۔

مسیحی زندگی نورانی زندگی

اِسی طرح تمہاری روشنی آدمیوں کے سامنے چمکے تاکہ وے
تمہارے نیک کاموں کو دیکھیں۔ اور تمہارے باپ کی جو
آسمان پر ہے ستائش کریں۔ متی ۵ : ۱۶ ٭

خدا کے بندے دُنیا کا نور ہیں۔ خداوند نے اُنہیں دُنیا سے اسی معنی میں جُدا نہیں کیا جس معنی میں غیر اقوام کے لوگ اپنے تئیں جُدا کرتے ہیں جنگلوں کے گوشے اور پہاڑوں کی غاریں ان کے لئے نہیں۔ وہ دُنیا کے اُن حصّوں کیلئے ہیں جہاں بنی آدم کثرت سے رہتے۔ جہاں دُنیاوی کام شدّت سے کئے جاتے۔ جہاں ہر طرح کے پیشوں اور قسم قسم کے حرفوں کا بازار گرم ہے۔ جہاں انواع واقسام کی صداؤں کے شور وغل سے ہوا گونج رہی ہے۔ خداوند مسیح کی دُعا یہ نہ تھی کہ اُس کے شاگرد دُنیا سے اُٹھائے جائیں۔ بلکہ وہ اُن کے لئے یہ دُعا کرتا ہے۔ "میں یہ عرض نہیں کرتا کہ تُو انہیں دنیا میں سے اُٹھا لے پر یہ کہ تُو انہیں اُس شریر سے بچائے"۔ خداوند مسیح نے اپنے بندوں کے لئے جگہ اور کام مقرّر کیا ہے اور میں آپ لوگوں کے سامنے یہی بات پیش کرنا چاہتا ہوں کہ اِس دنیا میں ہمارا کیا کام اور کیا جگہ ہے کِس مقصد کے لئے خدا نے ہم کو چُنا اور کیوں ہم کو اس دُنیا میں رکھا۔ سب سے بڑا مقصد اُسکا یہ ہے۔

(۱) کہ ہم لوگوں کے سامنے چمکیں۔ اور اُن کو منوّر کریں۔ میرے پاس آپ لوگوں کے لئے یہی پیغام ہے کہ میں آپ پر ظاہر کروں کہ ہمیں آدمیوں کے سامنے کیسی زندگی بسر کرنی چاہئے۔ ہم نے اس کانفرنس میں خدا سے

نوٹ۔ یہ وعظ پادری طالب الدین بی اے نے سٹوڈنٹ کانفرنس منعقدہ بمقام پاسی بتاریخ ۱۰ اکتوبر دیا۔

بہت سی برکتیں حاصل کیں۔ وہ ہمارے درمیان حاضر رہا۔ اور ہم سے بولتا
رہا اور ان بیش قیمت برکات کے لئے جو ہم نے پائیں اُس کا نام مبارک ہو۔
مگر ہم کو یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ یہاں ہم نے اپنی زندگی کا صرف ایک کام ہم
پہنچایا یا یہاں ہم نے کوٹھڑی میں دُنیا سے علیحدہ ہو کر اپنے دن کاٹے۔ ہمارے
کام کا دوسرا حصہ ابھی باقی ہے۔ اور وہ یہ کہ یہاں سے نکل کر اور اپنے اپنے
مقام پر پہنچ کر اُس نور کو جس سے اب ملبس کئے گئے آدمیوں کے سامنے ظاہر
کریں۔ مَیں ان الفاظ پر سیکڑوں مرتبہ زور دینا چاہتا ہوں۔ آدمیوں
کے سامنے۔ آدمیوں کے سامنے۔ نوجوان عموماً آدمیوں کا خیال نہیں
کرتے ان کی رائے کی پروا نہیں کرتے۔ وہ اکثر یہ کہا کرتے ہیں "مجھے اس
کی کیا پرواہ ہے کہ لوگ میری نسبت کیا کہتے ہیں مَیں کیا اُن کا مُنہ بند کر سکتا ہوں۔"
[illegible] میں یہ بے پروائی سخت نادانی ہے۔ بلکہ مَیں یہاں تک کہنے کو
تیار ہوں کہ اگر ہماری زندگی واقعی باطن میں راست اور سچی بھی ہو۔ تو بھی اگر
ہم اسے آدمیوں کے سامنے ایسا ظاہر کرنے کی کوشش نہیں کرتے تو ہم خدا کے
مقصد کو پورا نہیں کرتے۔ کسی مسیحی کو یہ مجاز نہیں کہ وہ اپنی نیکنامی کی نسبت
بے پروا اور بے توجہ رہے۔ کیونکہ اس معاملہ میں وہ اکیلا نہیں۔ اُس کا باپ جو
آسمان پر ہے اس کے ساتھ شامل اور شریک ہے اپنے ظاہری چال و چلن
کی بابت غافل رہنے کے سبب جس قدر وہ اپنے ابنائے جنس کی نظروں میں گرتا
ہے اسی نسبت سے اس کا خدا۔ اُس کا باپ جو آسمان پر ہے۔ اُس کے ہمسایوں کی
نظروں میں گر جاتا ہے۔ پس میرے پیارو۔ آج ہم اس بات کو سیکھیں اگر اب
تک نہ سیکھی ہو۔ مسیحی زندگی نہ تو بے پروائی کی زندگی ہے اور نہ عزلت نشینی کی
ہے بلکہ آدمیوں کے سامنے کی زندگی ہے۔ خداوند چاہتا ہے کہ ہماری

زندگی آدمیوں کے سامنے چمکے۔ اور اُس نے اِس امر کو اپنے بیان میں طرح طرح سے ظاہر کیا تاکہ کسی طرح کا اشتباہ نہ رہے۔ دیکھئے یہ کہکر کہ "تم دُنیا کے نور ہو" وہ اِس استعارہ کو چھوڑ دیتا اور نئی تشبیہ کام میں لاتا۔ تاکہ شاگردوں پر روشن ہوجائے کہ اُن کو اِس دُنیا میں ایسی جگہ اختیار کرنا ہے جہاں سے سب اُن کو دیکھ سکیں چنانچہ وہ فرماتا ہے کہ "جو شہر پہاڑ پر بسا ہے چھپ نہیں سکتا"۔ معلوم ہوتا ہے کہ ملک فلسطین کے پہاڑی شہر اور اُن کی سفید عمارتیں اِس وقت اُس کی آنکھوں میں پھر رہی تھیں۔ مکانات اِن شہروں کے سفید پتھر کے بنے ہوئے ہوتے تھے۔ اور مسافر کو دُور ہی سے نظر آجاتے تھے۔ اور وہ اپنی منزل مقصود کو دیکھکر دِل میں یہ تسلی پاتا تھا کہ اب میری مسافت طے ہوئی۔ اب مَیں آرام پاؤنگا ✦

پیارے دوستو یہ بات ہے جو مسیح ہم سے طلب کرتا ہے کہ ہم اِس دُنیا میں ایک ایسی جگہ اختیار کریں جہاں سے ہم دُنیا کے لوگوں کو دکھائی دیں۔ گمراہوں کو راہ دکھائیں اور اس نور سے جو ہم کو مسیح سے حاصل ہوتا آدمیوں کو منور کریں اور اُن کے آرام کا باعث ٹھہریں ✧

پاکیزگی کسے کہتے ہیں؟ بڑے بڑے تھیولوجین (علم الٰہی کے جاننے والے) بتاتے ہیں کہ پاکیزگی اُس جلال کا نام ہے جو ذاتِ باری کے جمیع اوصاف کے مجموعہ سے برآمد ہوتا ہے۔ اگر پاکیزگی کی یہ تعریف صحیح ہے تو یہی وہ لباس یہی وہ سفید اور براق پوشاک ہے جسے پہنکر دنیا کے ظلمت نشینوں کو تاریکی کی وادی کے بھٹکنے والوں کو ہم روشن کرسکتے ہیں ✧

پر یسوع مسیح اِس خیال کو ابھی ختم نہیں کرتا۔ وہ پہاڑ پر بسے ہوئے شہر کی مثال دیکر اِس مضمون کو ایک اور طرح بیان کرتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ

گویا جو کچھ اُس نے کہا اُسے کافی نہیں سمجھتا بلکہ اِس مضمون پر زیادہ زور دینے کے لئے اور اسے زیادہ واضح کرنے کے لئے ایک اور صورت میں پیش کرتا ہے چنانچہ وہ کہتا ہے "چراغ بال کے پیمانہ کے تلے نہیں بلکہ چراغدان پر رکھتے ہیں تب اُن سب کو جو گھر میں ہوں روشنی دیتا ہے" کیا اِس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ ہمارا فرض ہے کہ ہم چمکیں۔ ہم ظاہر ہوں اور لوگ ہم کو دیکھیں اور کہیں کہ یہ مسیحی ہیں۔ ہم غفلت کا پردہ نہیں ڈال سکتے۔ بے توجہی اور بے پروائی کے نقاب سے اپنے چہرے کو نہیں چھپا سکتے۔ بلکہ فروتنی اور حلم تک کے پیمانہ سے بھی مسیحی زندگی کے چراغ کو چھپانے کا حکم نہیں ٭

"اسی طرح تمہاری روشنی آدمیوں کے سامنے چمکے" کس طرح؟ جس طرح اُس چراغ کی جو پیمانہ کے تلے نہیں بلکہ چراغدان پر رکھا ہوتا ہے مسیح کے اِن الفاظ سے صرف یہی ظاہر نہیں ہوتا کہ مسیح کی یہ خواہش ہے کہ ہم ایسے بنیں۔ بلکہ اِن سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ ہماری بھی یہی خواہش اور ارادہ ہو کہ ہم آدمیوں کے سامنے چمکیں۔ مجھے اِس موقعہ پر افسیوں کے پانچویں باب کا وہ حصہ یاد آتا ہے جہاں پولوس یہ کہتا ہے "پس خبردار تم دیکھ بھال کے چلو۔ نادانوں کی طرح نہیں بلکہ داناؤں کی مانند اور وقت کو غنیمت جانو۔ کیونکہ دن بُرے ہیں" (دیکھو افسیوں ۵ : ۱۵و۱۶) اگر آپ اس باب کو شروع سے پڑھیں تو معلوم ہو گا کہ رسول نور اور تاریکی کا ذکر کرتا چلا آتا ہے۔ وہ افسیوں کو کہتا ہے کہ "تم اب خداوند میں ہو کے نور ہو۔ سو نور کے فرزندوں کی طرح چلو ...... اور تاریکی کے لاحاصل کاموں میں شریک مت ہو۔ بلکہ بہتر اُن کو ملامت ہی کرو وغیرہ" پھر آگے چل کر اُن کی چال کی بابت کہتا ہے "پس خبردار تم دیکھ بھال کے چلو .... اور وقت کو

غنیمت جانو"۔ جس لفظ کا ترجمہ غنیمت جانو کیا گیا ہے اُس کے اصل معنی ہیں
"وقت کو بیچ خرید لو"۔ یہ خیال سوداگروں کی کارروائی سے استعارہ کیا گیا ہے۔
یعنی جس طرح وہ کسی بیش قیمت شَے کو دیکھکر اُس کے خریدنے کی کوشش
کرتے اور حتّے الوسع اُسے ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ اسی طرح تم بھی مواقع
تلاش کرو۔ اُن کو ہاتھ میں لاؤ اور دکھاؤ کہ تم خدا میں ہوکے نُور ہو۔ اور نُور کے
فرزندوں کی طرح چلتے ہو۔ موقعہ تلاش کرو۔ وقت کو غنیمت جانو۔ کیونکہ دن بُرے
ہیں۔ آہ! دُنیا گناہ سے پُر ہے۔ تاریکی کے پردوں میں چُھپی ہوئی ہے۔ نوجوانو
تم چمکو اور اُسے تاریکی سے چھُڑاؤ۔ آپ نے دیکھا کہ پولوس تاریکی کے لاحاصل
کاموں کی نسبت کیا کہتا ہے۔ وہ کہتا ہے "اُن میں شریک مت ہو۔ بلکہ بیشتر
اُن کو ملامت ہی کرو"۔ "ملامت ہی کرو"۔ یونانی میں یہ لفظ بھی بڑے گہرے معنی
رکھتا ہے۔ اِس کا مطلب ہے کسی شخص کو ثبوت دے کر کسی بات سے قائل
کرنا۔ اگر آپ اپنے ہمسائے کو گناہ سے قائل کرنا چاہیں۔ اگر اُس کو یقین دلانا
چاہیں کہ جس طرح کی زندگی تو بسر کر رہا ہے یہ خراب ہے اور تجھے بربادی کی
طرف لئے جاتی ہے تو اِس کے لئے صرف اتنا کافی نہ ہوگا کہ آپ اپنی زبان ہلائیں
اور مُنہ سے ملامت کریں بلکہ یہ لازم ہے کہ آپ اُس کی گناہ آلودہ زندگی کے
مقابل ایک ایسی پاک اور سچی اور نورانی زندگی رکھیں جسے دیکھکر وہ شرمندہ
ہو۔ اور اپنے بدکاموں سے باز آئے۔ جہاں نُور آتا ہے تاریکی آپ ہی دُور
بھاگ جاتی ہے۔ مجھے اُس اندھے کی دلیل لاجواب معلوم ہوتی ہے جس کا
ذِکر یُوحنّا کے نویں باب میں پایا جاتا ہے۔ اُس کی دلیل تھی "مَیں ایک بات جانتا
ہوں مَیں اندھا تھا اب بینا ہوں"۔ اور کوئی اُس کو جھٹلا نہیں سکتا تھا۔ اگر
ہمارے اِردگرد کے اندھوں کو کسی طرح اتنی بات معلوم ہوجائے کہ ہم جو مسیحی

کہلاتے ہیں، ہم پہلے نہ تھے مگر اب مسیح کے پاس آکر بینا ہوئے۔ کہ ہم پہلے
تاریکی میں تھے اور اب روشنی میں ہیں تب ہم اوروں کو مسیح کے پاس لانے
والے بنیں گے۔ ایک بات اور کہنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ

(۲) ہماری روشنی مناسب طور پر چمکے۔ لکھا ہے اسی طرح تمہاری روشنی
چمکے وغیرہ۔ جس طرح اُس چراغ کی جو چراغدان پر ہوتا ہے۔ شاید کوئی
یہ بھی باتوں کو سن کر یہ اعتراض کرے کہ جس طرح تم مسیحی دینداری کو ظاہر
کرنے کی صلاح دیتے ہو۔ اس میں ہم ریاکار مسیحی بن جانے کا خطرہ ہے
کیونکہ ممکن ہے کہ آدمی اپنی فروتنی اور خاکساری کو کھو بیٹھے۔ پر ایسا ہرگز مطلب
نہیں کہ ہم اپنی دینداری کا ڈھنڈورا پیٹتے پھریں۔ میں جو چاہتا ہوں سو یہ
ہے کہ چراغ چراغدان پر ہو۔ وہ اُس کی جگہ ہے اور اگر وہ اپنی جگہ پر موجود ہو۔
تو کوئی اُس کی نسبت یہ نہیں کہہ سکتا کہ چراغ نامناسب طور پر جل رہا ہے ٭

دنیا میں اور کوئی شے ایسی ملائم نہیں جیسے نور صبح کے وقت ہم کبھی
اُس کی آہٹ نہیں سنتے۔ وہ کبھی ہمارے دروازوں کو کھٹکھٹا کر یہ نہیں کہتا
میں آگیا ہوں۔ وہ ایسی ملائمت سے آتا کہ ہم کو اُس کے آنے کی خبر بھی نہیں
ہوتی۔ مگر اتنا ہم دیکھتے ہیں کہ اندھیرا خود بخود اُس کے سامنے سے دُور ہوتا
جاتا ہے۔ کیا یہ وہی بات نہیں جو میں ابھی عرض کر رہا تھا کہ اگر ہم دنیا میں
[illegible] کی [illegible] کریں تو گنہگاروں کو زبانی ملامت سے شرمندہ کرنے کی
ضرورت کبھی نہ ہوگی۔ اور اگر ہم اُس زینت کو سمجھ لیں جس زینت سے ہمیں نورانی
زندگی [illegible] ہے تو ہوشمند ہونا چاہئے تو پھر کسی طرح کے غرور اور تکبر کی
گنجائش ہی نہ رہیگی۔ ہماری آئت کیا کہتی ہے؟ "تمہاری روشنی آدمیوں
کے سامنے چمکے تاکہ وے .... تمہارے باپ کی جو آسمان پر ہے ستائش

کریں“ اگر ہماری یہ خواہش ہو کہ ہمارے باپ کی ستائش ہو۔ نہ کہ ہماری تب ہم کبھی نامناسب طور پر اپنی دینداری کو ظاہر کرنے کی کوشش نہیں کرینگے۔ خدا کے جلال کو ظاہر کرنے کی خواہش اور نیت وہ چراغدان ہے جس پر ہماری مسیحی زندگی کے چراغ کو لٹکنا چاہیئے ۔

(۳) پر وہ کیا شے ہے۔ وہ کیا چیز ہے جس میں سے مسیحی روشنی گزرتی اور چمکتی ہے؟ وہ تمہارے نیک کام ہیں۔ تمہارے فرائض۔ دینی اور ملکی اور سوشل۔ ہاں مسیحی زندگی کے تمام فرائض۔ ان فرائض کو روح پاک کی ہدایت کے مطابق اپنے آسمانی باپ کے جلال کے لئے مسیح کی مانند ادا کرنا مسیحی نور کو ظاہر کرنا ہے۔ یہی وہ پرزم منشورِ ثلثی ہے جس میں سے مسیحی نور گزرتا اور اُس کی کرنیں قوس وقزح کے مختلف رنگوں میں منقسم نظر آتی ہیں۔ اب مَیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ہم کیا کریں تاکہ ایسی زندگی جینا ہمارے لئے ممکن ہو جائے۔ افسی ۵: ۱۵ و ۱۶ جس کی طرف مَیں نے ابھی اشارہ کیا۔ اگر آپ اِس مقام کو پھر پڑھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ پولوس کہتا ہے ”خبردار تم دیکھ بھال کے چلو“۔ ہماری زبان میں یہ بڑا بھاری نقص ہے کہ وہ یونانی کے اصل خیالات کو مکمل صورت میں ادا نہیں کر سکتی۔ لفظی ترجمہ اِس مقام کا کچھ کچھ اِس طرح کیا جا سکتا ہے ”خبردار رہو کہ تم کس طرح پابندی کے ساتھ چلتے ہو“۔ اب اِس میں دو خیال پائے جاتے ہیں (۱) یہ کہ تم بے پروا زندگی مت بسر کرو تمہاری زندگی اصول اور قواعد کی پابند ہونی چاہیئے۔ شُتر بے مُہار مت بنو۔ (۲) یہ بھی دیکھو کہ وہ اصول اور قواعد کس طرح کے ہیں جن کی مطابقت میں تم زندگی بسر کر رہے ہو۔ میرے پیارو میری آنکھوں کے سامنے بہت سے نوجوان پھر رہے ہیں۔ جن کا بیڑا صرف اِس لئے غرق ہؤا کہ اُنہوں نے اپنی

چال کی صحت کیلئے کبھی کسی طرح کے اصول قائم نہ کئے۔ اُنہوں نے اپنی زندگی
کو کبھی کسی طرح کے قواعد کا پابند نہ کیا۔ وہ اپنی بے پروائی اور غفلت کے سبب
سے ہمیشہ اُس بھوسے کی مانند رہے جس کو ہوا ہر طرف اُڑا لیجاتی ہے۔ اُنہوں
نے اپنی زندگی کی غرض اور مقصد کو کبھی نہ سمجھا۔ اس لئے دُنیا سے ناکام گزر گئے
اگر میں آپ کو آج کوئی نصیحت کر سکتا ہوں تو وہ یہ ہے کہ آپ بے ہموار بے وزن
اور بے انداز زندگی بسر نہ کریں۔ اپنے لئے اصول اور قاعدے مقرر کریں اور ان
کے مطابق جئیں تب آپ کی زندگی خوبصورت زندگی ہوگی۔ مگر کیسے اصول تجویز
کرو گے؟ ممکن ہے کہ آپ اپنی زندگی کی پابندی کے لئے اصول تلاش کریں۔
اگر وہ اچھے نہ ہوں اسی لئے پولوس افسی ۵: ۱۷ آیت میں بتا دیتا ہے کہ وہ
کونسا اصول ہے جو ہمیں اختیار کرنا چاہئے چنانچہ وہ کہتا ہے "سمجھو کہ خداوند
کی مرضی کیا ہے" دوستو اگر آپ زندگی میں کامیاب ہونا چاہیں اگر آپ محفوظ
رہنا چاہیں۔ اگر آپ دنیا کے سامنے نور بنکر چمکنا چاہیں تو ہر امر میں خدا کی مرضی
دریافت کرو۔ یسوع مسیح دُنیا کا نور ہے۔ اور ہم اُس کی جگہ میں دُنیا کے نور ہیں
ہم اس کے نائب ہیں۔ دریافت کرو کہ اُس کی نورانی زندگی کا کیا اصول تھا؟
اُس کا اصول یہ تھا کہ وہ باپ کی مرضی کے تابع تھا۔ تم اگر نور بننا چاہو تو یہی قاعدہ
جاری رکھو اور ہر بات کے شروع میں یہ سوال کرو "کیا اگر یسوع مسیح میری حالت
میں ہوتا تو اس کام کو اس طرح کرتا جس طرح میں کرنا چاہتا ہوں" اگر جواب
ہاں ہو تو اُسے ہاتھ لگاؤ ورنہ چھوڑ دو۔ اُس کی زندگی کی کامیابی کا یہی باعث

ہے کہ اس میں Inconsistency نہیں تھی۔ یعنی اُسکے قول و فعل میں مطابقت تھی۔
اُس نے کہا "میں دُنیا کا نور ہوں" اُسکی زندگی کے ساتھ مطابقت رکھتا تھا۔ ہمارے اقرار
اور چال چلن کی نامطابقت سے ہمارے مذہب کو بڑا صدمہ پہنچ رہا ہے۔ ہمارے دعوے

ڈھیول سنکھ جی ڈکار تقسیم جاتے ہیں۔ بارہا ہماری زندگی سے ہمارے خدا کی
تحقیر کی جاتی ہے۔ توجہ کرو اور دُنیا کے لوگوں پر ظاہر کرو کہ مسیحی مذہب کی اعلےٰ
دینداری اور پاکیزگی ناممکن نہیں کیا بلکہ اُسے عمل سے ثابت کرنا ہے ٭
ایک بات اور عرض کرکے اپنی تقریر کو بند کرونگا۔ آپ کو ذکریا کی وہ رویا
یاد ہوگی جس میں اُس نے ایک سونے کا شمعدان دیکھا۔ جس پر ایک کٹورا
دھرا تھا اور اُس کے ساتھ سات چراغ سات نالیوں سے متوسط تھے اِس
شمعدان کے دائیں بائیں زیتون کے درخت تھے جن میں سے سنہلا تیل نکلتا
اور شمعدان کے چراغوں کو بھرتا تھا۔ نبی نے اِس رویا کو دیکھ کر فرشتہ سے سوال
کیا۔ یہ کیا ہے؟ کیا تو نہیں جانتا؟ کیا نہیں کہا یہ "زربابل کے لئے خداوند کا
کلام ہے۔ نہ تو زور سے اور نہ توانائی سے بلکہ میری روح سے خداوند فرماتا ہے"
دیکھئے اِس فقرہ کے تین لفظوں کلام۔ زور اور روح میں کیسا تعلق پایا جاتا
ہے۔ اِس رویا میں خدا نے گویا اپنے کلام کی تصویر کھینچ دی جسے نبی اپنے
حواس سے محسوس کر سکتا ہے پر یہ سارا حال جو اُس کو مادی شکل میں نظر آیا
کیا تھا؟ خدا کا کلام۔ اور خدا کا کلام کیا شے ہے؟ روحِ پاک کا وہ زور جو دشمنوں
کو مغلوب کرتا ہے۔ ہم بغیر کلام کے پڑھنے کے روحِ پاک کو حاصل نہیں کر سکتے۔
اور اگر روحِ پاک ہم میں نہیں تو ہمارے پاس وہ طاقت عالمِ بالا کی نہیں جس سے
ملبس ہو کر ہمیں میدان جنگ میں اُترنا چاہئے پیارو اگر پنجاب کو فتح کرنا چاہتے ہو
تو روحِ پاک کا زور حاصل کرو جو کلام کی تلاوت سے ملتا ہے اسکے فضل کا سنہلا تیل اپنے باطن
میں بھرو یا یوں کہو کہ اُسکے کلام سے اُسکی مرضی دریافت کرو اور اُس مرضی کو اپنا اصول
بناؤ تب آپ حقیقی سعادتمندی اور برکتیں حاصل کرینگے تب آپ کی زندگی نورانی زندگی ہوگی
جو آدمیوں کے سامنے چمکیگی اور تمہارے باپ کی جو آسمان پر ہے ستائش کی جائیگی اور آپ غالب پر غالب

زبورِ اوّل

شریروں کی نہ چلنے جو مبارک وہ بشر ہوگا
خطا کاروں کی راہوں سے۔ اُسے ہر دم حذر ہوگا

نہ بیٹھیگا کبھی محفل میں ٹھٹھا کرنیوالوں کی
شریعت میں خدا کی شاد وہ شام و سحر ہوگا

پھلے پھولیگا اپنے کام میں وُہ آدمی۔ سچ ہے
کنارہ نہر کے سرسبز ہوگا۔ جو شجر ہوگا

ہوا پژمردگی کی اُس کے پتوں تک نہ پہنچیگی
نمایاں میوہ خوش رنگ۔ اپنے وقت پر ہوگا

شریر ایسے نہیں ہیں بلکہ ہیں مانند بھوسے کے
ہوا جسکو اُڑا لیجائے یُوں ہر اہلِ شر ہوگا

عدالت میں شریروں کا کھڑا رہنا نہیں ممکن
کہ صادق کی جماعت میں نہ خاطی کا گذر ہوگا

خدا واقف ہے ہر دم صادقوں کی راہ سے عشرت
شریروں کا طریقہ نیست اور نابود پر ہوگا

اوصافِ مسیح

نام عیسے کے سوا چرخِ بریں کے نیچے
بخششِ جُرم زمیں پر ہے نہیں کے نیچے

نوح سے اُسنے کیا عالمِ ارواح میں وعظ
تین دن تک وہ رہا جبکہ زمیں کے نیچے

دہنے بیٹھیگا خدا باپ کے جبتک کہ عدو
فرش ہوں پائے شہِ عرش نشیں کے نیچے

مُہر کر دی ہے خدا ہی نے کہ محکوم ہوں سب
کونسا نام نہیں اُسکے نگیں کے نیچے

کوہ گر زیم۔ جیحون مگر بہرِ سجود
ہو مسیحا کا قدم میری جبیں کے نیچے

گھٹنے ٹیکینگے ترے نام میں اے ابنِ خدا
آسماں پر ہوں کہ رہتے ہوں زمیں کے نیچے

ہوگئے ہوتے ہیں ہوجائینگے پامال و تلف
دین دُنیا کے مسیح! آپ کے دیں کے نیچے

کیوں اندھیرا نہ دمِ مرگِ مسیحا ہوتا
چشمۂ نور کو چھپنا تھا زمیں کے نیچے

فتوائے موت سہا سب کے عوض یاں اُس نے
دستخط خوں سے ہیں اس رائے رزیں کے نیچے

خوش ہے عشرت جو ہے ہاتھ مسیحا تیرا
نزع میں گردنِ بیمارِ حزیں کے نیچے

امرتسر

۱۵ - نومبر ۱۸۹۹ء

فہرست مضامین

سالانہ ڈیڑھ روپیہ مع محصولڈاک

Yours sincerely

F. B. Meyer

گلدستۂ اخبار

کنور سر ہرنام سنگھ اہلو والیہ کے سی ایس آئی صوبہ پنجاب سے وائسرائے کی لیجسلیٹو
کونسل کے ممبر چنے گئے ۔ ابھی پچھلے سال کا ذکر ہے ہمارے وائسرائے جناب لارڈ
کرزن صاحب نے اپنا خیال ظاہر کیا کہ ہند میں کوئی معزز شخص مسیحی نہیں ہوتا ۔ سال کے
شروع ہی میں انکے کلکتہ پہنچتے ہی کنور صاحب موصوف کو کے۔سی۔ایس۔آئی کا خطاب عطا
ہوا اور نواب موصوف کو یہہ بھی معلوم ہوا کہ بنگال کے لفٹنٹ گورنر کی کونسل میں
ایک ہندوستانی مسیحی بھی شامل ہیں ۔ دوران سال میں آپ پر روشن ہوا کہ پنجاب
کے ایک مسیحی پہلے ہندوستانی ہیں ۔ جنہوں نے ایم۔ڈی کے امتحان میں طلائی تمغہ
پایا ۔ اب سال کے خاتمہ پر آپ ایک پنجاب کے مسیحی کو اپنی کونسل میں پائینگے ۔
کرزن صاحب ان واقعات سے کیسے حیران ہو گئے اور انہیں اپنی رائے کیسے
بدلنی پڑی ہوگی ۔ مسیحی کے اگلے پرچہ میں کرسمس سے متعلق خاص مضامین ہونگے ۔
اور وہ معمول سے ذرا دیر بعد شائع ہوگا ۔ پادری ایف بی مائر صاحب کا پیغام جو
آپ نے پنجاب کے مسیحیوں کو بھیجا ہے ۔ بمعہ آپکی تصویر اور سرگذشت کے چھپیگا
بزرگ پادری کلارک صاحب کا ایک مضمون بھی پنجاب میں مسیحی عورتوں کے کام
پر درج ہوگا ۔ کئی اور نامی گرامی اصحاب کے مضامین بھی نکلینگے ۔ اور نئے عہدنامہ
کی مختصر تفسیر بھی شروع کی جائیگی جو سال میں پوری ہو جائے گی ۔ چونکہ عملی طور پر
یہہ سال کا آخری پرچہ ہے ہم اصحاب ذیل کا خاص شکریہ ادا کرنا چاہتے ہیں ۔
مسٹر بی۔ اے شرف کا ۔ مسیحی کی عملی طور پر مدد کرنے اور خریدار پیدا کرنے کے لئے
پنروٹی کی مس ریڈ صاحبہ کا مسیحی میں بڑی دلچسپی دکھانے کے لئے ۔ اجنالہ
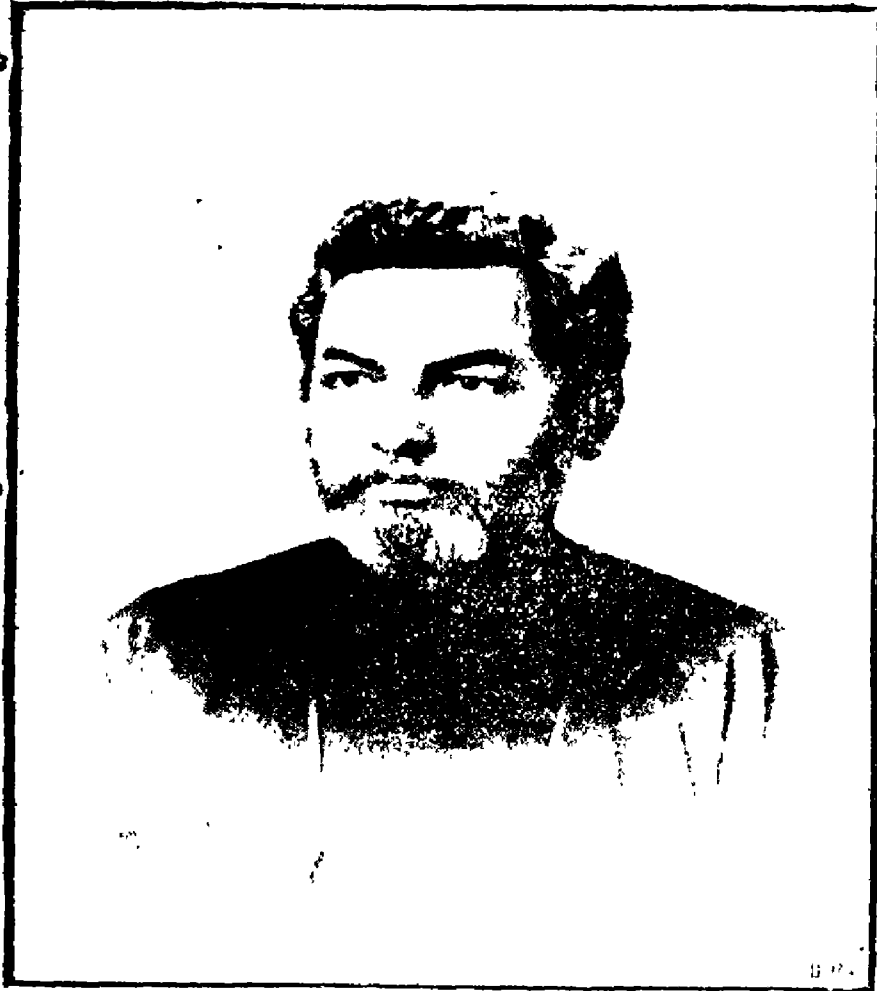
HON. KALI CHARAN BANURJI, M.A. B.L.

آنریبل کالی چرن بنرجی ایم اے-بی ایل

نومبر ۱۸۹۹ء

نوٹ اور رائیں

صوبہ پنجاب کے نئے بشپ صاحب کا تقرر کلیسیائے انگلستان کے متعلق ملک ہند میں یکم نومبر ۱۸۹۹ء مدت تک یادگار رہیگا۔ کیونکہ اس روز کیمبرج مشن دہلی کے پادری جی اے لفرائے صاحب ڈی ڈی لاہور کتھیڈرل میں بموجودگی لارڈ بشپ صاحبان کلکتہ و بمبئی و مدراس و چھوٹا ناگپور و ممالک شمالی و مغربی و جملہ خادمانِ دین متعلقہ پنجاب چرچ مشن صوبہ پنجاب کے بشپ مقرر کئے گئے۔ شائد اس ملک میں یہ اوّل نظیر ہے کہ بشپ صاحب اپنے ہی علاقہ میں اسقفی خدمت کے لئے مامور کئے گئے ہیں۔ پادری لفرائے صاحب مدت سے دہلی میں کلام کی خدمت کرتے رہے ہیں۔ آپ کو اس ملک کی کلیسیا سے خاص اُنس اور ہمدردی ہے اور ہندوستانی زبان میں کامل مہارت رکھنے کے باعث ہر ایک مسیحی سے بلاتکلف گفتگو کر سکتے ہیں۔ اِن جملہ صفات اور آپکی قابلیت اور دینداری کے لحاظ آپ اس بزرگ عہدہ کے ہر طرح سے لائق ہیں۔ آپ کے تقرر پر پنجاب چرچ مشن کے خادمانِ دین کو حکماً طلب کیا گیا جس سے شائد بہت سے دیسی پادریوں کو اوّل مرتبہ معلوم ہوا کہ ہمارا چرچ ایک شاہی چرچ ہے اور اگر ضرورت ہو تو سرکار ہمکو حکماً طلب کر سکتی ہے یکم نومبر کو لاہور کے شاہی گرجا میں حسب ضابطہ ڈاکٹر لفرائے صاحب کو علاقہ پنجاب کا بشپ مقرر کیا گیا اور دوسرے روز اُنکی تخت نشینی کی رسم ادا کی گئی جس میں سب دیسی پادری صاحبان نے نئے تقدس یافتہ لارڈ بشپ صاحب کے سامنے اپنے درجہ کلیسیا اور ڈیکن پر مقرر ہونے کی سند کو معہ کل لائسنسوں اور دوسرے اختیاروں کی سندوں کے پیش کیا۔ ہماری

دُعا ہے کہ خدا ہمارے نئے بشپ صاحب کو آسمانی حکمت اور وسیع خیالی عطا فرمائے تاکہ ہماری کلیسیا اُنکے ذریعہ خالی اور ظاہری رسُومات کی نسبت حقیقی دینداری میں ترقی کرے اور دیگر مختلف کلیسیاؤں کے ساتھ اُسکا تعلق برادرانہ یگانگت کا ہو تاکہ مسیح کا جلال ظاہر ہو +

ایک فرحت افزا نظارہ - لارڈ بشپ صاحب کلکتہ کی تشریف آوری اور پادری لفرائے صاحب کے عہدہ بشپ پر مقرر ہونیکی تقریب پر دُور دُور سے مشنری صاحبان اور دیسی خادم الدین اور دیگر معزز مسیحی جمع ہوئے - اور ۲۱ - اکتوبر کی شام کو ساڑھے چار بجے لاہور کے مہانسنگھ باغ میں ایک پُر رونق جلسہ ہوا ہری گھاس کے مخملی فرش پر ایک بڑا مجمع مختلف مدارج کے مسیحیوں کا فراہم ہوا - تمام حاضرین ایک منتظم کمیٹی کے ذریعہ مدعو کئے گئے تھے - چاء پانی کا انتظام نہایت خوبی کے ساتھ کیا گیا تھا - مختلف مشنوں کے بھائی دُور اور نزدیک سے جمع تھے - انگریز اور امریکن اور ہندوستانی مسیحی ایک دُوسرے کی مُلاقات سے محظوظ ہوئے - اگر لاہور میں جمع ہونے کا کوئی اور مُدعا نہ ہوتا تو یہی نظارہ دِل شاد کرنے کے لئے کافی تھا - اِسی موقع پر کلکتہ کے بشپ صاحب نے باغ کے نئے ہوسٹل (طُلبا کے رہنے کا مکان) کا بُنیادی پتھر رکھا اور ایک مختصر اور باموقع تقریر کی - جسکے خاتمہ پر لالہ چندو لعل صاحب نے کل حاضرین اور خصُوصاً مسیحی جماعت کیطرف سے صاحب موصُوف کا شکریہ ادا کیا - مہانسنگھ باغ کی موجُودہ ترقی ایک فرحت افزا نشان ہے کیونکہ مختلف کالجوں کے مسیحی طُلبا کے لئے یہہ مقام برکت کا مقام ثابت ہوا ہے اور عمارت کی توسیع سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ آئندہ زیادہ طلبا کے اس باغ میں رہنے کی اُمید ہے - ۵ - نومبر ۱۸۸۱ء کے روز مہانسنگھ کا باغ پادری فرنچ صاحب نے خریدا - اُسوقت اُنہوں نے یہہ دُعا اپنے روزنامچہ میں درج فرمائی "کہ خداوند مہربانی سے اُسکو اپنا بنالے اور اُس کی آنکھیں اور اسکا دِل ہمیشہ اُسپر لگے رہیں" - گذشتہ ۲۱ - اکتوبر کا دِن اِس دُعا کا جواب تھا - بلکہ مسیحی نوجوانوں کی اِس قدر تعداد کی موجُودگی اور اس مقام سے فیضیاب ہونا اُس دُعا کے جواب سے بڑھکر ہے +

"تذکرہ بشپ فرنچ" - لاہور ڈایوسس کے تیسرے لارڈ بشپ صاحب کے تقرر نے گذرے ہوئے واقعات کو از سرِ نو تازہ کر دیا - خصوصاً بشپ فرنچ صاحب جو اس علاقہ کے اوّل اسقف ہونے کا اعزاز

رکھتے ہیں ہر بات میں یاد آرہے تھے۔ اور کیا تعجب ہے کہ وُہ بھی ہمارے درمیان اپنا ایسا لائق جانشین دیکھکر کچھ نہ کچھ خوشی منا رہے ہوں۔ لیکن ہماری نگاہ انکو نہیں دیکھ سکتی۔ ایسے وقت پر رسالہ "تذکرہ بشپ فرینچ" ایک نہایت باموقع تصنیف ہے۔ اوّل بشپ صاحب ممدوح کے انگریزی تذکرہ کو پادری برک صاحب نے تصنیف کیا جس میں سے یہہ مختصر تذکرہ پادری لوئیس صاحب نے اخذ کیا اور پادری تارا چند صاحب نے اُسکا اُردو میں ترجمہ کیا۔ اندیشہ ہے کہ مفصل سوانح عمری کا اختصار کرنے میں فقط چند خشک واقعات اخذ کئے جائیں لیکن رسالہ مذکور باوجود مختصر ہونے کے نہایت دلچسپ ہے۔ چونکہ بشپ فرینچ صاحب کی عمر کا بہت سا حصہ پنجاب اور خصوصاً لاہور میں بسر ہوا اسلئے یہاں کے مسیحیوں کو ضرور ہے کہ اس رسالہ کو پڑہیں۔ علاوہ دیگر دلچسپ حالات کے ڈوِنٹی سکول لاہور اور کتھیڈرل اور صاحب موصوف کی ہندوستانی تصانیف کا مختصر بیان عمدہ طور پر درج کیا گیا ہے۔ رسالہ کے شروع میں بشپ صاحب کی عمدہ تصویر بھی طبع کی گئی ہے جو ہندوستانی تصانیف میں ایک غیر معمولی بات ہے۔

کرنیلیوس کو فرشتہ کا پیغام۔ ڈاکٹر کنگ صاحب فرماتے ہیں کہ کرنیلیوس کی نسبت عموماً یہہ خیال کیا جاتا ہے کہ وُہ ایک بُت پرست شخص تھا۔ مگر نہیں وُہ زندہ خدا کا پرستار تھا۔ وُہ مسیح اور اُس کی انجیل سے واقف تھا۔ مگر اُس کے حالات میں فرشتہ کا پیغام سب سے عجیب بات ہے۔ یہہ اُسکے خیالات کے خلاف تھا کہ فرشتہ بھی پیغام لایا کرتا ہے۔ وُہ دُعا مانگتا ہے اور خدا اُسکا جواب بھیجتا ہے لیکن یہہ اُس کے ذہن میں نہیں آسکتا کہ اِس طور پر بھی کبھی جواب ملا کرتا ہے۔ اور پھر فرشتہ کا پیغام کیسا مختصر اور محدود ہے۔ کیا وُہ آسمانی قاصد اس جلیل مُلک سے فقط اسی خدمت کیلئے آیا تھا کہ ایک شخص کے کان میں چپکے سے کہے کہ یافا میں آدمی بھیجکر ایک پطرس کو بُلا جو شمعون دباغ کے گھر میں ہے اور وُہ تم کو راہِ راست دکھائیگا۔ قابلِ غور ہے کہ فرشتہ خود انجیل کی مُنادی نہیں کر سکتا اور ایک دُوسرے شخص کیطرف ہدایت کرتا ہے۔ یہہ فضیلت اور رُتبہ خدا نے انسانکو بخشا ہے کہ اُسکے بیٹے کی گواہی دُنیا کے سامنے دے۔ اور کرنیلیوس کے لئے ایک اَور مشکل تھی۔ کیا یہہ غریب مچھوا جسکے لباس اور خدوخال سے غریبی اور محنت کشی ٹپکتی ہے مجھ کو

خدا کی طرف ہدایت کریگا۔ لیکن نہ قومی تعصب نہ ذاتی غرور کرنیلیوس پر غالب آیا اور اُس نے خوشی سے پطرس کے کلام کو سنا اور خدا نے اُسے کثرت سے برکت دی +

ہندوستان کی بیداری کے لئے خاص دُعا کا دن۔

جیسا دُعا کا خاص ہفتہ لاہور کے بزرگ پادری نیوٹن صاحب کی تجویز سے دُنیا میں مقرر ہوا۔ اسی طرح ہندوستان کی بیداری کے لئے علاقہ مدراس کے ایک پادری صاحب نے دُعا کا دن تجویز کیا۔ سنہ حال کے لئے ۳۔ دسمبر اتوار کا دن اس مقصد کے لئے مخصوص کیا گیا ہے۔ گذشتہ دو سال کے تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس طریق پر دُعا مانگنے سے کم از کم دُعا مانگنے والوں کو کم و بیش فائدہ ہوا ہے۔ جیسا کہ ہم خداوند کی دُعا میں مانگتے ہیں کہ "تیری سلطنت آئے" اور اُس کے حقیقی معنے یہی ہیں کہ ہم خود خدا کی سلطنت کو پھیلائیں۔ اسی طرح جب ہم ہندوستان کی بیداری کے لئے دُعا مانگتے ہیں تو اسکا مُدعا سوائے اسکے اور کیا ہے کہ خدا ہم کو طاقت دے کہ ہم اس مُلک کو بیدار کرنے کا ذریعہ ہوں۔ اس خیال نے بہتوں کے دلوں کو ہمت اور جوش دلایا ہے۔ ایک اور فائدہ بھی اس مخصوص دن سے متصور ہے۔ اس دُعا کی درخواست کنندوں میں کلکتہ کے لارڈ بشپ صاحب سے لیکر ہندوستان کے مختلف مشنوں کے بزرگوں کے نام پائے جاتے ہیں۔ کیا یہ اتحاد اور یگانگت کی رُوح خود ایک نشان اس امر کا نہیں کہ یہ تجویز خدا کی طرف سے ہے اور کہ خدا اس پر کثرت سے برکت دیگا۔ ہم سب اپنے آسمانی باپ کے مضبوط ہاتھ کو ملکر پکڑیں وُہ ضرور اپنے بچوں کی درخواست قبول کریگا +

فلپ بروکس صاحب راوی ہیں کہ بعض وحشیوں کو کسی نے ایک صوبگر مسی دی اُنہوں نے اُسکو ایسی عزت سے رکھنا چاہا کہ اُسکے گرد دیواریں تعمیر کر کے اُس پر چھت ڈالدی۔ کیا ہم بھی اپنے ایمان کو اسی طرح علیحدہ بند نہیں رکھتے گویا وُہ ایسی مُقدس شئے ہے جو روزمرہ ہمارے کار آمد نہیں ہے۔ چاہیئے کہ ہم اُسے استعمال کریں۔ چاہیئے کہ خدا کے نُور کے کرن ہماری زندگی پر پڑیں۔ چاہیئے کہ ہمارا ایمان نیک کاموں کی طرف ہم کو اُبھارے +

ہندوستان کے لئے خاص دُعا کا دِن

اتوار دسمبر ۳ - ۱۸۹۹ء

کئی سال سے ایک دن مخصوص کیا جاتا ہے کہ ہندوستان کی روحانی بیداری کے لئے دُعا و مناجات کیجائے - دعاؤں کے فوراً جواب تو اکثر ملے ہیں اور کئی مقاموں میں خاص خاص برکتوں کے نشان بھی پائے جاتے ہیں - لیکن عام طور پر لوگوں میں کوئی بیداری واقع نہیں ہوئی اور موت و غفلت کی نیند سے کروٹ بدلنا تو کجا - اِن میں ذرا بھی حرکت ہوتی نظر نہیں آتی - اِس لئے لازم و مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم پھر خدا کے حضور آپ کو پست کریں - اور اُس سے دُعا و منت کریں کہ اس ملک کے لوگ اپنی نیند سے بیدار ہوں اور مُردوں میں سے اُٹھیں تاکہ مسیح اُن پر جلوہ گر ہو +

اِس لئے ہم درخواست کرتے ہیں کہ اتوار تیسری دسمبر کا دِن خاص دُعا کے لئے الگ کیا جائے - کہ مسیح کی کلیسیا رُوح القدس پاکر ایسے اتحاد اور پاکیزگی اور قوت سے اپنی شہادت دے کہ جو مسیح کو نہیں جانتے وُہ گناہ سے اور راستی سے اور عدالت سے تقصیروار ٹھہریں اور دُنیا کے نجات دہندے کو پہچانیں اور اُسے جانیں +

ہم پیش کرتے ہیں کہ

۱ دن کی معمولی عبادتوں میں اس امر کا خاص طور پر ذکر کیا جائے۔
۲ جہاں کہیں ہو سکے متحدہ دعا و شفاعت کے لئے خاص مجمعے فراہم کئے جائیں۔ اور
۳ تمام مسیحی فرداً فرداً دن کا کچھ حصہ خلوتی دعا اور خود امتحانی میں صرف کریں اور خدا کی حضوری میں اس امر پر فکر کریں کہ ہماری روحانی زندگی کی حالت کیا ہے اور کہ ہم انجیل کے پھیلانے میں کیا کچھ کوشش کر رہے ہیں تاکہ دریافت کر سکیں کہ ہندوستان میں مسیح کی خوشخبری دینے کی راہ میں ہم خود ہی کہیں رکاوٹیں تو ڈال نہیں رہے اور وہ رکاوٹیں کیا ہیں ۔

دستخط ____________

جے ۔ ای ۔ سی کلکتہ (یعنے کلکتہ کے بشپ صاحب)
کے ۔ سی بنرجی کلکتہ
ڈی ۔ ایل بریٹن رنگون
جے ۔ سی۔ آر ایونگ لاھور
جے ۔ فرگسن کلمبو
آر۔ اے ہیوم احمدنگر
جے ۔ ای رونبسن کلکتہ
ایس ستیاناوھن مدراس
ٹی واکر تناولی
جے ۔ کیمبل وائٹ کلکتہ

منجملہ دیگر مضامین کے امورِ ذیل کے لئے دُعا کیجائے۔

۱ کارندوں کی تعداد میں ترقی ہو۔ "پکے کھیت تو بہت ہیں پر مزدور تھوڑے اسلئے تُم کھیت کے مالک کی مِنّت کرو کہ وُہ کھیت کاٹنے کے لئے مزدور بھیجے"

۲ جو کام مختلف قسموں اور درجوں کے لوگوں میں ہو رہا ہے۔ نام کے مسیحیوں۔ ہندوؤں۔ محمدیوں بُدھ مت کے پیرووں۔ سکھوں۔ جین مت والوں اور ادنیٰ اقوام میں۔ کوڑھیوں اور اندھوں۔ گورے سپاہیوں۔ ریلوائیوں۔ مُلازمانِ ڈاکخانہ۔ جوان مردوں اور عورتوں۔ طالب علموں۔ بچوں وغیرہ میں

۳ کارندوں اور کام کے مختلف طریقوں کیلئے۔ بشارت۔ تعلیم۔ طِب۔ علم اور صنعت و حرفت۔

۴ ہندوستانی کلیسیا کی ترقی اور نمو سے متعلقہ مشکلوں میں الٰہی ہدایت کے لئے

۵ اِس لئے کہ مسیحی سادہ ایمان رکھیں اور مسیح کے حکموں کی کما حقّہٗ فرمانبرداری کریں

۶ رُوح القدس نازل ہونے کے لئے

مسیح نے فرمایا

"اگر تم میرے نام سے کچھ مانگو گے تو مَیں وُہی کرونگا" (یوحنا ۱۴ : ۱۴)۔

"تم نے مجھے نہیں چُنا ہے بلکہ مَیں نے تمہیں چُنا ہے اور تمہیں مقرر کیا ہے کہ تم جاؤ اور میوہ لاؤ اور تمہارا میوہ باقی رہے تاکہ تم میرا نام لیکے جو کچھ باپ سے مانگو وہ تمہیں دے" (یوحنا ۱۵ : ۱۶)۔

"اب تک تم نے میرے نام سے کچھ نہیں مانگا۔ مانگو کہ تم پاؤ گے تاکہ تمہاری خوشی کامل ہو" (یوحنا ۱۶ : ۲۴) +

زبور بست وسوم

یہہ زبور ایڈیٹر مسیحی کی خاص فرمائش سے لکھا گیا ہے

خداوند خود میرا چوپان ہے
کمی کا مجھے کچھ نہیں دھیان ہے
پلاتا ہے راحت کے چشمہ سے آب
چرا گاہ کا سبز میدان ہے
صداقت کی راہوں میں ہادی ہے وُہ
وُہی پھیر لاتا مری جان ہے
جو ہیں موت کے سائہ کی وادیاں
پھروں اُن میں کیا میرا نقصان ہے
جو تو ساتھ ہے تو خطر کچھ نہیں
ہر آفت میں تو ہی نگہبان ہے
چھڑی تیری اور تیری لاٹھی خدا
تسلی دہ قلب حیران ہے
تو ہی دشمنوں کے مقابل مدام
بچھاتا مرے روبرو خوان ہے
مرے سر کے بالوں میں ملتا ہے تیل
مرا جام لبریز ہر آن ہے
سکونت کریگا ترے گھر میں وُہ
کہ منت ترے در کا دربان ہے

نئی پیدائش

پیدا ہوئے جہاں میں سرِ نو اگر نہیں
تب حق کی سلطنت میں تمہارا گذر نہیں
ماں کے دوبارہ پیٹ میں جانیسے کیا حصول
جب تک کہ آب و رُوح کا دل میں اثر نہیں
پیدا ہوا جو جسم سے ہوگا کبھی نہ رُوح
جو رُوح سے ہے جسم سے ہوگا مگر نہیں
چلتی ہے چاہتی ہے جہاں میں ہوا جدھر
سُنتے ہو اسکی چال کی ہوتی خبر نہیں
ایسا ہی ہے ہر ایک جو پیدا ہے رُوح سے
حیرت کو اس میں دخل کہیں بال بھر نہیں
دیکھا جو ہم نے دیتے ہیں اُسکی گواہی ہم
کہتے نہیں وُہ بات کہ جسکی خبر نہیں
سچ سچ کہا جو ہم نے کہا واجبی کہا
پر یہہ شہادت آپکے مدِ نظر نہیں
کیونکر یقین کروگے بھلا آسماں کی بات
باور تمہیں زمین کی آتی اگر نہیں
منت سوا مسیح کے اُترا جو عرش سے
پہنچا ہے آسمان پہ شخص دگر نہیں

آنریبل کالی چرن بنرجی

ہم اپنے اس ماہ کے پرچے میں آنریبل کالی چرن بنرجی صاحب کی زندگی کا تھوڑا سا حال درج کرتے ہیں۔ گو اس وقت ایک لمبا چوڑا بیان پیش نہیں کیا جائیگا تاہم اِس مختصر بیان میں اُنکی تمام خوبیاں جلوہ گر ہیں۔ اُن کی دینداری اور اپنے آسمانی آقا کی خدمت میں اُن کی جاں نثاری اور وفاداری۔ اُن کی ملنساری اور اپنے ابنائے جنس کی بھلائی اور بہبودی کے لئے اُن کی خود انکاری وغیرہ صفاتِ حمیدہ اِس مختصر بیان میں جو ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے بخوبی نمایاں ہیں۔ خداوند ہمیں برکت بخشے کہ ہم سب اِس نیکنام مسیحی کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کریں۔ اب ہم ذیل میں اُنکی نہایت مختصر مگر نہایت پُر مطلب سوانح عمری درج کرتے ہیں +

مشہور آنریبل کالی چرن بنرجی نے ڈف کالج واقع کلکتہ میں تعلیم پائی۔ ۱۸۶۶ء میں ڈگری حاصل کی۔ پھر مینٹل اور مارل فلاسفی کے مشکل مضمون میں امتحان ایم۔ اے بڑی کامیابی سے پاس کیا۔ اُن کی طالبعلمی کا زمانہ ہر طرح سے کامیابی کا زمانہ تھا۔ مگر سب سے بڑا واقعہ جو اِس عرصۂ طالب علمی میں وجود میں آیا یہ تھا کہ اُنہوں نے اِس زمانہ میں خداوند یسوع مسیح کو قبول کیا۔ چنانچہ ۲۸ فروری ۱۸۶۴ء میں اُنہوں نے اپنے ہم مکتب طلباء کی ایک کثیر جماعت کے سامنے پادری ڈبلیو۔ سی۔ فائف صاحب کے ہاتھ سے بپتسمہ پایا جو ڈاکٹر ڈف صاحب کی جگہ کالج کے پرنسپل ہو کر آئے تھے۔ ڈاکٹر ڈف صاحب دسمبر ۱۸۶۳ء کو ہندوستان سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئے تھے لہٰذا وہ اِس موقعہ پر حاضر نہ تھے۔ مگر اِس اُولوالعزم مشنری کی زندگی نے اِس نوجوان طالب علم کو ایسا متاثر کر رکھا تھا کہ اُنکے اوضاع و اطوار۔ اُن کا مذہبی جوش و خروش۔ اُن کی طرزِ معاشرت غرضیکہ اُنکی پوری شخصیت نوجوان بنرجی کے نگینۂ دل پر نقش کالحجر تھی۔ ۱۸۷۰ء میں بی۔ ایل کی ڈگری

حاصل کی۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں اپنے معاصر وکلاء کی جماعت میں نام پیدا کیا۔ وہ خداداد
فصاحت جس کے سبب سے مسٹر بنرجی کے نام کو قبولِ عام اور شُہرتِ دوام کا رُتبہ حاصل
ہے اوائل ہی سے اپنا جھلکارا دکھا رہی تھی۔ مگر وکالت کے صیغہ نے اب نئے نئے مواقع
پیش کر کے اُسے دو چند صیقل کر دیا۔ اُن کی قادر الکلامی اور عذب البیانی اُنکی اعلےٰ
درجہ کی قانون دانی کے ساتھ مل کر بہت جلد اُن کو وکیلوں کی جماعت کا امام بناتی اور اُنکے
سر پر ناموری کا تاج رکھتی۔ مگر اِس کے لئے یہ ضروری تھا کہ وہ اپنا تمام وقت اِسی کام میں
صَرف کرتے۔ مگر ایسا کرنے کے لئے وہ تیار نہ تھے کیونکہ اُن کی آنکھوں کے سامنے اِس سے
زیادہ وسیع اور اعلےٰ مقاصد پھر رہے تھے۔ اور گو وہ اب بھی اپنے اِس پیشے کے ساتھ
کچھ نہ کچھ ربط ضبط رکھتے ہیں چنانچہ رِپَن اَینڈ سِٹی کالج میں جا کر قانون پر درس دیا
کرتے ہیں۔ مگر اُن کے وقت۔ اُن کی لیاقت۔ اُن کی طاقت کا زیادہ تر حصّہ ہر طرح کی
مسیحی خدمات کی انجام دہی میں صَرف ہوتا ہے۔ تاکہ اِن خدمات سے اُن کے ہموطنوں
کی بھلائی اور بہبودی ہو۔ سب لوگ۔ کیا مسیحی اور کیا غیر مسیحی۔ اِنہیں اپنا رہنما اور پیشوا
سمجھکر اِن کی مدد کے جویاں ہوتے ہیں۔ اور وہ اپنی طبعی فیاضی سے ہر کسی کو ہر طرح کی
مدد دینے کو طیار ہیں بشرطیکہ ایسا کرنا اُن کے مسیحی اصول کے جنہیں وُہ ہر مناسب موقعہ
پر بے دھڑک ظاہر کرتے ہیں۔ برخلاف نہ ہو۔

مسٹر بنرجی کو ایک مدت سے کلکتہ یونیورسٹی کے معاملات میں دخل ہے۔ چنانچہ
۱۸۷۷ء میں وُہ اِس یونیورسٹی کے فیلو مقرر ہوئے۔ اور پچھلے چھ سال سے فیکلٹی آف آرٹس
کے پانچ مُعزز شرکاء کے ناموں کی فہرست میں اُن کا نام چمکتا ہے۔ اور جس حُسنِ لیاقت
اور وفاداری سے اُنہوں نے اِس خدمت کو پورا کیا اُس کا اندازہ اِس بات سے ہو سکتا
ہے کہ وہ ۱۸۹۷ء میں چُنے گئے کہ یونیورسٹی کی طرف سے لفٹنٹ گورنر کی کونسل میں
داخل ہوں ٭

مگر سب سے بڑی بات جو ہماری توجہ طلب کرتی یہ ہے کہ مسٹر بنرجی نے اپنے عصر کے طالبعلموں پر ایک عجیب قسم کا اثر پیدا کیا ہے۔ دُنیا میں ہر کہیں دیکھا جاتا ہے کہ طالبعلم علم و فضل کے فریفتہ ہوتے ہیں۔ اور خاصکر وہ اُس شخص پر اپنی جان تک قربان کرنے کو تیار ہوتے ہیں جس میں علمی لیاقتوں کے ساتھ ملائم مزاجی۔ بلند خیالی اور پُراخلاق فصیح بیانی ملی ہوئی ہو۔ مسٹر بنرجی میں یہ سب خوبیاں موجود ہیں۔ اور کسی موقعہ پر اُنکو ایسی خوشی حاصل نہیں ہوتی جیسی اُس وقت جبکہ وہ طالبعلموں کو مذہب یا کسی اور نیک کام کے متعلق نصیحت کرتے ہیں +

مسٹر بنرجی زیورِ حُب الوطنی سے بھی آراستہ ہیں اور یہی سبب ہے کہ وہ نیشنل کانگرس کے ساتھ ہمدردی رکھتے ہیں تاہم اُن کے نزدیک اِس سے مُقدم شَے مسیحیت ہے۔ وہ خوب جانتے اور اِسی لئے اِس بات پر اکثر زور بھی دیا کرتے ہیں کہ وہ نسخۂ مجرب جو ہند کو اُس کی تمام بیماریوں سے شفا بخش سکتا ہے یسوع مسیح کی انجیل ہے۔ کہ مُلکی یگانگت اور ترقی اِس انجیل کے قبول کرنے پر مبنی ہے +

مسٹر۔ اے۔ ایچ۔ ایل فریزر صاحب قائم مقام ہوم سکرٹری نے جبکہ وہ ڈف کالج کے طلبا کو جلسۂ تقسیم انعام کی تقریب پر درس دے رہے تھے یہ کلمات بیان فرمائے۔ "میں اپنے دوست مسٹر کالی چرن بنرجی کو مُبارکباد دیتا ہوں بسبب اُس خوشی کے جو انہیں اِس وقت اپنے پُرانے سکول میں حاضر ہونے سے حاصل ہوئی۔ اور نیز اُس عزت اور مقدرت کے سبب سے جو آپ لوگوں کے درمیان اُن کو حاصل ہے۔ جس کا ایک نشان یہ ہے کہ آپ اِس وقت اُن کی تصویر بطور تحفہ کالج کی نذر کرنے پر ہیں۔ مسٹر کالی چرن بنرجی نے اپنی دوڑ میں بڑی کامیابی پیدا کی اور اعلےٰ درجہ کی عزت پائی۔ اگر اِس وقت وہ میری جگہ کھڑے ہو کر آپ لوگوں سے ہمکلام ہوتے اور میں کیا ہی چاہتا ہوں کہ وہ ایسا کرتے۔ تو وہ آپ کے سامنے اُن سب برکتوں کا ذکر کرتے

جو انہوں نے اِس مکان کی دیواروں کے اندر بیٹھکر حاصل کیں۔ ہاں میں جانتا ہوں کہ وہ آپ کو کیا بتاتے۔ وہ ہرگز اِس بات کا ذکر نہ کرتے کہ میں نے اِس جگہ بیٹھنے سے سو یا ہزار یا پانچ ہزار روپیہ ماہوار کمانے کے اسباب یا لیاقت حاصل کی۔ بلکہ وہ بڑے جوش و خروش سے اِس بات کا ذکر کرتے کہ اِس جگہ میری عقلی قوا نے نشوونما پائی۔ یہاں میرے سامنے اعلےٰ خیالات اور بلند ارادات جلوہ گر ہوئے۔ یہاں میرا دل اور دماغ منور ہوا۔ اور سب سے بڑھکر اِس جگہ خدا کی پہچان اور یسوع مسیح کا عرفان مجھے نصیب ہوا۔ ہاں وہ آپ کو بتاتے کہ کئی اور چیزیں ہیں جو اِس زندگی کی شہرت اور اقبال مندی سے سیکڑوں درجہ ضروری اور بیش قیمت ہیں۔ اِس موقعہ پر مجھے ایک شخص یاد آتا ہے جو میری طالبعلمی کے زمانہ میں میرے ساتھ تھا۔ وہ اپنے مضبوط اور بے عیب اور کشادہ پیشانی چہرہ سے اُو پر کے طالبعلموں کو عجیب قدرت سے دیکھا کرتا تھا۔ اور مجھے اُسکے آخری الفاظ جو تقریری نہیں بلکہ تحریری صورت میں ہمارے پاس پہنچے یاد ہیں۔ اُس نے کہا "دانائی کو پیار کرو۔ اگر تم چاہتے ہو کہ وہ اپنے خزانوں کے مُنہ تمہارے لئے کھول دے تو جیسا چاہئے ویسا دانائی کو پیار کرو۔ یعنے دینداری سے۔ دلیری سے۔ فروتنی سے۔ اپنے سارے دل سے اور اپنی ساری جان سے"

روائت ہے کہ سیت کی اولاد ایک ایسے بلند پہاڑ کی چوٹی پر بود و باش رکھتی تھی جہاں سے وہ آسمانی گروہ کے گیت سُن سکتے اور گانے میں شریک ہو سکتے تھے۔ بائیبل وہ پہاڑ ہے۔ اُس کی چوٹی بادلوں سے اُوپر آسمانی فضا میں سربلند ہے۔ جہاں خدا کا کلام ختم ہوا۔ وہاں سے آسمان شروع ہوتا ہے۔ اِس کتاب کے خیالات دنیا کے اعلےٰ ترین خیالات اور حکمت سے برتر اور بالا ہیں۔ (ہیبرسن) ❖

بیئبل کے مطالعہ کا ایک سادہ اور مفید طریقہ

انپا درے نوری صاحب سپرنٹنڈنٹ موڈی بیبل انسٹیٹیوٹ

ہمارے زمانہ میں مسیحی زندگی کی ترقی کا ایک نہایت تسلی بخش نشان اِس بات سے ظاہر ہے کہ مسیحیوں میں بیبل کے مطالعہ کا شوق روز بروز بڑھتا جاتا ہے۔ صرف شہر شکاگو میں ایک ہفتہ میں پانچ راتوں کو بیبل کے مطالعہ کرنے والی جماعتیں اکٹھی ہوتی ہیں جن کی اوسط ہفتہ وار حاضری چھ ہزار آدمیوں کی ہے۔ امریکہ کے اور شہروں میں بھی اِسی طور پر بیبل کے مطالعہ میں دن بدن ترقی ہو رہی ہے۔

شہر لندن میں امریکہ کے پروفیسر ڈبلیو۔ ڈبلیو وائٹ صاحب نے گذشتہ سرما میں ہزارہا لوگوں کو بیبل کی تعلیم دی ہے اور اِسی کام کے لئے نیول صاحب کو لندن سے پیغام پہنچا تھا کہ وہ بھی وہاں آ کر گذشتہ جون اور جولائی اور اگست کے مہینوں میں بیبل کی جماعتوں کو اپنی شکاگو کی جماعتوں کے طریقہ پر تعلیم دیں۔

لیکن کئی لوگ ایسے ہیں جو اِس قسم کی بیبل کی جماعتوں میں شامل نہیں ہو سکتے اور چاہتے ہیں کہ اُن کو بیبل کے مطالعہ کا کوئی ایسا طریقہ بتایا جائے جسے وہ خود اپنی اپنی جگہ پر استعمال کر سکیں۔ بیبل کے اِس طور پر مطالعہ کرنے کے لئے کئی طریقہ جو پیش کئے گئے ایسے مشکل ہیں کہ عام لوگ اُنہیں استعمال نہیں کر سکتے اور بعض طریقے ایسے ہیں جو کارآمد نہیں۔ لیکن حال میں ایک بڑا سادہ طریقہ بتایا گیا ہے اور جن لوگوں نے اُسے برتا ہے اُن کی شہادت یہ ہے کہ اِس سے اُنہیں بہت فائدہ پہنچا ہے۔ یہ طریقہ ایسا سادہ ہے کہ ایک بچہ بھی اُسے سمجھ سکتا ہے اور ساتھ ہی اِس کے اِس میں یہ بھی گنجائش ہے کہ بڑی غور و فکر کا آدمی گہری گہری باتوں کو اِس طریقے کے ذریعے نکال سکے۔

یہ سادہ طریقہ فقط یہ ہے کہ بیبل کو باب وار پڑھتے جاؤ اور ہر ایک باب کے متعلق ذیل

کے چار سوالوں کا جواب دو۔

اوّل اِس باب کا مضمون کیا ہے۔

دوم اِس باب سے کونسا خاص سبق حاصل ہوتا ہے۔

سوم اِس میں سب سے اچھی آیت کون سی ہے۔

چہارم اِس میں کِن کِن خاص اشخاص کا ذکر ہے۔ یہ طریقہ بہت ہی سادہ معلوم ہوتا ہے اور واقعہ میں سادہ ہے بھی۔ لیکن یہ بڑی حیرت انگیز بات ہے کہ اِن سوالوں کا جواب دینے کے لئے دل کی آنکھیں کھول کر مطالعہ کرنا پڑتا ہے اور بہت سوچ و فکر کرنے کی بھی ضرورت پڑتی ہے۔ جس باب کا مطالعہ اِس طریقہ سے کیا جائیگا وہ ایسے طور پر سمجھ میں آجائیگا کہ پہلے کبھی نہ آیا ہو۔ اور اس کا خاص سبق اور باقی نصیحتیں اچھی طرح سے ذہن نشین ہو جائینگی ۔ اور سب سے اچھی آیت کے چننے میں کئی ایک آیتوں میں نئی خوبیاں نظر آنے لگ جائینگی ۔

اگر دو باب ہر روز پڑھے جائیں تو ساری بائبل دو سال میں عبور ہو جائیگی اور پڑھنے والے کو تمام بائبل کی باتوں پر ایک نئی قسم کی گرفت حاصل ہوگی۔ غالباً سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے باب سے شروع کرکے انجام تک پہنچایا جائے اِس سے ایک تو یہ فائدہ ہوگا کہ بالکل شروع سے مطالعہ کا آغاز ہوگا اور دوسرے یہ کہ اِس طریقہ سے مطالعہ کرنے میں مُبتدی کے لئے نئے عہدنامہ کی نسبت پرانے عہدنامہ کے مطالعہ کرنے میں زیادہ سہولت ہوگی۔ مثلاً یہ کہ متی کی انجیل کی نسبت پیدائش کی کتاب میں کسی باب کا مضمون بتانا آسان ہے ۔

(الف) کسی باب کا مضمون بیان کرنے میں یہ کوشش کرنی چاہئے کہ جہاں تک ہو سکے مختصر اور پُر معنے الفاظ میں سارے باب کا مضمون بیان کیا جائے۔ بعض اوقات سارے باب کو ایک عنوان کے نیچے لانا مشکل ہوگا۔ ایسی صورتوں میں اگر اس

باب کے باقی حصّے بھی ضروری ہیں تو ایک کی بجائے دو یا تین عنوان بھی مقرر کئے جا سکتے ہیں مثلاً متی کی انجیل میں سارے نویں باب کو ایک مضمون کے نیچے لانا مشکل ہوگا۔ اِس صورت میں اِس باب کا مضمون ذیل کی طرز میں بیان کیا جا سکتا ہے۔ مسیح کا کئی ایک مریضوں کو چنگا کرنا اور مُردے کو جلانا۔ اور متی محصول لینے والے کی بلاہٹ۔

(ب) کسی باب میں سب سے ضروری سبق نکالنے میں اِس بات کو مدِنظر رکھنا چاہئے کہ ایسا سبق نہ نکالا جائے جو صرف بجائے خود نہایت کارآمد ہے بلکہ وہ جو خاص اُسی باب کی تعلیم سے نکلتا ہے۔ مثلاً متی کا چھٹا باب لو۔ اِس میں کئی ایک بڑے قیمتی اور ضروری سبق پائے جاتے ہیں لیکن اگر سارے باب پر ایک سرے سے دوسرے سرے تک غور کیا جائے تو اُس سے ذیل کا سبق حاصل ہوتا ہے یعنے سچی برکت اور خوشی پانے کا طریقہ یہ ہے کہ ہم کامل طور پر اپنے تئیں خدا کی رضا کے سپرد کر دیں اور خواہ کچھ ہی ہو اُسکی فرمانبرداری کرنے میں ذرا سا تامل بھی نہ کریں اور ہر وقت اُس پر کامل بھروسہ رکھیں۔

(ج) سب سے اچھی آیت کا چُننا بہت کچھ ہر ایک کے اپنے میلان پر چھوڑنا پڑے گا لیکن ایسی آیت چُنتے وقت یہ اچھا نہ ہوگا کہ سب سے زیادہ دلکش اور خوش کرنے والی آیت چُنی جائے۔ یہ سوال اپنے آپ سے نہیں پوچھنا چاہئے کہ کون سی آیت مجھے نہایت اچھی لگتی ہے بلکہ یہ کہ کون سی آیت میرے حق میں اور اَوروں کے لئے سب سے زیادہ فائدہ مند ہے۔ بعض وقت ہو سکتا ہے کہ جو آیت مجھے سب سے زیادہ رنج میں ڈالنے والی ہے وہی میرے لئے سب سے اچھی ہو۔

(د) سب سے ضروری اشخاص کے چُننے میں اُن سب اشخاص کو نہیں چُن لینا چاہئے جن کا فقط ذکر ہی ہوا ہے بلکہ صرف وہی جن کا اُس باب میں خاص طور پر ذکر آیا ہے۔

اِس باب وار مطالعہ کے نتیجوں کو ترتیب وار لکھکر حفاظت سے رکھنا چاہئے۔ یہ اِس

طور پر ہو سکتا ہے کہ ایک کورے کاغذ کے سرے پر مختلف بابوں کے نمبر لکھ لو مثلاً ایک تختے پر بارہ
بابوں کے نمبر جو ہفتہ بعد کے مطالعہ کے لئے کافی ہونگے اور پھر اُس کاغذ کے ایک پہلو کے
متوازی مذکورہ بالا چاروں سُؤال ایک دوسرے کے نیچے لکھے جائیں پھر تختہ کو پہلو کے
متوازی اور بابوں کے نمبروں کے متوازی خط کھینچنے سے ہر ایک باب کے نیچے چار چار خانے
بنجائینگے جن میں ہر ایک باب کے متعلق اِن چار سُؤالوں کا جواب موجود رہے گا۔ نقشہ کی
یہ صورت ہوگی +

نمبر باب	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲
خاص مضمون												
خاص سبق												
خاص آیت												
خاص اشخاص												

اِس سے یہ فائدہ ہوگا کہ ایک باب کا دوسرے باب کے ساتھ آسانی سے مقابلہ ہو سکیگا اور
ساری کتاب کے مضمون پر شروع سے اخیر تک باب وار نظر ڈالنا سہل ہو جائیگا۔ اِس قسم
کے کاغذ کے تختے چھپے چھپائے مل سکتے ہیں لیکن چونکہ اُن کا حقِ تالیف محفوظ نہیں ہے
کوئی شخص اُنہیں اپنے لئے تیار کرا سکتا ہے۔ اِس مطالعہ کے نتیجوں کو اپنی بائبل میں
بھی درج کر سکتے ہیں یعنے اِس طور پر کہ باب کا مضمون ہر باب کے شروع میں لکھ لو اور
اُس کا خاص سبق صفحہ کے نیچے اور خاص اشخاص کے نام سبق کے نیچے اور سب سے اچھی
آیت پر قلم سے نشان کر دو اور شاید بہتر ہوگا کہ لفظوں کے نیچے خط کھینچ دو۔ ایسا کرنے سے
کاغذ کے تختوں کے استعمال کی نسبت خاص فائدہ رہیگا۔ لیکن علیحدہ تختوں کے استعمال
میں بھی خاص اَور فائدے ہیں +

اِس مطالعہ میں اِس سے بھی زیادہ دلچسپی اور فائدہ ہوگا اگر کئی ایک آدمی مل کر مطالعہ کریں
اور ہر ہفتہ ایک دفعہ مل کر اپنے نتیجوں کو ایک دوسرے سے ملالیں۔ جہاں کوئی خاص لیاقت والا
شخص بائبل کے پڑھانے کے لئے میسر ہو سکے بائبل کی ایک نہایت فائدہ مند جماعت بنانے کے لئے یہ ایک بڑی سہل تجویز ہوگی +

سنڈے سکول

یہ مضمون امرت سر کی مس ہیولٹ صاحبہ سنڈے سکول کونونیشن
کے موقعہ پر پڑھینگی جو بمقام لودیانہ بتاریخ ۱۰-۱۲ نومبر منعقد ہوگا۔

خدا باپ ایسا کرے کہ جو کلیسیا ہمارے اِس ملک ہندوستان میں قائم ہے۔
خداوند کے ہاتھ میں درخشاں تاج اور اپنے خداوند کی ہتھیلی میں ایک شاہانہ افسر بنے
کاش کہ ہمارا محبوب اپنے باغیچے میں آئے۔ اور اُس کا لذیذ میوہ کھائے۔ خداوند تمہارا
خدا تمہارے درمیان ہو او قادر ہو۔ اور تمہارے سبب سے شادمان ہو کے خوشی کرے
اپنی محبت کے باعث وہ الزام دینے کے بدلے خاموش رہے۔ وہ گاتے ہوئے تمہارے
لئے شادمانی کرے۔ آمین

اِس دُنیا میں چاروں طرف رنج وغم اور دل شکن واقعات پائے جاتے ہیں۔
جدھر دیکھو۔ لڑائیاں اور لڑائیوں کی افواہیں۔ مری اور قحط اپنا سکہ جماتے ہیں۔
اور اِسی دُنیا کے کروڑوں آدمی بے خدا اندھیرے میں موت کے سایہ کی وادی میں
بیٹھے ہیں اور اُن کو آج تک خدا کی مطلق یاد نہیں۔ علاوہ اِسکے جو مسیحی کہلاتے ہیں
اُن میں بھی ہم اکثر سستی اور بے مہری پاتے ہیں۔ بعضوں کا ایمان کمزور ہو گیا ہے
اور بعضوں نے دِل ہی دِل میں خدا کی راہ چھوڑ دی ہے۔ بلکہ کیا کبھی کبھی ہم اپنی
ہی ذات میں نہیں دیکھتے کہ ہماری اندرونی حالت بھی ایسی ہی ہے۔ اگر خدا فضل
نہ کرتا تو ہم میں بھی وہی بے ایمانی کا بُرا دِل ہوتا جو زندہ خدا سے برگشتہ ہو جاتا ہے +

شاید ہم اکثر مایوس بھی ہو جاتے ہیں کہ ہماری کوششیں ایسی بے سود۔ ہماری
دُعائیں ایسی بے تاثیر اور ہماری محبت ایسی ٹھنڈی اور کمزور معلوم ہوتی ہے۔ ہاں!
کلیسیا میں اور دُنیا میں بھی۔ ہمارے دِلوں اور ہماری ہر حالت میں بھی غم کرنے کی بڑی

وجوہات ہیں۔ لیکن بے دلی اور مایوسی مسیحیوں کے واسطے گناہ ہے۔ کیونکہ خُدا کے جتنے وعدے ہیں سب مسیح میں ہاں اور اُس میں آمین ہیں۔ تاکہ ہمارے وسیلے سے خُدا کا جلال ظاہر ہو۔ اور یہ وعدے ہمارے اور ہماری اولاد کے واسطے بھی ہیں۔ جس طرح خُداوند نے بنی اسرائیل کو یشوع کی سپردگی میں یہ اِشارہ قبضہ کرنے اور فتح مندی حاصل کرنے کو بُلایا۔ ویسے ہی اُس نے ہم کو بھی اِنہی برکتوں کے لِئے برگزیدہ کیا ہے۔ بہُت مجرب وسائل ہیں جن کے ذریعہ ہم خدا کی اِن برکتوں کو حاصل کر سکتے ہیں اور وہ رودِ دریا کی طرح ہمارے پاس آئینگی جیسے کہ خشک زمین میں پانی آتا ہے۔ ہاں بیشک فضل کے وسائل بہت اور بڑے اور قسم قسم کے ہیں۔ ہم اُن کو پہچانتے اور یاد کر رکھتے اور اُن کے لِئے بکمال خوشی خدا کا شکر کرتے ہیں۔ لیکن یقین جانو۔ خُداوند نے ہم کو ہمارے بچّوں کے وسیلے ہماری پیاری کلیسیا اور عزیز ملک کے واسطے ایک ایسی برکت اور فضل کا وسیلہ عنایت فرمایا ہے جس کی خوبی کے بیان میں قلم عاجز اور الفاظ قاصر ہیں بلکہ میں کہہ سکتی ہوں کہ ہم نے ابتک اُس کی قدر نہیں پہچانی +

ہمارا مبارک اُستاد کمال فروتنی سے فرماتا ہے۔ کہ دیکھ میں اُن لڑکوں سمیت جنہیں خُدا نے مجھے دیا۔ اے بھائی بہنو! کیا ہم اُسکے نقشِ قدم پر چلتے ہیں +

اب ہم ذرا اپنے بال بچّوں کی تربیّت اور تعلیم کی ضرورت پر غور کریں۔ اوّل اُن کی بہتری۔ دوم مُلکی بہتری کے لِئے۔ اِس کے ساتھ ہی ہم مسیحیوں اور غیر قوموں کی حالت پر بھی فکر کریں +

اوّلاً۔ مسیحی بچّے خُدا کے فضل سے ان کی تعداد میں بڑی ترقی ہو رہی ہے۔ یہاں تک کہ بعض کا بیان ہے کہ جہاں ہماری یاد میں دس تھے۔ اب وہاں قریب سو کے ہیں اور بیشک ہر سال جب تک کہ یسوع پھر نہ آئے ہندوستان میں سال بسال صدہا بچے بڑھتے جائینگے۔ کیا یہ خیال اُن کے نزدیک جنہوں نے اب تک غفلت یا بے پروائی سے اُن

بچوں کی تعلیم پر جو خدا اور اُس کی بادشاہت کے لئے ہیں۔ فکر نہیں کی ایک تُرہی کی
سی آواز نہیں ہے۔ یقین جانو اِن بچوں کی رُوحوں کی بہتری کا ایک بڑا عمدہ موقعہ
ہمارے سامنے ہے۔ اِس میں کچھ شک نہیں کہ آج کل اُن کو دنیاوی تعلیم بآسانی
ملتی ہے۔ پر اگر ہم مسیحی فِکر نہ کریں کہ ہماری اولاد کس طرح یہ موقعہ پائے کہ خدا کے دیدار
کی روشنی میں چلے اور اپنی راہیں خُدا کے کلام کے مطابق سُدھارے تو اُن کا خُون
ہماری گردن پر ہوگا۔ عزیزو۔ ہمارے بہت لڑکے بالے ہیں جو تا ہنوز خُدا کی طرف
مائل نہیں کئے گئے۔ ہاں بہت سے والدین ہیں جو آپ ہی غیر قوم تھے اور بڑی تکلیف
اُٹھا کر بصد مُشکل ہم میں آملے۔ وُہ مسیح کے نام کے سبب ستائے بھی گئے اور پولُس
رسُول کے ہمزبان وہ کہتے بھی تھے۔ کہ ہم یسوع مسیح کی خوبی کی پہچان کے سبب سب
کچھ نُقصان سمجھتے ہیں۔ اِس کی خاطر سب چیزوں کا نقصان اُٹھایا اور اُنہیں گندگی
جانتے ہیں تاکہ ہم مسیح کو حاصل کریں اور اُس میں پائے جائیں۔ جائے تعجب ہے کہ
یہی لوگ اب راضی ہیں کہ اُن کی اولاد اِس دُنیا کی چیزیں حاصل کرے۔ اعلےٰ
مدرسوں میں تعلیم پائے۔ کامیابی حاصل کرے اور بلند درجوں پر ممتاز ہو۔ لہٰذا ہمارے
بعض لڑکے لڑکیاں اگرچہ مسیحی کہلاتے اور علانیہ مسیح کا اِنکار بھی نہیں کرتے۔ تو بھی
رفتہ رفتہ بے ایمانی اور بدچلنی کی طرف سیدھے چلے جارہے ہیں ؛

حق بات تو یہ ہے۔ کہ مسیحی بچوں کو اپنے اپنے گھروں میں اپنے ہی والدینوں سے
دینی تعلیم کا پانا ضرور ہے ہمیں یاد ہوگا کہ خُداوند نے ابراہیم کے حق میں کیا فرمایا۔ کہ
”میں اُس کو جانتا ہوں کہ وہ اپنے بیٹوں اور اپنے بعد اپنے گھرانے کو حکم کرے گا اور وُہ
خداوند کی راہ کی نگہبانی کر کے عدل و انصاف کرینگے“ اور پھر بھی خُداوند نے بنی اسرائیل
کو حکم دیا کہ جب تمہاری اولاد تم سے کہیں کہ تم اِس عبادت سے کیا مقصد رکھتے ہو؟ تو
تم کہو کہ یہ فسح کی قربانی خُداوند کے لئے [illegible] بنی اسرائیل کے گھروں پر سے گذرا

جس وقت اُس نے مصریوں کو مارا اور ہمارے گھروں کو بچایا۔ اور پھر یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ تُو کوشش کر کے یہ باتیں اپنے لڑکوں کو سکھا۔ اور خدا کے کلام کے اکثر مقامات سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی یہ مرضی ہے کہ اُس کا جلال آشکارا کرنے کے لئے مسیحی اپنے بچوں کو تعلیم دیں۔ حتیٰ کہ یہ بات اُن کے حق میں بالکل صادق آئے جو پولوس رسول نے تمطاؤس کے بارہ میں فرمائی۔ کہ مجھے وہ تیرا بے ریا ایمان یاد ہے جو پہلے تیری نانی لوئیس اور تیری ماں یونکی کا تھا۔ اور مجھے یقین ہے کہ تجھ میں بھی ہے"۔ اور اگر کوئی پُوچھے کہ سنڈے سکوُل کی اصلی غرض کیا ہے۔ تو ہم افسوس سے جواب دیتے ہیں۔ سنڈے سکول انگلستان میں اِسلئے قائم ہوئے۔ کہ خدا کے دیندار بندے دیکھتے تھے کہ ہزارہا گھر ایسے ہیں جن میں بے دینی اور بے ایمانی کی وجہ سے بچوں کو دینی تعلیم نہیں ملتی + اور ہمیں اپنی نسبت بھی افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اکثر بچوں کو ان کے مسیحی ماں باپ کی غفلت کے سبب سنڈے سکولوں میں بُلانا ضرور ہے۔ راستی سے ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ ہمارے بہتیرے غریب دیہاتی مسیحی والدین نے بطور رسم یک لخت بپتسمہ پایا اور وہ آپ بھی گویا ابھی بچے ہی ہیں۔ اُن کے اور اُن کے فرزندوں کے لئے سنڈے سکولوں کا ہونا ایک لابدی امر ہے۔ ہم سبھوں کی نظروں میں ایک عُمدہ نمونہ موجود ہے اور وہ لدھیانہ کا سنڈے سکوُل ہے۔ اس میں ہر ادنےٰ اعلےٰ خواندہ نخواندہ غرض ہر درجہ کے طالب العلم کے واسطے بخوبی انتظام ہے۔ پر کیا اُس ایک ہی سکوُل کی کامیابی سے ہم سب اپنی اپنی جگہ مطمئن ہو بیٹھیں ؟ کیا ہمارا فرض بلکہ ہماری خوشی بھی اِس ہی میں نہیں ہے کہ ہم ایک ایسے عُمدہ نمونہ کے مُطابق چلیں +

سنڈے سکول سے بڑھکر ہمارے لئے کوئی دروازہ ایسا پُرتاثیر اور قوّی نہیں۔ اور اگر ہم اپنی اولاد کے خیر خواہ ہیں۔ اور اگر ہم چاہتے ہیں کہ وہ حقیقی پناہ میں کُل امتحانوں اور گناہوں سے بچے رہیں اور اگر ہم اِس امر کی کامل تسلی حاصل کرنا چاہتے ہیں کہ

انہیں خداوند کی طرف راغب پائیں تو ہم اپنی تمام طاقت اور قوت سنڈے سکول کے کام میں بخوشی صرف کریں۔ ہم اپنا وقت اُس کے واسطے خرچ کریں۔ لازم ہے کہ ہم دُعاؤں میں اُس کو برابر یاد رکھیں۔ کوئی یہ خیال نہ کرے کہ چھوٹے بچے خداوند کی طرف رجوع نہیں ہوتے۔ یقیناً وہ ایمان سے اُسی کے ہو جاتے ہیں۔ اور خدا اکثر بچوں اور شیرخواروں کے مُنہ سے اپنی قُدرت ظاہر کرتا ہے ✤

۷۔۸ برس گذرتے ہیں کہ مَیں نے اوّل اوّل سنڈے سکول پڑھانے کا کام اختیار کیا۔ اور ابھی تک مَیں نے نہیں چھوڑا۔ دن بدن میرا یہ یقین مضبوط ہوتا جاتا ہے کہ چھوٹے بچے مسیح پر ایمان لاکے بچ سکتے ہیں ✤

اِس کام کے واسطے اُستادوں کی بڑی ضرورت ہے۔ کاش کہ اِس کام کے لئے ہماری پیاری ہندوستانی کلیسیا برگزیدہ اشخاص دے ✤

مُمکن نہیں ہے۔ مناسب نہیں ہے کہ غیر مُلک کے مشنری یہ کام سرانجام دیں۔ اور خُدا کا شُکر ہو۔ کہ بہت وفادار امانت دار اور خوش خلق ہندوستانی مسیحی اِس کام میں ہاتھ بٹاتے ہیں۔ تاہم اَوروں کے واسطے بہت جگہیں اور موقعے باقی ہیں ✤

ضرور ہے کہ سنڈے سکول جو مسیحی بچوں کے واسطے اور نومُریدوں کی خاطر ہیں سال بھر مُتواتر جاری رہیں ✤

دوسرے مدرسوں میں بیشک تعطیلوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ پر معاف فرمائیں مَیں بڑے زور سے اِس رائے کا اظہار کرتی ہوں کہ سنڈے سکولوں میں چھٹیاں کبھی نہوں۔ خداوند کا دن ہمارے جوانوں کے واسطے ایسا گراں بہا ہے اور اُس میں تعلیم پانے کا موقع ایسا قیمتی۔ کہ اَور کام مُلتوی رہیں تو رہیں۔ پر سنڈے سکول کبھی بند نہو۔ ہرگز نہو ✤

غیر قوموں کے بچّے۔ کیا تمہارا دل اُن پر نہیں کڑھتا۔ جب انہیں تم شہروں اور

گاؤں میں بے لگام آوارہ پھرتے دیکھتے ہو۔ تو اُن کا تمہیں کچھ خیال نہیں آتا؛ اور تم جانتے ہو کہ کوئی شخص اِن بچوں کی رُوحوں کا فکر نہیں کرتا۔ لیکن مسیح تو اُن کو پیار کرتا ہے۔ کیا ہو سکتا ہے کہ ہم اُن کی حالت پر ترس کھا کے نہ روئیں۔ کیا ممکن نہیں ہے کہ مسیحی کلیسیا کا ہر ایک رکن کچھ کچھ کر سکے تاکہ یہ ہزاروں لاکھوں بیچارے بچے اپنی مادری زبان میں خدا کا کلام سیکھیں؛ اِس امر پر کچھ تو فکر کرو۔ ہر ایک غیر قوم کا لڑکا یا لڑکی دل سے مسیح کو قبول کرتے اور سن سے بت پرستی دُور کر دینے کے بعد بچپن میں مر جائے تو وہ بچ جاتا ہے۔ آسمانی جلال میں دخل پاتا اور ابدالآباد تک مسیح میں رہے گا۔

ہر ایک مسیحی بھائی بہن سوچے کہ ممکن ہے کہ میں بھی خدا کے پاک رُوح کی قوت سے ایسے بچوں کو مسیح کے پاس لا سکتا ہوں۔ اِسکی خوشی اور بزرگی پر غور کرو۔ فرض کرو کہ آپ کو اوّل کرسی یا کوئی خاص عہدہ یا بڑا خطاب یا بے حد دولت مل جائے تو اِس خوشی اور اِس عزت کو اُس مسرت اور بزرگی سے کیا مقابلہ ہے۔ وہ سب آپ کو مسیح سے معلوم ہونگے۔ اگر آپ سنڈے سکول ٹیچر نہیں تو مہربانی سے اِس جماعت سے نہ جائیے جب تک کہ تم خدا سے نہ کہو کہ اے خدا اگر تو مجھ سے اپنا کام کرائے تو میں کرنے کو تیار اور خوش ہوں اور اگر تم مسیحیوں کے واسطے سنڈے سکول ٹیچر ہو پر اب تک اپنے غیر قوم ہمسایہ کے بچوں پر ترس کھا کے اُن کو مسیح کے واسطے جمع نہیں کیا تو ابھی اُس سے فضل مانگو کہ وہ تمہاری آنکھوں کو کھول دے تاکہ دیکھو یہ بچے کیسے خطرے میں ہیں اور کیسی سہولیت سے مسیح کی طرف کھینچے جائینگے +

شاید ہم سب اِس غلط فہمی میں ہیں۔ کہ انکے بالغ ہونے کی انتظاری کرتے ہیں یا یہ خیال کہ وہ ابھی سمجھنے کی لیاقت نہیں رکھتے۔ چند سالوں کے بعد سمجھنے لگینگے۔ اور صاحب تمیز ہو کر مسیحی مذہب اختیار کر لینگے۔ بالفعل ہم ان کو دنیوی علم سکھائیں۔ یہ رائے بالکل غلط ہے کیونکہ وہ ابھی اپنے اپنے گھروں اور اپنے اپنے حالوں میں بچ سکتے ہیں +

ہم ضرور بالضرور اُن کو سکھائیں ✦

دویم (الف) ہم اپنی کلیسیا اور اِس ملک کی حالت پر فکر کریں ۔

پہلے مسیحی بچوں کی نسبت

ہم کہہ سکتے ہیں کہ مسیحی کلیسیا کی اُمید اُس کے بچوں پر موقوف ہے ۔ جیسا کہ مثل ہے ۔ نئی شاخ کو کسی طرف ہم جھکائیں اور وہ ویسے ہی بڑی ہو کر ایک پیڑ ہو جائے گا ۔ ہمارے دنوں میں قسم قسم کی خراب تاثیریں عیسائی بچوں کے واسطے دُنیا میں ہیں ۔ اِن میں سے بعضی تو صریح ہیں اور بعضی درپردہ ✦ شکر ہے خدا کا کہ اِتنے مفید اور مددگار وسائل ہیں جن کے سبب ہمارے بچے راستکاری میں اُبھارے جائیں ۔ اور جن کے ذریعہ اچھے دلوں میں ارادے ڈالے جائیں کہ وہ خلیق ہوں ۔ لیکن ہم یاد رکھیں کہ ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ خدا کو اور یسوع مسیح کو جسے اُس نے بھیجا پہچانیں ۔ اور چاہئے کہ جس قدر اسکی آمد کا دن نزدیک تر ہوتا جاتا ہے ۔ اور وہ برے دن آتے جاتے ہیں جن کی بابت پولوس حواری نے فرمایا ہے کہ آدمی خود غرض زردوست لاف زن گھمنڈی کفر بکنے والے ماں باپ کے نافرمان بردار وغیرہ ہونگے ۔ اُسی قدر زیادہ تر ہمارے لڑکے اور لڑکیاں زیادہ تر بائبل کی تعلیم حاصل کریں ✦ اور اگر علوم دیگر کسی قدر چھوڑے جائیں تو اِس میں کچھ مضائقہ نہیں بشرطیکہ ہمارے فرزند اُس متبرک اور مقدس کتاب کو سنیں پڑھیں اور سیکھیں اِس پر سوچیں اور دل میں ہضم کریں ۔ اے کاش کہ وہ وقت جلد آئے جب اِس ملک میں ہر ایک کلیسیا کا سنڈے سکول ہو ۔ اور اُس کا انتظام اور تعلیم کا سہارا دیسی بھائی بہنوں کے دستِ قدرت سے بخوبی بہم پہنچے ✦

کسی کو معلوم نہیں کہ کیسی لا انتہا برکت وہ ہوگی جو اُن دنوں تمام کلیسیاؤں پر نازل ہوگی ۔ تمام ملک بھی معمورِ برکت ہو جائے گا ۔ کیونکہ ہر ایک حقیقی مسیحی خواہ کسی ملک میں کیوں نہو اپنی کل ہم جنس کا فائدہ رساں ہوگا ۔ ملک کے واسطے بڑی ضروری بات

ہے کہ دفتروں میں اور بازاروں میں اور منڈیوں میں بلکہ تمام بڑی بڑی جگہوں میں بھی سچے مسیحی ہوں +

ہم یقین کر جائیں کہ جب سنڈے سکولوں کا کام جیسا کہ چاہئے ویسا ہی ہو۔ تو بے تعداد اور مُقیم برکتیں تمام مُلک پر نازل ہونگی +

(ب) اور ٹھیک اسی طرح اگر غیر اقوام کے بچے سیکھیں ۔ مسیحی تعلیم حاصل کریں بالوساطت کلیسیاؤں کے سلئے برکت کا باعث ہونگے۔ کیونکہ نتیجہ یہ ہوگا کہ مخالفت جو ہے وہ اُٹھ جائے گی۔ اور چاروں طرف کی رُوحانی زمین اچھے بیج کے واسطے طیار ہو جائیگی۔ یہ بھی ایک صورت سے مُلک کی برکت کا باعث ہوگا۔ کیونکہ رفتہ رفتہ سب لوگ اپنے اپنے کاروبار میں اِن مصلحتوں کو یاد کرینگے۔ جو اِنھوں نے اس اوّلین وقت میں سنڈے سکولوں کی تعلیم میں سیکھیں +

لیکن اے برادران و ہمشیرگان! یہ کام صرف فی الحال کے واسطے نہیں ہے بہ ابدیت کے واسطے ہے۔ اِس سبب سے ہم نہ سمجھیں کہ یہ کام بہت آسان ہے۔ کیونکہ ہم آرام فرما کر اِس کو اپنے بستروں پر پُورا نہیں کرینگے۔ نہیں۔ پر ہم اپنے گھٹنوں پر کرینگے۔ اور ہم اپنی طاقت میں نہیں کر سکینگے۔ کیونکہ یہ خداوند کا کلام ہے۔ کہ نہ تو زور سے اور نہ توانائی سے بلکہ میری رُوح سے ربّ الافواج فرماتا ہے۔ اِس سبب سے آؤ ہم سب دِل کے سچی دلی نیّت سے اُسکے حضور میں وعدہ کریں۔ کہ تمام اگلی غفلت اور غلطی اور نادانی پر افسوس کر کے آئندہ وقت کو خوشی سے خرچ کرینگے اور خرچ کئے جائینگے۔ تاکہ اِس مالوف مُلک میں اور اِس عزیز کلیسیا میں سنڈے سکول کا کام دِل وجی اور جاں فشانی سے کیا جا سکے +

لاہور کے تیسرے بشپ کی تقدیس

پادری جارج الفرڈ لیفرائے ڈی ڈی کی تقدیس بعہدۂ اسقفی لاہور ایک بڑا سنجیدہ اور بارونق موقعہ تھا۔ شائد ہندوستان کی تاریخ میں یہ پہلا موقعہ ہے کہ کسی بشپ نے اپنے اسقفی گرجا میں تقدیس پائی ہو۔ پادری لیفرائے صاحب کے عہدۂ اسقفی منظور فرمانے پر جناب ملکہ معظمہ نے کنٹربری کے آرچ بشپ کے نام حکم صادر فرمایا جس کے رُو سے اُنہیں ہدایت ہوئی کہ وہ منتخبہ بشپ کی تقدیس کریں۔ اِس پر کنٹربری کے آرچ بشپ صاحب نے ہندوستان کے بشپوں کے نام کمیشن جاری کیا کہ وہ سب یا ان میں سے کوئی تین لاہور جاکر بشپ صاحب کی تقدیس کریں۔ اِسلئے بموجب قانون ملکی و دینی بشپ صاحبان کلکتہ۔ بمبئی۔ مدراس۔ لکھنو اور چھوٹا ناگپور لاہور میں فراہم ہوئے کہ مقدسوں کے دن۔ بتاریخ یکم نومبر ۱۹۱۳ء تقدیس عمل میں لائیں۔ شائد کیتھڈرل مذکور کی تقدیس کے دن سے جسے کوئی تیرہ برس کا عرصہ گزرتا ہے اتنا مجمع کبھی فراہم نہیں ہوا۔ بیرونجات سے بہت اصحاب تشریف لائے۔ اور پنجاب کے قریب تمام چھوٹے بڑے شہروں سے ہندوستانی مسیحی بھی بکثرت جمع ہوئے۔ یوں جنت نشین بشپ فرنچ صاحب کی اُمیدیں بھی ایک معنی میں پوری ہوئیں جن کی ہمیشہ یہی آرزو اور دُعا تھی کہ ڈایوسس کا اسقفی گرجا سچ مچ ایک ماں کی جگہ ہو کہ اُس میں دیسی اور انگریز بلا امتیاز جمع ہوں اور اپنے ایمان کی یگانگت کا اظہار کریں +

پورے گیارہ بجے گھنٹے کے بند ہونے پر کوائر (خاص گانے والے) مغربی دروازہ سے گرجا میں داخل ہوئے اور چلتے چلتے ایک گیت گایا جس کا مضمون ہے۔ تمام مقدس جو اپنی محنتوں سے چھوٹ کر آرام پاتے ہیں"۔ اور بشپ صاحبان چیپلیں اور پادری صاحبان اپنے اپنے درجے کے مطابق بیٹھے۔ قریب ۷۰ پادری صاحبان شامل تھے جنتا

ربانی کی ترتیبِ عبادت کے بعد پادری ایس ایس آلنٹ صاحب نے جو بشپ لیفرائے کے
مدتوں سے ہم خدمت اور رفیق رہے ہیں وعظ کیا۔ آپ نے عبرانیوں کے تیرھویں باب کی ساتویں
اور آٹھویں آیتیں سند کے لئے لیں "تم اپنے ہادیوں کو جنہوں نے تم سے خدا کی بات
کہی یاد کرو۔ اور ان کی چال چلن کے انجام کو غور کر کے ان کے ایمان کی پیروی کرو۔ یسوع مسیح
کل اور آج اور ابد تک یکساں ہے"۔ پھر آپ نے بیان کیا کہ کلیسیا کی زندگی کے لئے
ہادی کا ہونا کیسا ضروری ہے اور عہدہ اسقفیت اسی اصول کا عملی اظہار ہے۔ گو زمانہ
نے اس عہدہ میں بہت کچھ تبدیلیاں کیں۔ اس کی مخالفت بھی ہوتی رہی۔ بعض
وقتوں میں یہ اپنے اصلی پایہ سے گر بھی گیا تاہم اس میں یہ خوبی و طاقت ہے کہ اپنی اصلی
حالت پر پھر آپ ہی پہنچ جاتا ہے۔ پھر آپ نے اس امر کا ذکر کیا کہ کیونکر ہمارا فرض ہے
کہ شکرگذاری سے اپنے گذشتہ ہادیوں کی زندگی اور ان کے کام کے نتائج پر فکر کریں
اور ان کے ایمان سے سبق سیکھ کر اس نمونہ کی پیروی کریں۔ پھر آپ نے فرمایا۔

"مجھے معاف کیجئے اگر میں بحیثیت مشنری آپ سے درخواست کروں کہ اس امید
کے ایک جزو پر جو آج کی رسم سے پائی جاتی ہے آپ کچھ فکر کریں۔ کیونکہ اس سے مجھے
اس امر کا امکان۔ بڑا صاف اور مضبوط نظر آتا ہے کہ اس کلیسیا کے دو مختلف فریق باہم
ایک ہو جائیں۔ میں اس وقت ان گہری اور وسیع مشکلات کی طرف اشارہ نہیں کرتا
جو ان مختلف فریق کے جو اب بھی کئی باتوں میں باہم متحد ہیں آخر میں بالکل ایک ہو جانے کی راہ
میں پائی جاتی ہیں بلکہ اس وقت اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہوں جو ہمارے موجودہ
فرائض اور موقعوں سے متعلق ہے اور جو ہمارے اتنے ہندوستانی بھائیوں کے یہاں حاضر
ہونے سے خود بخود ظاہر ہوتا ہے۔ میری مراد اس امید سے ہے کہ ہمارے بھائی کو جو اب اس
کلیسیا کے اعلیٰ گلہ بان مقرر ہونے والے ہیں۔ یہ توفیق ملے کہ وہ اس ڈایوسیس کے مسیحیوں
کے دو خاندانوں میں باہمی رفاقت اور اتحاد کو بڑھائیں اور انہیں واضح کریں کہ اب

بھی وہ کیسے مضبوط رشتے سے مسیح میں باہم بندھے ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ کیونکر مقدس پولوس نے کوشش کی کہ اپنے وقت کے یہودیوں اور غیر قوموں میں محبت آمیز رفاقت کا رشتہ قائم کرے اور ہندوستان میں بھی کسی بشپ کا کام ایسا ہی ضروری اور مشکل ہے۔ ہم اس امر کا بالکل اندازہ ہی نہیں لگا سکتے کہ ایسے رشتے سے ایک دوسرے کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ اس کی تحصیل کیسی ہی مشکل کیوں نہ ہو۔ دونو طرفوں سے کیسی ہی برداشت ہمدردی اور دانشمندی کیوں نہ درکار ہو مجھے یقین ہے کہ وہ وقت آگیا ہے کہ اس کی تکمیل میں آگے کو قدم بڑھانا ممکن ہے اور جس بزرگ کی آج تقدیس ہوئی ہے وہ اپنی اس خاص لیاقت کے استعمال کے لئے بہت اچھا موقعہ پائینگے۔ اس موقعہ پر میں آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ اس کتھیڈرل کی تقدیس کے دن بشپ فرنچ نے کیسی رقت اور جوش سے اس امر کا بیان کیا۔ ان کے دل کی خواہش و آرزو یہی تھی کہ مشرق و مغرب کے باہم ملانے میں یہ گرجا بڑا حصہ لے۔ بشپ مرحوم نے فرمایا تھا کہ یہ گرجا سچ مچ ایک ماں ہو ہمدردی میں اور شفقت میں اور محبت میں کہ اسکی گود میں سب پناہ لیں۔ اس مقدس میں جس کی نسبت کہا گیا ہے کہ "میرا گھر تمام قوموں کے لئے دعا کی جگہ ہوگا" ذات یا قوم و مقام کا کوئی امتیاز پایا نہ جائے اور ان دیواروں کے اندر جہاں ہم آج جمع ہیں مدتوں تک مغربی جزائر اور مشرقی سرزمین اور ان کی زبانیں اور خیال اور لوگ آپس میں عجیب طور سے باہمی موافقت اور اتحاد پاتے رہیں ٭

بیشک میرے بھائیو۔ ہمارے مرحوم بشپ اگرچہ مرگئے آج ہم سے کلام کر رہے ہیں۔ پھر واعظ نے پہلے دو معزز بشپوں اور اُن کے ایمان اور کار حسنہ کا ذکر کیا کہ کیونکر ایک نے مسقط کے مسلمانوں کے درمیان اپنی جان دی اور دوسرے نے اسی گرجا میں گویا اپنا دم چھوڑا اور اس دعا کا اظہار کیا کہ وہی ایمان اُن کا بھی حصہ ہو جنکی تقدیس کے لئے ہم فراہم ہوئے ہیں۔ کہ یسوع مسیح کی ہر دم حضوری کا وعدہ اور یقین جو آج اور

وعظ کے بعد مقدس عشائے ربانی
کل اور ابد تک یکساں ہے

ہائے تم نے کیسا موقعہ کھو دیا

ایک سچا واقعہ

آرمینیا کے قتل عام کے دنوں چند مسیحیوں نے جو اپنے خطرے کو بخوبی جانتے تھے الہٰذ کیا کہ اکٹھے مریں اور دُعا کرتے ہوئے جان دیں۔ پچاس ساٹھ مسیحی ایک مکان کے والان میں اکٹھے ہو کر دُعا میں مصروف ہوئے۔ اُن کے قاتلوں نے انہیں اِس حالت میں پایا۔ اور کچھ دیر تک سکتے کے عالم میں کھڑے دیکھتے رہے۔ اور کچھ وحشت زدہ سے بھی ہو گئے پھر اُن پر یک بارگی حملہ کرکے ہر ایک سے سوال کیا کہ کیا تم محمدی بنو گے۔ صرف ایک اُنگلی کے اُٹھا دینے سے ماں کا اظہار ہوتا اور قاتل کا ہاتھ رُک جاتا۔ لیکن ایک بھی اُنگلی نہ اُٹھی۔

آخرکار یہ سوال ایک لڑکے سے کیا گیا۔ جس کے ماں اور باپ ابھی اُس کی آنکھوں کے سامنے قتل ہو چکے تھے۔ اس لڑکے نے اوپر کو سر اُٹھا کر جواب دیا۔ کیا مَیں اپنے باپ سے جسے آپ نے ابھی قتل کیا۔ بہتر ہوں۔ کیا مَیں اپنی ماں سے جو ابھی مقتول ہوئی اور جس نے مجھے پاکیزگی کی راہ دکھائی۔ بہتر ہوں۔ نہیں۔ مَیں محمدی ہو کر اپنے خداوند کا اِنکار نہیں کروں گا۔ یہ کہہ کر وُہ تلوار کی ضرب پانے کی انتظار میں کھڑا ہو گیا۔ لیکن ایک ضرب کے بجائے جو اُسے اُسکے والدین اور خدا سے ملا دیتی۔ اُسے کئی ضربیں اور چوٹیں لگیں۔ اور آخرکار اکیس زخموں سے گھائل وہ اُسے مُردہ سمجھ کر چھوڑ گئے۔ لیکن وہ ابھی مرا نہ تھا۔ کچھ دیر بعد اُسے ہوش آیا اور وہاں خوف کہ مُردہ لاشوں کے ہمراہ گڑھے میں پھینکا نہ جائے رینگتا رینگتا احاطے سے نکل گیا۔ ہوتے ہوتے وہ مشن کے مکان میں جا پہنچا۔ جہاں مہربان اور ہمدرد دوستوں نے اُس کے زخموں کو باندھا۔ اور ہر طرح سے اُسے تسلی و تشفی دی۔ اُس کے ہاتھ ایسے زخمی ہوئے کہ وہ پھر کبھی اُن سے کام نہیں لے سکیگا۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ جب وہ اِس درد اور کمزوری کی حالت میں زمین پر لیٹا تھا۔ تو ایک اور لڑکا بھاگا بھاگا آیا۔ اُس کا

رنگ زرد تھا اور وہ بڑی بےچینی اور اضطراب کی حالت میں معلوم ہوتا تھا - اور رو رو کر کہنے لگا - میں نے خداوند یسوع مسیح کا انکار کیا - میں نے اپنے خداوند کا انکار کیا کیا وہ مجھے معاف کریگا - او کیا تمہارا خیال ہے وہ کبھی مجھے معاف کریگا ؟

استفسار پر معلوم ہوا کہ اس کے ماں باپ بھی اس کی آنکھوں کے سامنے قتل کئے گئے تھے اور اس سے بھی پوچھا گیا تھا کہ ایمان کے انکار سے اپنی جان بچائے - اس دہشت و گھبراہٹ میں نہ معلوم اس کے منہ سے کیا نکل گیا کہ انہوں نے اسکی رضامندی مراد لے کر اُسے چھوڑ دیا اور کچھ دن اپنے ہمراہ رکھا - لیکن یہ لڑکا کسی طرح بھاگ کر مشن کے مکان میں چلا آیا اور رو رو پوچھنے لگا کیا مسیح مجھے معاف کریگا - اُس پر اس لڑکے نے جو آخر تک قائم رہا - بڑی حلیمی اور پیار سے جواب دیا - ہاں مسیح بے شک تمہیں معاف کرے گا - لیکن مجھ نے اپنی زندگی کے ایک بڑے موقعے کو ہاتھ یوں ہی کھو دیا -

---

ایک قدیم مصنّف کا قول ہے کہ اگر میں گھر کے اندر مؤا پڑا ہوں (یعنی اگر میں نے اپنے دل میں گناہ کیا ہے) تو مسیح مجھے زندہ کرسکتا ہوں - اُس نے سردار کی بیٹی کو گھر کے اندر زندہ کیا - اگر میں پھاٹک میں مُردہ پایا جاؤں (یعنی اگر میں نے اپنی آنکھ - کان یا رُوح کے دوسرے پھاٹکوں پر گناہ کیا ہے) تو مسیح نے نائن کے پھاٹک پر ایک مُردہ کو زندگی بخشی - اگر میں قبر کے اندر مُردہ پڑا ہوں (یعنی گناہ میں زندگی بسر کر رہا ہوں) تو مسیح نے لعذر کو قبر میں سے جلایا - اور وہ مجھے بھی جلا سکتا ہے ؎

مُراقبات

ازیادی جانج بودن

اگر کوئی سرِنو پیدا نہو تو وہ خدا کی بادشاہت کو دیکھہ نہیں سکتا۔ یوحنا ۳:۳

اے نقودیمس تیرا یہ خیال ہے کہ جب تک خدا کسی کے ساتھہ نہ ہو۔ وہ یہ معجزے جو میں دکھاتا ہوں۔ دکھا نہیں سکتا۔ تیرا یہ بھی خیال ہے کہ جس شخص کو ایسی آسمانی قدرت حاصل ہو۔ اُسے آسمانوں اور اُن کے عجائبات۔ اُن کی شان و شوکت اور وہاں کے باشندوں کا علم بھی حاصل ہوگا۔ تو مجھہ سے ان سب باتوں کا ذکر سُننا چاہتا ہے کہ ان حیرت افزا اشیا کے بیان سے جو خدا کے بہشت میں پائی جاتی ہیں۔ تیرے دل کو گرویدہ کرلوں۔ میں بیشک خدا کی طرف سے ایک مُعلم و اُستاد بن کر آیا ہوں اور سوائے میرے کوئی اور ایسا نہیں۔ جو آسمان میں رہکر پھر نیچے زمین پر اُترا ہو لیکن کیا تو سچ مُچ آسمانی خصوصیتوں کا بیان سُننے کو تیار ہے۔ جب میں فرشتوں کی قُدسیت کا بیان سُناؤں تو کیا تجھے اُن کے قد و قامت دریافت کرنیکا شوق پیدا نہ ہوگا؟ جب میں تجھے اُن کی محبت کا تذکرہ سُناؤں تو کیا تو نہ پوچھے گا کہ اُن کے ہاتھی دانت کے محل کیسے ہیں؟ جب میں تجھے بتاؤں کہ نجات یافتہ وہاں ہردم کیونکر زمزمہ پردازی کرتے رہتے ہیں تو کیا تیرا خیال سونے سے شفاف دریاؤں اور موتی بھرے درختوں کی طرف نہ پھرے گا؟ جب میں تجھے بتاؤں کہ وہاں گناہ اور آزمائش نہوگی تو کیا تو نہ چاہے گا۔ کہ میں تجھے آسمانی ضیافت کی کیفیت سُناؤں؟ میں اِس امر کے باور کرنے کی وجہ رکھتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت یا یُوں سہی کہ مسیح کی بادشاہت کے بیان سے تجھے کچھہ سمجھہ نہ آئیگی اور نہ تُو اُسے شوق سے سُنے گا۔ جب تک کہ آدمی سرِنو پیدا نہو۔ وہ خدا کی بادشاہت کو دیکھہ نہیں سکتا۔ وہ نہ تو اُسکی قدر کر سکتا نہ اس کے بیان سے کچھہ حظ ہی اُٹھاتا ہے۔ اندھوں کو تصویر دکھانا عبث

جو باتیں مَیں تجھے اُن زمینی چیزوں کی سُناتا ہوں سُو ہی مان لے - ہاں جو باتیں تم پر ظاہر ہو چکیں اور جو تمہارے اِس دنیا کے فرائض سے تعلق رکھتی ہیں اور پھر تم الٰہی چیزوں کو ان کے اصلی جلال اور حُسن میں دیکھ سکو گے - تمہیں سرِ نو پیدا ہونا ضرور ہے نیا دل اور نیا مزاج - نئے خیالات اور نئی محبتیں - نیا شوق اور نیا مذاق حاصل کرو اور پھر تم آسمان کی بادشاہت کو جلد پالو گے - باہر سے تم اِس بادشاہت کو دیکھ نہیں سکتے - ہو سکتا ہے کہ اِنسان دن بھر اُس کی سُنہلی دیواروں اور موتیوں کے دروازے پاس بیٹھا رہے اور اُسے ذرا بھی خیال نہ ہو کہ اُن میں کوئی انوکھی اور عجیب بات تھی +

مُبارک وہ جو غمگین ہیں - کیونکہ وہ تسلی پائیں گے - متی ۵:۴

وہ غمگین ہیں کہ ہائے خدا سے ہم جُدا ہو گئے اور اِتنے برس بے دینی میں زندگی بسر کی - وہ متاسّف ہیں کہ افسوس ہم نے دُنیا میں کیا کیا بدکرداریاں کیں اور مُفید کام کرنے کے کیسے کیسے موقعے ہاتھ سے کھو دئے - وہ اپنی بداخلاقی اور بے پروائی بے استقلالی اور مُبارک باتوں کے یاد نہ رکھنے پر نوحہ زن ہیں تو وہ کلیسیا کی ناتسلی بخش حالت - اپنے عزیزوں اور یگانوں کے گناہ اور خطرے اور اِس ظلم ناراستی اور تباہی سے جِس سے ساری دنیا تباہ ہو رہی ہے نالاں و گریاں ہو جاتے ہیں +

اپنی زندگی کی راہ میں بے ثبات اور ناپائدار محبت کو دیکھ کر اُن کے دل میں غم پیدا ہوتا ہے - وہ ساری خلقت کو درد سے چلّاتے سُنتے ہیں - انہیں یہ دیکھ کر غم ہوتا ہے کہ خدا کے کیسے کیسے عمدہ اور کامل کام گناہ سے آلودہ اور بے عزت ہو رہے ہیں +

لیکن اُن کے غم کی بھی کوئی حد ہے - وہ ایک بحرِ برکت میں جا غرقاب ہوتا ہے - مبارک ہیں وہ جو غمگین ہیں - اُن کے غم کے ساتھ خوشی وابستہ ہے - خداوند یسوع مسیح کے اِس کلمۂ برکت سے اُن کے آنسو پونچھے جاتے ہیں - وہ مُبارک ہیں کیونکہ جس

امر کے لئے وہ غم کرتے۔ اس سے رہائی پانے کے لئے غم کرنا ایک امر ضروری ہے۔ ملال والے مبارک ہیں کیونکہ مسیح کو اُن سے پوری ہمدردی ہے۔ کلام اللہ کے ہزاروں تسلی بخش کلمے اُن کے بیتِ حزن میں آداخل ہوتے ہیں۔ اِس سے اُن کا دل خوشی کے پھول اور پھل لانے کے قابل ٹھہرتا ہے +

بعض اوقات ہمیں برکت کی کچھ پہچان نہیں ہوتی۔ ایسے وقت میں خدا ہمارے آنسوؤں کو اپنی بوتل میں رکھ چھوڑتا ہے۔ وہ نہیں پوچھ نہیں ڈالتا بلکہ رکھ چھوڑتا ہے کہ کسی اَور وقت کام آئیں اور اُن سے وہ اپنی ہمدردی کا نشان دکھے ہم اپنے گذشتہ غم و فکر کو ناچیز سمجھیں تو سمجھیں۔ خدا تو اُنہیں ناچیز نہیں ٹھیرتا۔ دیر تک خاموش رہنے کے بعد شاید وہ ہمارے پہلے آنسوؤں کی بوتل کو باہر نکال لاتا اور ظاہر کرتا ہے کہ محبت کی یادداشت کیسی عجیب ہے۔ تب وہ اِس رازِ سربستہ کو ظاہر کرتا اور ہمیں یقین دلاتا ہے کہ اُس کا جو سلوک ہمیں ایسا عجیب معلوم ہوتا تھا۔ اِس میں ہمارے لئے کامل مہربانی بھری تھی +

ڈاکٹر بونر صاحب نے ایک مرتبہ فرمایا کہ جب کوئی مسیحی ترقی کرتا ہے تو مَیں بتا سکتا ہوں۔ جس قدر وہ فضل میں بڑھتا جائیگا۔ اُسی قدر وہ اپنے خداوند کی عزّت کریگا۔ وہ اپنے کاموں کو تھوڑا ذکر کریگا۔ اور اپنی نظر میں دن بدن گھٹتا جائیگا حتٰی کہ صبح کے ستارے کی مانند وہ آفتابِ عالمتاب کی کرنوں کے مقابل بالکل گُم ہوجائیگا۔ یوحنّن چاہتا ہے کہ داؤد بڑھے اور وہ خود گھٹے۔ یُوحنّا اصطباغی میں بھی یہی خاکساری کی رُوح تھی +

دہاں مقیم اڈنبرا کی مس ڈیو صاحبہ کا - جو ہمیں اکثر یقین اور حوصلہ دلاتی رہتی ہیں کہ مسیحی ایک بڑی
خدمت کو پورا اور بڑے کام کو سرانجام دے رہا ہے - اور مسیحی کو اپنی دعاؤں میں اکثر یاد رکھتی
ہیں - رائے بہادر میا داس صاحب کا - جو ہمیں بڑے وثوق سے یقین دلاتے ہیں کہ مسیحی
اپنی آزادی کو بڑی دانشمندی سے برت رہا ہے - **ان** تمام اصحاب کا جو اپنے مضامین
اور صلاح مشورے سے ہماری مدد کرتے رہے ہیں - **لارڈ** بیکن کا قول ہے کہ ہلکی چیزیں
پانی کی سطح پر آ تیرتی ہیں پر بھاری چیزیں پانی کی تہ میں جا بیٹھتی ہیں - **ویسے** ہی تم اگر
کسی شخص کے حد سے زیادہ ممنون احسان ہو - تو اسکا شکریہ ادا نہیں کرتے - تم کر سکتے
ہی نہیں - تمہیں الفاظ ہی نہیں ملتے - **ہم** بھی اپنے ان احباب کا شکریہ ادا نہیں کر سکتے -
جنہوں نے اپنے قلم سے برابر مسیحی کی مدد کی اور ان کے نام کبھی اخبار میں شائع نہیں ہوئے
خداوند کے جلال کے لئے وہ اس کام کو کرتے ہیں اسی سے وہ شکریہ پائینگے - **کرسمس** پر اگر
آپ اپنے کسی دوست یا بچے یا طالب علم کو کوئی عمدہ تحفہ دینا چاہتے ہیں تو ہماری صلاح مانئے
اور **شہیدان کا نمونہ** یا **قدیم مسیحیوں کا تذکرہ** کی ایک جلد نذر کیجئے - یہہ کتاب دسمبر کے شروع
میں فروخت کے لئے تیار ہو جائیگی - اسوقت زیر طبع ہے - بڑی تقطیع صفحہ قریب ۴۵۰ ہونگے قیمت ۸/
مجلد اعلیٰ درجہ کے کاغذ پر ایک روپیہ - قصہ ایسا دلچسپ ہے کہ جب تک ختم نہ کر لو چین نہیں آئیگا -
مسیحی تعلیم سے پر ہے - اسکے مطالعہ سے ایمان کو بڑی تقویت ملتی ہے - پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی کی
نوازش سے یہہ کتاب شائع ہو رہی ہے - **مولود مقدس** ایک اور عمدہ نظمیہ رسالہ ہے - پادری کیدار ناتھ
صاحب مت مقیم فرخ آباد سے اڑھائی آنہ پر منگوائے - **یاد محبوب** اور **طریق تسلیم** جنہوں نے ایسی ہر دلعزیزی
حاصل کی اور ایسی مفید ثابت ہوئی ہیں بعد نظر ثانی اب رومن اردو میں بھی شائع کی گئی ہیں - **چوپانی بو**
بھی رومن اردو میں چھپ رہا ہے - **شاید** آپ بھول جاتے ہیں کہ اختتام سال سے پیشتر ہمیں اہل مطبع کا
کل حساب بیباق کرنا ضرور ہے اور یہہ ہم اسی صورت میں کر سکتے ہیں کہ آپ اپنا زر چندہ جلد بھیجکر ہم
کو ممنون فرمائیں +

CONTENTS.

Vol. IV NOVEMBER, 1899. No 11

THE MASIHI AMRITSAR (PUNJAB).
AN UNDENOMINATIONAL MONTHLY PAPER, OWNED AND EDITED BY INDIAN CHRISTIANS.

LITERARY COMMUNICATIONS *alone* should be addressed to—
THE EDITOR,
BUSINESS LETTERS AND REMITTANCES to—
THE MANAGER,
"MASIHI" AMRITSAR.

Annual Subscription
India & Ceylon, Rs. 1-8-0 } Post free.
England & America, 2s. 6d. }

جلد ۴ نمبر ۱۲

مسیحی

امرت سر

کرسمس ۱۸۹۹ء

فہرست مضامین

کرسمس ۱۸۹۹ء

مسیحی کے ناظرین کو بڑا دن مبارک ہو

زمین پر صلح یا سلامتی ہم فرشتوں کا گیت سنکر دنیا کی طرف نظر دوڑاتے ہیں کہ وہ سلامتی جس کا آسمانی فوج شریف نے ذکر کیا کہاں ہے۔ اگر مسیح کی آمد کا بھی کچھ اور نشان ہے تو اُس کی پیدائش کو قریب انیس سو برس گذر چکے اور اب تک دنیا میں بے قراری اور لڑائیاں اور جھگڑے موجود ہیں۔ اس کا سبب یہی ہے کہ اب تک مسیح قوموں کے دل میں پیدا نہیں ہوا۔ سلامتی ہے اُس شخص کے دل میں جس میں مسیح نے صورت پکڑی ہے لیکن ظاہری طور پر جنگ وجدال اُس وقت تک موقوف نہ ہونگے جب تک کہ قومیں اُس کے قدموں میں پست نہوں گی خصوصاً اِس موقعہ پر ہمارے لئے شرم اور غم کا باعث ہے کہ دو قومیں جو مسیحی کہلاتی ہیں ایک دوسرے کا گلا کاٹنے کے لئے مقابلہ پر تلی بیٹھی ہیں۔ جنگِ ٹرنسوال کی نسبت ہم یہ نہیں کہتے کہ راستی کس کی طرف ہے لیکن خواہ کوئی معقول وجہ ہو یا نہو یہ بات یقینی ہے کہ مسیحی قومیں اپنی روش اور حکمتِ عملی سے سلامتی کے شاہزادہ کی بے عزتی کر رہی ہیں۔ کتنی قیمتی جانیں اِس جنگ میں تلف ہو رہی ہیں کس قدر عورتیں بیوہ اور بچے یتیم ہو رہے ہیں۔ کاش سلطنتوں کے معاملات مصالحت سے طے ہوا کریں۔ سیر جان صاحب کے مندرجہ ذیل الفاظ مسیحی قوموں کے لوحِ دل پر نقش ہونے چاہئیں اگر حقیقی مسیحی حاکم سب قوموں پر حکمران ہوں تو جنگ کا خاتمہ ہو جائے۔ کیونکہ اگر کوئی گناہ ہے جسکو انجیل سب سے بڑا جرم قرار دیتی ہے تو وہ جنگ ہے۔ اپنی تلوار میان میں کر کیونکہ کیا اُس نے نہیں فرمایا کہ تو خون نہ کرنا۔ اور اِس کے یہ معنے نہیں ہیں کہ ایک شخص کو مار ڈالنا تو خون کرنا ہے اور لاکھوں کو قتل کر ڈالنا بزرگی اور فخر کا باعث ہے لیکن

پادری ایف بی مائر بی۔اے۔ مصنفِ چوپانی زبور

F. B. Meyer.

اُس کا یہی مطلب ہے کہ خواہ ایک کا خواہ بہتوں کا خون کرنا گناہ ہے۔ اگر مسیح فرمانروا
ہو تو لوگ کمان کو توڑ ڈالیں گے اور بھالے کو ٹکڑے ٹکڑے کرینگے اور جنگ کی رتھوں
کو آگ میں جلا دینگے یہ خوشی کی خبر سب قوموں کے لئے ہے کہ مسیح پیدا ہوا جو سلامتی
کا شاہزادہ اور راستی سے حکومت کرنے والا بادشاہ ہے"

مسیح رُوحوں کا مالک ہے - بروز ۱۳ اکتوبر سنہ حال کلکتہ کے لارڈ بشپ صاحب
نے شملہ کے ٹاؤن ہال میں مسیح کے روحوں کے مالک ہونے پر ایک نہایت مدلل اور فصیح
تقریر کی۔ قریب ساڑھے چار سو آدمی موجود تھے جن میں سے دو ثلث غیر مسیحی ہونگے۔ اور
صاحب موصوف خصوصاً اُن غیر مسیحیوں کی طرف مخاطب تھے۔ آپ نے فرمایا کہ مذہب
انسانی ذات کا علم ہے۔ اور انسان کی ذات میں تین جزو ہیں یعنے جسم۔ دل اور رُوح۔
بعض لوگ خاص ایک ہی حصّہ پر زور دیا کرتے ہیں اور باقی پر توجہ نہیں کرتے۔ جسم کی
درستی صحت ہے۔ دل کی تربیت علم کا دوسرا نام ہے اور رُوح کا معراج خدا کی شناخت
ہے۔ یہ عام تجربہ کی بات ہے کہ رُوح اور جسم آپس میں مخالفت رکھتے ہیں۔ انسان کی
شرافت اور علویت اِسی میں ہے کہ جسمانی جذبات پر رُوح غالب آئے۔ رُوح کے چند
خاصے ہیں (۱) **بااختیار ہونا** یہ نورِ قلب ہے جو انسان کو کان میں ہمیشہ کہتا رہتا
ہے کہ یہ کر اور یہ نہ کر (۲) **پاکیزگی**۔ یہ رُوح کے کل صفات کا لُبِّ لباب ہے اور انسان
کو الٰہی حضوری کے قابل بنا دیتی ہے۔ (۳) ابدیت رُوح کی صفات زمان اور مکان سے
محدود نہیں ہیں جیسا کہ جسم ہے۔ (۴) خدا کی صورت پر ہونا ہم رُوح ہی سے خدا تک
پہنچ سکتے ہیں۔ اب اگر ان چاروں خواص کو مسیح کی تعلیم اور زندگی میں دیکھا جائے
تو بخوبی ثابت ہوتا ہے۔ کہ سوائے اُسکے رُوح کا حقیقی مالک کوئی اور نہیں ہو سکتا۔
اُس نے رُوح اور اُس کی منزلت پر بہت زور دیا۔ کوئی ناپاک خیال اُسکے شیشۂ رُوح
کو مکدر کرنے والا نہ تھا۔ ابدیت اُس کی بات بات سے ٹپکتی تھی وہ آسمان کی بابت یہی

گفتگو کرتا تھا کہ گویا وہ کما حقہ اُس کا علم رکھتا ہے وہ اپنی الوہیت سے ہماری تمام روحانی ضروریات رفع کرنے کے قابل ہے۔ اثنائے تقریر میں آپ نے مسیح کی نسبت فرمایا کہ اُس نے اپنے تئیں ابنِ آدم کے نام سے نامزد کیا۔ بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ اس نام سے مسیح نے اپنی محض انسانیت کا اعتراف کیا۔ مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ انگلستان کے مشہور شاعر ٹینی سن نے مجھ سے دفعتاً یہ سوال کیا کہ "مسیح کی نسبت تمہارا کیا خیال ہے؟" اُس نے حقیقت میں میرا خیال دریافت کرنے کے لئے مجھ سے نہ پوچھا تھا۔ اور خود ہی فرمایا کہ اگر تم یا مَیں اپنے تئیں ابنِ آدم کہیں تو کیسی نامعقول بات ہو گی۔ اِس سے کسی کو بھی انکار نہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص جو انسان سے اعلےٰ ذات رکھتا ہو انسان بنکر آئے اور ایسی ذات اختیار کرے جو در اصل اُس کی اپنی ذات نہیں ہے تو ابنِ آدم سے زیادہ اَور کونسا نام موزون ہو سکتا ہے۔

مسیح جاڑے کے موسم میں پیدا ہوا۔ ہم کو اِس وقت اِس بحث سے سروکار نہیں کہ ہمارا خداوند حقیقت میں ماہِ دسمبر کی پچیسویں تاریخ کو پیدا ہُوا یا نہیں۔ اگر یہ محض ایک قیاس بھی ہو تو بھی اِس میں ایک خاص مناسبت اور خوب صورتی پائی جاتی ہے جو بنی آدم کی تواریخ اور مسیح کی آمد کے خاص مدعا کے لحاظ سے دلچسپ اور موزون ہے۔ یہ وقت سخت جاڑے کا تھا۔ ذرا اپنے خیال میں اپنے پُر امن و آسائش مکان سے نکل کر بیت لحم کی تاریک رات میں اُن دو غریب مسافروں کے حال پر غور کرو۔ اُنّی میل کی مسافت طے کر کے آئے ہیں۔ ایک اُن میں سے علیل ہے۔ کوئی اُن کے استقبال کے لئے حاضر نہیں۔ کوئی پیک اِس بادشاہ کی آمد کی خبر دینے والا نہیں۔ کوئی وقت پر طبی امداد دینے والا نہیں۔ فقط کالی رات اپنے ہیروں کی جڑاؤ انگلی سے اُس کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔ اور آسمان کے کھلے دروازے میں سے فرشتوں کی شیریں آواز آ رہی تھی۔ دسمبر کا مہینا خزاں کا موسم ہے۔ دُنیا عجب بے رونق

اور غنودگی کی حالت میں ہوتی ہے۔ مسیح کی آمد پر دنیا میں کوئی ظاہری رونق نہ تھی۔ اس
موسم میں خصوصاً غریب اور مفلس لوگوں کی سخت کمبختی ہوتی ہے۔ ہاں اس وقت دنیا
کے لوگوں کی امیدیں ٹھٹھری ہوئیں اور دل یخ بستہ تھے۔ ضرور تھا کہ مسیح ایسی تنگی کے
وقت آئے تاکہ وہ سب سے غریب اور مایوس کے ساتھ پوری ہمدردی کر سکے۔ اس
سرائے کی وہ رات اس کو کبھی بھول نہ سکتی تھی جب کہ سرد ہوا کے جھونکے جگر کے
پار ہو رہے تھے۔ اور اس کا دل ہمیشہ سردی کے مارے ہوئے غریبوں کا ہمدرد رہا۔
کیا وہ اب بھی ہماری بیماری اور دُکھ کی تاریک رات میں ہمارے پاس اپنی تسلی اور
شفقت کے انعام اور برکات لے کر نہیں آتا؟

اموات حسرت آیات۔ اس سال میں ہم اپنی کلیسیا کے ایک رکن مولوی صفدر علی
صاحب کی وفات پر رنج و افسوس ظاہر کر چکے ہیں۔ اب سال کے اختتام کے قریب
اور دو بزرگ ہمارے درمیان سے اٹھا لیے گئے ہیں۔ پادری لائٹل صاحب یوپی
مشن کے متعلق پشاور میں مدت تک مسیح کی خدمت کرتے رہے۔ اور ۵۔ نومبر کو
آرام میں داخل ہوئے۔ آپ ہندوستانی کلیسیا سے دلی محبت اور ہمدردی رکھتے تھے
اور جو خدمت کرتے خلوص دل اور سرگرمی سے کرتے تھے۔ جس مدرسہ علم الٰہی کے آپ
منتظم اور استاد تھے وہاں آپ کے دیہاتی شاگردوں پر آپ کا مسیحی اثر اعلیٰ درجے کا
تھا۔ آپ دیسی کلیسیا کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کے ہمیشہ خواہاں اور بدل و جان ساعی
تھے۔ چنانچہ اِن کے ماتحت منادوں میں سے بہتوں نے تنخواہ چھوڑ دی۔ اِن میں سے
اب تک دو سرگرم مناد بِلا تنخواہ فقط بھائیوں کی خیرات پر گزارہ کرتے ہیں۔ آپ نے انجیل
کی خدمت کو اپنی زندگی کا مدعا سمجھا ہوا تھا اور روپے کے حساب کتاب کو ہمیشہ اپنے
اصلی کام میں روک سمجھتے تھے بلکہ ایک مرتبہ آپ نے ایک دیسی خادم الدین کو جو آپکی ملاقات کو
آیا تھا فرمایا کہ بھائی مجھے معاف رکھیں۔ اِس وقت فرصت نہیں ۔ میں بیہودہ [illegible]

کا کام کر رہا ہوں"۔ دوابہ رچنا کی بولی میں انجیل فارسی حروف میں جو سب سے پہلے ترجمہ ہو کر شائع ہوئی وہ انہی کی ہمت اور کوشش کا نتیجہ تھا۔ آپ خداوند کی آمد کے بڑے منتظر تھے اور کہا کرتے تھے کہ "اب خداوند کی آمد بہت قریب ہے۔" جب اُن سے کہا گیا کہ اُس وقت کا تو کسی کو پتہ نہیں تو جواب دیا کہ تاریکی کے فرزندوں کو پتہ نہ ہوگا مگر نور کے فرزندوں کو ضرور پتہ ہونا چاہئے اور تسلونیکیوں کے خط کی یہ آیت سند میں پیش کی کہ "تم اے بھائیو تاریکی میں نہیں ہو۔ وہ دن چور کی طرح تم پر آ پڑے۔ تم سب نور کے فرزند اور دن کی اولاد ہو۔" ایک خاص صفت کے باعث وہ سب مشنریوں کے لئے نمونہ تھے۔ یعنے باوجود اپنے کلیسیا کے اصولوں کے پورے پابند ہونے کے وہ اور کلیسیاؤں کے لوگوں کے ساتھ تنگ دلی سے برتاؤ نہ کرتے بلکہ ہر طرح سے عزت اور محبت کرتے تھے۔ دوسرے بزرگ جن کا زخم پنجاب کی کلیسیا کے دل پر تازہ ہے مسٹر جارج لوئیس قائمقام ڈویژنل جج انبالہ میں آپ اگرچہ اپنی زندگی کے آخری حصہ میں کلیسیا کے معاملات میں وہی دلچسپی نہیں رکھتے تھے جو ابتدا میں تھی مگر اپنی مسیحی خو خصلت اور عدالت میں راستی و انصاف پسندی کے باعث ہماری کلیسیا کا فخر اور غیر مسیحیوں کے لئے اعلےٰ درجہ کے نمونہ تھے۔ خدا اِن سب بزرگوں کے لواحقین کو صبر اور تسلی عطا فرمائے۔ اور اُن کی جگہ اور کارندوں کو اُٹھا کھڑا کرے +

مشرق کی طرف عجب ستارا دیکھا	۱	عنوان ظہور پاک سارا دیکھا
شائق یہ تصور رہی آنکھوں میں بندھا		دیکھا جدھر اُسکو جلوہ آرا دیکھا
ہوئے گا نہ عقبے کا سر انجام کہیں	۲	ہے کوئی وسیلہ نہ ہے آرام کہیں
شائق در عیسےٰ پہ جبیں سائی کر		جز یاں نہ بر آئیگا تیرا کام کہیں
شائق غم دُنیا کو بھلایا ہم نے	۳	عیسےٰ سے جو دل اپنا لگایا ہم نے
جس دن سے رکھا جادۂ طاعت پہ قدم		ہاتھ اپنا زمانے سے ہٹایا ہم نے

آج مسیح خداوند پیدا ہوا

لوقا ۲ باب ۱ سے ۱۴ آیت

کلیسیا نے نہایت دانائی کے ساتھ ۔ ایسے اوقات مقرر کئے ہیں جب ہم خاص خاص اشخاص
ور خاص امور کی نسبت باقاعدہ اور باترتیب غور کر سکتے ہیں۔ جو لوگ مسیح کی پیدائش کو
یک وقتِ مقررہ پر یاد کرنا قابلِ اعتراض سمجھتے ہیں وہ غالباً کبھی اِس عجیب واقعہ پر
ا حقہ توجہ نہیں کرتے ہونگے۔ اگر ہم اپنے عزیزوں کی سالگرہ پر خوشی مناتے ہیں تو اپنے
ندا وند کے تولد پر خوشی منانا ہمارا فرض ہے۔ آؤ آج پھر اُس سادہ اور دلچسپ قصہ
غور کریں جو مقدس لوقا نے اپنی انجیل کے دوسرے باب میں درج کیا ہے +

ضرور تھا کہ مسیح یہودہ کے فرقے میں سے ہو۔ یہ بھی ضرور کہ نبی کی پیشینگوئی کے
طابق وہ بیت لحم میں پیدا ہو۔ لیکن کہاں ایسی غریب عورت ملے گی اور اُسکے نسب نامہ
ی تصدیق کیونکر ہوگی۔ انسان کی عقل حیران تھی کہ اِس عقدہ کا حل کیونکر ہوگا لیکن
ندا کے انتظام میں سب کچھ ممکن ہے۔ اُس نے رومی قیصر کے دل میں ڈالا کہ یہودیوں کی
رقہ وار مردم شماری کرے اور اِسی سلسلے میں مریم ناصرت سے بیت لحم میں گئی۔ یقیناً
دشاہوں کے دل اُسی آسمانی شہنشاہ کے اختیار میں ہیں۔ مسیح پیدا ہوتے ہی چرنی
یں رکھا گیا کیونکہ اُن کو سرائے میں جگہ نہ ملی"۔ اِس دلکش واقعہ کی عظمت بیان
ے باہر ہے۔ کسی شاہزادے کے لئے جو شاہی محل میں پیدا ہوا فرشتوں نے کبھی خوشی کے
یت نہیں گائے آسمانی شان و شوکت سے حیوانوں کی چرنی تک پستی! مسیح بتدریج
سمان سے نہیں اُترا۔ وہ یکبارگی عرش سے فرش تک چلا آیا۔ ذرا بیت لحم کی سرائے میں
ل کر اِس کو دیکھو۔ اونٹوں کو آگے سے ہٹا دو۔ اے آوارہ گردو لوگو سامنے سے ہٹو۔ اے
یم کیا تجھے کوئی چراغ بھی میسر نہیں آیا۔ تیرے پاس کچھ کھانے کو بھی ہے۔ وہ دیکھو

مسیح چرنی میں پڑا ہے۔ اپنے سر ننگے کرو اور اُس کے سامنے جھکو۔ ابدیت کا خداوند مریم کا فرزند ہے۔ اِس بچہ کی میٹھی آواز ایک دن گرج کر مُردوں کو اُن کی قبروں سے بیدار کر گی۔ مسیح آسمانی تخت سے چرنی میں آیا۔ تاکہ ہم چرنی سے اُس تخت تک سرفراز ہوں +

دُنیا میں اور بہت سی جگہیں ہیں جہاں مسیح کو جگہ نہیں ملتی۔ شہنشاہوں کے محلوں میں اُسکے لئے جگہ نہیں۔ سلطنت کے درباروں میں مسیح کو کوئی نہیں پوچھتا۔ حکمت عملیاں اور جنگ کے منصوبے اُس راستباز اور سلامتی کے شہزادے کو اندر آنے نہیں دیتے۔ بڑے بڑے امیر اور صاحب اقتدار لوگ مسیح کے نام سے عار کھاتے ہیں۔ تجارت میں تعلیم کی مجلسوں اور درسگاہوں میں اِس غریب ناصری کو گذر نہیں۔ سب ہم آواز ہو کر اُسکو دھکیل کر نکال دیتے — اور آپس میں کہتے ہیں کہ مسیح کون ہے کہ ہم اُس کی سُنیں +

اِس بیان میں فرشتوں کا خاص طور پر ذکر ہے۔ جب باغی اور سرکش فرشتوں کو آسمان سے نکالا گیا تو مسیح اُن کے بچانے کے لئے مجسم نہوا۔ جب شیطان اپنے ساتھ آسمانی گروہ کی ایک تہائی کو لے گیا اُس وقت مسیح اپنا تخت اُن کی خاطر چھوڑ کر نہ اُترا۔ وہ ابرہام کی نسل میں سے ہو کر آیا۔ زیادہ پسند کرتا ہے۔ باوجود اِس کے فرشتوں نے اپنے دل میں نہیں کہا کہ وہ تو انسانوں کے ساتھ اس قدر ہمدردی کرتا ہے کہ کبھی ہمارے ساتھ نہیں کی۔ ہم کو اِس معاملے سے کیا تعلق۔ نہیں ہرگز نہیں وہ خوشی سے مسیح کی پیدائش کی خبر دینے آتے ہیں اور اپنی دلی فرحت کو ضبط نہیں کر سکتے۔ جب ایک نے اپنا پیغام ختم کیا۔ باقی جو اِس وقت تک منتظر کھڑے تھے یکبارگی اپنا آسمانی نغمہ شروع کر دیتے ہیں۔ اگر گڈریوں کے دل میں کوئی خوف اب تک باقی تھا تو اِس گیت کی شیریں سُروں نے وہ سب بھلا دیا بلکہ اُن کے دل میں اُس خوشخبری کا زیادہ یقین پیدا ہو گیا ہوگا۔ کیونکہ اگر کوئی شخص خوشی کی خبر مغموم اور دبی آواز کے ساتھ دے تو کوئی اُس کا یقین نہیں کرتا۔ ایسے پیغام کے لئے اُس کے مطابق ظاہری حالت کا ہونا

لازمی ہے۔ فرشتوں نے گڈریوں کو کہا مت ڈرو۔ یہ انجیل کا پیغام انسان کو ہے انسان خالق کے نزدیک جانے سے ڈرتا تھا۔ مگر خدا نے انسان کا جامہ اختیار کرنے سے ثابت کیا ہے کہ وہ ہماری صورت سے بیزار نہیں ہے بلکہ ہم سے کمال درجہ کی محبت رکھتا ہے۔ اب گنہ گار کو اُس کے پاس جانے سے خوف کھانا نہیں چاہئے۔ یہ خوشخبری سب کے لئے ہے۔ بعض لوگوں کا مذہب نہایت سنجیدہ قسم کا ہے۔ وہ ہمیشہ سُستی صورت بنائے رہتے ہیں۔ چاہئے کہ وہ فرشتوں سے خوشی منانا سیکھیں۔ آؤ آج سب مل کر خوشی کے گیت گائیں۔ اے یروشلم کے ویرانو! آج خوش و خرّم ہو۔ اے غمزدو خوشی کے نعرے مارو۔ کیونکہ تمہارا حقیقی ہمدرد آج تمہارے پاس آیا ہے۔ یاد رکھو خوشی اُسی کو ہے جو اُس کو گڈریوں کی طرح سادہ ایمان سے قبول کرتا ہے +

ایک ضروری سوال اِس فرشتے کے پیغام سے پیدا ہوتا ہے جس کا جواب دینا آج ہر ایک مسیحی کا فرض ہے۔ فرشتے نے گڈریوں کو کہا کہ میں تمہیں بڑی خوشی کی خبر دیتا ہوں . . . کہ آج تمہارے لئے ایک نجات دینے والا پیدا ہوا۔ اب ہر ایک شخص اپنے آپ سے سوال کرے کیا یہ لڑکا میرے لئے تولّد ہوا۔ کیا وہ مجھے بخشا گیا ہے۔ کیا ہمارا اِس بچے کے ساتھ شخصی تعلق ہے۔ کیا وہ ہمارا نجات دہندہ ہے۔ کیا وہ میرا ہے اور میں اُس کا ہوں؟ اِن سوالوں پر ہماری دنیا کی خوشی اور ابدی سرور کا دار و مدار ہے +

ناظرین! جو بچہ آج تمہارے ایمان کی آنکھوں کے آگے بیت لحم کی چرنی میں پڑا ہے اگر وہ تمہارے لئے پیدا ہوا ہو تو تم ضرور ہی نو پیدا ہوئے ہو کیونکہ اگر تم نے نیا جنم نہیں پایا تو وہ تمہارے لئے پیدا نہیں ہوا۔ آج اپنے اپنے دل پرکھنے کا دن ہے ضیافتیں کھاؤ کھلاؤ۔ دوستوں سے ملو لیکن اِس شخصی سوال کا جواب ضرور خدا کے سامنے سنجیدگی سے دینا۔ آج قطعی فیصلہ کرنے کا دن ہے۔ آج خاص طور پر مسیح کی

پادری ایف۔ بی۔ مائر صاحب

مرقومہ مس ویدہیرلی صاحبہ
مترجمہ مس صاحب دیال صاحبہ

اگر کسی شخص نے دنیا پر بڑی تاثیر کی ہو اور خصوصاً اگر وہ لوگوں کو خدا کی نزدیکی و قربت میں لانے کا وسیلہ ٹھیرا ہو اور اُنہیں شریف زندگی بسر کرنا سکھایا ہو تو ہم اکثر اُس کے حالاتِ زندگی میں دلچسپی رکھتے اور اُسکی سرگذشت دریافت کرنے کے مشتاق ہوتے ہیں۔ جس بزرگ کی تصویر اس پرچے میں شائع ہوئی ہے۔ اِن سے ہمارے ناظرین ناواقف نہیں۔ گذشتہ جنوری میں کئیوں کو اِن سے ملاقات کرنے کا شرف حاصل ہُوا ہوگا اور اکثروں نے اِن کی تصانیف پڑھی ہونگی۔ خصوصاً اِن کا چوپانی زبور جو اول مسیحی میں شائع ہُوا اور پھر رسالہ کی صُورت چھاپا گیا اور اب لکھنؤ والے اِسے رومن اُردو میں چھاپ رہے ہیں۔ ہمارے ناظرین کی نظروں سے ضرور گذرا ہوگا۔ لیکن اِس سے یہ تو پایا نہیں جاتا کہ ہم اِس بزرگ سے واقف ہیں۔

صرف کسی شخص کی زندگی کی چھوٹی چھوٹی باتوں کو بخوبی ملاحظہ کرنے ہی سے ہم اس سے بخوبی واقفیت پیدا کر سکتے ہیں اور اکثر زندگی کی اِن چھوٹی چھوٹی باتوں ہی میں بڑے بڑے شخص گر جاتے اور ناکام ہوجاتے ہیں۔ جو لوگ پادری - ایف۔ بی مائر صاحب سے بخوبی واقف ہیں۔ اُن کی شہادت ہے کہ وہ اپنے مالک یسوع مسیح کی بہت کچھ مانند ہیں اور جب ہم اپنے خداوند کا عکس اُس کے بندے میں دیکھیں تو اُس کی تمجید کریں کہ اُسنے ایسی قوت اور سیرت عطا فرمائی ۔

آپ ۱۸۴۷ء میں پیدا ہوئے۔ اور اِس لئے اب پچاس سے کچھ اوپر ہیں۔ اِس تھوڑے سے عرصے میں بہت کم شخصوں نے اتنا کام کیا ہوگا۔ جو آپ کر رہے ہیں آپ کا دینی اور رفاہِ عام کا کام بیشک حیرت افزا ہے ۔

شہر لنڈن کے مضافات میں ایک خوش و خرم مسیحی خاندان اور عمدہ تعلیم نے اِس شخص کو اخلاقی اور ذہنی طور پر اپنے کام کے لائق بنایا۔ لیکن خدائی زندگی نے اِس کی رُوح کو چھوا اور شروع ہی سے اِس کے دل میں یہ آرزو پیدا ہوئی کہ زندہ خدا کا واعظ بنے۔

بچپن ہی سے وہ جدعون کی مانند خدا سے اِس امر کے نشان ڈھونڈا کرتا تھا۔ کہ خدا اِسے انجیل کے خادم ہونے کا شرف عطا کرے۔ وہ وعظیں تیار کرتا اور اپنی چھوٹی بہنوں اور نوکروں کو سنایا کرتا تھا اور جب تک اُسکے بچپنے کے وعظ کی گرم جوشی سے اُس کے سامعین میں سے کوئی نہ کوئی رو نہ پڑے۔ اُسے تسلی نہیں ہوتی تھی ۔

اوّل اوّل اُسکی اُمیدوں کے بر آنے میں مشکلات پیش آئیں اور دو سال تک اُسے دنیوی کاروبار میں پڑنا پڑا۔ جس سے اُس نے دُنیا کا علم بہت کچھ حاصل کیا اور اُس کا اپنا کیریکٹر (سیرت و مزاج) ایسا مضبوط ہوگیا کہ بعد میں اِس علم کو اس نے بڑا ضروری اور مفید پایا۔ اِس وقت پر فکر کر کے آپ تمام نوجوانوں کو جو کلیسیا کی خدمت کی

تیاری کر رہے ہوں۔ یہ صلاح دیتے ہیں کہ دنیوی فرائض میں تمہارا جو وقت صرف ہو۔ اسے تضیع اوقات نہ سمجھو۔ بلکہ اِس موقعہ کو غنیمت جانو اور اُن لوگوں کے حالات وطریق زندگی دریافت کرنے کی کوشش کرو۔ جنہیں سکھانے اور مدد کرنے کا شائد تمہیں بعد میں موقعہ ملے ؀

آخر کار اُنکی زندگی کی آرزوئیں پوری ہوئیں اور وہ آرڈین کئے گئے۔ وہ لکھتے ہیں کہ مجھے اپنا پہلا وعظ یاد ہے اور کہ اُسے سناتے وقت میں کیسے کانپتا تھا اور اب مجھے معلوم ہے کہ شائد بہت کم شخص ہفتہ بھر میں اتنی وعظیں کرتے ہونگے جتنی انہیں ہر روز کرنی پڑتی ہیں۔ جو شخص ہفتہ بہ ہفتہ اِن کے گرجا میں وعظ سنتے ہوں۔ وہ جانتے ہیں کہ یہ کیسے مختلف مضامین کو چھیڑا کرتے ہیں۔ اور جو شخص گہری رُوحانی زندگی کے اسرار کھولنے میں اِنہیں اُستاد مانتے ہیں۔ وہ حیران رہ جاتے ہیں کہ یہ شخص کیوں کر طرح طرح کے مضامین پر بول سکتا ہے۔ کوئی عام واقعہ کیوں نہو۔ وہ اُس سے ہمیں کوئی نہ کوئی سبق ضرور سکھاتے اور انسانی زندگی کے ہر ایک پہلو کو واضح کرتے ہیں۔ جس سے ظاہر ہے کہ وہ کیونکر ہر ایک مضمون پر سوچ و بچار کرتے ہیں ؀

لنڈن میں عمدہ پاسٹری پانے سے پیشتر اُن کی ابتدائی محنتوں کا منظر مقام لیسٹر تھا۔ وہاں مائر کا نام زبان زدِ عام تھا اور گھر گھر اُس کا ذکرِ خیر پایا جاتا تھا۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کو اِن کا نام لینا سکھایا جاتا تھا۔ ہزاروں گھروں نے اِن سے برکت پائی۔ وہ لوگوں میں بھائی کی طرح آیا جایا کرتے تھے۔ غم و مصیبت میں اِنہیں تسلی دیتے اور دُکھ و مشکل میں اُن کی مدد کرتے اور لوگوں کو مسیح کی طرف جو ہمارا بڑا بھائی ہے رجوع دلاتے تھے وہاں آپ نے غریب لوگوں کے لئے میلیون ہال نامی ایک گرجا بنوایا۔ اِس عمارت کے خرچ کے لئے تمام روپیہ مائر کی دُعاؤں کے جواب میں ملا اُنھوں نے دولت مندوں اور امیروں کے گرجا کو چھوڑ دیا۔ کہ اپنے اُن غریب بھائیوں کی مدد و خدمت کریں جو اُن کی

محنتوں کا اِنہیں بدلہ نہیں دے سکتے تھے +
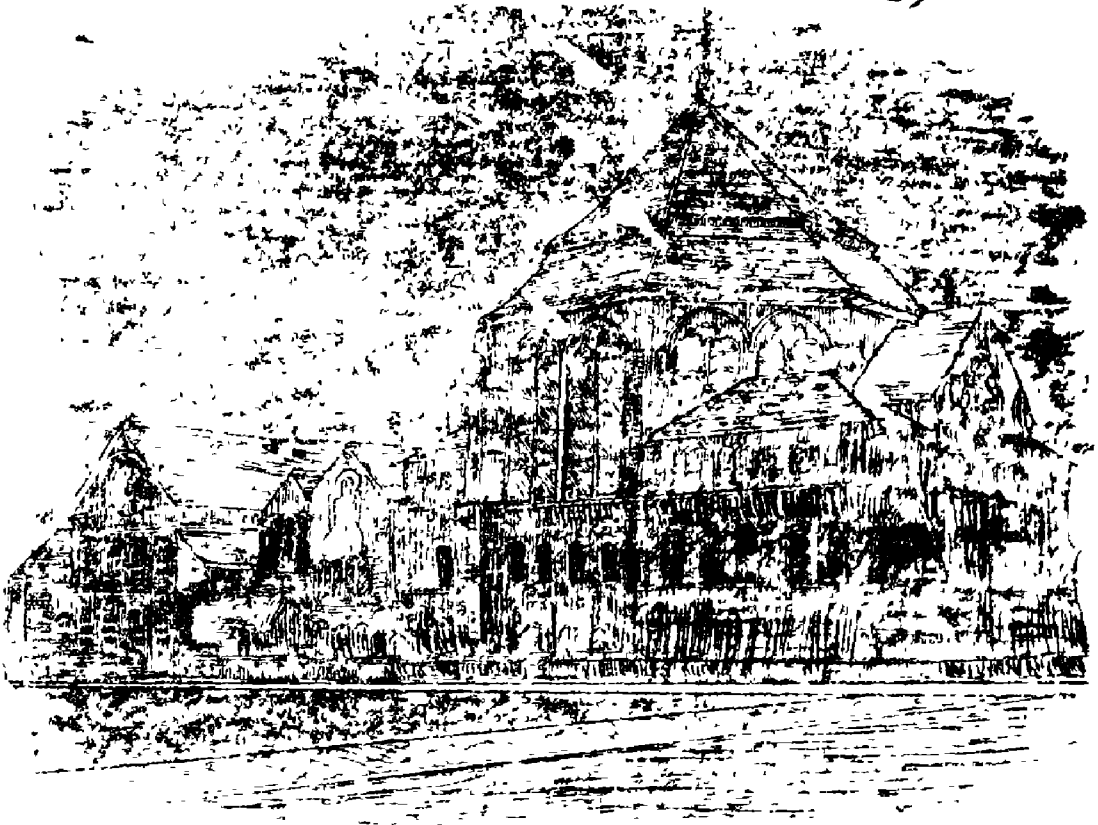
اُس کے گرد ایسے شخص جمع ہو گئے۔ جو دُکھ و تکلیف میں تھے۔ ٹھیک جیسے داؤد کے گرد مصیبت زدہ فراہم ہوتے تھے۔ اور اِسے اُنہوں نے مدد کے لئے ہمیشہ تیار پایا۔ اگر وہ کسی صورت اِن کی مدد کر سکتا تو کسی قسم کی محنت و تکلیف سے دریغ نہ کرتا۔ اور ہمیشہ ایسے لوگوں کی مدد کرنے کے موقعہ ڈھونڈتا رہتا تھا۔ جو خود نہیں جانتے تھے۔ کہ ہمیں کیسی مدد درکار ہے۔ اِس نے خصوصاً قیدیوں کی حالت سُدھارنے کی بہت کوشش کی جو ہر صبح جیلخانہ سے نکلتے ہی اپنے دوستوں کے ہمراہ پاس کے شراب خانوں میں جا گھستے تھے۔ کہ اپنا تھوڑا بہت روپیہ اسی شراب میں صرف کریں۔ جو غالباً اُن کے جیلخانے میں جانے کا سبب ٹھہری تھی +

اُس نے مہتمم جیلخانہ سے دوستی پیدا کی اور اُس کی اجازت لی کہ اُن قیدیوں کے رہا ہونے اور اپنے پُرانے دوستوں سے ملنے سے پیشتر انہیں مل کر کہا کہ اب اپنی زندگی نئی صورت سے شروع کرو۔ برسوں تک وہ ہر صبح جیلخانہ میں جاتا رہا اور اُس کے لمسیٹر چھوڑنے سے پیشتر ایسے مردوں اور عورتوں کی تعداد کوئی پانچہزار کے قریب تھی جنہوں نے اُس کے دعوت نامہ کو قبول کیا تھا کہ جیلخانہ سے نکلتے ہی صبح کا کھانا اُس کے ساتھ کھائیں۔ ان میں سے اکثر اپنی بعد کی زندگی کے لئے مائر صاحب کی مدد کے ممنون تھے۔ وہ لوگوں کے لئے ایسے دُعا و فکر کرتا تھا۔ جیسے کوئی باپ اپنے بچوں کے لئے کرتا ہو اور قریباً اپنی ساری آمدن اُن کی بہتری اور مدد میں صرف کرتا تھا مثلاً انہیں کاروبار میں لگانے دوستوں رشتہ داروں پاس بھیجنے میں۔ ان لوگوں کی داستانیں عجیب اور دلچسپ ہیں کہ کن کن طریقوں سے ان کی روزی کا بندوبست کیا جاتا تھا۔ ایک دفعہ مسٹر مائر نے خود لکڑیوں کی دُکان کھولی تاکہ لکڑ ہاروں کے لئے کام مہیا کرے۔ ایسی باتوں سے مائر صاحب پر بڑی بڑی مشکلیں وارد ہوئیں معزز و بڑی رتبہ اشخاص نے اپنے پاسٹر کے ایسے کام اختیار کرنے پر ناراضگی کا اظہار کیا۔ تجارت پیشہ لوگوں نے غلط فہمی کی اور بہتوں نے اُس کی راہ میں رُکاوٹیں ڈالنے کی کوششیں کیں۔ لیکن خدا اُس کے ساتھ تھا۔ اور اُس نے اپنے بندے کی عجیب طور سے مدد کی۔ اگر مائر صاحب مردِ دُعا نہ ہوتے تو کبھی بھی اِن مشکلات کے سامنے کھڑے نہ رہ سکتے۔ صرف یہ دُعا ہی تھی جس سے ان کے دل کو تقویت ملتی رہی اور یہ ایک یقین جو اُن کے دل میں متمکن تھا کہ چونکہ یہ سب کچھ خداوند کا کام ہے۔ وُہی خود اِس کا ذمہ لے گا۔ تب سے کئی شخصوں نے اس نمونہ سے اُس خدا پر ایمان لانا سیکھا۔ جو دعاؤں کا جواب دیتا ہے۔

ہم اُن کے لسیسٹر کے کام کا بہت کچھ ذکر کر سکتے ہیں۔ لیکن یہی کہنا کافی ہوگا کہ

سارا شہر ماش صاحب کو اپنا ایک مُربّی و محسن جانتا تھا اور اُن کی رخصت پر عام طور سے اُن کا شکریہ ادا کیا۔ اُس نے اُن کی صرف خدمت ہی نہیں کی تھی۔ بلکہ اُن کے دلوں کو ایسا موہ لیا تھا کہ بہت کم شخص ایسا کر سکتے ہیں۔ ۱۹۰۰ء میں اُن کا لیمسٹر سے لنڈن میں آنا بہتوں کی زندگی میں بڑا اہم آئین موقعہ تھا۔ لیکن اِس بڑے شہر لنڈن میں ایک ایسا شخص آیا۔ جو تب سے لوگوں کو بچانے کے لئے اپنی زندگی نثار کر رہا ہے ◆

لنڈن میں مسٹر ماش کے کام کا بخوبی ذکر کرنا ناممکن ہے۔ انہوں نے ہر قسم کے ہزاروں لوگوں کی مدد اور بہتری و بہبودی کے کئی طریق قائم کئے ہیں۔ اپنی کوڑی کوڑی وہ خداوند کے کام میں صرف کرتے ہیں۔ اُس نے غریبوں کے لئے مکان بنوائے اور اُن نوجوانوں کی تربیت کے لئے جو ممالکِ غیر میں مشنری بنکر جانے کے آرزو مند ہیں۔ کالج قائم کئے اور کئی قسم کی عبادتیں کراتے ہیں۔ جہاں لوگوں کو مسیح کی خوشخبری دیجاتی ہے۔ یاد رہے کہ یہ کام تصانیف کے علاوہ ہیں۔ جس میں اُن کے وقت کا بہت حصّہ خرچ ہوتا ہے۔ اِس واقعہ سے ہر ایک شخص حیران ہوتا ہے کہ ایک شخص اتنے کام کیونکر سرانجام دے سکتا ہے ◆

شاندار ماش صاحب کا سب سے بڑا کام اہل پیشہ لوگوں کی ایک برادری قائم کرنا ہے جنکی تعداد ایک ہزار کے قریب ہے۔ یہ شخص ہر اتوار کو اِنکی زیر ہدایت گرجا میں عبادت کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ اِن میں سے سیکڑوں ایسے ہیں۔ جو بے دینی کی راہوں سے بچکر اب سچے سرگرم مسیحی بنگئے ہیں۔ وہ اپنے پیشوا سے جو محبت رکھتے اور جان نثاری دکھاتے ہیں۔ اُس سے رِقت آتی ہے۔ ایک موقعہ کا ذکر ہے اُنہوں نے ایک کتاب اُسکی نذر کی۔ جس میں ہر ایک نے اپنی زندگی کا مختصر بیان درج کیا۔ اِس سے ظاہر ہوتا تھا کہ کیونکر اُس کی کوششوں سے خدا نے اِنہیں برکت دی تھی۔ اب آپ خصوصاً اُن لڑکوں کے بچانے میں کوشش کر رہے ہیں۔ جو خدا کو فراموش کئے ہیں۔ بہت کم شخص اپنے ہم جنس انسان سے ایسی موافقت و ہمدردی رکھتا اور اُن کے دل پر تاثیر کرنی جانتا ہے ◆

مائر صاحب کا گرجا واقعہ ویسٹ منسٹر لنڈن میں تین ہزار دوسو اشخاص کی گنجائش ہے اور یہ عموماً پر ہوتا ہے۔ ہر طرف سے لوگ یہاں آتے اور قوت و برکت پا کر واپس جاتے ہیں +

اُس کی تاثیر و قوت کا بھید بڑا ساد ہ ہے۔ مسیح اپنے رُوح کی قوت سے اُس میں رہتا ہے اور اُس نے ہر ایک چیز مسیح کے تحت میں کر دی ہے۔ اسلئے مسیح اُسے اپنے کام میں بخوبی لاتا ہے۔ انگلستان اور امریکہ میں وہ چاروں طرف سے مدعو کیا جاتا ہے کہ مسیح کے ہماری زندگیوں میں رہنے کی قوت کا بیان کرے جس کی شہادت نہ صرف اُس کا کلام بلکہ اُس کی زندگی دے رہی ہے۔ جو شخص اُس سے بخوبی واقف ہیں۔ وہ اِس امر کی شہادت دیتے ہیں کہ اُس کی زندگی بے عیب ہے اور یہ نہ کسی اپنی خوبی سے بلکہ اپنے نجات دہندہ کے فضل سے جسے اِس نے اپنا بنالیا اور ہر ایک آزمائش و مشکل کے لئے کافی پایا +

اس وقت مسٹر مائر گریٹ برٹن کی کرسچن انڈیور سوسائٹی کے پریزیڈنٹ ہیں اور ہمیشہ نوجوانوں کو وعظ و نصیحت کیا کرتے ہیں۔ اِنکے لئے وہ دُعا مطلوب کرتے ہیں کہ رُوحانی اور جسمانی طور پر وُہ قوت میں قائم رہیں۔ ہمیں دُعا کرنی چاہئے کہ ایسا شخص جو لوگوں کی بہتری کے لئے ایسی بڑی قوت ثابت ہوا ہے۔ برسوں تک سلامت رہے کہ لوگوں کے لئے باعث برکت ہو اور کہ خدا ایسے آور برپا کرے جو اپنی قوم کے لئے برکت کا باعث ٹھہریں۔ کاش کہ ہندوستان کے ہر ایک شہر اور گاؤں میں ایسے مرد اور عورتیں پیدا ہوں۔ غیر اقوام یسُوع مسیح پر جلد ایمان لے آئینگے۔ اگر وہ اُسے انسانی زندگیوں میں ظاہر پائیں۔ اِس بزرگ کی زندگی سے ہم یاد کریں کہ اپنے اِردگِرد کے لوگوں پر ایسی تاثیر رکھنا ممکن ہے اور ہم دُعا کریں کہ ایسے نمونہ سے ہمارے دلوں میں آرزو ہو کہ مسیح کی قوت و فضل سے ہم بھی ایسا ہی کریں۔ اور ہم یہ کیسے کر سکتے ہیں۔ خداوند سے کہو جیسے مائر صاحب

نے کہا کہ میں راضی ہوں۔ تُو مجھے کام میں لائے کہ میں چاہتا ہوں کہ لوگوں کو بچاؤں اور خدا کو اپنے میں یہ کام کرنے دو۔ جیسا مسٹر ماٹس فرماتے ہیں۔ وہ نہر بنجاؤ جس میں سے خدا زندہ پانی پیاسی روحوں کو بھیجے گا۔ ہندوستان کو اس کی بڑی ضرورت ہے ہندوستان کے فرزندوں میں سے کون اپنے آپ کو ہند کی نجات کے لئے تصدق کریگا؟

ایک فارسی روایت ہے کہ کسی شخص کے دو بیٹے تھے۔ چھوٹا خود سر تھا اور اپنی شوخی سے باپ کے دل کو رنج پہنچاتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ کوئی ایسا قبیح فعل کر بیٹھا جس سے اُس کے باپ کی بدنامی ہوئی اور وہ خود بھاگ کر کسی دوسری جگہ چلا گیا۔ کئی سال تک اُس کی کوئی خبر نہ نکلی۔ آخر پتہ لگا کہ وہ کُرد لوگوں میں مل کر ڈاکو بن گیا ہے۔ اُس کا باپ یہ سنکر سخت غمزدہ ہوا۔ اور کہنے لگا کہ اگر یہ بیٹا اب بھی واپس آجائے تو میں اُسکو معاف کروں گا۔ بڑے بیٹے کے کان تک یہ بات پہنچی۔ وہ اپنے چھوٹے بھائی سے بہت محبت رکھتا تھا اور جونہی اُس کو اپنے باپ کا ارادہ معلوم ہوا وہ اُس پہاڑی کھوہ کی طرف روانہ ہوا جہاں کُردوں کا گروہ رہا کرتا تھا تاکہ اپنے بھائی کو اِس معافی کی خبر دے۔ اُسے معلوم تھا کہ اِس منزل میں کس قدر خطرہ ہوگا۔ اِس غار تک پہنچنے سے پیشتر ہی ڈاکوؤں نے اُسے گرفتار کر کے لوٹ لیا اور سخت زخمی کیا۔ اور پھر اُس کو اپنی غار میں لے گئے وہاں اُسے اپنا بھائی نظر آیا۔ جس کو اُس نے مرتے مرتے اپنا سارا قصہ کہہ سنایا اور اُسکی منت کی کہ گھر کو واپس جائے۔ اُس آوارہ لڑکے نے بڑے تعجب سے یہ حال سُنا۔ اپنے باپ کی محبت کے پیغام اور بھائی کی دلاوری نے اُسکے دل پر بڑا اثر کیا اور وہ روتا اور غم کھاتا اپنے گھر کو واپس گیا۔ اور باپ کے ساتھ خوشی سے زندگی بسر کی +

مرتبہ نہ کسی نے کبھی زر سے پایا ۔۔۔ نہ مال سے نہ گنج و گہر سے پایا
عزت ہو کہ آبرو کہ دین و دنیا ۔۔۔ جو کچھ پایا وہ تیرے در سے پایا

دُعا اور بیبل کا مطالعہ

مطالعہ بیبل کے متعلق ہر طرح کے سوالات کا جواب بخوشی دیا جائیگا تک جہانتک شک تبسے دُور کرنے کی کوشش کیجائیگی اور اعتراض اور صلاح ومشورہ بشکریہ قبول کیا جائیگا۔

اِس پرچہ میں ہم حسبِ وعدہ نئے عہدنامہ کی مختصر تفسیر لکھنی شروع کرتے ہیں۔ جو ناظرین اِس سے فائدہ اُٹھانا چاہتے ہیں اُن کے لئے بہتر ہوگا کہ یکم جنوری ۱۹۰۰ء سے ینگ منس کرسچن اسوسی ایشن سے متعلقہ بیبل اور دُعا کے مجمع کی ترتیب مطالعہ شروع کریں۔ اِس کے رُو سے پُرانا عہدنامہ دوسال میں ایک دفعہ اور نیا سال میں ایک دفعہ ختم ہو جاتا ہے۔ نئے عہدنامہ کے حصے ایسے طور سے ترتیب دئے گئے ہیں کہ ہمارے خداوند یسوع مسیح کی زندگی سال میں چار دفعہ علیحدہ علیحدہ پڑھی جائے اور اس کے ساتھ ہی اعمال۔ خطوط اور مکاشفات بھی نظروں سے گذر جائیں۔

یوں

جنوری۔مارچ میں متی کی انجیل اور اعمال کا مطالعہ ہوگا

اپریل۔جون میں مرقس کی انجیل۔پطرس۔یہودا یعقوب کے خطوط اور لوقا کی انجیل

جولائی۔ستمبر۔ پولس کے اکثر خطوط اور عبرانیوں کا کچھ حصہ

اکتوبر۔دسمبر۔ عبرانیوں کا باقی حصہ۔پولس کے چوپانی خطوط۔یوحنا کی انجیل اور اسکی دیگر تحریرات۔

اگر یہ عادت ساری عمر رہے تو خاندان کے سب شرکاء۔باپ۔بیٹے۔بھائی۔ بہن۔خواہ ایک دوسرے سے کتنی دُور کیوں نہ ہوں آپس میں ہر روز ملتے رہینگے۔!

یہ ترتیبِ مطالعہ زبان انگریزی میں اربر لاہور کی ینگ منس کرسچن اسوسی ایشن سے مل سکتی ہے۔روسن اردو میں زیر طبع ہے اور فارسی اُردو میں بھی عنقریب شائع ہونیوالی

ہے اور دفتر مسیحی سے بھی مل سکے گی ◆

ماہِ جنوری سے ہم اپنے خداوند کی انجیل کا جو متی رسول کی معرفت لکھی گئی مطالعہ کرینگے

متی کی نسبت (جو لیوی بھی کہلاتا تھا) ہمیں بہت کچھ معلوم نہیں۔ اس کی بلاہٹ کا حال تو ہم متی ۹: ۹۔۱۰ میں پڑھتے ہیں۔ لیکن اس کے بعد انجیلوں میں اس کا کہیں ذکر پایا نہیں جاتا۔ صرف رسولوں کی فہرست میں اس کا نام مندرج ہے (متی ۱۰: ۳ مرقس ۳: ۱۴-۱۵۔ لوقا ۵: ۲۷-۲۹) وہ یہودی تھا اور اس کی انجیل خصوصاً یہودیوں کے لئے لکھی گئی۔ اکثروں کا خیال ہے۔ کہ اس نے اول اسے عبرانی میں لکھا۔ اس انجیل کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ یسوع کے المسیح ہونے کا بیان کرتی ہے یہ گویا بادشاہت کی انجیل ہے فقرہ۔ "آسمان کی بادشاہت" ۳۲ دفعہ پایا جاتا ہے۔ اس میں بادشاہت کی کیفیت اور بادشاہ کے جلال کا بیان ہے۔ واقعات تواریخی سلسلہ میں بیان کئے نہیں گئے بلکہ ہمارے خداوند کی زندگی اور تعلیم کے خاص خاص پہلوؤں کو دکھانے کے لئے واقعات ایک جا فراہم کئے گئے ہیں۔ مقدس متی نے دیگر انجیل نویسوں سے بڑھکر خداوند یسوع مسیح کی باتوں کا خوب موازنہ کیا اور انہیں ایک ترتیب میں درج کیا ہے۔ اس سے مشہور مفسر گوڈٹ صاحب لوقا کو ایک ایسے ماہر علم نباتات سے تشبیہ دیتے ہیں جو پھولوں کو ان کی اصلی بالیدگی اور نمو کی جگہ میں ہی دیکھنا پسند کرتا ہے۔ لیکن متی ایک ایسا باغبان ہے جو کسی خاص مقصد کے لئے خوب صورت اور عمدہ پھولوں کو ایک گلدستہ میں لگاتا ہے ◆

(۱) بادشاہ کی پیدائش اور اس کا بچپن ۱-۲: ۲۳

(۲) بادشاہت کا شروع ۳-۴: ۱۱

(۳) خدا کی بادشاہت کے کام اور نشان ۴: ۱۲-۱۶: ۱۲ (۵) ۴ تا ۱۶: ۱۲) حصہ (۱) ۴ تا ۸: ۱۷ (۲) ۸: ۱۸-۳۴ (۳) ۹ تا ۱۳: ۵۲ (۴) ۱۳: ۵۳-۵۸

(۴) مسیح کے دُکھ اُٹھانے کی پیشین خبری ۱۶: ۲۱ تا ۲۰: ۳۴

دیکھیے (۱) ۱۶: ۱۳-۲۸ - (۲) ۱۷: ۱ تا ۱۸: ۳۵ - (۳) ۱۹ تا ۲۰: ۳۴

(۵) بادشاہ کی فتح ۲۱ تا ۲۵ ابواب

(۶) دُکھ - ۲۶-۲۷ ابواب

(۷) جی اُٹھنا - ۲۸ باب

اِس انجیل کا مطالعہ کرتے وقت مندرجہ بالا تقسیم کو خیال میں رکھو۔ خوب یاد کر لو کہ کونسا واقعہ کس حصہ میں آتا ہے۔ فکر کرو کہ ہر ایک حصہ سے خدا کی بادشاہت کیسے ظاہر ہوتی ہے۔ سب سے بڑھکر بادشاہ کو دیکھنے۔ اُس کے فرمانوں کو سُننے اور اُن پہ عمل کرنے کی کوشش کرو۔

فیلبوس نے یسُوع سے کہا (یوحنا ۱۴: ۸) خُدا باپ کو ہمیں دکھا۔ یسُوع نے جواب دیا جس نے مجھے دیکھا ہے اُس نے باپ کو دیکھا ہے۔ اِن عجیب الفاظ کا کیا مطلب ہے؟ خدا کی شوکت اور جلال مسیح کی زندگی میں کیونکر دیکھا جاسکتا ہے۔ موسےٰ کی مانند (خروج ۳۳: ۱۰)۔ فیلبوس بھی قدرت کے کسی مہیب اور عالی شان نظّارے کے دیکھنے کا چشم براہ تھا۔ اُس نے نہ سمجھا کہ خدا کی ماہیت قوّت و قُدرت میں نہیں ہے بلکہ قدسیت اور محبت میں اور اِس لئے جب یسُوع کے کاموں اور اُس کی باتوں میں الٰہی سیرت کا کمال ظاہر ہُوا تو خدا کا کامل انکشاف واقع ہوا۔ کیا ہم خدا کو دیکھنے کے خواہاں ہیں؟ یہ خیال کیسا عجیب ہے! ہم خُدا کو دیکھ سکتے ہیں۔ ہم اُسے کہاں پا سکتے ہیں؟ یسُوع مسیح میں اور ہم یسُوع مسیح کو کہاں پائیں۔؟ اُس کے سوانح یعنے چاروں انجیلوں میں تو کیا اس مہینے میں ہمارے ہر صبح کے مطالعہ کا یہ نتیجہ ہوگا کہ ہم خدا کو دیکھینگے۔ ایسا ہو سکتا ہے۔ چاہئے کہ ہر صبح ہم اِسی خیال کو مدِ نظر رکھیں اور بڑے ادب سے رُوح القدس پر تکیہ کیئے کچھ ایسے سوال اپنے آپ سے پُوچھیں کیا اِس حصّے سے مجھے یسُوع مسیح کا

کچھ حال معلوم ہوتا ہے؟ اور کیا ظاہر ہوتا ہے؟ ہم کوشش کریں کہ ہر ایک نظارے کے واقعات کو خیال میں لائیں اور یسوع کو دیکھیں کہ وہ کیونکر لوگوں میں چلتا پھرتا تھا کیونکہ اُس کو دیکھنے سے ہم خدا کو دیکھینگے۔

پھر یسوع نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص مجھ سے محبت کرے تو وہ میرے حکموں کو مانیگا اور میرا باپ اُس سے محبت کرے گا اور ہم اُس پاس آئینگے اور اُس کے ساتھ رہینگے۔ خدا کی دید کے لئے فرمانبرداری اور مطالعہ دونو ایک سان ضروری ہیں یہاں ایک خاص وعدہ پایا جاتا ہے جس کے ساتھ ایک خاص شرط بھی لگی ہے۔ اِس مہینے ہم مسیح کی بہت سی باتوں کا مطالعہ کرینگے کیا ہر صبح ہم اپنے آپ سے یہ سوال نہ پوچھیں کیا آج کے حصے میں مسیح کا کوئی فرمان ہے؟ وہ کس مضمون کا ذکر کرتا ہے؟ اس کی نسبت مسیح کا کیا خیال ہے؟ کیا میرا خیال اُس سے اتفاق رکھتا ہے؟ کیا میرا بادشاہ مجھے آج کوئی حکم دیتا ہے؟ کیا میں اُسے مانتا ہوں؟ یقیناً اگر ہم اِس انجیل کو اِس ارادے سے پڑھیں تو ہماری زندگی بالکل بدل جائیگی۔ ہم نئی پیدائش پائینگے۔ اور رُوحانی عالم میں ترقی کرتے جائینگے۔

روزمرّہ کے سبق

جنوری	متی	
۱	۱ : ۱-۲۵	یسوع کی اصل۔ نسب۔ کام اور ماہیت کا کیا ذکر پاتے ہیں ٹھیک ٹھیک جواب دو۔
۲	۲ : ۱-۲۳	مجوسی کن کا نشان ہیں؟ دیکھو لوقا ۱۳ : ۲۹ اور رومیوں ۱۵ : ۱۲۔ اِن کے تحائف سے کیا مراد ہے۔ مقابلہ کرو زبور ۷۲ : ۱۰-۱۱

جنوری	باب متی	
۳	۳: ۱-۱۷	یوحنا نے کیا تعلیم دی کہ آسمان کی بادشاہت کے قائم ہونے سے پیشتر کیا ضروری ہے آیت ۱۱- دونو بپتسموں میں کیا فرق ہے ؟
۴	۴: ۱-۲۵	یسوع کو خاص خاص قدرتیں حاصل تھیں (۴: ۱-۱۷) اور اس کی آزمائش یہ تھی کہ اپنی قدرت کا غلط استعمال کرے ہر ایک کے زور پر غور کرو۔ یسوع نے اُن کا کیسے سامنا کیا ؟
۵	۵: ۱-۲۰	نئی بادشاہت کے شرکاء کون ہیں ؟ ان کا کام کیا ہے ؟ ہر ایک صفت پر سوچ کرو اور اِس کی تحصیل سے کیا نتیجہ نکلتا ہے ؟
۶	۵: ۲۱-۴۸	نئی بادشاہت کی راست بازی پرانی سے کیا فرق رکھتی ہے ؟ اِس کا خلاصہ کن الفاظ میں دیا گیا ہے ؟ کیا یہ میرا ہدف ہے ؟
۷	۶: ۱-۱۸	خیرات۔ دُعا۔ روزہ۔ اِن دینی فرائض کی نسبت کیا تعلیم دی گئی ہے آیت ۱ "خبردار رہو" کیا میں ہوں ؟
۸	۶: ۱۹ تا ۷: ۶	اِس بادشاہت کا زمینی مقبوضات اور فکروں سے کیا تعلق ہے ؟ ٹھیک ٹھیک بیان کرو کہ یسوع کی تعلیم اِس بارے میں کیا ہے ؟
۹	۷: ۷-۲۹	بادشاہت میں داخل ہونے کی بلاہٹ (آیت ۱۳-۱۴) فرمانبرداری یا انکار کا نتیجہ (۱۵-۲۷) آخری معیار کیا ہو گا ؟

جنوری	متی	
		کیا مَیں اُس پر پورا اُتر سکتا ہوں؟
۱۰	۸ : ۱-۳۴	اِن آیات میں کِن مختلف اشخاص کا یسُوع سے سابقہ پڑا۔ ہر ایک کی ضرورت کیا تھی؟ ہر ایک سے کیسا سلوک ہُوا؟
۱۱	۸ : ۲۸ تا ۹ : ۱۷	یاں یسوع کے کاموں یا اس کی تعلیم پر کیا کچھ اعتراض کئے گئے؟ اِن کا اُس نے کیسا جواب دیا؟ تمہارا اُس کے جوابوں کی نسبت کیا خیال ہے؟
۱۲	۹ : ۱۸-۳۸	ان آیات سے یسوع کی زندگی کی تصویر کھینچو (خصوصاً ۳۵-۳۶ آیات) آیت ۳۷-کیا یہ اب تک سچ ہے؟ آیت ۳۸ "دُعا مانگو"۔ کیا مَیں کرتا ہوں؟
۱۳	۱۰ : ۱-۲۳	اِس باب کا پہلے باب سے کیسا تعلق ہے۔ اِس مشن کا طریق کیا تھا؟ کیا یہ ہدایات (۵ تا ۱۵) مستقل و پائدار تھیں (مقابلہ کرو متی ۲۸ : ۱۹، یوحنا ۱۲ : ۲۰۔ لوقا ۲۲ : ۳۵)
۱۴	۱۰ : ۲۴ تا ۱۱-۱	یسُوع کے شاگردوں کو کیسے سلوک کی اُمید رکھنی چاہئے؟ یاں انہیں کس بات سے حوصلہ ملتا ہے؟ اُن کے اُستاد کے دعاوی کیا ہے؟
۱۵	۱۱ : ۲-۳۰	یُوحنا کی مشکل کیا تھی؟ یسُوع کا جواب کیا تھا؟ آیت ۱۱-"کیونکر"؟ مقابلہ کرو گلاتیوں ۴ : ۱-۷، متی ۱۳ : ۱۷- آیات ۲۵ تا ۳۰ کے ہر ایک لفظ پر فکر کرو۔
۱۶	۱۲ : ۱-۲۱ -	فریسیوں کا جو خیال سبت کی نسبت تھا اُس میں کیسے گناہ پایا جاتا ہے؟ دیکھو ۵ : ۷ و ۱۱ و ۱۲ - اور مقابلہ کرو یسعیاہ؟

جنوری متی

۱:۳۰-۱۷ اور متی ۱۵:۱-۹

۱۷ ۱۲:۲۲-۵۰ بیان کرو کہ یسوع کے جواب میں کیا کیا امر پائے جاتے ہیں۔
خصوصاً آیات ۲۵-۲۶-۲۷-۲۸-۲۹-زور آور شخص
کون ہے۔؟ ۳۰-۳۱-۳۲-۳۳ تا ۳۷

۱۸ ۱۳:۱-۲۳ غور سے مقابلہ کرو مرقس ۴:۱-۲۰ اور لوقا ۸:۴-۱۵ دیکھو کہ
ہر ایک قسم سے کن لوگوں کی مراد ہے۔ کیا نئے عہدنامہ میں
مختلف قسموں کی مثالیں ملتی ہیں؟

۱۹ ۱۳:۲۴-۴۳ دیکھو کڑوے دانے کس جگہ بوئے گئے۔ مجھے اس سے کیا
تنبیہ ملتی ہے؟

۲۰ ۱۳:۴۴ تا ۱۴:۱۲ آیت ۴۵۔ اِن کی مشکل کیا تھی؟ کیا میری زندگی میں بھی
کوئی ایسا واقعہ ہے جو محض قدرتی بنا پر سمجھ میں نہیں آتا؟

۲۱ ۱۴:۱۳-۳۶ آیت ۲۳۔ "اکیلے" کیوں؟ مقابلہ کرو یوحنا ۶:۱۴-۱۵ (کیا
اس سے سبب معلوم ہوتا ہے؟ کیا یہ آزمائش پر غالب آنے
کے لئے تھا؟) آیت ۳۱۔ غور کرو کہ یہ فقرہ یوں نہیں "تو کیوں
آیا ہے" بلکہ یوں ہے کہ "تو کیوں شک لایا"؟

۲۲ ۱۵:۱-۲۸ تم فریسیوں کی بنیادی اور خطرناک غلطی کا کیونکر بیان کروگے؟
سچا مذہب اور پاکیزگی کس میں پائی جاتی ہے؟

۲۳ ۱۵:۲۹ تا ۱۶:۱۲ آیات ۲ تا ۴۔ کیا میں روحانی معاملوں میں ویسی ہی ہوشیاری
سے کام لیتا ہوں جو میں روزمرہ زندگی کے کاموں میں دکھاتا
ہوں؟

جنوری باب متی

۲۴ ۱۶: ۱۳ تا ۱۷، ۱۶: ۲۱ آیات ۲۱ تا ۲۳، ۲۴ تا ۲۸ اور ۱۷: ۱-۸ کے تین واقعات میں کیا تعلق ہے۔ شاگردوں نے کیا کچھ سیکھا تھا۔ اور اُنہیں ابھی تک کیا سیکھنا باقی تھا۔

۲۵ ۱۸: ۱ تا ۴؛ ۱۸: ۴ آیت ۴۔ "آپ کو چھوٹا جانے"۔ کیا میں اس طرح بڑائی پانے کی کوشش کرتا ہوں؟

۲۶ ۱۸: ۱۵-۳۵ بیان کرو کہ معافی کے بارے میں مسیح کی کیا تعلیم ہے؟ کیا کوئی شخص ہے۔ جسے مَیں نے معاف نہیں کیا؟ اور اگر نہیں تو کیا مَیں اپنے آپ کو مسیح کا شاگرد کہہ سکتا ہوں؟

۲۷ ۱۹: ۱-۱۵ آیت ۱۴۔ آسمان کی بادشاہت ایسوں ہی کے لئے ہے وغیرہ سے یسوع کی کیا مُراد ہے؟ ۱۸: ۱-۴ کا پھر مطالعہ کرو۔

۲۸ ۱۹: ۱۶-۳۰۔ ۱۶-۲۰ مقابلہ کرو مرقس ۱۰: ۱۷-۳۱۔ جوان کے چلن پر فکر کرو۔ یسوع نے اُس سے کیسا سلوک کیا۔ ہمیں امورِ ذیل میں کیا تعلیم ملتی ہے؟
(۱) یسوع کے دعوے ہم پر کیا ہیں (۲) متلاشیوں سے ہمیں کیسا سلوک کرنا چاہئے۔

۲۹ ۲۰: ۱۷-۳۴ چاہئے کہ گھٹنوں کے بل ہو کر اِن آیات کو پڑھیں تاکہ اِنکے گہرے سبق سیکھ سکیں۔

۳۰ ۲۱: ۱-۲۲ اِن آیات میں جن واقعات کا بیان ہے اُن کی عظمت پر فکر کرو۔ یسوع کی سیرت اور اُس کے دعوے اِن سے کیونکر ظاہر ہوتے ہیں

۳۱ ۲۱: ۲۳-۲۲: ۱۴ تنبیہ کی تین تمثیلیں (۱) ۲۱: ۲۸-۳۲ و ۳۳-۴۶ اور ۲۲: ۱-۱۴ یہ کن سے خطاب کی گئیں ہر ایک کا سبق کیا ہے اور نتیجہ کیا؟

بیت لحم

بیت لحم کا ترجمہ ہے روٹی کا گھر۔ اِس جگہ کا اصلی نام افرات تھا (دیکھو پیدائش ۳۵ باب ۱۶ سے ۱۹ آیات اور ۴۸ باب ۷ آیت) اور یہی نام بعد میں ایک عورت کا بھی تھا اُس خاندان کے نام پر جو وہاں جا کر آباد ہوا (دیکھو ۱ تواریخ ۲ باب ۱۹ و ۵۱ آیات اور ۴ باب ۴ آیت) بیت لحم کا اوّل ذکر ایک دردناک واقعہ کے متعلق ہے۔ یعقوب اپنے خاندان سمیت حبرون کی طرف سفر کر رہا تھا اُس وقت راخیل کو دردِ زہ لگا۔ بیت لحم تک جاتے جاتے بنیامین پیدا ہوا اور راخیل انتقال کر گئی۔ وہیں پر یعقوب نے اُسے دفن کیا اور اُس کی قبر پر ایک ستون کھڑا کیا۔ یعقوب کبھی اِس مصیبت کے دن کو نہ بھولا اور جب وہ خود ضعیف و ناتوان ہوتا جا رہا تھا اور زندوں کی زمین سے گزرنے کے قریب تھا یوسف کے بیٹے کو دیکھ کر اُس متوفیہ کی نسبت اُس کے خیالات تازہ ہو گئے جس کے پاس وہ خود بھی جانے کو تھا۔

اِس شہر کی سب سے بڑی عزت کا ذکر نئے عہدنامے میں پایا جاتا ہے۔ اِس داؤد کے شہر میں یوسف اور مریم جو داؤد کی نسل میں سے تھے رومی شہنشاہ کے حکم سے گئے۔ اِسی کے متصل میدان میں چرواہوں کو فرشتوں کی جماعت نے نجات دہندہ کی پیدائش کی خوشخبری دی۔ اِسی شہر میں خدا نے انسانی جسم کو اختیار کیا اور یسوع ایک عورت سے پیدا ہوا۔ اِسی مقام پر مشرق سے مجوسی تحفے لے کر حاضر ہوئے اور یہیں پر ہیرودیس نے بچوں کو بے رحمی سے قتل کروایا اور راخل کے نوحہ کو گویا ازسرِنو تازہ کیا (دیکھو متی ۲ باب ۱ سے ۱۸ آیت اور لوقا ۲ باب ۱ سے ۲۰ آیت)

بیت لحم اُس سڑک کو مشرق کی طرف جو یروشلم سے حبرون کو جاتی ہے ۵ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اِس کے مشرق اور مغرب کی جانب چونے کے پتھر کی پہاڑیاں ہیں اور شمال

اور جنوب کی طرف گہری وادیاں ہیں جس پہاڑی کا مشرقی کنارہ عمودی ہے مغربی حصہ ڈھلوان ہوتا ہوا وادی میں چلا گیا ہے۔ پہاڑی کے پہلوؤں پر زیتون اور انجیر اور انگور کے چبوترہ دار باغ ہیں۔ اور چوٹی پر مشرق اور شمال مشرق کے رُخ تین ہزار آدمیوں کی آبادی کا وہ گاؤں واقع ہے جس کو آج کل بیت لحم کہتے ہیں۔ اِس کے سب سے مشرقی حصہ میں مسیح کی پیدائش کا یادگار ایک گرجا ہے جس کو شاہِ قسطنطین اعظم کی والدہ ہیلینا نے تعمیر کروایا۔ یہ گرجا ایک رہبان خانہ کی چار دیواری کے اندر واقع ہے جسکو یونانی اور لاطینی اور آرمنی راہبوں نے تقسیم کیا ہوا ہے۔ گرجے سے بیس فٹ نیچے ایک پیچدار زینہ سے اُتر کر وہ زمین دوز غار ہے جہاں مسیح پیدا ہوا تھا۔ اِس غار میں اطالینی سنگِ مرمر کا فرش ہے اور ایک گول گوشہ میں سنگِ مرمر چاندی کا ستارہ جڑا ہوا ہے اُس آسمانی ستارہ کے عین موقعہ پر جو مجوسیوں کو دکھائی دیا تھا اور اُس پر ایک لاطینی کتبہ ہے کہ مسیح یہاں پیدا ہوا تھا چراغوں کی ایک قطار دن رات روشن رہتی ہے۔ اِس کے مقابل ایک شبہاسا بے قاعدہ صورت کا نشیب ہے جس کی نسبت روایت ہے کہ یہیں وہ چرنی ہے جس میں مسیح پیدا ہوا تھا۔ سفید سنگِ مرمر کا ایک بڑا سا پتھر اس میں چرنی کی صورت پر کھودا ہوا ہے۔ یہیں مجوسیوں کا مذبح ہے اور کئی ایک چراغ اُس پر آویزاں ہیں۔ اِسی جگہ اُن بچوں کی قبر دکھاتے ہیں جن کو بادشاہ ہیرودیس نے قتل کروایا تھا۔ جس غار میں مقدس جیروم نے مدت تک رہ کر مطالعہ کیا تھا اور کئی ایک گرجے جو یوسف اور دیگر مقدسوں کی یادگاری میں تعمیر کئے گئے ہیں اِسی مقام پر ہیں۔ اِس سے ہم کو بحث نہیں کہ کیا حقیقت میں مسیح اِسی غار میں پیدا ہوا تھا۔ روایت کے دراز سلسلہ کے مطابق یہی وہ مقام ہے۔ اور اغلب ہے کہ جب مریم کو سرائے میں جگہ نہ ملی تو اُس نے اِن پتھر کی غاروں میں سے ایک میں پناہ لی ہو۔ لیکن جس جگہ مجوسیوں نے مسیح کی زیارت کی وہ یقیناً ایک مکان تھا (دیکھو متی ۲: ۱۱)۔ جس میدان میں گڈریوں پر فرشتے ظاہر ہوئے تھے وہ بموجب روایت کے قریب ایک میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اِسوقت

غریب الوطن شہنشاہ

آسمان کی تواریخ میں ایک وہ وقت آ پہنچا جب اُس کے سب سے عالی قدر باشندہ کو اپنے وطن سے غیر حاضر ہونا پڑا۔ وہ ایک ساحل سے دوسرے ساحل کی طرف نہیں گیا۔ یہ تو ہم نے بھی بارہا کیا ہے۔ وہ زمین کی ایک جانب سے دوسری جانب کو روانہ نہیں ہُوا۔ ہم میں سے اکثروں نے اِس قدر مسافت طے کی ہے۔ اُس نے ایک جہان سے دوسرے جہان کی طرف کوچ کیا ہاں ایسی نامعلوم وسعت میں سے جس میں کبھی کسی کا گزر نہ ہوا۔ اُس نُورانی ملک سے اُس کی روانگی کے وقت کس قدر خلقت دریچوں اور بالاخانوں میں جمع ہوئی ہوگی اور اُس شفاف آب دار ساحل پر کس قدر ہجوم وداع کرنے والوں کا ہوگا۔ وہ جاتے جاتے دُور دراز فاصلہ طے کر گیا۔ آخر ایک رات وہ زمین پر آ پہنچا۔ اُس کی آمد ایسی خاموش طور پر ہوئی کہ سِوا ایک کے کوئی اُس کو رستہ میں خوش آمدید کہنے والا نہ ملا اور زمین کے بسنے والوں میں سے سب سے اوّل بیت لحم کے غریب دہقانوں کو کان میں خوشی اور خرمی انبساط کی آوازیں پڑیں جن سے معلوم ہوتا تھا کہ کوئی بڑا عظیم واقعہ سرزد ہونے والا ہے۔ وہ کون آ رہا ہے۔ وہ کس ملک سے روانہ ہوا ہوگا۔ وہ کہاں جا رہا ہے میں گڈریوں سے پوچھتا ہوں۔ میں فرشتوں سے سوال کرتا ہوں۔ اب مجھے پتہ لگ گیا یہ کوئی غریب الوطن ہے؛

دنیا میں بہت سے لوگ جلاوطن گزرے ہیں۔ ابرہام حاران سے اور یوحنا فتمس سے جلاوطنی میں گیا۔ زمین پر کئی ایک بڑے نامی آدمی اپنے اپنے وطن سے خارج کئے گئے۔ لیکن جس غریب الوطن کا ذکر میں اِسوقت کر رہا ہوں وہ آسمان اور زمین کے سب جلاوطنوں سے زیادہ یاد رکھنے کے قابل ہے کیونکہ وہ بڑی دھوم دھام سے وداع ہوا لیکن کیسا سخت پھیکا اُس کا استقبال ہُوا؛

اوّل قابلِ غور ہے کہ مسیح ایک شاہی پردیسی تھا۔ اس نے تخت چھوڑا۔ تاج اُتار کر رکھ دیا۔ اپنے عالیشان محل سے نکل آیا۔ اس کے خاندان میں شاہزادے اور شہزادیاں تھیں۔ ملکہ وشتی کو اخسویرس بادشاہ نے محل سے نکلوا دیا۔ داؤد کو ابیسلوم کی بدنامی نے تخت سے گرا دیا۔ پانچ بادشاہوں کو یشوع کی ہمّت نے ایک غار میں دھکیل دیا۔ انگلستان اور فرانس کے بعض شاہوں کو بے صبر اور حریص امرا نے معزول کر دیا۔ لیکن مسیح اپنی روانگی کے دن بھی اپنے وطن میں نہایت عالی شان اور ہر دلعزیز تھا۔

جلاوطنوں کو بڑی سختی سے مُلک بدر ہونا پڑتا ہے۔ لیکن مسیح برضا و رغبتِ خود محل چھوڑ کر عرش سے فرش پر ایک بھیڑوں کے باڑہ میں آ گیا۔ اس کو کسی نے نکالا نہ تھا اور نہ غیر مُلک میں ہتھکڑی لگا کر بھیجا گیا۔ وہ اِس لئے پردیس میں نہ آیا کہ اس کی وطن میں ضرورت نہ تھی۔ لیکن اپنی مرضی سے اُس نے وہ جلاوطنی اختیار کی جو لحاظ وقت کے جزیرہ سینٹ ہیلینا میں شاہ نپولین کی جلاوطنی سے پانچ گنا تھی اور صعوبت میں اس سے ہزار درجہ بدتر۔

نپولین اِسلئے جلاوطن کیا گیا کہ اس نے قوموں کو تباہ کیا تھا لیکن مسیح نے جہان کو بچانے کے لئے غربت اختیار کی۔ وہ ابدی شہنشاہ ہو کر جلاوطن ہوا۔ "برکت اور عزّت اور جلال اور قوّت اُس کے لئے جو تخت پر بیٹھا ہے"

پھر دیکھئے کہ مسیح گویا ایک اُجاڑ جزیرہ ٹاپو میں جلاوطن تھا۔ نور کی بے حد وسعت میں ہماری زمین ایک نہایت چھوٹا سا ٹاپو ہے۔ دوسرے نظامِ شمسی ہمارے نظامِ شمسی سے ہزاروں درجے بڑے ہیں۔ مسیح گویا اِس تپس جزیرے میں آیا۔ جلاوطن عموماً ریگستان یا سرد یا گرم علاقوں میں بھیجے جاتے ہیں۔ مسیح ایک ایسی دنیا میں آیا جو حرارت سے جلی ہوئی اور برودت سے بیزار ہے۔ جہاں بیابان بادِ سموم کے دم سے سنسان ہیں۔ گویا یہ زمین مخلوقات کی پسِ پشت ایک ویرانہ ہے۔ مسیح اِس اُجاڑ ٹاپو کے ایک نہایت غریب حصّہ میں آیا۔ ایشیا

کو چلچلاتی دھوپ کی گرمی۔ الاماں۔ کسی اجنبی کا کیا مقدور کہ اس کی برداشت کر سکے۔ اور برسات کے موسم میں تو دیسیوں کا بھی ناک میں دم ہوتا ہے۔ مسیح کبھی معتدل علاقہ میں نہیں رہا بلکہ ایک ایسے ملک میں جو سال کا تیسرا حصّہ زیرِ آب اور دوسرا تہائی حصّہ آفتاب کی جلانے والی کرنوں میں شعلہ زن ہوتا ہے۔ صرف باقی تہائی حصّہ زندگی بسر کرنے کے لائق ہے۔ مسیح کے لئے یہ دنیا کیسی اجاڑ تھی۔ جہاں اسکو بہت تھوڑی عزّت اور محبّت اور شکرگزاری نصیب ہوئی۔

پھر ایک قدم آگے چل کر دیکھو کہ مسیح ایک مخالف ملک میں جلاوطن تھا۔ دنیا نے ایک اصطبل کے پھاٹک میں سے اُسے اندر آنے دیا اور بھالے کی نوک اُس کی پسلی میں گاڑ کے اُس کو نکال دیا۔ رومی سلطنت اپنے کیل کانٹے سے اپنے عدالتوں کے فیصلہ سے غرض ہر صورت سے اسکی مخالف تھی۔ اُس کے اِس دنیا میں آنے کے بعد کئی سال تک یہی سوال درپیش تھا کہ اُس کو کیونکر خارج کیا جائے۔ ہیرودیس اُس کا مخالف۔ سردار کاہن اُس کا دشمن۔ فریسی اُس سے متنفر۔ یہوداہ اسکریوطی اُس کی گھات میں۔ صلیب پر لٹکا ہوا چور اُس پر طعنہ زن تھا۔ گویا ساری دنیا اُس کی رفتار کی طرف خفیہ نگاہ رکھتی تھی۔ اور وہ اِس مخالفت کے مقابل سینہ سپر رہا۔ قابلِ غور ہے کہ مسیح کے سارے زخم اُس کے سامنے کی جانب تھے۔ چند کوڑوں کے نشانات کاندھوں کی پشت پر تھے مگر اکثر زخم بدن کے اگلی طرف تھے۔ جب وہ جاں بحق ہوا وہ مخالفت کی طرف پیٹھ پھیر کر چھپا نہیں تھا۔ بلکہ دنیا کی سختیوں کے مقابل ہو کر کھڑا تھا۔ دنیا کا گناہ اور رنج و غم اُس کے سامنے تھا۔ مرتے دم اُس کی نگاہ اپنے مخالفوں کے تند چہروں پر تھی۔ جب رومی افسر گھوڑا دوڑاتا ہوا اُس کے نزدیک آیا تاکہ اُس مصیبت زدہ جلاوطن کے رنجیدہ چہرے کو دیکھے تو مسیح دیکھ رہا تھا۔ جب بھالے سے اُس کی پسلی چھیدی گئی اور ہتھوڑے سے اُس کے ہاتھ اور پاؤں میں کیل گاڑے گئے اور جب کانٹوں کی نوکیں گوشت کے اندر گاڑنے کے لئے سر کند۱

اُٹھایا گیا تو سب کچھ مسیح کی نظر سے گزر رہا تھا۔ جب اُسکے ہاتھ صلیب پر کاٹھ میں ٹھونکے گئے تو وہ گویا برکت دینے کے لئے پھیلائے ہوئے تھے۔ قابلِ لحاظ ہے کہ اُس کا سر صلیب کے ساتھ بندھا ہُوا نہیں تھا وہ اُس کو اوپر نیچے اور دہنی بائیں طرف پھرا سکتا تھا۔ اُس نے اپنے ہاتھوں میں گڑی ہوئی کیلوں کو بآسانی دیکھا۔ کوئی بے ہوش کرنے والی دوائی اُس کو دی نہ گئی۔ اور اُس نے آسمانوں کی تاریکی اور چٹانوں کی جنبش اور پُر غضب چہروں اور شیطانی قہقہہ کو اپنے درست ہوش وحواس میں دیکھا۔ آہ! اس اُجاڑ ٹاپو میں اُس کی کیسی مخالفت کی گئی ✦

مَیں اِس سے آگے بڑھکر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ جلاوطن اپنے وطن سے دُور تھا۔ سورج زمین سے نو کروڑ ستّاس لاکھ میل کے فاصلہ پر ہے اور تمام ہیئت دان متّفق الرّائے ہیں کہ ہمارا نظامِ شمسی خلقت کے کارخانہ میں ایک نہایت ادنٰے پُرزہ ہے اور سب نظام شمسی کسی بڑے نظام کے حصّہ ہیں اور سب کا مرکز اِس قدر فاصلہ پر ہے کہ اُس کا قیاس کرنا بھی ناممکن ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اِسی مرکز کا نام آسمان ہے۔ اگر یہ قیاس صحیح ہو تو مسیح اپنے وطن سے کس قدر دُور آپڑا تھا ✦

کیا تم نے کبھی خیال کیا کہ مسیح وطن کو جانے کے لئے کیسا تڑپتا تھا۔ جب تم اپنے گھربار سے چند ہفتوں کے لئے غیر حاضر ہو تو تم جانتے ہو تمہارے دل میں گھر جانے کو کیسی بیقراری ہوتی ہے۔ مسیح تینتیس ۳۳ سال گھر سے دُور رہا۔ تم ایک سو یا ہزار میل کے فاصلہ پر گھبرا جاتے ہو مگر مسیح کے وطن کا فاصلہ حساب سے باہر تھا۔ انسان خوش گوار اور دل پسند سامان کے درمیان بھی اپنے وطن کے لئے آہیں بھرتا ہے تو مسیح کا کیا حال ہُوا ہو گا جب کہ وہ جھونپڑیوں میں سوتا تھا اور بھوکا اور پیاسا ہوتا اور سفر کی تکالیف اُٹھاتا رہا۔ مَیں نے ملک سوئٹزرلینڈ کے باشندوں کی نسبت پڑھا ہے کہ جب وہ پردیس میں اپنے مُلکی راگ کو سنتے ہیں تو وطن کی الفت ایسی جوش زن ہوتی ہے کہ اُن کو ایک قسم کا مالیخولیا ہو جاتا ہے اور بعض اوقات

اِس بے قراری کے صدمہ سے اُن کا دم بھی نکل جاتا ہے۔ لیکن مسیح کی بے قراری پر غور کرو۔ وہ افلاس آسمانی خزانوں کے لئے بے قرار ہے۔ ابدا ہو شغنا کے لئے اور مکان آرام کے لئے تڑپ رہا ہے۔ فرشتوں اور مقرب فرشتوں کی رفاقت کے لئے بے قراری دُنیا کے کفر اور ظلمت اور طوفان سے نکل جانے کی بے قراری۔ اِس حالت میں ایک ایک دن پہاڑ ہو کر گزرتا ہے تو مسیح کو وہ تینتیس سال کس قدر دراز معلوم ہوئے ہونگے۔ تم نے مسیح کے آمد، بیچ و دُکھ کو سمجھنے کی بارہا کوشش کی ہے مگر نجات دہندہ کی اُس بے قراری کی عظمت اور کثرت کا اندازہ کرنے کا کبھی قصد نہیں کیا ہوگا۔

مَیں ایک اَور قدم آگے بڑھا کر کہتا ہوں کہ مسیح ایسی جلاوطنی میں تھا جسکے انجام پر موت نظر آتی تھی۔ مشہور مصوّر ہولمین ہنٹ نے ایک تصویر کھینچی ہے جس میں مسیح ناصرت کے ایک بڑھئی کی دُکان میں ہے۔ اُس کے چاروں طرف مختلف آلات پڑے ہیں۔ مصوّر نے مسیح کو ایسا دکھایا ہے کہ گویا وہ اپنے کام سے اُٹھکر اور اپنے ہاتھ پھیلا کر انگڑائی لے رہا ہے جیسا کہ انسان کسی تنگ جگہ میں دیر تک بیٹھے رہنے کے بعد کیا کرتا ہے اور تصویر میں روشنی کو ایسے پہلو میں رکھا ہے کہ مسیح کے پھیلائے ہوئے بازو اُس کے جسم کے ساتھ مل کر صلیب کا نقشہ کھڑا ہو جاتا تھا۔ یہی صلیب کا سایہ مسیح کی زندگی کے ہر ایک فعل پر تھا۔ بیت لحم کی چرنی میں اور اُس دریا پر جس پر مصر کو بھاگتے ہوئے وہ گزرا وہی صلیب کا سایہ تھا۔ یہی سایہ گلیل کی جھیل پر تھا جس وقت مسیح اُس شفاف فرش زمردین پر چل رہا تھا۔ اماؤس کی سڑک پر اور کدرون کے نالے پر اور ہیکل اور کوہِ زیتون کے پہلو پر وہی صلیب کا سایہ تھا۔ طلوع اور غروبِ آفتاب پر وہی سایہ نظر آ رہا تھا۔ رومی شہنشاہ قسطنطین نے اپنی فوج کے ہمراہ جاتے ہوئے ایک ہی مرتبہ گنبدِ سپہر پر صلیب کا نقشہ دیکھا مگر صلیب ہر وقت مسیح کی آنکھوں کے سامنے تھی ⁺

سخت منزل میں ہمیں اِس خیال سے تسلی ہوتی ہے کہ مسافت کے اختتام پر

بڑی محبت سے ہماری خاطر تواضع ہوگی لیکن مسیح کو معلوم تھا کہ اِس پُر تکلیف رستہ کا خاتمہ ایک ایسے بے برگ درخت پر ہوگا جس کی دو شاخیں ہونگی اور جس کا پھل نہایت کڑوا ہوگا۔ ہائے! یہ کیسی غریب الوطنی تھی جس کا آغاز چرنی میں ہوا اور انجام قتل میں۔ اور یہ جلاوطنی کس لئے ہوئی۔ دنیا میں بعض اوقات بدی سے نیکی نکلتی ہے۔ یقین جانو کہ حلقۂ مخلوقات کے اِس سب سے بڑے بھاری جرم سے یعنے ابن اللہ کے مارے جانے سے ایسے نتائج نکلینگے جو نہ ازل سے ہوئے اور نہ کبھی ہونگے۔ مسیح نے آسمان کی طرف جانے والوں کے لئے رستہ کھول دیا ہے۔ جو اُس کو قبول کرے وہاں جاسکتا ہے۔ کفارہ اِتنا بڑا جہاز ہے کہ سب جو اُس میں سوار ہوں اُن کو بآسانی لے جاسکتا ہے۔ یسوع مسیح جو راست ہے ہمارے گناہوں کا کفارہ ہے۔ اور نہ فقط ہمارے گناہوں کا بلکہ سارے دنیا کے گناہوں کا بھی +

کیسی خوشی کی بات ہے کہ یہ غریب الوطن شہنشاہ واپس گیا ہے اور اُس نے پھاٹک کو کھلا چھوڑ دیا ہے۔ اکثر مسیحی لوگ مرتے وقت کہا کرتے ہیں کہ "میں گھر کو جاتا ہوں"۔ مینے بہت سے مسیحی مرتے دیکھے ہیں اور شاید دس میں سے نو کے یہی آخری کلمات ہوا کرتے ہیں۔ کہ "میں گھر کو جاتا ہوں"۔ جاتا ہوں اِس جلاوطنی سے اور گناہ اور رنج اور غم سے۔ جاتا ہوں اپنے اُن عزیزوں کی خوشی میں شامل ہونے کو جو آگے گئے ہیں۔ ہاں جاتا ہوں میں گھر کو مسیح کے پاس اور خدا کے پاس۔ میں وہاں رہنے کے لئے جاتا ہوں۔ وہ تمہارے عزیز کہاں ہیں جو مسیح میں ہو کے گزر گئے۔ تم اُن کے لئے افسوس کرتے ہو۔ نہیں بلکہ اُن کو تمہارے لئے افسوس کرنا چاہئے کہ تم گھر سے دُور بے وطن ہو۔ وہ تو گھر میں ہیں۔ اوہ! وہ کیسا خوشی کا وقت ہوگا تمہارے لئے جنہوں نے مسیح کو قبول کیا ہے جب کہ آسمان کا دربان تمہاری طرف مخاطب ہو کر کہے گا کہ اپنی پھٹی پرانی جوتی اُتار۔ تیرا سفر تمام ہوا۔ تلوار اُتار کر رکھ دے کیونکہ جنگ فتح ہو چکا۔ بکتر اُتار کر فتح مندوں کا لباس پہن لے یہی

پنجاب میں مسیحی عورتوں کی خدمت

مرقومہ پادری رابرٹ کلارک صاحب ایم اے سابق سکرٹری سی ایم ایس پنجاب

اور اس شخص کی چار کنواری بیٹیاں تھیں۔ جو نبوت کرتی تھیں اعمال ۲۱: ۹ +

آج ہم ہندوستان کی مسیحی عورتوں کے کام کا کچھ ذکر کرینگے۔ اوپر کی آیت ہمیں فیلبوس انجیلی کی طرف توجہ دلاتی ہے۔ یہ شخص فیلبوس رسول نہیں۔ بلکہ ایک مختلف شخص ہے۔ وہ اُن سات ڈیکنوں میں سے تھا جن کی بابت اعمال کے چھٹے باب میں لکھا ہے کہ وہ روح قدس اور دانائی سے بھرے تھے ہاں ایمان اور قوت سے معمور تھے۔ روح القدس ابھی نازل ہوا تھا۔ اور مرد اور عورتیں اُس سے معمور تھے ان بڑے برتنوں کی مانند جن سے آب حیات چاروں طرف چھلکتا ہو۔ دریا یا نہر کی طرح بھرپور کیونکہ خدا کا دریا پانیوں سے بھرپور ہے جو مارے ہوئے چٹان کے منبع سے دریا کی طرح امڈتا اور اپنا زندگی بخش پانی تمام دنیا میں بھیجتا ہے۔ صعود یافتہ خداوند نے اپنے باپ کا وعدہ پالیا اور رُوح القدس نازل ہوا تھا۔ جو یوئیل نبی کی پیشینگوئی پوری ہوئی تھی کہ آخری دنوں میں جو ابھی شروع ہوئے تھے۔ خدا اپنا روح تمام بنی آدم پر نازل کرے گا۔ لڑکے اور لڑکیاں جوان اور بوڑھے خادم اور خادمیں نبوت کرینگے وہ سوکھی ہڈیوں پر جو ان کے چاروں طرف پڑی تھیں نبوت کرینگے وہ ہوا سے نبوت کرینگے اور رُوح القدس کے آنے کے لئے دُعا کرینگے اور پھر چاروں طرف زندگی ہوگی۔ یاں اِس امر کی طرف اشارہ ہے کہ یہ نزول تمام ملکوں تمام لوگوں اور تمام زمانوں کے لئے ثابت ہوگا +

ہمیں معلوم ہے کہ اوّل اوّل یہ وعدہ پنتیکوست کے دن پورا ہوا۔ رسولوں نے رُوح القدس پالیا تھا تین ہزار مسیحیوں اور سات ڈیکنوں اور عورتوں نے اِسے پالیا۔ پرسِلا جس نے خدا کا کلام رسولوں کو سمجھایا اِس سے معمور تھی لدیہ کو جس نے شہر فلپی میں رسولوں

کی جھانجھ داری کی بس کی بھرپوری ملی - مرقس کی ماں مریم کو یہ انعام ملا جب اُسکے مکان میں دعا کا مجمع ہوا اور سب نے باہم دعا کی کہ پطرس ہیرودیس کے ہاتھوں سے رہائی پائے نیز یونانی عورتوں نے روح القدس پائی اور ان میں سے بکثرت مسیح پر ایمان لائیں +

فیبی جیسی ڈیکنوں کا حال ہم پڑھتے ہیں جس نے بہتوں کی مدد کی وہ بھی روح القدس سے معمور تھی - پولوس رسول ہمیں حکم دیتا ہے کہ اِن عورتوں کو جس کسی امر کی ضرورت ہو ہم اُن کی مدد کریں کیونکہ انہوں نے دوسروں کی خاطر اپنی جانیں دے دیں اور نہ صرف رسول بلکہ غیر قوموں کی تمام کلیسیائیں اِن کی شکرگذار تھیں +

مریم اور پرسس جیسی عورتوں نے اپنے ہم وطنوں کے لئے بہت خدمت کی - ترائی فنا اور ترائی فوسا نے خداوند میں بہت محنت کی جو نیا رسولوں میں بڑی نامدار تھی - اِن کو لوگ بڑی عزت کی نگاہوں سے دیکھتے اور اِن کے کاموں کی خاطر اِنہیں عزیز رکھتے تھے - اِن میں سے بعض بوڑھی تھیں بعض جوان لیکن سب روح سے معمور تھیں اور سبھوں نے بڑی خدمت کی - جولیا اور اونیس کی سی محنتیں کریں اور تمام کلیسیاؤں میں ممتاز تھیں - اِن میں سے بعض غریب اور گمنام تھیں لیکن بعض امیر تھیں اُس برگزیدہ خاتون کی مانند جس کا ذکر یوحنا کے دوسرے خط میں پایا جاتا ہے اور جسے وہ سب جو صداقت کو جانتے عزیز رکھتے تھے اور جو خداوند کی خاطر رسولوں کی مہمان داری کیا کرتی تھی - کیونکہ وہ جانتی تھی کہ جو کوئی مسیح کے بھیجے ہوئے کو قبول کرے وہ خود مسیح کو قبول کرتا ہے اور جو کوئی مسیح کو قبول کرے وہ خدا باپ کو جس نے اُسے بھیجا قبول کرتا ہے +

مسیح کی کلیسیا کی تاریخ کے ہر ایک صفحے سے عورتوں کی خدمت روشن ہے - انجیلوں میں ان کا بار بار ذکر آتا ہے - کسی عورت نے بھی جسے مسیح سے ملنے کا شرف حاصل ہوا اُسکے خلاف کچھ نہیں کہا - عورتیں خاص طور پر مسیح کی خدمت کرتی تھیں بعض نے نو مریم

مگدلینی جو آنا اور سوسنا کی طرح اپنے مال و متاع سے اُس کی خدمت کی بعض مریم کی مانند اُس کے قدموں میں بیٹھ کر اُس کی باتیں سنتی تھیں بعض نے اپنے قیمتی عطردان توڑ کے مریم کی مانند اسکی پاؤں کو مسح کیا۔ یہ عورتیں ہی تھیں جو اس کی صلیب پاس اُس وقت بھی کھڑی رہیں جبکہ رسول بھاگ گئے تھے۔ انہوں نے اُسے قبر تک لے جانے میں مدد کی اور اُسکی تدفین کے وقت اُسے خوشبویاں ملیں اور طلوع سے پیشتر پہلے ایسٹر کی صبح کو سب سے پہلے قبر پر موجود ہوئیں اور اُس کے جی اٹھنے کے بعد سب سے پیشتر اُسے دیکھا اور سب سے پہلے اُس کا پیغام رسولوں پاس لے گئیں۔ یوں عورتیں پہلے رسول ٹھہریں ہاں رسولوں کی رسول۔ انہیں اپنے آرام و راحت کا خیال نہ تھا۔ اپنے خطرے کی بھی پرواہ نہ تھی۔ اپنی جان بچانے کو وہ کبھی بھاگ نہ گئیں اور اپنے خداوند کا کبھی انکار نہ کیا۔ کامل محبت سے تمام وحشت جاتی رہی تھی اور عورتوں کے دل ایمان اور محبت سے پُر تھے اور اس لئے انہوں نے مسیح کی خوشخبری دی اور اُس کی خدمت کی۔

دنیا میں بعض سب سے عمدہ شہری عورتیں ہوئی ہیں۔ نیک مسیحی عورتیں فخر سے اپنے کاموں کا بیان نہیں کرتیں وہ صرف اپنے کام کو سرانجام دیتی ہیں اور بس۔ وہ لوگوں کی واہ واہ اور شاباش کی خواہاں نہیں۔ جب وہ خدا کے لئے کوئی کام سرانجام دیتی ہیں تو اُسے بھول جاتی اور اپنے آپ کو بھی خدا میں فراموش کر دیتی ہیں تو وہ تکلیفیں اٹھاتی اور اس کا گلہ نہیں کرتیں ہیں وہ اپنا سب کچھ معرض خطر میں ڈالتی اور اس پر کبھی فخر نہیں کرتی ہیں۔ وہ آپ کو خدا کے ہاتھوں میں سونپ دیتی ہیں اور دنیا کو اس کی کچھ خبر نہیں ہوتی۔ دنیا انہیں ناچیز ٹھہراتی اور انہیں بالکل نظر انداز کر دیتی ہے اور وہ اس کے لئے خدا کا شکر کرتی ہیں۔ وہ اکثر گمنامی میں رہتی اور اس کی ذرہ بھی پرواہ نہیں کرتی ہیں۔ دنیا اپنی خالی عشرتوں میں جو انہوں نے ترک کر دی ہیں لگی رہتی ہے۔ وہ جانتی ہیں کہ خدا کی آنکھیں ہم پر لگی ہیں اور ان کے لئے یہی کافی ہے۔ وہ دیکھتی ہیں کہ آگ کی دیوار ہمارے چاروں طرف کھڑی ہے۔

انہیں یہ یقین بھی حاصل ہے کہ ہم یہاں بالکل محفوظ ہیں کیونکہ فرشتے ہماری نگہبانی کر رہے ہیں خود خداوند ہمیشہ اِن کے ساتھ ہے۔ وہ سلامتی میں رہتی ہیں اور حقیقی خوشی سے واقف ہیں جس کی دُنیا کو مطلق خبر نہیں کیونکہ وہ بادشاہ کے ساتھ اُس کی خدمت کے لئے جیتی ہیں۔ خُداوند کے مسکنوں کے سائے میں اُنکے وعدے ہر دم باقی اور اُس کی ہیکل میں عبادت کرتی ہیں ✦

اِس زندگی کا مقابلہ دُنیا کے مرد عورتوں کی معمولی زندگی سے کرو اور پھر تمہیں اِس کا فرق معلوم ہوگا۔ اگر اِس وقت اتنا فرق پایا جاتا ہے تو بعد میں کتنا ظاہر ہوگا جب خداوند آکر اپنے جواہرات چُنے گا اور اُنہیں اپنے تاج میں زیب دے گا۔ جب وہ بڑے کی برکتیں پیدا کرنیکی ماں اور آسمان میں جیسے کہ وہ اِس دنیا میں کرتی تھیں ✦

اِس امر کے بیان میں کہ بچوں کی تعلیم میں مسیحی عورتوں کا کیا اثر ہوتا ہے ہم یہاں صرف چند نام پیش کرینگے ✦

مرقس کی ماں مریم اور برنباس کی بہن کا حال اعمال کے بارھویں باب میں چند الفاظ میں دیا گیا ہے۔ اور تمطاؤس کی والدہ یونیکے اُس کی ماں کا بیان ۲ تمطاؤس ۱ باب اور ۵ آیت میں۔ مقدس اگستین (جو ۳۵۴ - ۴۳۰ عیسوی میں جان بحق ہوا) کی ماں مانیکا کی تاثیر اپنے بیٹے پر ایسی تھی اور اُس کی دعاؤں نے ایسا اثر کیا کہ اِن کا خاص ذکر اگستین کے اقرارنامہ میں پایا جاتا ہے۔ اگستین شاید قدیم مسیحی بزرگوں میں سب سے بزرگ تھا۔ اور خیال قول اور فعل میں اپنے وقت کی کلیسیا کا رہبر تھا۔ اِن تھوسا مقدس کرسی سوسطم کی ماں تھی جس کی دعا صبح شام کی دُعا کی ترتیب میں سب سے آخر استعمال کی جاتی ہے۔ مقدس کرسی سوسطم ۳۴۷ عیسوی میں پیدا ہوا اور ۴۰۷ عیسوی میں انتقال کیا اور قسطنطنیہ کا سب سے بڑا بشپ تھا اِس کے نام کے معنے زرین دہن ہیں جس کی وجہ تسمیہ وہ قیمتی الفاظ ہیں جو اُسکے لبوں سے نکلا کرتے تھے ✦

ہم ایک خاندان کا بیان پاتے ہیں جس نے تین پشتوں میں اپنی لڑکیوں میں سے تین مقدس پیدا کیں اور ایک پشت میں تین بشپ اور بیٹوں میں سے تین مقدس بر پا کئے۔ تین لڑکیاں یہ تھیں۔ میکرینا کلاں بیسل اعظم کی دادی (۳۲۰ تا ۳۷۹ عیسوی) نوناس کی ماں، اور میکرینا خورد اُس کی بہن بیٹے یہ تھے۔ بیسل۔ نیاسا کا گریگوری اور سبستول کا پطرس جو تاثیرات تقویٰ کی گریس موشم پر تھی اور مونیکا کی آگسٹین پر۔ وہی نونا کی گریگوری پر تھی اِن کا بڑا اعتقاد تھا کہ اپنے بچوں کی بہتری اور مسیح کی کلیسیا کی بہبودی با ایمان دعاؤں پر موقوف ہے اور خدا نے اِن کے وسیلے اِن سب پر بڑی برکت نازل کی اِس سے بڑے مشہور غیر مسیحی فیلسوف لے بانی اس نے بڑی حیرت سے کہا کہ یا الٰہی اِن مسیحیوں کی عورتیں کیسی ہیں +

اب ہم ذرا پنجاب کی طرف رجوع کریں اِس صوبے میں ایک ممتاز اور نامی مستری بی بی۔ ہسن تھی جو اگست ۱۸۹۹ء میں اپنے آرام میں داخل ہوئی وہ ذات سے کشمیری برہمن تھی اور بڑی دیر صداقت کی تلاش کرنے اور گنگا میں کئی دفعہ یاترا کرنے کے بعد ۴۴ سال پیشتر بپتسمہ پایا۔ بنارس میں اُس نے زندگی کے کلام کی خوشخبری سُنی اور جب تک وہ تعلیم پا کر مسیحی حلقے میں شامل نہ ہوئی اُسے چین نہ آیا۔ اِس صوبے کے پہلے لڑکیوں کے سکول میں وہ استاد مقرر ہوئی بعد میں بمقام امرتسر برسوں تک بائبل وومین کا کام کرتی رہی اعلےٰ ذات خوش خلق اور ملنسار ہونے کے باعث ہر کوئی اُس کی عزت کرتا تھا +

ہمارے عمدہ مسیحیوں میں سے تین بزرگ جو دو سال کے عرصے میں دنیا سے رحلت کر گئیں پٹیالہ کی مسز سنگھا لاہور کی مسز چندولال اور امرتسر کی مسز صاحب دیال تھیں۔ اِس موقعہ پر ہم جنت آرام گاہ مسٹر لیا رام صاحب کی صاحبزادی مسز لاجونتی سنگھ اور لالہ چندولال صاحب کی دختر مسز مایا داس کا ذکر کرنا بھی مناسب سمجھتے ہیں جو عالم شباب ہی میں اِس دنیا سے جو اِن کے لائق نہ تھی رخصت ہوئیں اور اپنے خاوندوں اور احباب

کے لئے ایک قابلِ تقلید نمونہ چھوڑ گئی ہیں +

مسز چند ولال اور مسز صاحب دیال نے اپنے بچّوں کی تعلیم میں اپنے خاوندوں کی بڑی مدد کی اور جیسا اب ہمیں معلوم ہوا مسز رلیارام توجہ دے رہی ہیں۔ اُن کے خاندان خوش و خرّم تھے اور ہم اُن کے بچّوں کو مسیح کے ایمان اور خوف اور محبت میں بڑھتے اور سرکار اور کلیسیا کی خدمت میں بڑی بڑی ذمہ داریوں کی جگہ لینے کے لئے تیار ہوتے دیکھ رہے ہیں +

انگلستان اور امریکہ کی ۲۰۷ اَن بیاہی مسیحی عورتیں مشنریوں کی بیویوں کے ماسوا اِس وقت پنجاب میں کام کر رہی ہیں۔ اِن میں سے ۹۷۔ سی۔ ایم۔ ایس۔ یا سی۔ ای۔ زیڈ۔ ایم۔ ایس سے متعلق ہیں جن میں سے ۲۳ آنریری (بلاتنخواہ) اور ۱۴ میڈیکل میں ہیں۔ ۴۰ ایسے شہروں یا گاؤں میں رہتی ہیں جہاں سوائے مشنریوں کے کوئی اَور انگریز نہیں رہتا۔ اِن سے سی۔ ایم۔ ایس کا کام پنجاب اور سندھ میں دُگنا ہو گیا ہے اور ہم اِن سب کے لئے خدا کے شکرگذار ہیں +

امریکن بورڈ کے سٹیشنوں میں ۱۵ عورتیں اور دہلی کے کیمبرج مشن اور ایس۔ پی۔ جی۔ میں ۲۲ ولایتی اور ہندوستانی عورتیں ہیں۔ سکاچ مشن میں ۱۱۔ یوپی امریکن مشن میں ۲۱۔ اور بپٹسٹ مشن میں ۱۴ +

سارے ملک نے اِن کے وسیلے ایک بڑی برکت پائی ہے وہ اپنا کام سکولوں اور ہسپتالوں اور گھروں میں کر رہی ہیں۔ ہر جگہ لوگ اِنہیں قبول کرتے اور وہ کہیں بھی دروازہ بند نہیں پاتیں۔ اِن کے ہمراہ ہندوستانی عورتیں ہر جگہ مدد کرتی ہیں +

مسیح کی انجیل یوں پنجاب میں پھیل رہی ہے جیسے پہلے وقتوں میں پھیلی تھی جس کا ذکر ہم رسولوں کے اعمال میں پڑھتے ہیں یہ سب کام مسیح اور اُسکے رُوح القدس کے وسیلے جو کلیسیا کے شرکا میں کام کرتا ہو رہا ہے۔ خدا کرے کہ ہم سب اُسکے فضل کی خوشخبری پھیلانے کے لئے دن بدن

میلاد شریف

قلم اپنا صبا رفتار ہے آج
رخِ کاغذ گلِ گلزار ہے آج

موتیے ہیں بڑے دن کی بہاریں
گل افشاں بال ہر تار ہے آج

دو عالم کیوں نہ ہو نور آشنا نور
خدا کے نور کا اظہار ہے آج

دُرِ انجم لئے طشتِ فلک میں
سحر سے مہر گوہر بار ہے آج

رنگیلے کیوں نہ نکلیں دل سے مضموں
شرابِ روح میں سرشار ہے آج

فرشتوں نے یہ گردوں سے صدا دی
ظہورِ نشکلنک اوتار ہے آج

ہوئے پیدا خداوندِ دو عالم
رعیت بن گئی سرکار ہے آج

چلو بیت اللحم میں چل کے دیکھیں
ہوائے شوق خوش رہوار ہے آج

غریبوں سے کہو حاضر ہوں آ کر
خدا کے فضل کا دربار ہے آج

گڈریوں نے سُنی تھی جو کہ آواز
اُسی کی کان میں جھنکار ہے آج

خدا سے مانگ او مِنّت پہ مِنّت
ملیگا جو تمہیں درکار ہے آج

دیگر

عالم میں یوں تو ممکن ہر جا ہے نور تیرا
بیت اللحم میں لیکن دیکھا ظہور تیرا

تو آسماں سے آیا سب کی نجات لایا
چرچا یہ ہے خدایا نزدیک و دور تیرا

کفارہ دے دیا ہے سر اپنے لے لیا ہے
ہم سب نے جو کیا ہے اے رب قصور تیرا

ہر پیر اور جواں کے لالے پڑے تھے جاں کے
احسان ہے جہاں کے سر پر ضرور تیرا

کر اپنا فضل اُس پر ہوتا ہے وہ نچھاور
مِنّت یہ ایک کمتر جا کر حضور تیرا

رباعیات کرسمس

باہر یہ شریعت کے نہ عرفان کے ہے ۱ جو بات ہے لائق وہ تری شان کے ہے
مِنّت نے بڑے دن کو یہ دکھایا ہے فرزندِ خدا گود میں انسان کے ہے

عیسیٰ پہ یہ سامان فدا کرتے ہیں ۲ زر۔ مُر۔ لوبان فدا کرتے ہیں
پورب کے مجوسیوں سے بڑھ کر مِنّت ہم رُوح و تن و جان فِدا کرتے ہیں

قطعہ

عرش سے اترا ابنِ خدا تو فرشِ زمیں پر جشن ہے ہر سو
کہتے ہیں مِنّت ہاتھ مِلا کر ہیپی ہیپی کرسمس ٹو یو

بڑا دِن مُبارک

خوشی کیونکر نہ ہو حد سے سوا آج ہوئے پیدا مسیحِ رہنما آج
چمن میں کھل کھلا کر گل ہیں ہنستے خوشی سے سُرخ ہے رنگِ حنا آج
مُسرّت سے کھلا ہے بابِ رحمت قبولیت کو پہنچے ہر دُعا آج
گُناہوں کے سبب ہم تھے ہراساں بر آیا اپنے دل کا مُدعا آج
مِلی ہے آسمانی سب کو روٹی نہ کیونکر سیر ہوں ہم سے گدا آج
نظر کی چہرۂ عیسیٰ پہ ہم نے نظر آئی ہمیں شانِ خدا آج
کھلا شائق گلِ باغِ تمنّا
بجا لا سجدۂ شکرِ خدا آج

The Masihi.
AMRITSAR.
Vol. IV. December, 1899. No. 12.
CONTENTS.
Notes and Comments:—Peace on Earth—Christ the Master of Souls—A Winter Christ—Our Losses 353
2. Christmas Thoughts ... 358
3. Rev. F. B. Meyer—Misses Weatherly and Sahib Dyal 361
4. Prayer and Bible Study 369
5. Bethlehem 377
6. A Royal Exile 379
7. The Ministry of Christian Women in the Punjab—Rev. Robert Clark, M A. 385
8 A Happy Chrisman to you ... 391
9. Rev. F. B. Meyer's Greetings. &c ... ... Back of Covers.
Annual Subscription, Rs 1-8-0.
In advance—Apply to the Manager.